خطباء و دعاۃ اور مبلغین حضرات کے لیے ایک علمی تحفہ

زاد الخطیب

جلد دوم

تالیف
(ڈاکٹر) حافظ محمد اسحاق زاہد

مرکز الفلاح الخیری - لاہور

خطباء و دعاۃ اور مبلغین حضرات کے لیے ایک علمی تحفہ

زاد الخطیب

جلد دوم (متنوع موضوعات)
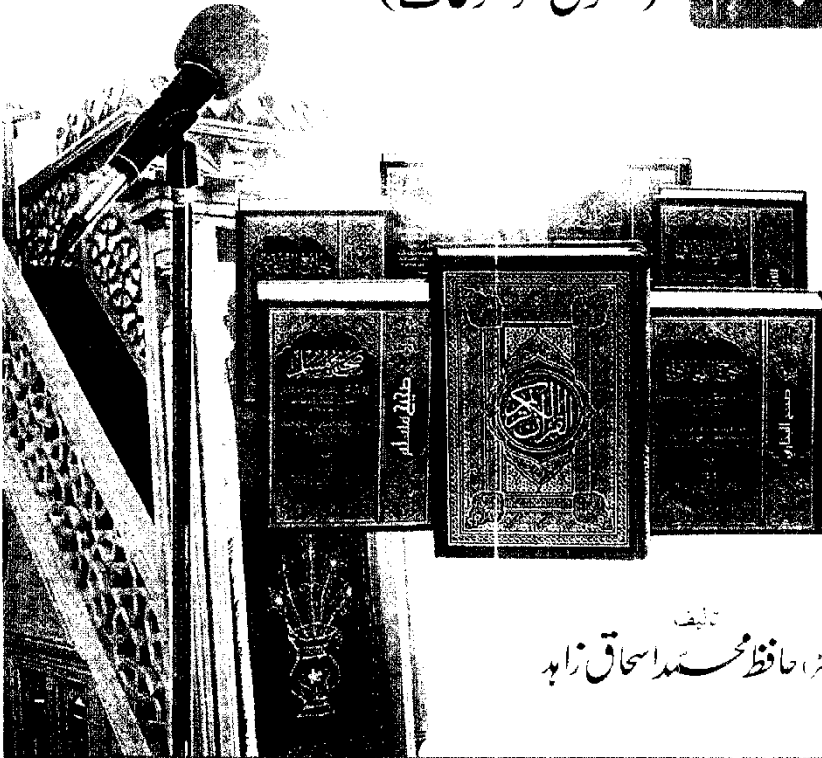
تالیف: (ڈاکٹر) حافظ محمد اسحاق زاہد

مرکز الفلاح الخیری۔ لاہور

نام کتاب : .... زاد الخطیب

نام مؤلف : .... (ڈاکٹر) حافظ محمد اسحاق زاہد

کمپوزنگ : .... از مؤلف

ایڈیشن : .... سوم۔ جنوری ۲۰۱۴

ملنے کے پتے

① رانا طاہر محمود۔ مکان نمبر ۷ گلی نمبر ۳ سلیمان پارک بنک سٹاپ فیروز پور روڈ لاہور
فون نمبر: 0333-4237720

② مکتبہ اسلامیہ۔ بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون نمبر: 042-37244973

③ مکتبہ اسلامیہ۔ کوتوالی روڈ فیصل آباد۔ فون نمبر: 041-2631204

④ ارشد علی۔ جامعہ محمدیہ للبنین والبنات۔ کورنگی ۲ کراچی فون: 0300-2682701

⑤ حافظ رفیق صاحب۔ ملتان۔ فون نمبر: 0321-6335038

فہرست مضامین (جلد دوم)

توحیدِ باری تعالیٰ

اہم عناصرِ خطبہ:

① توحید کا مفہوم

② کلمۂ توحید ''لا إله إلا الله'' کا معنی

③ توحید کی اہمیت اور قدر ومنزلت ④ توحید کے فضائل

⑤ اقسامِ توحید: توحید ربوبیت، توحید الوہیت اور توحید اسماء وصفات

پہلا خطبہ

برادرانِ اسلام! آج کے خطبہ میں ہم ان شاء اللہ توحید باری تعالیٰ بیان کریں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے حق بیان کرنے اور ہم سب کو اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے۔

ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ

☆ 'توحید' دینِ اسلام کی بنیاد ہے۔

☆ 'توحید' سب سے پہلا فرض ہے جس کا اقرار کرنا اور اسے دل وجان سے قبول کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

☆ 'توحید' وہ چیز ہے جس کے بغیر کوئی انسان دائرۂ اسلام میں داخل نہیں ہوسکتا۔

☆ 'توحید' ہی وہ چیز ہے کہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں (انبیاء ورسل علیہم السلام) کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ لوگوں کو غیر اللہ کی بندگی سے نکال کر ایک اللہ کی عبادت میں لگائیں۔

☆ 'توحید' ہی وہ چیز ہے کہ جس کی وجہ سے مسلمانوں اور کافروں کے درمیان جنگیں ہوتی رہیں اور ان گنت مسلمانوں نے اس کے لئے اپنی جانوں تک کو قربان کر کے جامِ شہادت نوش کیا۔

☆ 'توحید' ہی وہ اساسی فریضۂ دین ہے جو ایک مسلمان اور کافر کے درمیان فرق کرتا ہے

☆ اور 'توحید' ہی وہ چیز ہے کہ اگر اسے کما حقہ قبول کرلیا جائے، اس کے تقاضوں کو پورا کیا جائے اور اسی پر موت آئے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ کیا ہے۔ اور اگر اسے کما حقہ قبول نہ کیا جائے تو اس پر اللہ تعالیٰ

نے جہنم کی وعید سنائی ہے اور اسے قبول نہ کرنے والے انسان پر جنت کو حرام کر دیا ہے۔

توحید کی تعریف

محترم بھائیو! جب انسان کی نجات اور کامیابی و کامرانی کے لئے 'توحید' اس قدر اہم ہے تو آیئے پہلے یہ معلوم کرلیں کہ 'توحید' کسے کہتے ہیں؟

☆ علامہ الجرجانی 'توحید' کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"اَلتَّوحِيْدُ ثَلاثَةُ أَشْيَاءَ:مَعْرِفَةُ اللّٰهِ بِالرُّبُوبِيَّةِ ، وَالْإِقْرَارُ بِالْوَحْدَانِيَّةِ ، وَنَفْيُ الْأَنْدَادِ مِنْهُ جُمْلَةً "①

یعنی "توحید" تین چیزوں کا نام ہے: اللہ کی ربوبیت کی پہچان، اس کی وحدانیت کا اقرار اور اس سے تمام شریکوں کی نفی کرنا۔

☆ اور امام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"اَلتَّوحِيْدُ هُوَ إِفْرَادُ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ بِالْعِبَادَةِ "

یعنی توحید اکیلے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کرنے کا نام ہے۔②

اور شیخ ناصر العمر کا کہنا ہے کہ

"اَلتَّوحِيْدُ شَرْعًا:إِفْرَادُ اللّٰهِ بِحُقُوقِهِ ، وَهُوَ لِلّٰهِ ثَلاثَةُ حُقُوقٍ:حُقُوقُ مِلْكٍ ، وَحُقُوقُ عِبَادَةٍ ، وَحُقُوقُ أَسْمَاءٍ وَصِفَاتٍ "

یعنی شریعت میں توحید اس کو کہتے ہیں کہ "اللہ کے حقوق اکیلے اللہ کو دیئے جائیں اور وہ تین ہیں: ملکیت کا حق، عبادت کا حق اور اسماء وصفات کا حق۔"③

اِن تینوں تعریفات سے "توحید" کا مفہوم واضح ہوگیا ہے۔ اور اس کا خلاصہ ہے اکیلے اللہ تعالیٰ کو کائنات کا خالق ومالک ماننا، تمام عبادات صرف اسی کے لئے بجالانا اور اس کے اسماء وصفات میں اسے یکتا تسلیم کرنا۔

---

① التعریفات:ص73

② مجموعة التوحيد ۔ الرسالة الثالثة:ص 70

③ التوحيد أولا :ص 15

کلمۂ توحید " لا إله إلا الله" کا مفہوم

کلمۂ 'توحید' وہ کلمہ ہے جس کی طرف تمام انبیاء ورسل علیہم السلام دعوت دیتے رہے۔ اور اس کے دو جزو ہیں: (لا إله) اور (إلا الله) پہلے جزو میں تمام معبودانِ باطلہ کی نفی ہے اور دوسرے جزو میں صرف اللہ تعالیٰ کے معبودِ برحق ہونے کا اثبات ہے۔ گویا اس کلمے کا مفہوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تمام معبودانِ باطلہ کا انکار کیا جائے اور صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو تمام عبادات کا مستحق گردانا جائے۔ یہ مفہوم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ماخوذ ہے:

﴿وَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾ ①

''اور تم سب کا معبود ایک ہی ہے، اس کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، وہ بیحد رحم والا اور بڑا مہربان ہے۔''

اِس آیت کریمہ کے پہلے جملے میں صرف ایک معبود کا اثبات ہے اور دوسرے جملے میں اللہ تعالیٰ کے سوا باقی تمام معبودانِ باطلہ کی نفی کر دی گئی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کائنات میں معبود تو کئی ہو سکتے ہیں لیکن پوری کائنات کا معبودِ برحق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾ ②

''یہ سب اس لئے کہ اللہ ہی برحق ہے اور اس کے سوا جس کو بھی یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بلندیوں والا اور بڑی شان والا ہے۔''

اور کلمۂ توحید کا یہی مفہوم جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ کے سامنے پیش کیا تو وہ کہنے لگے:

﴿أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلٰهًا وَّاحِدًا إِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾ ③

''کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا، یہ تو بڑی عجیب بات ہے''

یعنی ان کے لئے کلمۂ توحید کا یہ معنی ناقابلِ فہم تھا کیونکہ وہ تو تین سو ساٹھ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ اسی لئے ایک ہی معبود کا تصور ان کے لئے باعثِ تعجب تھا اور وہ اسے ماننے کے لئے تیار نہ ہوئے، بلکہ کہنے لگے:

﴿أَئِنَّا لَتَارِكُوْا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ﴾ ④

''کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی بات پر چھوڑ دیں؟''

خلاصہ یہ ہے کہ کلمۂ توحید کا محض اتنا مفہوم مان لینا کہ اللہ تعالیٰ ہی عبادت کے لائق ہے کافی نہیں، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے سوا باقی تمام معبودان کا انکار کرنا اور ان سے لاتعلقی کا اظہار کرنا از حد ضروری امر

① البقرۃ2:163 ② الحج22:62 ③ صٓ38:5 ④ الصافات37:36

ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءَاؤُا مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ ﴾ [1]

''(مسلمانو!) تمہارے لئے حضرت ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے جبکہ ان سب نے اپنی قوم سے برملا کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ان سب سے لاتعلق ہیں۔ ہم تمہارے (عقائد) کے منکر ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے دشمنی اور بغض کی ابتداء ہو چکی ہے یہاں تک کہ تم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لے آؤ۔''

توحید کی اہمیت

① توحید تمام انبیاء ورسل علیہم السلام کی دعوت ہے

اللہ رب العزت نے انسانیت کی خیر وبھلائی کے لئے جتنے انبیاء ورسل علیہم السلام کو مبعوث فرمایا ان سب نے اپنی اپنی قوموں کو توحید کی طرف دعوت دی۔ چنانچہ:

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ﴾ [2]

''ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انھوں نے فرمایا: اے میری قوم! تم اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا کوئی تمھارا معبود نہیں۔''

۲۔ حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ﴾ [3]

''اے میری قوم! تم اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا کوئی تمھارا معبود نہیں۔''

۳۔ یہی بات حضرت صالح علیہ السلام نے فرمائی:

﴿ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ﴾ [4]

① الممتحنة 60: 4 ② الأعراف 7: 59 ③ الأعراف 7: 65 ④ الأعراف 7: 73

''اے میری قوم! تم اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا کوئی تمھارا معبود نہیں۔''

۴۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی انہی الفاظ میں اپنی قوم کو مخاطب فرمایا:

﴿ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلٰهٍ غَيْرُهُ ﴾ ①

''اے میری قوم! تم اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا کوئی تمھارا معبود نہیں۔''

۵۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل میں اپنے ساتھیوں کو یوں دعوتِ توحید پیش کی:

﴿يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۝مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءً سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ ②

''اے میرے قید کے ساتھیو! کیا کئی مختلف معبود بہتر ہیں یا اکیلا اللہ جو سب پر غالب ہے؟ اس کے سوا تم جن کی پوجا پاٹ کررہے ہو وہ سب نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے خود ہی گھڑ لئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ فرمانروائی صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ہے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ تم سب سوائے اس کے کسی اور کی عبادت نہ کرو، یہی دین درست ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

چند انبیاء کی دعوت کا ذکر ہم نے بطور مثال پیش کیا ہے، ورنہ تمام انبیاء ورسل علیہم السلام اسی دعوت پر متفق تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ﴾ ③

''اور ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھی بھیجا اس پر یہی وحی نازل کی کہ میرے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں ہے، اس لئے تم سب میری ہی عبادت کرو۔''

اسی حقیقت کو اللہ رب العزت نے سورۃ النحل میں یوں ذکر فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ﴾ ④

''اور ہم نے ہر امت کی طرف ایک رسول اس پیغام کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ لوگو! اللہ ہی کی عبادت کرو اور غیر اللہ کی عبادت سے بچتے رہو۔''

① الأعراف 7:85　② یوسف 12:39-40

③ الأنبياء 21: 25　④ النحل 16: 36

② توحیدِ الٰہی کی گواہی خود اللہ تعالیٰ نے اور اس کے فرشتوں نے دی ہے

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ ①

''اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں اور (اسی طرح) فرشتے اور اہلِ علم بھی گواہی دیتے ہیں۔ وہ عدل پر قائم ہے، اس کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں۔ وہ غالب اور حکمت والا ہے۔''

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ''توحید'' اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہائی اہم فریضہ ہے جس پر عمل کئے بغیر کسی انسان کی نجات ممکن نہیں۔

③ توحید دینِ اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ایک ہے

دینِ اسلام کے دو بنیادی اصول ہیں: ایک یہ کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے، تمام عبادات اسی کے لئے بجالائی جائیں اور کسی عبادت میں اس کا کوئی شریک نہ بنایا جائے۔ دوسرا یہ کہ عبادت رسول اکرم ﷺ کے طریقے کے مطابق اور ان کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں کی جائے۔ یہ دونوں اصول کلمۂ شہادت (أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا رسول الله) سے ماخوذ ہیں۔ معلوم ہوا کہ توحید دینِ اسلام کے دو بنیادی اصولوں میں سے ایک ہے۔

④ توحید ہر داعی کی دعوت کا نقطۂ آغاز ہے

ہم یہ بات ذکر کر چکے ہیں کہ ہر نبی نے اپنی دعوت کا آغاز توحید سے کیا۔ اور سید الرسل حضرت محمد ﷺ نے جس قوم کو سب سے پہلے دعوت دی وہ غیر اللہ کی پوجا کرنے میں مشہور تھی۔ وہ بتوں کو حاجت روا، مشکل کشا اور نفع نقصان کا مالک سمجھتی تھی، وہ قوم بتوں سے محبت کرتی تھی اور انہی کے لئے نذر و نیاز پیش کرتی تھی۔ رسولِ اکرم ﷺ نے جب اس قوم کو دعوت دی تو اس کا آغاز یوں فرمایا: (قُوْلُوْا : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، تُفْلِحُوا)

یعنی ''تم یہ کہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، اگر یہ کہو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے۔''

پھر آپ ﷺ نے اور آپ کے جاں نثاروں نے اسی دعوتِ توحید کی خاطر تکلیفیں جھیلیں، اذیتیں برداشت کیں حتی کہ اپنا آبائی وطن چھوڑ کر ہجرت کر لی، پھر اسی کو منوانے کے لئے کفار و مشرکین سے جنگیں لڑیں۔ اور

---

① آل عمران 3:18

توحید ہی کا علم بلند کرنے کے لئے لمبے لمبے سفر کئے۔ پھر جب آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فاتحانہ انداز میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے آپ نے خانہ کعبہ میں نصب کئے تین سو ساٹھ بتوں کو پاش پاش کیا اور فرمایا: ﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ﴾ یعنی ''آج حق آ گیا ہے اور باطل کی کمر ٹوٹ گئی ہے۔''

''حق'' سے مراد توحید ہے اور ''باطل'' سے مراد بت اور ان کی پوجا کرنا ہے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ فرمایا تو انہیں چند ہدایات دیں۔ ارشاد فرمایا: «إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ ، فَادْعُهُمْ إِلٰى شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لِذَلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ فِي فُقَرَائِهِمْ ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لِذَلِكَ فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ ، وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ»[۱]

''تم اہلِ کتاب کی ایک قوم کے پاس جا رہے ہو، اس لئے تم انہیں (سب سے پہلے) اس بات کی طرف دعوت دینا کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ پھر اگر وہ تمھاری یہ بات مان لیں تو انہیں آگاہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ پھر اگر وہ تمھاری یہ بات بھی تسلیم کر لیں تو انہیں خبردار کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکاۃ فرض کی ہے جو ان میں سے مالداروں سے وصول کر کے انہی میں سے جو فقراء ہیں ان میں لوٹا دی جائے گی۔ اور اگر وہ اس میں بھی تمھاری فرمانبرداری کریں تو ان کے نفیس مالوں سے بچنا اور مظلوم کی بد دعا سے بھی بچنا کیونکہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا۔''

دوسری روایت میں اس حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

«إِنَّكَ تَقْدَمُ عَلٰى قَوْمٍ أَهْلِ كِتَابٍ فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوْهُمْ إِلَيْهِ عِبَادَةُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ، فَإِذَا عَرَفُوا اللّٰهَ فَأَخْبِرْهُمْ ...»[۲]

''بے شک تم اہلِ کتاب کی ایک قوم کے پاس جا رہے ہو تو سب سے پہلے تم نے انہیں جس بات کی طرف دعوت دینی ہے وہ ہے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت، پھر جب وہ اللہ تعالیٰ کو پہچان لیں تو انہیں خبر دینا کہ....'' لہٰذا

---

۱ صحيح البخاري: 1496 ، صحيح مسلم:19

۲ صحيح البخاري: 1458 ، صحيح مسلم:19

اس سے ثابت ہوا کہ ہر داعی کی دعوت کا نقطۂ آغاز توحیدِ الٰہی ہے اور یہ اہمیتِ توحید کی ایک واضح دلیل ہے۔

⑤ توحید دینِ اسلام کا پہلا رکن ہے

دینِ اسلام جن پانچ ارکان پر قائم ہے ان میں سے پہلا رکن توحید ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: «بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ : شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ......» [1]

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: سب سے پہلی چیز اس بات کی گواہی دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں ......الخ۔''

⑥ توحید اللہ تعالیٰ کا اس کے بندوں پر پہلا حق ہے

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں رسولِ اکرم ﷺ کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھا تھا اور میرے اور آپ ﷺ کے درمیان محض کجاوے کی لکڑی کا فاصلہ تھا۔ اچانک آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے معاذ بن جبل!'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں.

پھر کچھ دیر آپ چلتے رہے۔ پھر فرمایا: ''اے معاذ بن جبل!''

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں۔ پھر کچھ دیر آپ چلتے رہے۔ پھر فرمایا:

''اے معاذ بن جبل!'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں۔ پھر کچھ دیر آپ چلتے رہے۔

پھر فرمایا: «هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ؟»

یعنی کیا تم جانتے ہو کہ بندوں پر اللہ کا حق کیا ہے؟

میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: «حَقُّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ أَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا»

''بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔''

پھر آپ کچھ دیر چلتے رہے۔ آگے جا کر آپ نے فرمایا:

''اے معاذ بن جبل!'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں۔

آپ نے فرمایا: «هَلْ تَدْرِیْ مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ إِذَا فَعَلُوْهُ؟»

---

[1] متفق علیہ

''کیا تمہیں معلوم ہے کہ اگر وہ ایسا کرلیں تو اللہ تعالیٰ پر بندوں کا حق کیا ہے؟''

میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: «حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ أَنْ لَّا يُعَذِّبَهُمْ»

''اللہ پر بندوں کا حق یہ ہے کہ وہ انہیں عذاب میں مبتلا نہ کرے۔''①

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا اور سب سے پہلا حق یہ ہے کہ وہ صرف اسی کو معبود مانیں، سب کی سب عبادات اسی کے لئے خاص کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر بندے اللہ کا حق ادا کردیں تو اللہ تعالیٰ کمال مہربانی سے اپنے ذمہ لے لیتا ہے کہ وہ انہیں عذاب نہیں دے گا اور جنت میں داخل کرے گا۔

⑦ ایمان کا آغاز توحیدِ الٰہی سے ہوتا ہے

حضرت مسیّب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت آیا تو رسول اکرم ﷺ اس کے پاس آئے۔ اور آپ ﷺ نے دیکھا کہ ابوجہل اور عبداللہ بن ابو امیہ بھی اس کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: «يَا عَمِّ ! قُلْ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، كَلِمَةً أَشْهَدُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ»

''اے چچا جان! آپ لا إله إلا الله کا اقرار کرلیں۔ یہ ایسا کلمہ ہے کہ جس کی بنا پر میں اللہ کے ہاں آپ کے حق میں گواہی دوں گا۔''

اس پر ابوجہل اور عبداللہ بن ابو امیہ کہنے لگے: اے ابو طالب! کیا تم عبدالمطلب کے دین کو چھوڑ دو گے؟ تو رسولِ اکرم ﷺ بار بار اسے'' لا إله إلا الله '' پیش کرتے رہے اور ہر مرتبہ اپنی پہلی بات دہراتے رہے لیکن ابو طالب نے کہا: وہ دینِ عبدالمطلب پر قائم ہے اور اس نے'' لا إله إلا الله '' کا اقرار کرنے سے انکار کردیا۔②

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ایمان کی ابتداء توحید سے ہوتی ہے اور کلمۂ توحید ہی کے اقرار سے کوئی غیر مسلم اسلام کے دائرے میں داخل ہوسکتا ہے۔ اور اسی توحید کی بنا پر ہی اس کی اللہ کے عذاب سے نجات ممکن ہے۔

---

① صحیح البخاری: 2856، صحیح مسلم:30

② صحیح البخاری :1360، 3884، صحیح مسلم :24

توحید کے فضائل

① توحید کا دل سے اقرار کرنے والے شخص کے لئے جنت ہے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ مَّاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ» ①

''جس شخص کی موت اس حالت میں آئی کہ اسے یقین تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: دو واجب کرنے والی چیزیں کونسی ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ مَّاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ ، وَمَنْ مَّاتَ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ دَخَلَ النَّارِ» ②

''جس شخص کی موت بایں حالت آئی کہ وہ کسی کو اللہ کے ساتھ شریک نہیں ٹھہراتا تھا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور جس شخص کی موت اس حالت میں آئی کہ وہ اللہ کے ساتھ شرک کرتا تھا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔''

ایک قصہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم چند لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، ہمارے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان سے اٹھ کر چلے گئے اور کافی دیر تک واپس نہ آئے۔ اس پر ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں کسی دشمن نے آپ کو کوئی نقصان ہی نہ پہنچایا ہو جس سے آپ واپس نہ آسکے ہوں۔ چنانچہ ہم گھبرا کر کھڑے ہوگئے اور میں سب سے پہلا شخص تھا جو گھبرا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ میں آپ کو تلاش کرتے کرتے بنو النجار کے باغ تک آ پہنچا۔ میں نے اس کے چاروں اطراف چکر لگایا کہ کہیں سے کوئی دروازہ ملے اور میں اندر چلا جاؤں لیکن مجھے کوئی دروازہ نہ ملا۔ البتہ اس کے اندر جانے والا پانی کا ایک تنگ راستہ میں نے دیکھا تو اسی سے میں اندر گھس گیا۔ اندر جا کر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملے تو فرمایا: ابو ہریرہ! تم یہاں کیسے آئے؟ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ ہمارے درمیان سے اٹھ کر آگئے اور آپ نے واپس لوٹنے میں کافی تاخیر کردی۔ اس پر ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں کسی دشمن نے آپ کو نہ روک لیا ہو،

① صحیح مسلم :26 ② صحیح مسلم 93

اس لئے ہم گھبرا کر آپ کی تلاش کے لئے نکل کھڑے ہوئے اور میں سب سے پہلے آپ کی تلاش میں نکلا تھا، دوسرے لوگ بھی میرے پیچھے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے اپنا جوتا مجھے عنایت کیا اور فرمایا:

«اِذْهَبْ بِنَعْلَيَّ هَاتَيْنِ فَمَنْ لَقِيْتَ مِنْ وَّرَاءِ هَذَا الْحَائِطِ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ ، فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ» ”میرے یہ دونوں جوتے لے جاؤ اور تمھیں باغ کے اُس پار جو شخص بھی ایسا ملے کہ وہ دل کے یقین کے ساتھ اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں تو اسے جنت کی بشارت دے دو۔“

چنانچہ مجھے سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملے۔ میں نے کہا: ”یہ اللہ کے رسول ﷺ کا جوتا ہے، آپ نے یہ مجھے (بطور نشانی) عنایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ مجھے جو شخص بھی ایسا ملے کہ وہ دل سے اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں تو میں اسے جنت کی بشارت دوں۔“

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرے سینے پر اپنا ہاتھ مارا جس سے میں چت گر گیا اور انھوں نے کہا: ابو ہریرہ! جاؤ واپس پلٹ جاؤ۔ چنانچہ میں واپس رسول اللہ ﷺ کی طرف اس حالت میں لوٹا کہ میں شدید رو رہا تھا۔ میرے پیچھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ابو ہریرہ! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ میں نے سارا واقعہ آپ کو سنا دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ کیا واقعتاً آپ نے اپنا جوتا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دے کر یہ بشارت سنانے کا حکم دیا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ ایسا نہ کریں کیونکہ مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ لوگ اسی پر بھروسہ کر کے عمل کرنا چھوڑ دیں گے۔ لہٰذا آپ انہیں عمل کرنے دیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے انہیں عمل کرنے دو۔“[①]

اس حدیث میں دل سے ” لا إله إلا الله “ کی گواہی دینے والے اور توحیدِ الٰہی کا اقرار کرنے والے شخص کے لئے جنت کی بشارت ہے۔

② توحید پرست پر جہنم حرام ہے

ابو عبد اللہ عبد الرحمٰن بن عسیلۃ الصنابحی کا بیان ہے کہ جب حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ کی موت کا وقت قریب تھا تو میں ان کے پاس گیا اور ان کی حالت دیکھ کر مجھے بے ساختہ رونا آ گیا۔ اس پر انھوں نے کہا:

---

① صحیح مسلم :31

ٹھہر جاؤ، کیوں روتے ہو؟ اللہ کی قسم: اگر مجھ سے گواہی طلب کی گئی تو میں ضرور تمہارے حق میں گواہی دوں گا۔ اور اگر مجھے شفاعت کی اجازت دی گئی تو میں ضرور تمہارے حق میں شفاعت کروں گا۔ اور جتنا ہو سکے گا میں تمہیں نفع پہنچانے کی کوشش کرونگا۔ پھر انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے جتنی حدیثیں سنی تھیں وہ سب کی سب میں نے تمھیں بیان کردی تھیں سوائے ایک حدیث کے جو میں تمھیں آج سنانے لگا ہوں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کہ آپ نے فرمایا:

«مَنْ شَهِدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ»①

''جس آدمی نے گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں تو اس پر اللہ تعالیٰ نے جہنم حرام کردی ہے۔''

③ روزِ قیامت رسول اللہ ﷺ کی شفاعت اہلِ توحید کیلئے ہوگی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا: قیامت کے دن لوگوں میں سے سب سے بڑا خوش نصیب کون ہوگا جس کے حق میں آپ شفاعت کریں گے؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا:

«لَقَدْ ظَنَنْتُ يَاأَبَا هُرَيْرَةَ ! أَنْ لَّا يَسْأَلَنِي عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ أَحَدٌ أَوْلٰى مِنْكَ لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيْثِ ، أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ:مَنْ قَالَ:لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِّنْ قِبَلِ نَفْسِهِ»②

''اے ابو ہریرہ! مجھے یقین تھا کہ اس بارے میں تم ہی سوال کرو گے کیونکہ تمھیں احادیث سننے کا زیادہ شوق رہتا ہے۔ (تو سنو) قیامت کے دن میری شفاعت کی سعادت اس شخص کو نصیب ہوگی جس نے اپنے دل کی گہرائیوں سے اخلاص کے ساتھ لا إله إلا الله کہا۔''

اور حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أَتَانِي آتٍ مِنْ عِنْدِ رَبِّي فَخَيَّرَنِي بَيْنَ أَنْ يَّدْخُلَ نِصْفُ أُمَّتِي الْجَنَّةَ وَبَيْنَ الشَّفَاعَةِ ، فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ ، وَهِيَ لِمَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا»③

''میرے پاس میرے رب تعالیٰ کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور اس نے مجھے اختیار دیا کہ میں یا تو اپنی

---

① صحیح مسلم :29 ② صحیح البخاری:99 و6570

③ سنن الترمذی:2441، سنن ابن ماجه۔وصححه الألبانی فی تخريج المشكاة: 5600

آدھی امت کے جنت میں جانے پر راضی ہو جاؤں یا روزِ قیامت شفاعت کروں ۔ تو میں نے شفاعت کو چن لیا ہے اور میری شفاعت ہر اُس شخص کیلئے ہوگی جس کی موت اس حالت میں آئے گی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا۔''

④ اہلِ توحید کی شفاعت اللہ کے ہاں قابلِ قبول ہے

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ ، فَيَقُومُ عَلَىٰ جَنَازَتِهِ أَرْبَعُونَ رَجُلًا لَا يُشْرِكُونَ بِاللّٰهِ شَيْئًا إِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيْهِ»①

''جو مسلمان فوت ہو جائے ، پھر اس کی نمازِ جنازہ میں چالیس افراد شرکت کریں جنہوں نے کبھی اللہ کے ساتھ شریک نہیں ٹھہرایا تو اللہ تعالیٰ اس کے حق میں ان کی شفاعت قبول کر لیتا ہے۔''

⑤ توحید کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بڑے بڑے گناہ گاروں کو معاف کر دیتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تم سے پہلی امتوں میں ایک ایسا شخص تھا جس نے کبھی کوئی نیک عمل نہیں کیا تھا ، البتہ وہ توحید پرست تھا۔ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے گھر والوں سے کہا: دیکھو! جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا یہاں تک کہ میں کوئلوں کی طرح ہو جاؤں ۔ پھر ان کوئلوں کو پیس کر میری راکھ کو تیز ہواؤں میں اڑا دینا۔''

چنانچہ جب وہ مر گیا تو اس کے گھر والوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کی مٹھی میں آیا تو اللہ نے اس سے پوچھا: اے آدم کے بیٹے ! تم نے ایسا کیوں کیا تھا ؟ اس نے کہا: اے میرے رب ! تیرے ڈر کی وجہ سے ۔ تو اس بنا پر اس کی مغفرت کر دی گئی حالانکہ اس نے کبھی کوئی نیک عمل نہیں کیا تھا سوائے توحید کے۔''②

⑥ کبیرہ گناہوں کے مرتکب اہلِ توحید کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«يُعَذَّبُ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ التَّوحِيْدِ فِي النَّارِ حَتّٰى يَكُونُوْا فِيهَا حُمَمًا ، ثُمَّ تُدْرِكُهُمُ

---

① صحيح مسلم : 948

② مسند أحمد :304/2 ـ وأصله في الصحيحين

الرَّحْمَةُ ، فَيَخْرُجُونَ وَيُطْرَحُونَ عَلَىٰ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ ، قَالَ : فَيَرُشُّ عَلَيْهِمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْمَاءَ ، فَيَنْبُتُونَ كَمَا يَنْبُتُ الْغُثَاءُ فِي حُمَالَةِ السَّيْلِ ، ثُمَّ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ»[1]

"کچھ اہلِ توحید کو جہنم میں (ان کے گناہوں کی) سزا دی جائے گی یہاں تک کہ وہ کوئلے بن چکے ہونگے، پھر رحمتِ الٰہی ان کو پالے گی، چنانچہ انہیں جہنم سے نکال کر جنت کے دروازوں پر پھینک دیا جائے گا۔ پھر اہلِ جنت ان پر پانی چھڑکیں گے جس سے وہ یوں اگیں گے جیسے سیلاب کے لائے ہوئے کوڑا کرکٹ میں نباتات اگتے ہیں (یعنی ان کے بدن بہت جلد اپنی اصلی حالت میں لوٹ آئیں گے) پھر وہ جنت میں داخل ہوجائیں گے۔"

کلمۂ توحید کی فضیلت میں دو عظیم احادیث

① حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"قیامت کے دن تمام مخلوقات کے سامنے میری امت کے ایک شخص کو پکارا جائے گا، پھر اس کے سامنے ۹۹ رجسٹر پھیلا دئے جائیں گے جن میں سے ہر رجسٹر حدِ نگاہ تک لمبا ہوگا۔ پھر اس سے پوچھا جائے گا: کیا تم اپنے ان اعمال میں سے کسی عمل کا انکار کرتے ہو؟ وہ کہے گا: نہیں اے میرے رب! پھر اسے کہا جائے گا: کیا تیرے پاس کوئی عذر یا کوئی نیکی ہے؟ تو وہ شخص ڈر جائے گا اور کہے گا: نہیں۔ تو اسے کہا جائے گا: کیوں نہیں، تیری ایک نیکی ہمارے پاس محفوظ ہے اور آج تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ پھر اس کے لئے ایک کارڈ نکالا جائے گا جس میں لکھا ہوگا: (أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ)

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اسکے رسول ہیں۔"

وہ کہے گا: اے میرے رب! یہ کارڈ اتنے رجسٹروں کے سامنے تو کچھ بھی نہیں!

اسے کہا جائے گا: آج تم پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ پھر تمام رجسٹروں کو ترازو کے ایک پلڑے میں اور اس کارڈ کو دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے گا۔ چنانچہ رجسٹروں والا پلڑا اوپر اٹھ جائے گا اور کارڈ والا پلڑا جھک جائے گا۔"[2]

عام شرعی نصوص کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص زندگی بھر کفر اور معصیت میں غرق رہا، پھر آخر میں

---

① مسند أحمد:391/3، سنن الترمذی :713/4: 2597:حسن صحیح، وصححه الألبانی

② سنن الترمذی:2641ابن ماجه:4300، مسند أحمد:213/2، أحمد شاكر:إسناده صحيح

کلمۂ توحید پڑھ کر وفات پا گیا تھا۔اور چونکہ خاتمہ کلمۂ توحید پر ہوا اس لئے وہ نجات پا جائے گا۔ واللہ اعلم

② حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

'' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! مجھے کوئی ایسی چیز سکھائیں جس کے ساتھ میں آپ کا ذکر کروں اور اس کے ساتھ آپ سے دعا مانگوں؟ تو اللہ تعالیٰ نے کہا: اے موسیٰ تم ''لا إله إلا الله '' پڑھا کرو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! یہ تو تیرے تمام بندے پڑھتے ہیں؟

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر ساتوں آسمان اور میرے علاوہ ان میں رہنے والے تمام کے تمام اور اسی طرح ساتوں زمینوں کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور ''لا إله إلا الله '' کو دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو ''لا إله إلا الله'' کا وزن زیادہ ہوگا۔''[①]

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو عقیدۂ توحید پر قائم رکھے۔ آمین۔

اقسامِ توحید

اب ہم توحید کی اقسام بیان کرتے ہیں۔

ہم سب کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ توحید کی تین قسمیں ہیں:

① توحیدِ ربوبیت

توحیدِ ربوبیت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے تمام افعال میں یکتا وتنہا مانا جائے۔ یعنی وہی اکیلا پوری کائنات کا خالق و مالک ہے، وہی اکیلا تمام مخلوقات کا رازق ہے اور وہی پوری دنیا کے نظام کو چلا رہا ہے اور مدبر الأمور ہے۔

اکیلا اللہ تعالیٰ ہی پوری کائنات کا خالق و مالک ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ أَمَّن يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَن يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَن يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴾[②]

---

① عمل اليوم والليلة للنسائي:834، ابن حبان:2324، قال الحافظ فى الفتح:175/11: أخرجه النسائى بسند صحيح

② يونس 31:10

''آپ کہہ دیجئے کہ وہ کون ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا وہ کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور وہ کون ہے جو زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے؟ ضرور وہ یہ کہیں گے کہ وہ اللہ ہی ہے۔ تو ان سے کہئے کہ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے؟''

اور فرمایا: ﴿ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۞سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ۞ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۞ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ۞ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۞ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴾ ①

''کہہ دیجئے! زمین اور اس کی کل چیزیں کس کی ہیں؟ بتلاؤ اگر تم جانتے ہو! فوراً جواب دیں گے کہ اللہ کی۔ کہہ دیجئے کہ پھر تم کیوں نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ ان سے پوچھئے کہ ساتوں آسمانوں اور عظیم عرش کا رب کون ہے؟ وہ لوگ جواب دیں گے کہ اللہ ہی ہے۔ تو کہہ دیجئے کہ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے؟ پوچھئے کہ تمام چیزوں کا اختیار کس کے پاس ہے؟ جو پناہ دیتا ہے اور جس کے مقابلے میں کسی کو پناہ نہیں دی جاتی، بتلاؤ اگر تم جانتے ہو؟ تو وہ یہی جواب دیں گے کہ اللہ ہی ہے۔ تو کہہ دیجئے کہ پھر تم کدھر سے جادو کر دیئے جاتے ہو؟''

اکیلا اللہ تعالیٰ ہی رازق ہے

ارشاد باری ہے: ﴿ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ﴾ ②

''اور بہت سے جانور ایسے ہیں جو اپنی روزی اٹھائے نہیں پھرتے۔ ان سب کو اور تمہیں بھی اللہ تعالیٰ ہی روزی دیتا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿ مَاۤ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ☆ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴾ ③

''نہ میں ان سے روزی چاہتا ہوں اور نہ میری یہ چاہت ہے کہ یہ مجھے کھلائیں۔ اللہ تعالیٰ تو خود ہی سب کا روزی رساں، توانائی والا اور زور آور ہے۔''

ان آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اثبات ہے لیکن یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ صرف ربوبیت کا اقرار ہی کافی نہیں ہے کیونکہ اتنا تو مشرکین مکہ بھی مانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی کائنات کا خالق و مالک ہے۔

---

① المؤمنون 23: 84-89 ② العنکبوت 29:60 ③ الذاریات 51: 57-58

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : ﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَأَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ ①

”اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ زمین وآسمان کا خالق اور سورج چاند کو کام میں لگانے والا کون ہے؟ تو ان کا جواب یہی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر یہ کدھر الٹے جارہے ہیں؟“

لیکن اس کے باوجود بھی رسول اکرم ﷺ نے ان سے جنگیں لڑیں۔ تو آخر ایسا کیوں تھا؟ اس لئے کہ وہ اللہ کی الوہیت کے قائل نہیں تھے، وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے بجائے غیر اللہ کی پوجا پاٹ کیا کرتے تھے۔ لہٰذا ربوبیتِ الٰہی کے اقرار کے ساتھ ساتھ اس کی الوہیت کا اقرار بھی ضروری ہے کہ جس کے بغیر کسی انسان کی نجات ممکن نہیں ہے۔

② توحیدِ الوہیت

اِس سے مراد یہ ہے کہ عبادت میں اللہ تعالیٰ کو یکتا مانا جائے، تمام عبادات صرف اسی کے لئے بجا لائی جائیں اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی توحیدِ الوہیت کا اقرار کرنے سے یہ بات لازم آتی ہے کہ

☆ اقرار کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ کو داتا یعنی دینے والا تصور کرے۔
☆ صرف اللہ تعالیٰ کو نفع ونقصان کا مالک سمجھے۔
☆ صرف اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے۔
☆ صرف اللہ تعالیٰ کو حاجت روا اور مشکل کُشا تسلیم کرے۔
☆ صرف اللہ تعالیٰ کو مدد کے لئے پکارے۔
☆ صرف اللہ تعالیٰ سے تمام امیدیں وابستہ رکھے۔
☆ اس کے دل میں صرف اللہ تعالیٰ کا خوف ہو۔
☆ وہ صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کرے۔
☆ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے نذر مانے۔
☆ اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے جانور ذبح کرے۔

---

① العنکبوت 29: 61

الغرض یہ کہ ہر قسم کی عبادت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے بجالائے اور غیر اللہ کی محبت کو دل سے نکال کر صرف اللہ تعالیٰ کی محبت کو اپنے دل میں بسائے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ☆ لَا شَرِيكَ لَهُ ﴾①

''آپ کہہ دیجئے کہ یقیناً میری نماز، میری قربانی، میرا جینا، میرا مرنا یہ سب اللہ ہی کے لئے ہے جو کہ رب العالمین ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔''

اور فرمایا: ﴿ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ ﴾②

''انہیں محض اسی بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور شرک وغیرہ سے منہ موڑتے ہوئے اس کے لئے دین کو خالص رکھیں۔''

جو اللہ تعالیٰ خالق و مالک اور رازقِ کائنات ہے وہی اکیلا معبود برحق ہے

جس اللہ تعالیٰ کو ہم خالق و مالک اور رازقِ کائنات مانتے ہیں اسی اللہ تعالیٰ کو معبود برحق ماننا اور تمام عبادات اسی کیلئے بجالانا ضروری ہے کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ جس غیر اللہ کو لوگ پکارتے ہیں وہ قطعا خالق نہیں، رازق نہیں، نہ ہی ان کے پاس کسی چیز کا اختیار ہے اور نہ وہ کسی کے نفع ونقصان کے مالک ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ هَلْ مِن شُرَكَائِكُم مَّن يَفْعَلُ مِن ذَٰلِكُم مِّن شَيْءٍ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴾③

''اللہ ہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا، پھر تمھیں رزق دیا، پھر تمھیں مارے گا اور پھر تمھیں زندہ کرے گا۔ تو کیا تمھارے شرکاء میں سے کوئی ایک شریک ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کوئی کام کرتا ہو؟ وہ پاک ہے اور ان کے شرک سے بلند و بالا ہے۔''

لہٰذا جب اللہ تعالیٰ ہی خالق و رازق ہے، مارتا اور زندہ کرتا ہے اور اُس کے علاوہ کوئی دوسرا ان چیزوں کا اختیار نہیں رکھتا تو پھر عبادت بھی صرف اسی کی ہونی چاہئے۔

ارشاد باری ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۝الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ

① الأنعام 6:162-163 ② البيّنة 98:5 ③ الروم 30:40

الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ أَندَادًا وَّأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾ ①

'' اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمھیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تا کہ تم (اس کے عذاب سے) بچو۔ وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے بارش برسا کر تمہارے کھانے کے لئے انواع و اقسام کے میوے پیدا کئے۔لہٰذا تم کسی کو اللہ کا شریک نہ بناؤ حالانکہ تم جانتے ہو(کہ ان چیزوں کے پیدا کرنے میں اس کا کوئی شریک نہیں۔) ''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اُس رب کی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے جو اگلے اور پچھلے تمام لوگوں کا خالق ہے، زمین وآسمان کو پیدا کرنے والا اور ہمیں رزق دینے والا ہے۔

توحید ربوبیت کے اثبات کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنا شریک بنانے سے منع فرمایا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ توحید ربوبیت کا اقرار کرنے سے توحید الوہیت کا اقرار لازم آتا ہے۔

اور ہم جب قرآن مجید کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر غیر اللہ کے خالق ہونے کی نفی کی ہے۔ اپنے خالق ہونے کا اثبات کیا ہے اور اسی بناء پر اپنی الوہیتِ حقہ کو منوایا ہے اور اپنے معبود برحق ہونے کا اعلان کیا ہے۔

چنانچہ اس کا فرمان ہے:﴿وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُونَ۝أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَّمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ۝إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ ②

'' اور جن معبودوں کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کچھ بھی پیدا نہیں کرتے اور وہ تو خود پیدا کئے جاتے ہیں۔ وہ مردے بے جان ہیں اور کچھ بھی شعور نہیں رکھتے کہ دوبارہ کب اٹھائے جائیں گے۔تم سب کا معبود ایک ہی ہے۔ ''

نیز فرمایا:﴿قُلْ مَن رَّبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ قُلِ اللّٰهُ قُلْ أَفَاتَّخَذْتُم مِّن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ لَا يَمْلِكُونَ لِأَنفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ وَالنُّورُ أَمْ جَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ خَلَقُوا كَخَلْقِهِ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ ③

'' آپ پوچھئے کہ آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ آپ خود ہی بتا دیجئے کہ اللہ ہے، آپ کہئے کہ کیا تم لوگوں نے اُس کے سوا دوسروں کو یار ومددگار بنا لیا ہے جو خود اپنی ذات کیلئے بھی نفع ونقصان کے مالک نہیں؟ آپ کہئے کہ کیا نابینا اور بینا دونوں برابر ہیں؟ یا کیا تاریکیاں اور روشنی برابر ہے؟ یا کیا انھوں نے اللہ کے کچھ

① البقرة 2:21-22 ② النحل 16:20-22 ③ الرعد 13:16

ایسے ساجھی بنا لئے ہیں جنھوں نے اللہ کی مخلوق کی طرح کسی کو پیدا کیا ہے اور وہ مخلوقات ان کی نظر میں گڈ مڈ ہو گئی ہیں؟ آپ اعلان کر دیجئے کہ اکیلا اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہ تنہا ہے، زبردست ہے۔''

اسی طرح اس کا فرمان ہے:﴿وَاتَّخَذُوا مِن دُونِهِ آلِهَةً لَّا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَلَا يَمْلِكُونَ لِأَنفُسِهِمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيَاةً وَلَا نُشُورًا﴾[1]

''اور انھوں نے اللہ کے سوا بہت سے معبود بنا لئے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے، بلکہ وہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ اور وہ اپنی ذات کیلئے بھی کسی نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتے اور نہ موت اور نہ زندگی اور نہ دوبارہ زندہ کرنا ان کے اختیار میں ہے۔''

بلکہ اللہ تعالیٰ نے شرک کرنے والوں کو چیلنج کیا ہے کہ جن کی تم پوجا کرتے ہو، جن کو حاجت روا اور مشکل کشا تصور کرتے ہو، جن کو مدد کیلئے پکارتے ہو اور جن کی قبروں پر نذر ونیاز پیش کرتے ہو ذرا بتلاؤ تو کیا انھوں نے کسی چیز کو پیدا کیا ہے؟ کیا کسی چیز کے خالق ہیں؟

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿خَلَقَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَأَلْقَى فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَن تَمِيدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَابَّةٍ وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ۝هَذَا خَلْقُ اللَّهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِن دُونِهِ بَلِ الظَّالِمُونَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾[2]

''اس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے پیدا کیا جنھیں تم دیکھ سکو اور زمین پر پہاڑ رکھ دیے تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ تمھیں ہچکولے کھلائے۔ اور اس پر ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے اور ہم نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعے زمین میں ہر قسم کی عمدہ چیزیں اگائیں۔ یہ اللہ کی تخلیق ہے۔ تو اب تم لوگ مجھے دکھاؤ کہ اس کے سوا دوسرے معبودوں نے کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) ظالم (مشرک) کھلی گمراہی میں ہیں۔''

اسی طرح فرمایا:﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَكُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَاوَاتِ أَمْ آتَيْنَاهُمْ كِتَابًا فَهُمْ عَلَى بَيِّنَةٍ مِّنْهُ بَلْ إِن يَعِدُ الظَّالِمُونَ بَعْضُهُم بَعْضًا إِلَّا غُرُورًا﴾[3]

''آپ پوچھئے کہ کیا تم نے کبھی اپنے ان دیوتاؤں کے بارے میں غور کیا ہے جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو ذرا مجھے دکھلاؤ تو سہی کہ انھوں نے زمین کا کونسا حصہ پیدا کیا ہے یا آسمانوں کو پیدا کرنے میں اللہ کے ساتھ ان

---

① الفرقان 3:25 ② لقمان 31: 10-11 ③ فاطر 35: 40

کی کوئی شرکت ہے؟ یا ہم نے انھیں کوئی کتاب دی ہے جس میں ان کے شرک کیلئے کوئی دلیل موجود ہے؟ بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) یہ ظالم لوگ ایک دوسرے سے صرف دھوکہ اور فریب کی باتیں کرتے ہیں۔''

ایک اور مقام پر تو اللہ تعالیٰ نے معبودان باطلہ کی بے بسی کو اس انداز سے بیان فرمایا ہے کہ یہ ایک مکھی تک پیدا نہیں کر سکتے۔ لہٰذا جو اس قدر عاجز ہیں کہ ایک چھوٹا سا حشرہ بھی پیدا نہیں کر سکتے تو وہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں؟ اور حاجت روا اور مشکل کشا کیسے ہو سکتے ہیں؟ اور ان کے پاس نفع ونقصان کا اختیار کیسے ہو سکتا ہے؟

ارشاد باری ہے: ﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَن يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِن يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنقِذُوهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ ﴾[1]

''لوگو! ایک مثال بیان کی جا رہی ہے ذرا کان لگا کر سن لو، اللہ کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی تو پیدا نہیں کر سکتے چاہے اس کے لئے سبھی اکٹھے ہو جائیں۔ بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے تو یہ اسے اس سے واپس بھی نہیں لے سکتے۔ بڑا کمزور ہے طلب کرنے والا اور وہ جس سے طلب کیا جا رہا ہے۔''

ان تمام آیات کریمہ سے ثابت ہوا کہ جو اللہ تعالیٰ خالق و مالک اور رازقِ کائنات ہے وہی اکیلا معبود برحق ہے اور اس کی عبادت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

غوث اعظم اللہ تعالیٰ ہی ہے

''غوث اعظم'' یعنی سب سے بڑا امدادگار اور مشکلات کو ٹالنے والا اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہے، اسکے سوا کوئی نہیں۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿قُلْ مَن يُنَجِّيكُم مِّن ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً لَّئِنْ أَنجَانَا مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ۞ قُلِ اللَّهُ يُنَجِّيكُم مِّنْهَا وَمِن كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنتُمْ تُشْرِكُونَ﴾[2]

''کہہ دیجئے کہ بحر وبر کی تاریکیوں میں تمھیں کون نجات دیتا ہے؟ اس کو تم عاجزی سے اور چپکے چپکے پکارتے ہو کہ اگر اس نے ہمیں ان سے نجات دے دی تو ہم ضرور شکر کرنے والوں میں سے ہوں گے، کہہ دیجئے کہ اللہ ہی تمھیں اس مصیبت سے اور ہر شدت سے نجات دیتا ہے، پھر بھی تم اس کا شریک بناتے ہو۔''

اسی طرح اس کا ارشاد ہے: ﴿ أَمَّن يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ أَإِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴾[3]

[1] الحج22: 73 [2] الأنعام6: 63-64 [3] النمل27: 62

"بھلا کون ہے جو لاچار کی فریاد رسی کرتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے اور (کون) تمھیں زمین کا جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ تم کم ہی نصیحت حاصل کرتے ہو۔"

یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام مشکلات میں صرف اللہ تعالیٰ کو ہی پکارتے تھے۔ مثلاً حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ۝فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِن ضُرٍّ وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَذِكْرَىٰ لِلْعَابِدِينَ﴾[1]

"اور ایوب (علیہ السلام) کو یاد کرو جب انھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے بیماری لگ گئی ہے اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ چنانچہ ہم نے انھیں ان کے اہل وعیال ہی نہیں بلکہ ان کے ساتھ اور بھی دے دیئے، یہ ہماری مہربانی تھی اور عبادت گذاروں کیلئے نصیحت۔"

اور حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿ فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَٰلِكَ نُنجِي الْمُؤْمِنِينَ ﴾[2]

"پس انھوں نے تاریکیوں میں اپنے رب کو پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، تو (تمام عیوب سے) پاک ہے، میں بے شک ظالموں میں سے تھا۔ تو ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور ان کو غم سے نجات دی۔ اور ہم اسی طرح مومنوں کو بھی نجات دیتے ہیں۔"

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا حال بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ جب جنگ بدر کے موقع پر وہ تعداد کے اعتبار سے کفار سے کم تھے اور فوجی طاقت کے لحاظ سے ان کے مقابلے میں کمزور تھے تو انھوں نے فتح ونصرت کیلئے بس اپنے رب کو ہی پکارا، پھر اس نے ان کی مدد کیلئے آسمان سے فرشتے نازل کر دیئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ﴾[3]

"جب تم لوگ اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمھاری سن لی اور اس نے کہا کہ میں ایک ہزار فرشتوں کے ذریعے تمھاری مدد کروں گا جو یکے بعد دیگرے اترتے رہیں گے۔"

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ مشرکین

---

[1] الأنبياء21: 83-84 [2] الأنبياء21: 87-88 [3] الأنفال8: 9

کی تعداد ایک ہزار ہے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم صرف تین سو انیس ہیں تو قبلہ رخ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھائے اور دعا شروع کر دی۔ آپ نے کہا:

(اَللّٰهُمَّ أَنْجِزْ لِي مَا وَعَدْتَنِي ، اَللّٰهُمَّ آتِ مَا وَعَدْتَنِي ، اَللّٰهُمَّ إِنْ تَهْلِكْ هَذِهِ الْعِصَابَةُ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ لَا تُعْبَدُ فِي الْأَرْضِ) ''اے اللہ! مجھ سے تو نے جو وعدہ کیا وہ پورا فرما اور وہ چیز مجھے عطا فرما جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا۔ اے اللہ! اگر مسلمانوں کی یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ پھیلائے ہوئے قبلہ رخ ہو کر مسلسل اپنے رب کو پکارتے رہے حتی کہ آپ کے کندھوں سے آپ کی چادر گر گئی۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے، آپ کی چادر کو اٹھایا اور اسے آپ کے کندھوں پر ڈال دیا۔ پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چمٹ گئے اور کہا: اے اللہ کے نبی! آپ اپنے رب سے بار بار اپیل کر رہے ہیں۔ بس کیجئے، وہ یقیناً اپنا وعدہ پورا کرے گا'' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتار دی جو ابھی ہم نے ذکر کی ہے۔[1]

لہذا ہمیں بھی انبیاء کرام علیہم السلام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مشکلات میں صرف اللہ تعالیٰ کو ہی پکارنا چاہئے اور اسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے چاہئیں۔

نفع ونقصان کا مالک اکیلا اللہ تعالیٰ ہے

نفع ونقصان کا مالک سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں حتی کہ سید الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ' جو تمام بنو آدم کے سردار اور سارے انبیاء ورسل علیہم السلام کے امام ہیں' اپنے نفع ونقصان کے مالک بھی نہیں، چہ جائیکہ وہ اپنی وفات کے بعد کسی کو نفع ونقصان پہنچانے کا اختیار رکھتے ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾[2]

''آپ کہئے کہ میں تو اپنے نفع ونقصان کا مالک بھی نہیں سوائے اُس کے جو اللہ چاہے۔ اور اگر میرے پاس غیب کا علم ہوتا تو بہت ساری بھلائیاں اکٹھی کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی، میں تو صرف ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں غور کیجئے کہ جب امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفع ونقصان کے مالک بھی نہیں تو ان

---

① صحیح مسلم :1763 ② الأعراف7 :188

سے کم تر کوئی ولی یا کوئی بزرگ یا کوئی پیر' جن کی قبروں کی طرف لوگ قصدا جاتے ہیں' وہ کسی کو نفع ونقصان پہنچانے کا اختیار کیسے رکھتے ہیں؟

اسی حقیقت کو واضح کرنے کیلئے نبی کریم ﷺ نے اپنے خاندان کے بڑے بڑے لوگوں کو اکٹھا کر کے یہ اعلان فرمایا کہ تم اپنے آپ کو جہنم سے خود ہی بچاؤ، میں تمھارے کسی کام نہ آؤں گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ﴾ نازل ہوئی تو رسول اکرم ﷺ نے قریش کو بلایا۔ وہ اکٹھے ہو گئے تو آپ نے عام اور خاص سب لوگوں کو خطاب فرمایا:

(يا بنی كعب بن لؤی ! أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ)

''اے کعب بن لؤی کی اولاد! تم اپنے آپ کو جہنم سے خود ہی بچاؤ''

(يا بنی مرة بن كعب ! أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ)

''اے مرۃ بن کعب کی اولاد! تم اپنے آپ کو جہنم سے خود ہی بچاؤ''

(يا بنی عبد شمس ! أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ)

''اے عبد شمس کی اولاد! تم اپنے آپ کو جہنم سے خود ہی بچاؤ''

(يا بنی عبد مناف ! أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ)

''اے عبد مناف کی اولاد! تم اپنے آپ کو جہنم سے خود ہی بچاؤ''

(يا بنی هاشم ! أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ)

''اے ہاشم کی اولاد! تم اپنے آپ کو جہنم سے خود ہی بچاؤ''

(يا بنی عبد المطلب ! أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ)

''اے عبد المطلب کی اولاد! تم اپنے آپ کو جہنم سے خود ہی بچاؤ''

(يا فاطمة ! أَنْقِذِيْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ)

''اے فاطمہ! تم بھی اپنے آپ کو جہنم سے خود ہی بچاؤ۔''

(فَإِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ، غَيْرَ أَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَأَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا)

''کیونکہ میں تمھارے لئے اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا مالک نہیں، ہاں تمھارے لئے رشتہ داری کا حق ہے جسے میں ادا کرونگا۔''[1]

[1] صحيح مسلم :204

اس حدیث مبارک میں نبی کریم ﷺ نے واضح کردیا کہ وہ اپنے خاندان کیلئے تو کجا اپنی لختِ جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کیلئے بھی نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتے.

اور جن سے لوگ حصولِ نفع کی امید رکھتے اور ان کی طرف سے نقصان پہنچنے کا خوف کھاتے ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ قُلْ أَفَرَأَيْتُم مَّا تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّهِ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَاتُ رَحْمَتِهِ قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴾[1]

''آپ کہہ دیجئے کہ تمھارا کیا خیال ہے جن معبودوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو کیا وہ اللہ کی طرف سے آئے ہوئے نقصان کو دور کردیں گے؟ یا وہ مجھے اپنی رحمت سے نوازنا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روک لیں گے؟ آپ کہہ دیجئے کہ میرے لئے اللہ ہی کافی ہے، بھروسہ کرنے والے صرف اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔''

خلاصہ یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ خالق ومالک اور رازق کائنات ہے وہی اکیلا تمام عبادات کا مستحق اور معبود برحق ہے، وہی غوث اعظم ہے، وہی حاجت روا اور مشکل کشا ہے اور ہر قسم کے نفع ونقصان کا اختیار اسی کے پاس ہے۔لہٰذا اسی کو پکارنا، اسی سے دعا کرنا، اسی سے امیدیں وابستہ کرنا اور اسی سے خوف کھانا چاہئے۔

اسی لئے ہم میں سے ہر شخص نماز کی ہر رکعت میں اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ

﴿ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴾

یعنی ''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔''

اور اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

(إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ)

''تم جب بھی سوال کرنا چاہو تو صرف اللہ تعالیٰ سے کیا کرو۔اور جب بھی مدد طلب کرنا چاہو تو صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کیا کرو۔''[2]

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو توحید کو سمجھنے اور اس پر قائم رہنے کی توفیق دے۔آمین

---

[1] الزمر 38:39

[2] سنن الترمذی:2516 ۔ وصححہ الألبانی

دوسرا خطبہ

توحید کی تین قسموں میں سے دو کی وضاحت تو ہم کر چکے۔ آیئے اب اس کی تیسری قسم کے بارے میں بھی جان لیجئے کہ وہ کیا ہے؟

③ توحید الاسماء والصفات

توحید کی تیسری قسم ''توحید الاسماء والصفات'' ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو اس کے اسماء وصفات میں بھی یکتا مانیں۔ یعنی جو اسماء وصفات اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے ذکر کئے ہیں یا اس کے رسول ﷺ نے اس کے لئے ذکر کئے ہیں، ہم ان سب کو مخلوقات سے تشبیہ دیئے بغیر تسلیم کریں اور انہیں اس طرح مانیں جیسا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان ہیں۔

فرمانِ الٰہی ہے:﴿وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾[1]

''اور اچھے اچھے نام اللہ کے لئے ہی ہیں۔ لہٰذا تم ان ناموں سے ہی اللہ کو موسوم کیا کرو اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے اسمائے گرامی میں کج روی کرتے ہیں، ان لوگوں کو ان کے کئے کی ضرور سزا ملے گی۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴾[2]

''اس جیسی کوئی چیز نہیں، وہ خوب سننے اور دیکھنے والا ہے۔''

اس آیت میں غور فرمائیں کہ اس میں تشبیہ کی نفی کر دی گئی ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کو مخلوقات کی صفات سے تشبیہ دینا قطعًا درست نہیں ہے۔ اور اس میں تشبیہ کی نفی کے ساتھ ساتھ صفات کا اثبات بھی ہے۔ اس میں دو صفات (سمیع ، بصیر) کا ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا اور سنتا ہے، لیکن اس کا دیکھنا اور سننا اسی طرح ہے جیسا کہ اس کی بڑائی اور کبریائی کے لائق ہے ...... اسی طرح اللہ تعالیٰ کی باقی صفات پر بھی ہم ایمان لاتے ہیں۔ لیکن نہ تو تشبیہ اور تمثیل کو جائز تصور کرتے ہیں اور نہ ہی ان صفات کی کیفیت کو جانتے ہیں اور نہ ہی ان کی کیفیت بیان کرنے کو جائز تصور کرتے ہیں کیونکہ کیفیت کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ سے جب ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴾ کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا:

---

① الأعراف 7: 180 ② الشوریٰ 42: 11

''الاستواء معلوم، والکیف مجهول، والسؤال عنه بدعة، والإیمان به واجب''

یعنی'' استواء کا معنیٰ معلوم ہے لیکن اس کی کیفیت معلوم نہیں ہے، اس لئے اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔''

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توحید کو سمجھنے اور اس پر قائم رہنے کی توفیق دے اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرمائے۔ آمین

شرک ...سب سے بڑا گناہ

اہم عناصرِ خطبہ:

① شرک کا مفہوم ② شرک ایک بھیانک جرم ③ قرآن مجید میں شرک کی تردید ④ شرک کے نقصانات ⑤ شرک کا سدّ باب ⑥ شرک کی اقسام

پہلا خطبہ

ہمارا گذشتہ خطبۂ جمعہ توحید سے متعلق تھا جس میں ہم نے توحید کا مفہوم، توحید کی اہمیت، توحید کی فضیلت اور توحید کی اقسام کو تفصیل سے بیان کیا تھا۔ اور آج کا خطبہ توحید کی ضد (شرک) سے متعلق ہے جس میں ہم ان شاء اللہ تعالیٰ شرک کا مفہوم، شرک کی مذمت اور تردید اور اس کی اقسام وغیرہ بیان کریں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو توحید پر قائم رکھے اور ہمیں شرک کی غلاظتوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

شرک کا مفہوم

اگر توحید کا مفہوم ہمارے ذہنوں میں ہے جو ہم نے گذشتہ خطبۂ جمعہ میں بیان کیا تھا تو شرک کے مفہوم کو سمجھنا بھی آسان ہے۔ ہم نے عرض کیا تھا کہ صرف اللہ تعالیٰ کو خالقِ کائنات، مالک الملک، رازق اور مدبر الأمور تصور کرنا اور تمام کی تمام عبادات صرف اللہ تعالیٰ کے لئے بجالانا اور اسے اس کے اسماء وصفات میں یکتا ماننا توحید ہے۔ اِس لحاظ سے شرک کا مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو بھی خالق ومالک، رازق اور مدبر الأمور ماننا، یا عبادات میں سے کوئی عبادت غیر اللہ کے لئے بجالانا شرک ہے۔

اور اگر ہم شرک کی اس تعریف کو مدّ نظر رکھتے ہوئے اپنے معاشرے کا بغور جائزہ لیں تو ہمیں شرک کی کئی شکلیں واضح طور پر نظر آئیں گی۔ چنانچہ آج بہت سارے لوگ غیر اللہ کو حاجت روا، مشکل کُشا اور نفع ونقصان کا مالک تصور کرتے ہیں اور اسی بناء پر وہ ان کے لئے نذر ونیاز پیش کرتے ہیں، ان سے مانگتے ہیں، ان کی قبروں پر جانور ذبح کرتے ہیں، ان کی قبروں کا طواف کرتے ہیں، ان سے امیدیں وابستہ کرتے ہیں، ان کی محبت کو اپنے دلوں میں بساتے ہیں، ان سے ڈرتے ہیں، انہیں غوث، داتا، دستگیر، غریب نواز اور مشکل کشا کہتے ہیں، انہیں مدد کے لئے پکارتے ہیں اور ان پر بھروسہ کرتے ہیں ...... یہ ساری شکلیں شرک کی ہیں۔ اسی طرح کئی لوگ

چند اولیاء کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کی ارواح کو کائنات میں تصرف کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے، اس لئے وہ ان کی قبروں پر جا کر ان کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کرتے ہیں ۔ یہ بھی شرک ہی کی ایک شکل ہے...... شرک کی یہ مختلف شکلیں بطورِ مثال پیش کی گئی ہیں تا کہ ''شرک'' کا مفہوم اچھی طرح سے واضح ہو جائے ۔

مولانا حالی مرحوم نے معاشرے میں پائی جانے والی اس قسم کی جہالت کا رونا رویا ہے :

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر — جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
گرے آگ پر بہر سجدہ تو کافر — کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر

مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں — اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں — شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں

نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

شرک ایک بھیانک جرم

شرک اللہ کے نزدیک ایک بھیانک جرم ہے ۔ قرآن وحدیث میں اس سے بار بار منع کیا گیا ہے اور مختلف انداز سے اس کی تردید کی گئی ہے ۔ تو لیجئے اب شرک کی مذمت کے بارے میں قرآن وحدیث کے دلائل سماعت فرمایئے !

❶ شرک سب سے بڑا ظلم ہے

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

﴿ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴾[1] ''شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بہت بڑے ظلم سے مراد یہ ہے کہ یہ سب سے بڑا ظلم ہے، اِس سے بڑا ظلم کوئی نہیں ۔[2]

---

① لقمان 31: 12
② تفسیر ابن کثیر: 708/3

شرک سب سے بڑا ظلم اس لئے ہے کہ مشرک مٹی سے پیدا کی گئی مخلوق کو اُس باری تعالیٰ کے برابر تصور کرتا ہے جو تمام مخلوقات کا مالک ہے ....اور جو ناقص اور ہر اعتبار سے محتاج ہے اسے اُس کامل رب کے برابر قرار دیتا ہے جو ہر چیز کا مالک ہے .....اور جو ایک رائی کے دانے کے برابر (کسی چھوٹی سی) نعمت کے حصول پر بھی قدرت نہیں رکھتا اسے اُس اللہ کے برابر کر دیتا ہے کہ جو دنیا میں ہر قسم کی نعمتیں لوگوں کو عطا کرتا ہے، تمام خزانوں کی چابیاں اسی کے پاس ہیں اور وہی ہر قسم کے شر کو ان سے دور رکھتا ہے۔ تو کیا اس سے بڑا ظلم بھی کوئی ہوسکتا ہے؟ اور اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوسکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا لیکن اس نے اپنے آپ کو اللہ مالک الملک کے سامنے جھکانے کے بجائے غیر اللہ کے سامنے جھکا دیا! اور اس نے اپنے آپ کو اس حد تک گرا دیا کہ بجائے اس کے کہ وہ اللہ کی بندگی کرتا، اس نے اس کی بندگی شروع کر دی جسے کسی چیز کا اختیار ہی نہیں ہے۔ ①

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا إِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴾ ②

''جو لوگ ایمان لائے، پھر اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے آلودہ نہیں کیا انہی کیلئے امن وسلامتی ہے اور یہی لوگ راہِ راست پر ہیں۔''

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا إِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم پر بہت گراں گزری۔ چنانچہ انھوں نے کہا: ہم میں سے کون ہے جس نے (گناہ اور معصیت کے ذریعے) اپنی جان پر ظلم نہیں کیا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَیْسَ هُوَ كَمَا تَظُنُّوْنَ، إِنَّمَا هُوَ كَمَا قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ: ﴿ یَا بُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ﴾» ③

''اس سے مراد وہ نہیں جیسا کہ تم گمان کر رہے ہو، بلکہ اس سے مراد (شرک ہے) جیسا کہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا: اے میرے پیارے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک مت کرنا کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔''

① تفسیر ابن سعدی:893/2 ② الأنعام6:82

③ صحیح البخاری: 32، صحیح مسلم: 124 واللفظ له

❷ شرک سے اللہ نے منع کیا ہے اور اسے حرام قرار دیا ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا ﴾[①]

''اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔''

اور فرمایا: ﴿ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا ﴾[②]

''آپ کہہ دیجئے کہ آؤ میں پڑھ کر سناؤں وہ چیزیں جو تمھارے رب نے تم پر حرام کردی ہیں، وہ یہ ہیں کہ تم کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ بناؤ......''

ان دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو شرک سے منع کیا ہے اور اسے حرام قرار دیا ہے۔ لہٰذا بندوں پر لازم ہے کہ وہ اپنی جبینِ نیاز صرف اللہ کے سامنے جھکائیں، اسی کے سامنے ہاتھ پھیلائیں اور اسی سے اپنی مرادیں مانگیں ...اور یوں اپنا دامن شرک سے پاک رکھیں۔

❸ شرک سب سے بڑا گناہ ہے

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟

ہم نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول!

آپ ﷺ نے فرمایا: «اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ»[③]

''اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔''

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

«اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ» ''سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔''

آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ وہ کونسی ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَالتَّوَلِّيْ يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ»[④]

---

① النساء 36:4 ② الأنعام151:6

③ صحيح البخاری، الأدب باب عقوق الوالدين من الكبائر:5976، صحيح مسلم، الإيمان:87

④ صحيح البخاری، الحدود، باب رمی المحصنات:6857، صحيح مسلم، الإيمان :89

یعنی ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، اس جان کو قتل کرنا جسے اللہ تعالیٰ نے حرمت والا قرار دیا ہے، الا یہ کہ حق کے ساتھ اسے قتل کیا جائے۔ یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، میدانِ جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا اور پاک دامن، بدکاری سے بے خبر اور ایمان والی عورتوں پر تہمت لگانا۔''

ان دونوں احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے اور اس سے بڑا گناہ کوئی نہیں۔

۴ شرک نا قابلِ معافی جُرم

مشرک اگر شرک سے سچی توبہ نہ کرے اور شرک کرتے کرتے ہی اس کی موت آجائے تو اس کا یہ جرم نا قابلِ معافی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اسے کبھی معاف نہیں کرے گا اور وہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا﴾ [1]

''بے شک اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کئے جانے کو معاف نہیں کرتا اور اس کے علاوہ دیگر گناہوں کو جس کے لئے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔ اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک بناتا ہے وہ بہت دور کی گمراہی میں چلا جاتا ہے۔''

اِس سے ثابت ہوا کہ شرک ایسا گناہ ہے جس کی بخشش نہیں ہوگی، ہاں شرک کے علاوہ دیگر کبیرہ گناہوں کا مرتکب' جو توبہ کئے بغیر مر جائے' وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہوگا۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اسے سزا دے گا اور اگر چاہے گا تو اسے معاف کر دے گا۔ لیکن جہاں تک شرک کا تعلق ہے تو وہ نا قابلِ معافی جرم ہے۔ لہٰذا مشرک کو فوری طور پر شرک سے توبہ کرنی چاہئے، کیونکہ مرنے سے پہلے توبہ کر لینا ہی اس کے گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے۔ اس کے علاوہ اس کی مغفرت اور بخشش کا کوئی راستہ نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [2]

''سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کر لیں، ایمان لے آئیں اور نیک عمل کریں تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے، اللہ نہایت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔''

---

[1] النساء 116:4
[2] الفرقان 25: 70

⑤ شرک تمام نیک اعمال کو ضائع کر دیتا ہے

شرک اس قدر خطرناک گناہ ہے کہ اس کی وجہ سے تمام نیک اعمال غارت ہو جاتے ہیں۔نماز، روزہ، حج، زکاۃ الغرض یہ کہ تمام نیک اعمال برباد ہو جاتے ہیں اور اللہ کے نزدیک ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ﴾ ①

''یقیناً تیری طرف بھی اور تجھ سے پہلے (تمام نبیوں) کی طرف بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا تو بلاشبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور یقیناً تو خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائے گا۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ چند انبیائے کرام علیہم السلام کے نام ذکر کرنے کے بعد فرماتا ہے:

﴿وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ②

''اور اگر (فرضًا) یہ حضرات بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کرتے تھے وہ سب اکارت ہو جاتے۔''

آپ ذرا غور کریں کہ انبیاء ورسل علیہم السلام جنہیں اللہ تعالیٰ نے صرف اس لئے مبعوث فرمایا کہ وہ لوگوں کو توحیدِ الٰہی کا حکم دیں اور شرک سے منع کریں، اگر ان سے بھی شرک جیسا گناہ سرزد ہو جاتا حالانکہ ان سے ایسا ہونا محال تھا تو ان کے اعمالِ صالحہ بھی ضائع اور برباد ہو جاتے۔تو کوئی اور شخص اگر شرک جیسے بھیانک گناہ کا ارتکاب کرے تو اس کے اعمالِ صالحہ اس کے لئے کیسے نفع بخش ہو سکتے ہیں؟ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ اس کے نیک اعمال برباد ہونے سے بچ جائیں اور وہ اس کے لئے کارآمد ثابت ہوں اور یہ خواہش یقیناً ہم میں سے ہر شخص کی ہے تو اسے اپنے دامن کو شرک کی غلاظت سے محفوظ رکھنا ہوگا۔

⑥ مشرک ہمیشہ جہنم میں رہے گا

شرک اس قدر تباہ کن گناہ ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مشرک پر جنت کو حرام کر دیتا ہے اور اس کا ٹھکانا سوائے جہنم کے اور کوئی نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّهُ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوَاهُ النَّارُ﴾ ③

''یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہی ہے۔''

① الزمر65:39 ② الأنعام88:6 ③ المائدة72:5

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ مَّاتَ وَهُوَ يَدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ نِدًّا دَخَلَ النَّارَ»①

''جس شخص کی موت اس حالت میں آئی کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی اور شریک کو پکارتا تھا تو وہ جہنم میں جائے گا۔''

اِس آیتِ قرآنیہ اور حدیثِ نبوی سے ثابت ہوا کہ مشرک ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہے گا کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی بے شمار اور ان گنت نعمتوں سے مستفید ہونے کے باوجود بھی اپنی عبادات کو اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص نہیں کرتا اور اس کے در کو چھوڑ کر غیروں کے در پر جاتا ہے تو وہ یقینی طور پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور اسی لئے اللہ تعالیٰ اسے دائمی طور پر اپنے عذاب میں مبتلا رکھے گا۔ والعیاذ باللہ!

جب قرآن وحدیث کے واضح دلائل سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ شرک سب سے بڑا ظلم، سب سے بڑا گناہ، ناقابلِ معافی جرم، نیک اعمال کو برباد کرنے والا اور مشرک کو ہمیشہ کے لئے جہنمی بنانے والا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کیا ہے اور اسے حرام قرار دیا ہے تو ایسے میں تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ سب عبادات صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے بجا لائیں، کسی عبادت میں اللہ تعالیٰ کا شریک نہ بنائیں، اللہ تعالیٰ ہی سے مانگیں، اللہ تعالیٰ ہی کو حاجت روا، مشکل کشا، غوثِ اعظم، داتا اور بگڑی بنانے والا مانیں اور اس کے علاوہ کسی کو نفع ونقصان کا مالک تصور نہ کریں۔

قرآن مجید میں شرک کی تردید

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں واضح ترین دلائل دے کر شرک اور مشرکین کی تردید کی ہے تاکہ اہلِ عقل ودانش شرک سے محفوظ رہیں اور انہیں یہ بات اچھی طرح سے سمجھ میں آ جائے کہ کائنات کا خالق ومالک ایک ہی ہے، وہی تمام امور کا مدبر ہے، وہی نفع ونقصان کا مالک ہے، وہی رزق دینے والا، حاجت روا اور مشکل کشا ہے اور وہی تمام عبادات کا مستحق ہے۔ ان دلائل میں سے چند ایک آپ بھی سماعت فرمائیں:

❶ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ هَلْ لَّكُمْ مِّمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنَاكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَاءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيَاتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴾②

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله:(وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا):4497

② الروم30: 28

’’وہ ایک مثال خود تمہاری ہی ذات سے پیش کرتا ہے کیا تمھارے غلاموں میں کچھ ایسے ہیں جو ہماری دی ہوئی روزی میں تمھارے ساتھ شریک ہوں کہ تم اور وہ اس میں برابر درجے کے ہو؟ اور تم ان سے اسی طرح ڈرتے ہو جس طرح اپنے برابر کے لوگوں سے ڈرتے ہو؟ ہم اسی طرح آیتوں کو کھول کھول کر بیان کردیتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شرک کی تردید کے لئے ایک مثال خود لوگوں کے حالاتِ زندگی سے پیش کی ہے کہ ہم نے جو مال تمہیں عطا کیا ہے اس میں تمھارے غلام جو کہ تمھارے ہی جیسے انسان ہیں، تمھارے ساتھ اس طرح شریک ہوجائیں کہ تم اور وہ برابر درجے کے ہوجاؤ اور تم اس مال کے تصرف میں اس طرح ڈرنے لگ جاؤ جس طرح تم اپنے جیسے آزاد اور شریکِ کاروبار لوگوں سے ڈرتے ہو تو کیا تم یہ بات پسند کروگے؟ یقیناً یہ بات تمہیں پسند نہیں ہوگی۔ جب تمھیں یہ پسند نہیں تو اللہ تعالیٰ کو یہ بات کیسے پسند ہوسکتی ہے کہ اس کے بندوں کو یا اس کے پیدا کئے ہوئے کسی شجر وحجر کو اس کا شریک بنا دیا جائے؟ یعنی جس طرح تم پہلی بات کو پسند نہیں کرتے اور اپنے مال میں اپنے غلاموں کی شراکت تمہیں برداشت نہیں، اسی طرح تمہیں یہ بھی پسند نہیں ہونا چاہئے کہ تم اللہ کی مخلوق کو چاہے کوئی نبی ہو یا ولی اللہ کا شریک بنادو۔

❷ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ﴾[1]

’’نہ تو اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا اور نہ اس کے ساتھ کوئی معبود ہے، ورنہ ہر معبود اپنی مخلوقات کو لے کر الگ ہوجاتا اور ان میں سے ہر ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتا۔‘‘

اس آیتِ کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے شرک کی تردید کے لئے ایک بہت ہی واضح اور کھلی دلیل بیان کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہوتا تو یقیناً ہر معبود کی مخلوقات ہوتیں، پھر ہر معبود اپنی مخلوقات لیکر اپنی الگ مملکت قائم کرلیتا اور وہ سب ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتے اور یوں کائنات کا نظام درہم برہم ہوجاتا۔ تو پورے عالم کا نظام جس عجیب وغریب اور حیران کن انداز سے چل رہا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کائنات کا خالق ومالک ایک ہی ہے اور وہی اکیلا معبودِ برحق ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، نہ اس کی ربوبیت میں اور نہ اس کی الوہیت میں۔

❸ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي

[1] المؤمنون23: 91

السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيْرٍ ☆ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ﴾ ①

''آپ کہہ دیجئے کہ جنہیں تم اللہ کے سوا معبود بنا بیٹھے ہو انہیں پکارو تو سہی ، وہ تو آسمانوں اور زمین میں ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں اور نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے۔ اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے اور نہ اس کے نزدیک سفارش کام آئے گی سوائے اس شخص کے جس کے لئے وہ سفارش کی اجازت دے گا۔''

امام ابن القیم رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

''ذرا غور کیجئے کہ اس آیت نے مشرکین کے ان دروازوں اور راستوں کو کیسے بند کردیا ہے جن کے ذریعے وہ شرک تک پہنچتے ہیں ! اس کی تفصیل یہ ہے کہ کوئی عبادت کرنے والا اپنے معبود کی عبادت کرتا ہی اس لئے ہے کہ اسے اس سے کسی منفعت کے حصول کی امید ہوتی ہے ، ورنہ اگر اسے کسی منفعت کے حصول کی امید ہی نہ ہو تو وہ اس کی پوجا پاٹ ہی کیوں کرے ؟ بنا بریں معبود کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ یا تو ان اسباب ووسائل کا مالک ہو جن کے ذریعے وہ اپنی عبادت کرنے والوں کو منفعت پہنچائے ۔ یا اگر وہ مالک نہیں تو ان کے مالک کا شریک ہو۔ یا اگر شریک نہیں تو اس کا معاون ومددگار یا وزیر ومشیر ہو۔ یا کم از کم اتنے اونچے مرتبے والا ہو کہ مالک کے ہاں سفارش کرسکتا ہو ۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے متعلق جنہیں لوگوں نے معبود بنا رکھا ہے اِن چاروں باتوں کی نفی کردی ہے کہ وہ نہ تو زمین وآسمان میں ایک رائی کے دانے کے برابر کسی چھوٹی سی چیز کے مالک ہیں ، نہ وہ مالکِ ارض وسماء کے شریک ہیں ، نہ وہ مالک الملک کے مددگار ومعاون ہیں اور نہ ہی انہیں سفارش کرنے کا اختیار ہے سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ سفارش کرنے کی اجازت دے۔ تو اس طرح اللہ تعالیٰ نے شرک تک پہنچانے والے تمام راستے بند کردئے ہیں تاکہ اس کے بندے صرف اسی کی طرف متوجہ ہوں۔'' ②

لہٰذا اس آیت میں اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اللہ کے سوا جنہیں پکارا جاتا ہے چاہے وہ کوئی نبی ہو یا ولی ، کوئی پتھر ہو یا درخت کسی کو کائنات میں ایک ذرہ برابر بھی اختیار نہیں ۔ اور نہ وہ اللہ رب العزت کا شریک یا وزیر ومشیر ہے اور نہ اسے سفارش کرنے کا اختیار حاصل ہے ۔ اس لئے اس سے کسی منفعت کے حصول کی امید رکھنا یا اس کی طرف سے کسی نقصان کا خوف کھانا قطعا درست نہیں ہے کیونکہ پوری کائنات کا خالق ومالک صرف اللہ تعالیٰ ہے اور ہر قسم کا نفع ونقصان اسی کے ہاتھ میں ہے ۔

❹ فرمانِ الٰہی ہے : ﴿يَا اَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

① سبأ 34: 22-23
② مختصر الصواعق المرسلة : 94

لَن يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِن يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنقِذُوهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ ﴾①

''لوگو! ایک مثال بیان کی جا رہی ہے، ذرا کان لگا کر سن لو۔ اللہ کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی تو پیدا نہیں کر سکتے، چاہے اس کے لئے سبھی اکٹھے ہو جائیں۔ بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے تو یہ اسے اس سے واپس بھی نہیں لے سکتے۔ بڑا کمزور ہے طلب کرنے والا اور وہ جس سے طلب کیا جا رہا ہے۔''

اس آیت میں تمام معبودان باطلہ کی بے بسی کو بیان کیا جا رہا ہے کہ وہ سب کے سب مل کر ایک مکھی تک کو پیدا نہیں کر سکتے جو کہ اللہ کی حقیر ترین مخلوق ہے۔ بلکہ پیدا کرنا تو دور کی بات ہے یہ تو اس قدر عاجز ہیں کہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین کر بھاگ جائے تو یہ اسے اس سے واپس بھی نہیں لے سکتے۔ تو طلب کرنے والے اور یہ معبودان باطلہ دونوں عاجز و بے بس ہیں۔ لہٰذا جب ان معبودانِ باطلہ کی بے بسی کا یہ عالم ہے تو انہیں حاجت روا یا مشکل کشا تصور کرتے ہوئے ان سے مانگنا، انہیں پکارنا اور ان کے سامنے جھولی پھیلانا کونسی عقلمندی ہے؟

شرک کے نقصانات

❶ مشرک کے دل میں اللہ کی تعظیم ومحبت کم ہو جاتی ہے

جی ہاں! مشرک کے دل میں شرک کی وجہ سے اپنے پیروں اور بزرگوں کی محبت وتعظیم زیادہ اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور محبت کم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اتنا خوش نہیں ہوتا جتنا وہ اپنے پیروں اور بزرگوں کے ذکر سے خوش ہوتا ہے۔ اور اگر اس کے سامنے کوئی شخص اللہ رب العزت کے بارے میں زبان درازی کرے تو اس پر اسے اتنا غصہ نہیں آتا جتنا اسے اپنے پیروں اور بزرگوں پر کسی کی تنقید سے آتا ہے۔ اور اگر اس کی موجودگی میں اللہ مالک الملک کی نافرمانی ہو رہی ہو اور کوئی اس کی محرمات کا ارتکاب کر رہا ہو تو وہ بالکل خاموش رہتا ہے، لیکن اگر اس کے پیروں اور بزرگوں کی ہدایات کی خلاف ورزی ہو رہی ہو تو وہ فوراً بھڑک اٹھتا ہے...... یہ ساری باتیں اس کی دلیل ہیں کہ مشرک کے دل سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کی محبت نکل جاتی ہے اور اس کی جگہ بزرگانِ دین اور پیروں، فقیروں اور سجادہ نشینوں کی تعظیم اور محبت لے لیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ

① الحج 22 : 73

وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا أَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ﴾ ①

''اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو دوسروں کو اللہ کا شریک بنا کر ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے ہونی چاہئے۔ جبکہ ایمان والے اللہ تعالیٰ سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔''

بلکہ اس پر مستزاد یہ ہے کہ اگر ایسے لوگوں کو اللہ کی توحید کی باتیں سنائی جاتی ہیں تو وہ سیخ پا ہو جاتے ہیں۔ اور اگر بزرگانِ دین اور پیروں فقیروں کی کرامات، جن میں اکثر جھوٹی ہوتی ہیں ان کا تذکرہ کیا جائے تو ان کے دل باغ باغ ہو جاتے ہیں۔ اِس حقیقت کو اللہ تعالیٰ یوں بیان فرماتے ہیں: ﴿وَإِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴾ ②

''اور جب ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل نفرت کرنے لگتے ہیں۔ اور جب اللہ کے سوا غیروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو خوشی سے ان کے دل کھل جاتے ہیں۔''

② شرک، مشرک کو تباہی و بربادی کی گھاٹیوں میں گرا دیتا ہے

مشرک جب اللہ کو چھوڑ کر غیروں کے دروازے پر جاتا ہے اور غیروں کو پکارتا اور ان کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے تو وہ اللہ کی نظر میں گر جاتا ہے، پھر وہ تباہی و بربادی کی جس گھاٹی میں جا گرے اللہ کو اِس کی کوئی پرواہ نہیں۔ مشرک کا یہ انجام اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے:

﴿وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴾ ③

''اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک بناتا ہے گویا وہ آسمان سے گرتا ہے۔ اب یا تو اسے پرندے اچک لے جائیں گے یا ہوا اسے کسی دور دراز جگہ پر پھینک دے گی۔''

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مشرک کی مثال اُس شخص سے بیان فرمائی ہے جو آسمان سے گرے تو اسے یا تو پرندے اچک کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں یا ہوا اسے کسی دور دراز جگہ پر پھینک دے۔ اور دونوں صورتوں میں نتیجہ اس کی تباہی و بربادی ہوگا۔ اسی طرح مشرک کا انجام بھی تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں۔

③ شرک، مشرک کو نجس کر دیتا ہے

شرک اس قدر گندی چیز ہے کہ اس سے شرک کرنے والا نجس (پلید و ناپاک) ہو جاتا ہے۔

---

① البقرۃ 2:165 ② الزمر 39:45 ③ الحج 22:31

اللہ تعالیٰ نے مشرک کی نجاست کو یوں بیان کیا ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ ﴾[1]

''اے ایمان والو! بے شک مشرک بالکل ہی ناپاک ہیں۔''

اور ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص توحید پر قائم نہیں رہتا جو کہ عقائد واعمال کی طہارت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اور وہ شرکیہ اعمال کا ارتکاب شروع کر دیتا ہے تو ان کی وجہ سے اس کا باطن پلید اور ناپاک ہو جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ

۴ مشرک گویا اللہ پر بدگمانی کرتا ہے

مشرک جب اللہ کے سوا کسی اور کو حاجت روا، مشکل کشا، غوثِ اعظم اور داتا اور گنج بخش تصور کرتا ہے تو وہ گویا اللہ پر بدگمانی کرتا ہے اور اسے مختارِ کل اور قادرِ مطلق نہیں مانتا۔ ورنہ اگر وہ صرف اللہ کو مختارِ کل اور اسی کو حاجت روا، مشکل کشا اور غوثِ اعظم مانتا ہوتا تو وہ قطعاً غیروں کو نہ پکارتا اور ان کے درباروں کے چکر نہ لگاتا ...... اِس سے شرک کا ایک لازمی نتیجہ یہ ثابت ہوا کہ مشرک گویا اللہ تعالیٰ کو ناقص سمجھتا ہے اور اس کے اختیارات پر شک اور بدگمانی کرتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے جرم کو ناقابلِ معافی قرار دیا ہے اور اسے ہمیشہ کے لئے جہنم میں عذاب دینے کی وعید سنائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّانِّينَ بِاللَّهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴾[2]

''اور تاکہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمانیاں رکھنے والے ہیں، مصیبت لوٹ کر انہی پر آنے والی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان پر غضبناک ہو گیا ہے اور ان پر لعنت بھیج دی ہے اور اس نے ان کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے جو کہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔''

شرک کا سدِ باب

یاد رکھیں! وہ تمام دروازے جو شرک تک پہنچا سکتے ہیں اسلام نے انہیں بند کر دیا ہے۔ اور وہ تمام امور جو شرک کا زینہ بن سکتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ان سے منع کر دیا ہے تاکہ امت شرک سے محفوظ رہے اور اللہ کے بندے اللہ کی توحید پر قائم ودائم رہیں۔ چند وسائلِ شرک جن کا سد باب کیا گیا ہے یہ ہیں:

---

[1] التوبۃ 9:28

[2] الفتح 48:6

❶ رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں مبالغہ کرنا منع ہے

ارشادِ نبوی ہے: «لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰی ابْنَ مَرْیَمَ ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ، فَقُوْلُوْا: عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ»[1]

''میری تعریف میں حد سے تجاوز نہ کرنا جیسا کہ نصاریٰ نے ابن مریم (عیسیٰ علیہ السلام) کی تعریف میں حد سے تجاوز کیا۔ بے شک میں ایک بندہ ہوں لہٰذا تم بھی ''اللہ کا بندہ اور اس کا رسول'' ہی کہو۔''

ذرا سوچئے کہ جب سیدالأنبیاء حضرت محمد ﷺ کی تعریف میں مبالغہ کرنا منع ہے تو آپ ﷺ سے کم تر کسی اور انسان کی تعریف میں مبالغہ کرنا، اس کی مدح سرائی میں زمین وآسمان کے قلابے ملانا اور اس کے متعلق جھوٹی کرامات بلکہ خرافات بیان کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے؟ یاد رہے کہ کسی کی تعریف میں مبالغہ آرائی کرنا شرک کا پہلا زینہ ہے جسے اسلام نے بند کردیا ہے، کیونکہ تعریف میں مبالغہ آرائی کی وجہ سے دلوں میں غیر اللہ کی محبت اور تعظیم پیدا ہوجاتی ہے، پھر وہ محبت اندھی عقیدت کی شکل اختیار کرلیتی ہے اور اندھی عقیدت غیر اللہ کو حاجت روا، مشکل کشا اور غوثِ اعظم بنا دیتی ہے۔

❷ قبروں کو پختہ کرنا اور سجدہ گاہ بنانا حرام ہے

قبروں کو پختہ بنانا اوران پر بیٹھنا اورانہیں سجدہ گاہ بنانا شرک کا ایک بہت بڑا دروازہ ہے اوراسلام نے اسے بھی بند کردیا ہے اوران اعمال سے منع کیا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

(نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ، وَأَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ ، وَأَنْ يُّبْنٰی عَلَيْهِ)[2]

رسول اللہ ﷺ نے قبر کو پختہ کرنے، اس پر بیٹھنے اوراس پر تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وحضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مرض الموت میں مبتلا تھے اسی دوران آپ ﷺ نے متعدد بار فرمایا:

«لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی ، اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ»[3]

---

① صحیح البخاری ، أحادیث الأنبیاء ، باب قول الله تعالیٰ: وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ :3445

② صحیح مسلم ۔ الجنائز:970

③ صحیح البخاری ۔ الصلاۃ ، باب : حدّثنا أبو الیمان ۔435

"یہود ونصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔"

بھلے لوگو ذرا سوچو! جب انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنانے پر رسول اللہ ﷺ نے یہود ونصاریٰ پر لعنت بھیجی ہے تو کیا انبیاء علیہم السلام سے کم تر کسی اور انسان کی قبر کو مسجد ومزار بنانے سے اللہ کی رحمت آئے گی؟ ایسے لوگ جو پیروں فقیروں بلکہ قوالوں کی قبروں کو سجدہ گاہ اور مزار بنا لیتے ہیں، کیا وہ اس وعید سے بچ جائیں گے؟ لہذا یہ بات اچھی طرح سے ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ اسلام نے قبروں پر مساجد اور مزارات بنانے کی بیخ کنی کی ہے تاکہ شرک تک پہنچانے والا یہ دروازہ بھی بند ہو جائے۔

❸ قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا منع ہے

رسول اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«لَا تُصَلُّوْا إِلَى الْقُبُوْرِ وَلَا تَجْلِسُوْا عَلَيْهَا» [1]

"قبروں کی طرف رُخ کر کے نماز نہ پڑھو اور نہ ہی ان پر بیٹھو۔"

رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں شرک کا ایک اور راستہ بند کر دیا ہے اور وہ ہے قبروں کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنا یا ان پر بیٹھنا۔ جیسا کہ آج کل لوگ پیروں اور بزرگوں کے درباروں پر جا کر ان کی قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ اور اسی طرح کئی لوگ قبروں پر بیٹھ کر چلہ کشی اور مراقبہ وغیرہ کرتے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے بھی منع فرما دیا ہے۔

❹ اونچی قبروں کو زمین کے برابر کرنے اور ان پر بنائی گئی عمارتوں کو گرانے کا حکم

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ حکم دے کر بھیجا کہ میں ہر بُت اور مجسمے کو مٹا دوں اور ہر اونچی قبر کو زمین کے برابر کر دوں۔ [2]

لہٰذا اسلام میں بتوں اور مجسموں کو باقی رکھنے کا کوئی جواز نہیں ہے اور نہ ہی اسلام میں قبروں کو اونچا کرنے اور ان پر عمارتیں اور مزارات بنانے کا کوئی تصور پایا جاتا ہے۔ اس کے برعکس اسلام نے شرک کے دروازے بند کرنے کے لئے ایسی تمام چیزوں کی بیخ کنی اور حوصلہ شکنی کی ہے۔

---

[1] صحیح مسلم ۔ الجنائز ۔972

[2] صحیح مسلم ۔ الجنائز:969

۵ قبروں اور مزاروں کی طرف زیارت کے لیے سفر کرنا حرام ہے

قبروں پر بنائی گئی مساجد میں نماز پڑھنے اور دعا مانگنے کے لئے خصوصی طور پر جانا اور ثواب کی نیت سے مزاروں کی طرف سفر کرنا حرام ہے۔ جیسا کہ آج کل بہت سارے لوگ درباروں اور مزاروں کی طرف دور دور سے سفر کر کے آتے ہیں ۔ اور وہاں بکرے ذبح کرتے ہیں ، دیگیں پکاتے ہیں ، پیروں کی قبروں کے قریب کھڑے ہوکر دعا مانگتے ہیں اور ان کی قبروں کی طرف رُخ کر کے تقرب کی نیت سے نماز پڑھتے ہیں ۔ تو کوئی عبادت بجالانے کے لئے باقاعدہ ثواب اور تقرب کی نیت کر کے مزاروں کا سفر کرنا اسلام میں قطعًا حرام ہے۔

جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے : «لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ، وَمَسْجِدِیْ هٰذَا ، وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصٰی» [۱]

”ثواب کی نیت سے سفر صرف تین مساجد کی طرف ہی کیا جاسکتا ہے: ایک مسجد حرام، دوسری مسجدِ نبوی اور تیسری مسجدِ اقصیٰ۔“

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ثواب کی نیت سے سفر ان تین مساجد کے علاوہ کسی اور جگہ کی طرف نہیں کیا جاسکتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہر وہ دروازہ جو شرک تک پہنچا سکتا ہے اسلام نے اسے بند کر دیا ہے۔ اور ہر ایسا عمل جس سے شرک کی بو آسکتی ہے شریعت نے اسے حرام قرار دے دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو شرک سے محفوظ رکھے اور ہمیں آخری دم تک اپنی توحید پر قائم رکھے۔

آمین

دوسرا خطبہ

سامعین گرامی ! پہلے خطبہ میں شرک کا مفہوم ، شرک ایک بھیانک جرم ، قرآن مجید میں شرک کی تردید ، شرک کے نقصانات اور شرک کے سدّ باب کے لئے اسلام کے احکامات کے بارے میں ہم تفصیل سے وضاحت کر چکے ہیں ۔ اور آیئے اب شرک کی اقسام وانواع بھی معلوم کرلیں تاکہ یہ موضوع مکمل طور پر واضح ہوجائے اور اس میں کسی قسم کا ابہام باقی نہ رہے۔

شرک کی دو قسمیں ہیں:

---

[۱] صحیح البخاری ، فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ:1189 ، مسلم: الحج:511

شرکِ اکبر اور شرکِ اصغر

پھر ہر ایک کی کئی اقسام ہیں جن کی تفصیل یوں ہے:

شرکِ اکبر کی اقسام:

جس طرح توحید کی تین اقسام ہیں اسی طرح شرک اکبر کی بھی تین اقسام ہیں:

❶ شرك في الربوبية:

یعنی اللہ کی ربوبیت میں شرک کرنا۔ مثلاً اللہ کے علاوہ کسی اور کو خالق و مالک، مدبر الأمور، عزت وذلت دینے والا اور نفع ونقصان کا مالک سمجھنا۔ یا اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا سرے سے انکار کرنا جیسا کہ فرعون نے اللہ کی ربوبیت کا انکار کرتے ہوئے اپنے آپ کو رب کہا۔ یا اللہ کی ربوبیت میں کسی کو شریک بنانا جیسا کہ نصاریٰ نے دعویٰ کیا کہ رب تین ہیں۔ یا اولیاء وصالحین کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ انہیں موت کے بعد کائنات میں تصرف کرنے، حاجتیں پوری کرنے اور مشکلات کو ٹالنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے...... یہ ساری صورتیں شرک فی الربوبیۃ میں شامل ہیں۔

❷ شرك في توحيد الأسماء والصفات:

یعنی اللہ کی توحیدِ اسماء وصفات میں شرک کرنا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا سرے سے انکار کرنا جیسا کہ جہمیہ اور قرامطہ نے انکار کیا۔ یا اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوقات کے لئے بھی تسلیم کرنا جیسا کہ کئی لوگ علمِ غیب جو کہ صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے غیروں کے لئے بھی تسلیم کرتے ہیں اور کئی لوگ خود علمِ غیب کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یا اللہ تعالیٰ کو مخلوقات کی بعض صفات سے متصف کرنا جیسا کہ یہود نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور اس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور نصاریٰ نے دعویٰ کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ یا اللہ تعالیٰ کو مخلوقات کے مشابہ قرار دینا...... یہ ساری صورتیں شرک فی توحید الأسماء والصفات کی ہیں۔

❸ شرك في الألوهية:

یعنی عبادت میں اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا۔ مثلاً غیر اللہ سے مانگنا، غیر اللہ کو مدد کے لئے پکارنا، غیر اللہ سے خوف کھانا، غیر اللہ پر توکل کرنا اور غیر اللہ کے لئے جانور ذبح کرنا...... وغیرہ۔

اور چونکہ اس دور میں شرك في الألوهية عام ہے اس لئے اسے قدرے تفصیل سے بیان کرنا اور اس کی متعدد شکلوں کی وضاحت کرنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں شرک کی مختلف شکلیں یہ ہیں:

① غیر اللہ سے دعا کرنا، غیر اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلانا اور غیر اللہ کو مدد کے لئے پکارنا شرکِ اکبر ہے۔ کیونکہ نفع ونقصان کا مالک، قضاءِ حاجات کا اختیار رکھنے والا اور مشکلات کو ٹالنے والا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذاً مِّنَ الظَّالِمِينَ☆ وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ ①

’’اور اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کومت پکارنا جو تجھے نہ نفع پہنچا سکے اور نہ نقصان پہنچا سکے۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔ اور اگر آپ کو اللہ تعالیٰ کوئی نقصان پہنچائے تو اس کے علاوہ اسے کوئی دور کرنے والا نہیں۔ اور اگر وہ آپ کو کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی ہٹانے والا نہیں۔ وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے نچھاور کر دے۔ اور وہ بڑا معاف کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔‘‘

ذرا غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر آپ نے غیر اللہ کو پکارا تو آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے! اس سے معلوم ہوا کہ جب سید الرسل حضرت محمد ﷺ غیر اللہ کو پکارنے کی وجہ سے ظالموں میں سے ہو سکتے ہیں (حالانکہ ان سے ایسا ہونا محال ہے) تو ان سے کم تر کوئی اور انسان اگر غیر اللہ کو پکارے تو کیا وہ ظالموں میں سے نہیں ہوگا!

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿مَا يَفْتَحِ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِن رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِن بَعْدِهِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ ②

’’اللہ جو رحمت لوگوں کے لئے کھول دے اسے کوئی روکنے والا نہیں۔ اور جسے وہ روک دے اس کے بعد اسے کوئی جاری رکھنے والا نہیں۔ اور وہ سب پر غالب اور حکمت والا ہے۔‘‘

اس آیتِ کریمہ سے

؎ خدا کا پکڑا چھڑا لے محمد — محمد کا پکڑا چھڑا کوئی نہیں سکتا

کی حقیقت بھی کھل گئی کہ یہ محض ایک جھوٹ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا ہے کہ جس کو وہ پکڑ لے اسے کوئی نہیں چھڑا سکتا۔

اور جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حکم دیا ہے کہ صرف مجھ سے مانگو اور اس نے مانگنے والے کو دینے کا

---

① یونس 10: 106-107
② فاطر 35: 4

اور اس کی دعا کو قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے تو اس کو چھوڑ کر غیر اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلانا اور اسے مدد کے لئے پکارنا چہ معنی دارد؟

اور جن جن اولیاء وصالحین کو لوگ پکارتے ہیں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ تو پکارنے والوں اور ان سے مانگنے والوں کی پکار اور دعا کو سرے سے سنتے ہی نہیں۔ اور اگر بالفرض اللہ تعالیٰ انہیں ان کی پکار سنا بھی دے تو یہ اس کا جواب ہی نہیں دے سکتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ☆ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ﴾ ①

''اور جنہیں تم اس (اللہ تعالیٰ) کے سوا پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔ اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں۔ اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو وہ تمہاری فریاد رسی نہیں کریں گے بلکہ قیامت کے روز تمھارے اس شرک کا صاف انکار کر جائیں گے۔''

لہذا جو پیر، فقیر، ولی اور بزرگ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے جیسی انتہائی حقیر چیز کا بھی مالک نہیں اسے پکارنے اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہونے اور اپنی حاجات پیش کرنے سے کیا مل سکتا ہے؟ اور جو غیر اللہ کسی کی پکار کو سرے سے سنتا ہی نہیں اور نہ ہی وہ فریاد رسی کے قابل ہے تو اسے فریاد رسی کے لئے پکارنے سے سوائے اللہ کے غضب اور اس کی لعنت کے اور کیا مل سکتا ہے؟

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو سب سے بڑا گمراہ قرار دیا ہے جو غیر اللہ کو پکارتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غَافِلُوْنَ﴾ ②

''اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو اللہ کے سوا ان معبودوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی پکار کا جواب نہیں دیں گے، بلکہ وہ تو ان کی پکار وفریاد سے ہی بے خبر ہیں۔''

② شرک فی الألوہیت کی دوسری شکل ہے غیر اللہ سے ایسی محبت کرنا جیسی صرف اللہ سے ہونی چاہئے۔ یعنی ایسی محبت جس کے نتیجے میں محبت کرنے والا معبود کے سامنے اپنی غلامی، اس کی تعظیم اور اس کے لئے کمالِ فرمانبرداری کا اظہار کرے اور اسے دنیا کی ہر چیز پر فوقیت دے۔ تو ایسی محبت صرف اللہ تعالیٰ سے ہی ہوسکتی ہے، اگر غیر اللہ کے لئے ایسی محبت ہوگی تو یہ شرکِ اکبر ہوگا۔ جیسا کہ اس دور میں بہت سارے لوگ اپنے پیروں سے

---

① فاطر 35: 13-14 ② الأحقاف 46: 5

یوں محبت وعقیدت رکھتے ہیں کہ گویا وہی ان کا قبلہ اور ماویٰ وملجا ہیں !

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ﴾ ①

''اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو دوسروں کو اللہ کا شریک بنا کر ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے ہونی چاہئے ۔ اور ایمان والے اللہ کی محبت میں بہت سخت ہوتے ہیں ۔''

④ شرک اکبر کی ایک اور شکل ہے غیر اللہ سے اس بات کا خوف کھانا کہ وہ اپنے ارادے اور اپنی قدرت سے جس کو چاہے اور جو چاہے نقصان پہنچا سکتا ہے ۔ جبکہ ایسا خوف صرف اللہ تعالیٰ ہی سے ہونا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جو اپنے ارادے سے نقصان پہنچانے پر قادر ہے ۔ اور اگر وہ نقصان پہنچانے کا ارادہ نہ کرے تو دنیا کا کوئی بزرگ یا پیر یا سجادہ نشین ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتا ۔ اس لئے غیر اللہ سے ایسا خوف کھانا شرک اکبر ہے ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا :﴿وَلَا أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِ إِلَّا أَن يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ☆ وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُم بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا﴾ ②

''اور میں ان معبودوں سے نہیں ڈرتا جنہیں تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو مگر یہ کہ میرے رب کی ہی کوئی مشیت ہو ۔ میرے رب کا علم ہر چیز کو اپنے گھیرے میں لئے ہوئے ہے ۔ کیا تم نصیحت نہیں حاصل کرتے ؟ اور ان سے میں کیسے ڈروں جنہیں تم اللہ کا شریک بناتے ہو حالانکہ تم ان باتوں سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کا شریک ایسی چیزوں کو بنا رکھا ہے جن کی اللہ نے تم پر کوئی دلیل نہیں اتاری ۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی پیر ،فقیر اور بزرگ سے قطعًا خوف زدہ نہیں ہونا چاہئے ۔ اور اس بات پر پختہ یقین ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر کوئی کسی کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿قُل لَّن يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾ ③

''آپ کہہ دیجئے کہ ہمیں ہرگز کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی سوائے اس کے جو اللہ نے ہمارے حق میں لکھ رکھی ہے ۔ وہی ہمارا کارساز ہے ۔ اور مومنوں کو تو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہئے ۔''

جبکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے :((وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْئٍ ، لَمْ يَنْفَعُوْكَ إِلَّا بِشَيْئٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ ، وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلَى أَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْئٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ

① البقرۃ2: 165 ② الأنعام6: 80-81 ③ التوبۃ9: 51

إِلَّا بِشَيْئٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ»

''اور اس بات پر یقین کرلو کہ اگر پوری امت جمع ہوکر تمہیں نفع پہنچانا چاہے تو نہیں پہنچا سکتی سوائے اس کے جو اللہ نے تمھارے حق میں لکھدیا ہے۔ اور اگر پوری امت جمع ہوکر تمہیں نقصان پہنچانا چاہے تو نہیں پہنچا سکتی سوائے اس کے جو اللہ نے تمھارے حق میں لکھدیا ہے۔''[1]

④ شرک اکبر کی ایک اور صورت ہے ان امور کے بارے میں غیر اللہ پر توکل (بھروسہ) کرنا جن کا اختیار صرف اللہ کے پاس ہے۔ مثلاً پیروں، فقیروں اور بزرگانِ دین پر بھروسہ کرلینا کہ وہی ہمیں رزق دیں گے، وہی ہمارے کاروبار چلائیں گے، وہی ہمیں ہر شر سے بچائیں گے، وہی ہمیں دشمنوں پر غلبہ عطا کریں گے۔ الغرض وہ تمام امور جن کا اختیار سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کے پاس نہیں ان میں غیر اللہ پر بھروسہ کرنا شرکِ اکبر کی ایک شکل ہے جو کہ اس دور میں بصد افسوس موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر مومنوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کریں۔

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾[2]

''اگر تم ایمان والے ہو تو بس اللہ ہی پر توکل کرو۔''

اور مومنوں کی صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾[3]

''پس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ کا ذکر آتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات پڑھ کر انہیں سنائی جاتی ہیں تو وہ آیات ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں۔''

اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ إِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ أَمْرِهِ ﴾[4]

''اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اسے کافی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے رہے گا۔''

---

① سنن الترمذی :2516-صحیح الجامع للألبانی -7957
② المائدۃ5 :23
③ الأنفال8 :2
④ الطلاق65 :3

شرکِ اصغر

شرکِ اصغر سے مراد ہر ایسا وسیلہ ہے جو شرکِ اکبر تک پہنچا دیتا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو اس سے بھی ڈرایا ہے۔ آپ کا ارشادِ گرامی ہے:

«إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ»

یعنی "مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف شرکِ اصغر کا ہے۔"

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ شرک اصغر کیا ہوتا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: « اَلرِّيَاءُ، يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِأَصْحَابِ ذٰلِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِذَا جَازَى النَّاسَ: اِذْهَبُوْا إِلَى الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُرَاؤُوْنَ فِي الدُّنْيَا ، فَانْظُرُوْا هَلْ تَجِدُوْنَ عِنْدَهُمْ جَزَاءً ؟» [1]

"شرکِ اصغر سے مراد ریا کاری ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جب لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا تو ریا کاری کرنے والوں سے کہے گا: تم ان لوگوں کے پاس چلے جاؤ جن کے لئے تم ریا کرتے تھے، پھر دیکھو کہ کیا وہ تمہیں کوئی بدلہ دیتے ہیں؟"

شرکِ اصغر کی متعدد شکلیں ہیں:

① غیر اللہ کی قسم اٹھانا:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ أَشْرَكَ » [2]

"جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے شرک کیا۔"

② یہ کہنا کہ جو اللہ چاہتا ہے اور جو آپ چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے۔ یعنی اللہ کی مشیت اور اس کے ارادے میں کسی کو شریک بنانا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِذَا حَلَفَ أَحَدُكُمْ فَلاَ يَقُلْ: مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ ، وَلٰكِنْ لِيَقُلْ: مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ شِئْتَ» [3]

① الصحيحة للألباني : 951

② سنن أبي داؤد : 3251، سنن الترمذي : 1535۔ صحيح الجامع للألباني : 6204

③ صحيح الجامع للألباني : 495

"کوئی شخص جب قسم اٹھائے تو یہ نہ کہے کہ جو اللہ نے چاہا اور جو آپ نے چاہا بلکہ وہ یہ کہے کہ جو اللہ نے چاہا اور پھر جو آپ نے چاہا۔"

③ بدشگونی کرنا اور فال نکالنا:

بدشگونی سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کوئی کام کرنے کا پختہ عزم کر چکا ہو، پھر کوئی چیز دیکھ کر یا کوئی بات سن کر وہ کام نہ کرے۔ جاہلیت کے زمانے میں کوئی شخص جب کسی کام کے لئے گھر سے روانہ ہونا چاہتا تو وہ ایک پرندے کو اڑا کر دیکھتا، اگر وہ دائیں طرف اڑتا تو روانہ ہو جاتا۔ اور اگر بائیں طرف اڑتا تو اس سے بدشگونی لیکر وہ واپس آ جاتا۔ شریعت نے اِس طرح کی بدشگونی سے منع کیا ہے، بلکہ بدشگونی لینے اور فال نکالنے کو شرک قرار دیا ہے۔ کیونکہ جو شخص اس طرح کرتا ہے وہ گویا اللہ پر توکل نہیں کرتا بلکہ وہ اس چیز پر توکل کرتا ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں!

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ رَدَّتْهُ الطِّيَرَةُ عَنْ حَاجَتِهِ فَقَدْ أَشْرَكَ» ①

یعنی "جس شخص کو بدشگونی کسی کام سے روک دے تو اس نے یقیناً شرک کیا۔"

④ کاہنوں اور نجومیوں کے پاس جانا اور ان کی تصدیق کرنا:

جو لوگ علمِ غیب کا دعوی کرتے ہیں اور ستاروں کی گردش یا ہاتھوں کی لکیروں سے قسمت کے احوال معلوم کرتے ہیں ان کے پاس جانا اور ان کی باتوں کی تصدیق کرنا شرکِ اصغر کی ایک شکل ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

«مَنْ أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْئٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةُ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً» ②

"جو شخص کسی کاہن یا نجومی کے پاس جائے اور اس سے کسی چیز کے متعلق سوال کرے تو اس کی چالیس راتوں کی نماز قبول نہیں کی جاتی۔"

اور فرمایا: «مَنْ أَتَى عَرَّافًا أَوْ كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ ﷺ» ③

---

① صحيح الجامع للألباني:6264

② صحيح مسلم :2230- صحيح الجامع للألباني:5940

③ صحيح الجامع للألباني :5939

''جو شخص کسی کاہن (علمِ غیب کا دعویٰ کرنے والے کسی عامل) کے پاس جائے، پھر اس کی باتوں کی تصدیق کرے تو اس نے محمد ﷺ پر اتارے گئے دینِ الٰہی سے کفر کیا۔''

⑤ کڑا، دھاگا اور تعویذ پہننا:

کسی شر سے بچنے یا کسی بیماری سے شفایابی کے لئے کڑا یا دھاگا یا تعویذ لٹکانا شرکِ اصغر کی ایک شکل ہے کیونکہ یہ شرکِ اکبر تک پہنچانے کا ایک وسیلہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: «إِنَّ الرُّقٰی وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ»[1]

''بے شک (غیر شرعی) جھاڑ پھونک، تعویذات اور میاں بیوی کے درمیان محبت پیدا کرنے کے لئے کوئی (غیر شرعی) عمل کرنا شرک ہے۔''

اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں ایک کڑا دیکھا تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: یہ کیا ہے؟

اس نے کہا: یہ میں نے ایک بیماری کی وجہ سے پہنا ہوا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: «مَا تَزِيْدُكَ إِلَّا وَهْنًا ، اِنْبِذْهَا عَنْكَ ، فَإِنَّكَ إِنْ تَمُتْ وَهِيَ عَلَيْكَ وُكِلْتَ إِلَيْهَا»[2]

''یہ تمہاری بیماری میں اور اضافہ کردے گا، اس لئے اسے اتار دو کیونکہ اگر تمھاری موت اسے پہنے ہوئے ہی آگئی تو تمھیں اسی کے سپرد کردیا جائے گا۔''

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ غیر شرعی جھاڑ پھونک کرنا اور نظرِ بد وغیرہ سے بچاؤ کے لئے تعویذات وغیرہ لٹکانا درست نہیں ہے۔ ہاں شرعی طریقے کے مطابق قرآنی آیات اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی مسنون دعائیں پڑھ کر دم کرنا درست ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں شفا رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾[3]

''اور یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لئے تو سراسر شفا اور رحمت ہے۔''

ہم نے شرک کی متعدد صورتوں کا تذکرہ کیا ہے جس سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ نہ صرف ہم سب ان تمام

---

① صحيح الجامع للألباني :1632

② صحيح ابن حبان ـ6085، سنن ابن ماجه :3531 ـ قال البوصيري : إسناده حسن

③ الإسراء17 : 82

صورتوں سے اپنا دامن محفوظ رکھیں بلکہ لوگوں کو بھی ڈرائیں کہ وہ ان سے بچے رہیں۔ اور جس روز ہماری اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہو تو اس حالت میں ہو کہ ہمارے دامن شرک کے داغ دھبوں سے پاک ہوں۔

رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیثِ قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

« يَاابْنَ آدَمَ ! إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِيْ وَرَجَوْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ عَلَى مَا كَانَ فِيْكَ وَلَا أُبَالِيْ ، يَاابْنَ آدَمَ ! لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَا أُبَالِيْ ، يَا ابْنَ آدَمَ ! إِنَّكَ لَوْ أَتَيْتَنِيْ بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيْتَنِيْ لَا تُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا لَأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً »[1]

''اے ابن آدم! اگر تو صرف مجھے پکارتا رہے اور تمام امیدیں مجھ سے وابستہ رکھے تو میں تمہیں معاف کرتا رہوں گا خواہ تم سے جو بھی گناہ سرزد ہوا ہو اور میں کوئی پرواہ نہیں کروں گا۔ اور اگر تیرے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں، پھر تم مجھ سے معافی طلب کرلو تو میں تمھیں معاف کردونگا اور میں کوئی پرواہ نہیں کرونگا۔ اور اگر تو میرے پاس زمین کے برابر گناہ لیکر آئے، پھر تمھاری مجھ سے ملاقات اس حالت میں ہو کہ تم میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتے تھے تو میں زمین کے برابر تجھے مغفرت سے نوازوں گا۔''

چھوٹے بڑے شرک سے بچنے کی دعا

شرک کی تمام صورتوں سے بچنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتے رہنا چاہئے کہ وہ ہمیں شرک کی غلاظتوں سے محفوظ رکھے اور ہمارا خاتمہ توحید پر فرمائے۔

حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«اَلشِّرْكُ فِيْكُمْ أَخْفٰى مِنْ دَبِيْبِ النَّمْلِ ، وَسَأَدُلُّكَ عَلٰى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتَهُ أَذْهَبَ عَنْكَ صِغَارَ الشِّرْكِ وَكِبَارَهُ ، تَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ أَنْ أُشْرِكَ بِكَ وَأَنَا أَعْلَمُ، وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا أَعْلَمُ»[2]

''تم میں شرک چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہوگا اور میں تمھیں ایک ایسی دعا بتاتا ہوں کہ اگر تم اسے پڑھتے رہے تو اللہ تعالیٰ تم سے چھوٹے بڑے شرک کو دور کردے گا۔ تم یہ دعا پڑھنا:

«اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ أَنْ أُشْرِكَ بِكَ وَأَنَا أَعْلَمُ وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا أَعْلَمُ»

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں شرک سے محفوظ رکھے اور ہمیں توحید پر استقامت دے۔

---

① سنن الترمذی :3540۔ وصححہ الألبانی

② صحیح الجامع للألبانی :3731

اِسلامی بھائی چارہ

اہم عناصر خطبہ:

① اخوت و بھائی چارے کی اہمیت ② مسلمانوں کے باہمی حقوق

③ باہمی تعلقات کو بگاڑنے والے امور

برادران اسلام! تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں، ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور آپس میں ہمدردی کے جذبات رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مومنوں کو بھائی بھائی قرار دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ ﴾①

اور مومنوں کے آپس کے تعلقات کی نوعیت کیا ہونی چاہئے؟ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾②

''مومن مرد اور مومنہ عورتیں ایک دوسرے کے (مددگار ومعاون اور) دوست ہوتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں۔ نماز قائم کرتے، زکاۃ ادا کرتے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ رحم کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ غالب، حکمتوں والا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تمام مومنوں کو ایک دوسرے کا مددگار ومعاون، دوست اور ہمدرد قرار دیا ہے اور وہ اپنے اسی تعلق کی بناء پر ایک دوسرے سے خیر خواہی کرتے ہوئے باہم نیکی کی تلقین کرتے اور برائی سے روکتے ہیں، پانچ وقتی نماز جو اللہ تعالیٰ کا اہم یومیہ فریضہ ہے، اسے مل کر ادا کرتے ہیں اور ان میں سے جو مالدار ہوتے ہیں وہ اپنے غریب بھائیوں کو زکاۃ دے کر انھیں اپنی خوشیوں میں شریک کرتے ہیں اور ان کی باہمی اجتماعی زندگی کا اہم شعار اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری ہے، وہ اللہ کے حکم پر اکٹھے ہوتے اور اللہ کے حکم پر ہی علیحدہ ہوتے ہیں۔ وہ رسول اکرم ﷺ کی محبت میں سرشار ہو کر آپ ﷺ پر ایمان لانے والے اور آپ کی سیرت طیبہ پر عمل کرنے والے ہر مسلمان سے محبت کرتے ہیں اور جو لوگ یہ طرز عمل اختیار

① الحجرات 49:10 ② التوبة 9:71

کرتے ہوئے اپنی اجتماعی زندگی گذارتے ہیں وہ اللہ کی رحمتوں کے مستحق ہیں۔

جبکہ نبی کریم ﷺ تمام مومنوں کو ایک جسم کی مانند قرار دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

«مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ الْوَاحِدِ إِذَا اشْتَكٰى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى»①

''مومنوں کی مثال' آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے، ایک دوسرے پر ترس کھانے اور ایک دوسرے پر شفقت کرنے میں ایک جسم کی مانند ہے کہ جب اس کا ایک عضو بیمار ہوتا ہے تو سارا جسم اس کیلئے بخار کے ساتھ تڑپ اٹھتا ہے اور اس کی وجہ سے بیدار رہتا ہے۔''

اسلامی بھائی چارہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بھائی بھائی بنا کر ان پر بہت بڑا احسان کیا اور اس احسان کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خاص طور پر ذکر فرمایا اور مسلمانوں کو یہ نعمت یوں یاد دلائی:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾②

''تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور فرقوں میں مت بٹو اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اس نے تمھارے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور تم اس کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے اور (یاد کرو جب) تم جہنم کے گڑھے کے کنارے پر پہنچ چکے تھے تو اس نے تمھیں اس سے بچا لیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمھارے لئے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔''

نیز فرمایا: ﴿وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾③

''اس (اللہ) نے مومنوں کے دلوں میں الفت پیدا کی، اگر آپ زمین پر موجود تمام چیزیں خرچ کر ڈالتے تو پھر بھی آپ ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ کر سکتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان میں محبت پیدا کر دی جو غالب اور

① صحیح البخاری: 6011، صحیح مسلم: 2586
② آل عمران 103:3
③ الأنفال 8: 63

حکمتوں والا ہے۔''

اِس آیت کریمہ کا پس منظر یہ ہے کہ بعثت نبوی سے پہلے عرب لوگوں میں قبائلی جنگیں ہوتی تھیں جو سالہا سال تک جاری رہتی تھیں، لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوتے تھے، کسی قبیلے کا ایک آدمی مارا جاتا تو اس کے بدلے میں دسیوں بے گناہ لوگوں کو مار دیا جاتا۔ مدینہ منورہ میں مقیم دو قبیلے اوس وخزرج کے درمیان بھی اسی طرح کی جنگیں ہوتی رہتی تھیں جن میں سے ایک ''جنگ بعاث'' کے نام سے معروف ہے۔

پھر جب اسلام آیا تو اِس دین کو قبول کرنے والے مختلف قبائل میں اللہ تعالیٰ نے الفت ومحبت پیدا کر دی اور سب مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی بھائی بنا دیا۔ پھر وہ لوگ جو کل تک باہم دست وگریباں تھے اب شیر وشکر ہو گئے۔ جو کل تک ایک دوسرے سے نفرت کرتے تھے اب ایک دوسرے سے دلی محبت کرنے لگے اور جو کل تک ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے اب اپنے بھائیوں کی ضرورتوں پر اپنی ضرورتوں کو قربان کرنے لگے۔ یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان تھا۔

حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حنین کو فتح کیا تو آپ نے مال غنیمت تقسیم کیا اور ان لوگوں کو دیا جن کی تالیف قلب کرنا مقصود تھا۔ پھر آپ تک یہ بات پہنچی کہ انصار بھی اُن کی طرح مال غنیمت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے، ان سے خطاب کرنا شروع کیا اور حمد وثناء کے بعد فرمایا:

«يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ، أَلَمْ أَجِدْكُمْ ضُلَّالًا فَهَدَاكُمُ اللّٰهُ بِيْ؟وَعَالَةً فَأَغْنَاكُمُ اللّٰهُ بِيْ؟ وَمُتَفَرِّقِيْنَ فَجَمَعَكُمُ اللّٰهُ بِيْ ؟» ①

''اے انصار کی جماعت! کیا تم گمراہ نہ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمھیں میرے ذریعے ہدایت دی؟ اور تم فقیر نہ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمھیں میرے ذریعے مالدار بنا دیا؟ اور تم جدا جدا نہ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمھیں میرے ذریعے جمع کر دیا؟''

جب آپ ﷺ ان سے یہ سوالات کر رہے تھے تو انصار ہر سوال کے جواب میں یہ کہہ رہے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول کا احسان بہت بڑا ہے۔

---

① صحيح البخاری:4330، صحيح مسلم:1061

مسلمانوں کے باہمی حقوق

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر کئی حقوق ہیں:

① پہلا حق ہے ایک دوسرے سے محبت کرنا

لہٰذا ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے محبت کرنی چاہیے جس سے بہت سارے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

❀ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: «لَا تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا، وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا، أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ» [1]

''تم جنت میں داخل نہ ہو گے یہاں تک کہ ایمان لے آؤ اور تم ایمان والے نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ ایک دوسرے سے محبت کرو۔ کیا میں تمھیں وہ کام نہ بتاؤں کہ جس کے کرنے سے تم ایک دوسرے سے محبت کرنا شروع کر دو گے؟ تم اپنے درمیان سلام کو پھیلا دو۔'' یعنی ہر مسلمان کو سلام کہا کرو۔

❀ نیز فرمایا: «تَصَافَحُوْا يَذْهَبِ الْغِلُّ، وَتَهَادَوْا تَحَابُّوْا وَتَذْهَبِ الشَّحْنَاءُ»

''تم ایک دوسرے سے مصافحہ کیا کرو، اِس سے تمہارے درمیان بغض اور کینہ ختم ہو جائے گا اور ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو، اِس سے تم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو گے اور تمہارے درمیان دشمنی ختم ہو جائے گی۔'' [2]

ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ ایک دوسرے کو سلام کہنے، مصافحہ کرنے اور ہدیہ دینے سے مسلمانوں کے درمیان باہمی محبت پیدا ہوتی ہے اور بغض وعداوت کا خاتمہ ہوتا ہے۔

❀ باہمی محبت سے اللہ کی محبت نصیب ہوتی ہے

ابوادریس الخولانی بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں آپ سے اللہ کی رضا کیلئے محبت کرتا ہوں۔ انھوں نے کہا: واقعتاً اللہ کی رضا کیلئے؟ میں نے کہا: جی ہاں محض اللہ کی رضا کیلئے۔ تو انھوں نے کہا: آپ کو خوشخبری ہو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کہ آپ نے فرمایا: «قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: وَجَبَتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ، وَالْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ، وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ، وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ» [1]

---

① صحيح مسلم:54　② مؤطا إمام مالك مرسلا :1682

③ صحيح الترغيب والترهيب :3018

’’ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے : میری محبت ان لوگوں کیلئے واجب ہو جاتی ہے جو میری رضا کیلئے ایک دوسرے سے محبت کرتے، ایک دوسرے سے مل بیٹھتے، ایک دوسرے کی زیارت کرتے اور ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔‘‘

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’ایک شخص اپنے بھائی سے ملنے کیلئے اس کی بستی کی طرف روانہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ مقرر کر دیا۔ چنانچہ وہ جب وہاں سے گذرا تو فرشتے نے کہا: تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا: اِس بستی میں میرا ایک بھائی ہے جس سے ملنے جا رہا ہوں۔ فرشتے نے کہا: « هَلْ لَّكَ عَلَيْهِ مِنْ نِّعْمَةٍ تَرُبُّهَا؟» یعنی کیا وہ تمہارا احسانمند ہے جس کی بناء پر تم اس سے ملنے جا رہے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، میں تو صرف اس لئے جا رہا ہوں کہ مجھے اس سے اللہ کی رضا کیلئے محبت ہے۔ فرشتے نے کہا: «فَإِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكَ بِأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَبَّكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ فِيهِ» یعنی مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ جس طرح تو نے اس سے محض اللہ کی رضا کیلئے محبت کی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی تجھ سے محبت کر لی ہے۔‘‘[①]

❀ باہمی محبت سے ایمان کی لذت نصیب ہوتی ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے : « ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ: أَنْ يَكُونَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ، كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقٰى فِي النَّارِ»[②]

’’تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جو کسی شخص میں موجود ہوں تو وہ ان کے ذریعے ایمان کی لذت اور اس کے مٹھاس کو پا لیتا ہے۔ ایک یہ ہے کہ اسے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہو۔ دوسری یہ ہے کہ اسے کسی شخص سے محبت ہو تو محض اللہ کی رضا کی خاطر ہو اور تیسری یہ ہے کہ اسے کفر کی طرف لوٹنا اسی طرح ناپسند ہو جیسا کہ جہنم میں ڈالا جانا اسے ناپسند ہے۔‘‘

❀ اللہ کی رضا کی خاطر محبت کرنے سے روزِ قیامت اللہ کا سایہ نصیب ہوگا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے : « إِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ : أَيْنَ الْمُتَحَابُّونَ بِجَلَالِي

① صحیح مسلم:2576
② صحیح البخاری:16، صحیح مسلم:43

الْيَوْمَ؟ أُظِلُّهُمْ فِي ظِلِّي يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّي »①

’’بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا: آج میری خاطر محبت کرنے والے کہاں ہیں! میں انھیں اپنے سائے میں جگہ دیتا ہوں جبکہ آج میرے سائے کے علاوہ اورکوئی سایہ نہیں۔‘‘

نیز فرمایا: ’’سات قسم کے افراد کو اللہ تعالیٰ اپنا سایہ نصیب کرے گا جب اس کے سائے کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہوگا ......وہ دو آدمی جنھوں نے محض اللہ کی رضا کیلئے ایک دوسرے سے محبت کی، اسی پر اکٹھے ہوئے اور اسی پر جدا جدا ہوئے۔‘‘②

یاد رہے کہ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے دلی محبت کرتا ہوتو وہ اسے آگاہ کردے کہ اسے اس سے محبت ہے، اس سے ان کے درمیان محبت تا دیر قائم رہے گی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس سے گذرا، اُس وقت آپ کے پاس ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے اِس آدمی سے اللہ کیلئے محبت ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے اسے اِس بات کی خبر دی ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور اسے بتا کر آؤ، اس سے تمھارے درمیان محبت زیادہ دیر تک قائم رہے گی....‘‘③

② ایک دوسرے سے ہمدردی کرنا

ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا ہمدرد ہونا چاہئے اس طرح کہ اس کی تکلیف کو اپنی تکلیف محسوس کرے اور جہاں تک ہوسکے بوقت ضرورت اس کا ساتھ دے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشادگرامی ہے: « مَنْ كَانَ مَعَهُ فَضْلُ ظَهْرٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَّا ظَهْرَ لَهُ، وَمَنْ كَانَ لَهُ فَضْلٌ مِنْ زَادٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَّا زَادَ لَهُ »④

’’جس آدمی کے پاس اضافی سواری ہو وہ اسے اس شخص کو دے دے جس کے پاس سواری نہ ہو اور جس کے پاس کھانے پینے کی اضافی چیز ہو وہ اسے اس آدمی کو دے دے جس کے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز نہ ہو۔‘‘

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ (راویٔ حدیث) کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے سواری اور کھانے پینے کے سامان کے علاوہ اور بھی کئی چیزوں کا ذکر کیا یہاں تک کہ ہم نے یہ سمجھا کہ ضرورت سے زیادہ کسی بھی چیز پر ہمارا حق نہیں ہے۔

---

① صحیح مسلم :2566 ② صحیح البخاری:660، صحیح مسلم :1031

③ مسند احمد و ابو داؤد :5125- وحسنہ الألبانی ④ صحیح مسلم :1728

اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے سے کس طرح اظہار ہمدردی کرتے تھے اس کا اندازہ اس قصہ سے کر سکتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ (ہجرت کر کے) ہمارے پاس تشریف لائے تو آنحضور ﷺ نے ان کے اور حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا جو کہ بہت مالدار تھے۔ انہوں نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا: میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں اور یہ بات انصار کو بھی معلوم ہے۔ تو میں اپنا مال دو حصوں میں تقسیم کرتا ہوں، ایک حصہ میرے لئے اور دوسرا آپ کیلئے اور اس کے علاوہ میری دو بیویاں بھی ہیں، آپ کو ان دونوں میں سے جو زیادہ اچھی لگے میں اسے طلاق دے دیتا ہوں اور جب اس کی عدت پوری ہو جائے تو آپ اس سے شادی کر لیں۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: (بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْ أَهْلِكَ وَمَالِكَ) "اللہ تعالیٰ آپ کے گھر والوں اور آپ کے مال میں برکت دے۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ گھی اور پنیر کے مالک بن گئے اور ابھی کچھ ہی عرصہ گذرا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان پر زرد رنگ کے کچھ آثار دیکھے۔ تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے ایک گٹھلی کے وزن کے برابر سونا دے کر ایک انصاری عورت سے شادی کر لی ہے۔ تو آپ ﷺ نے انہیں مبارکباد دی اور فرمایا: «أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ» [1]

"تم ولیمہ کرو خواہ ایک بکری ذبح کر کے ہی۔"

یہ اُس وقت کی بات ہے جب مسلمان' مسلمان کا ہمدرد تھا اور وہ ضرورت سے زیادہ چیزیں اپنے ضرورتمند بھائی کو دے دیا کرتا تھا۔ جبکہ آج حالات بدل چکے ہیں، کسی کو کسی کی فکر کم ہی ہے، ہر شخص اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال کیلئے ہی سوچتا ہے اور نوبت یہاں تک جا پہنچی ہے کہ ضرورت سے زیادہ چیزیں گھر میں پڑی پڑی خراب ہو جاتی ہیں لیکن ضرورتمند مسلمان کو نہیں دی جاتیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک وقت تھا جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی پر دینار ودرہم کو ترجیح نہ دیتا تھا جبکہ آج ہمیں مسلمان بھائی کی نسبت دینار ودرہم زیادہ محبوب ہیں اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کہ آپ نے فرمایا: « كَمْ مِنْ جَارٍ مُتَعَلِّقٍ بِجَارِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَقُوْلُ : يَا رَبِّ! هٰذَا أَغْلَقَ بَابَهُ دُوْنِيْ فَمَنَعَ مَعْرُوْفَهُ » [2]

---

[1] صحیح البخاری: 3780، 3781

[2] الأدب المفرد: 111- وحسنه الألبانی

”کتنے پڑوسی قیامت کے روز اپنے پڑوسیوں سے چمٹے ہوئے ہونگے، ان میں سے ہر ایک اپنے پڑوسی کے بارے میں کہے گا: اے میرے رب! اس نے میرے سامنے اپنا دروازہ بند کر کے اپنی نیکی کو روک لیا تھا۔“

نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابی کے گھر میں بکرے کا سر بطور ہدیہ پیش کیا گیا تو اس نے کہا: میرا فلاں بھائی اور اس کے بچے مجھ سے زیادہ ضرورتمند ہیں۔ چنانچہ اس نے وہ گوشت اس کے گھر میں بھیج دیا۔ جب وہ اس دوسرے صحابی کے گھر میں پہنچا تو اس نے بھی وہی بات کی جو پہلے صحابی نے کی تھی اور گوشت تیسرے صحابی کے گھر میں بھیج دیا۔ اس طرح یہ گوشت سات گھروں میں سے ہوتا ہوا پھر پہلے صحابی کے ہاں پہنچ گیا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﴾ ①

③ خندہ پیشانی سے ملنا

ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے خندہ پیشانی اور مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ ملنا چاہئے۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا تھا:

« لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا ، وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ » ②

”تم نیکی کے کسی کام کو حقیر مت سمجھو، اگر چہ تم اپنے بھائی سے ہشاش بشاش چہرے کے ساتھ ہی ملاقات کرو۔“

مسلمان بھائی سے مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ ملنا بھی صدقہ ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: « تَبَسُّمُكَ فِي وَجْهِ أَخِيكَ صَدَقَةٌ ، وَأَمْرُكَ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهْيُكَ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ ، وَإِرْشَادُكَ الرَّجُلَ فِي أَرْضِ الضَّلَالِ لَكَ صَدَقَةٌ ، وَبَصَرُكَ لِلرَّجُلِ الرَّدِيءِ الْبَصَرِ لَكَ صَدَقَةٌ ، وَإِمَاطَتُكَ الْحَجَرَ وَالشَّوْكَةَ وَالْعَظْمَ عَنِ الطَّرِيقِ لَكَ صَدَقَةٌ ، وَإِفْرَاغُكَ مِنْ دَلْوِكَ فِي دَلْوِ أَخِيكَ لَكَ صَدَقَةٌ » ③

”تمھارا اپنے بھائی کے سامنے مسکرانا صدقہ ہے، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا صدقہ ہے، راستہ بھولے ہوئے آدمی کو راستہ دکھلانا تمھارے لئے صدقہ ہے، کمزور نظر والے کو دکھلانا تمہارے لئے صدقہ ہے، راستے پر پڑے ہوئے پتھر، کانٹے اور ہڈی کو ہٹانا تمہارے لئے صدقہ ہے اور اپنے ڈول سے بھائی کے ڈول میں پانی ڈالنا تمھارے لئے صدقہ ہے۔“

---

① مستدرك حاكم ـ صححه ووافقه الذهبي ـ وصححه الحافظ في الفتح

② صحيح مسلم :2626 ③ الترمذي :1956ـ وصححه الألباني

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مسلمانوں کا آپس میں مصافحہ کرنا مغفرت کے اسباب میں سے ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''جو دو مسلمان بوقتِ ملاقات ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑتے (مصافحہ کرتے) ہیں اللہ تعالیٰ پر ان کا حق ہے کہ وہ ان کی دعا کو قبول کرے اور ان کے ہاتھ الگ الگ ہونے سے قبل ان کی مغفرت کردے۔''①

④ ایک دوسرے سے اچھی گفتگو کرنا

ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے اچھی گفتگو کرنی چاہیے اور آپس میں ایسی گفتگو سے پرہیز کرنا چاہیے جس سے مسلمان بھائی کے جذبات مجروح ہوں یا اس کے دل کو ٹھیس پہنچے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا﴾②

''لوگوں سے اچھی باتیں کہا کرو۔''

نیز فرمایا: ﴿وَقُل لِّعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنزَغُ بَيْنَهُمْ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلْإِنسَانِ عَدُوًّا مُّبِينًا﴾③

''اور میرے بندوں سے کہہ دو کہ (لوگوں سے) ایسی باتیں کہا کریں جو بہت پسندیدہ ہوں کیونکہ شیطان (بری باتوں سے) اُن میں فساد ڈلوا دیتا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔''

یاد رہے کہ مسلمان سے اچھی اور پاکیزہ گفتگو کرنا بھی صدقہ ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

« اَلْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ » ''پاکیزہ کلمہ صدقہ ہے۔''④

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: « ثَلَاثٌ يُصَفِّيْنَ لَكَ وُدَّ أَخِيْكَ : تُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِذَا لَقِيْتَهُ، وَتُوَسِّعُ لَهُ فِي الْمَجْلِسِ، وَتَدْعُوهُ بِأَحَبِّ أَسْمَائِهِ إِلَيْهِ »⑤

''تین چیزوں سے تمھیں اپنے بھائی کی خالص محبت نصیب ہوگی۔ ایک یہ ہے کہ تم اسے جب بھی ملو تو اس کو سلام کہو۔ دوسری یہ ہے کہ وہ آئے تو اسے مجلس میں بیٹھنے کی جگہ دو اور تیسری یہ ہے کہ تم اسے اس نام سے پکارو جو اسے سب سے زیادہ محبوب ہو۔''

---

① أخرجه الإمام أحمد في المسند وقال شعيب الأرناؤط : صحيح لغيره

② البقرة2: 83 ③ الاسراء17: 53 ④ صحيح البخاري :2989، صحيح مسلم : 1009

⑤ مستدرك حاكم :5870 وهو في ضعيف الجامع للألباني :2572

⑤ مسلمانوں کیلئے رحمدلی، نرمی اور تواضع

مسلمانوں کو ایک دوسرے کیلئے رحمدل ہونا چاہیے جیسا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اللہ تعالیٰ نے یہ وصف بیان فرمایا ہے کہ وہ ﴿ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ﴾ ''آپس میں رحم دل ہیں۔''

اسی طرح انھیں آپس میں ایک دوسرے سے نرمی کا برتاؤ کرنا چاہیے سختی کا نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی ایک صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ

﴿أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴾ ''وہ اہل ایمان کیلئے نرم اور کافروں پر سخت ہونگے۔''

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا تھا:

«يَا عَائِشَةُ ، إِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ ، وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ ، وَمَا لَا يُعْطِي عَلَى مَا سِوَاهُ »[1] ''اے عائشہ! بے شک اللہ تعالیٰ نرم ہے اور نرمی کو پسند فرماتا ہے اور نرمی پر وہ چیز عطا کرتا ہے جو سختی وغیرہ پر عطا نہیں کرتا۔''

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« مَنْ كَانَ هَيِّنًا لَيِّنًا قَرِيْبًا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ »[2]

''جو آدمی آسان، نرم دل اور (مسلمانوں سے) قریب ہو اس پر اللہ تعالیٰ نے جہنم کو حرام کر دیا ہے۔''

خاص طور پر خرید وفروخت اور لین دین کے معاملات میں مسلمانوں کو آپس میں نرم رویہ اختیار کرنا چاہیے اور ایک دوسرے کیلئے آسانی پیدا کرنی چاہیے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کیلئے دعا کرتے ہوئے فرمایا:

«رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا سَمْحًا إِذَا بَاعَ ، وَإِذَا اشْتَرَى ، وَإِذَا اقْتَضَى »[3]

''اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جو خرید وفروخت کے وقت آسان ہو اور (اپنے قرض کا) تقاضا کرتے وقت درگذر کرنے والا ہو۔''

ترمذی کی روایت میں « غَفَرَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ كَانَ قَبْلَكُمْ . . . » کے الفاظ ہیں جن کا معنی یہ ہے کہ ''تم سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کی محض اس لئے مغفرت کردی کہ وہ لین دین میں اور (اپنے حقوق کا) مطالبہ کرتے ہوئے نہایت سہل (آسان) تھا۔'' جبکہ نسائی کی روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ'' اللہ تعالیٰ نے اسے جنت

---

① صحیح مسلم :2593 ② صحیح الترغیب والترهیب للألبانی :1745

③ صحیح البخاری :2076

میں داخل کر دیا۔‘‘[1]

اسی طرح مسلمانوں کو آپس میں عاجزی اور تواضع سے پیش آنا چاہیے۔فخر، بڑائی اور تکبر کے ساتھ نہیں۔
اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو حکم دیا کہ

﴿ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴾[2]

’’مومنوں میں سے جو بھی آپ کا پیروکار ہو اس سے عاجزی سے پیش آئیں۔‘‘

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: «إِنَّ اللّٰهَ أَوْحٰى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلٰى أَحَدٍ ، وَلَا يَبْغِ أَحَدٌ عَلٰى أَحَدٍ »[3]

’’ بے شک اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی ہے کہ تم تواضع اختیار کرو یہاں تک کہ کوئی شخص کسی پر نہ فخر کرے اور نہ ہی کسی پر ظلم کرے۔‘‘

تواضع اختیار کرنے سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت ورفعت میں اضافہ فرماتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: « مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَّالٍ، وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ »[4]

’’صدقہ سے مال میں کمی نہیں آتی، درگذر کرنے سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت میں یقینی اضافہ کرتا ہے اور تواضع اختیار کرنے سے اللہ تعالیٰ اسے ضرور بلندی عطا کرتا ہے۔‘‘

⑥ مسلمان بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: « مَنْ عَادَ مَرِيْضًا نَادٰى مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ: طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ ، وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا »[5]

’’جو شخص مریض کی عیادت کرے تو آسمان سے ایک اعلان کرنے والا اعلان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ تمھیں خوشحالی نصیب ہو، تمھارا چلنا بہت اچھا ہے اور تم نے جنت میں ایک گھر بنالیا ہے۔‘‘

دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: « إِذَا عَادَ الرَّجُلُ أَخَاهُ أَوْ زَارَهُ قَالَ اللّٰهُ لَهُ : طِبْتَ وَطَابَ

---

① صحيح الترغيب والترهيب : 1742-1743
② الشعراء 26: 215
③ سنن أبي داؤد: 4895 - وصححه الألباني
④ صحيح مسلم : 2588
⑤ سنن ابن ماجه: 1443 - وحسنه الألباني

مَمْشَاكَ ، وَتَبَوَّأْتَ مَنْزِلًا فِي الْجَنَّةِ »①

''جب ایک آدمی اپنے بھائی کی عیادت یا اس سے ملاقات کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے کہتا ہے: تم اچھے ہو اور تمھارا چلنا بھی اچھا ہے اور تم نے جنت میں گھر بنالیا ہے۔''

اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا عَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ فِي خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَرْجِعَ »

''ایک مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کیلئے جاتا ہے تو وہ واپس لوٹنے تک جنت کے میووں میں رہتا ہے۔''②

صرف یہی نہیں کہ مسلمان بھائی کی عیادت کرنے والے شخص کو جنت کی بشارت دی جاتی ہے بلکہ ستر ہزار فرشتے دن رات اس کی مغفرت کیلئے دعا کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: «مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُودُ مُسْلِمًا غَدْوَةً إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُمْسِيَ ، وَإِنْ عَادَهُ عَشِيَّةً إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُصْبِحَ ، وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ فِي الْجَنَّةِ »③

''کوئی مسلمان جب صبح کے وقت مسلمان بھائی کی عیادت کرے تو شام ہونے تک ستر ہزار فرشتے اس کیلئے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں اور اگر وہ شام کے وقت اس کی عیادت کرے تو صبح ہونے تک ستر ہزار فرشتے اس کی مغفرت کیلئے دعا کرتے رہتے ہیں اور جنت میں اس کیلئے ایک باغ ہوگا۔''

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ : يَا ابْنَ آدَمَ ! مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِي ، قَالَ : يَا رَبِّ ! كَيْفَ أَعُودُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ ؟ قَالَ : أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِي فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ ؟ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِي عِنْدَهُ ؟ »④

''بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا تو تم نے میری عیادت بھی نہ کی؟ وہ کہے گا: اے میرے رب! میں آپ کی عیادت کیسے کرتا جبکہ آپ تو رب العالمین ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تمھیں معلوم نہ تھا کہ میرا فلاں بندہ مریض ہے، پھر تم نے اس کی عیادت نہ کی! کیا تمھیں علم نہ تھا کہ اگر تو

① الأدب المفرد :345۔ وحسنه الألبانی
② صحیح مسلم :2568
③ سنن الترمذی :969 ۔ وصححه الألبانی
④ صحیح مسلم :2569

اس کی عیادت کرتا تو مجھے بھی وہیں پاتا!''

⑦ مسلمان کی خیر خواہی کرنا

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

«بَايَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ»①

''میں نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی کہ نماز ہمیشہ پڑھتا رہوں گا، زکاۃ دیتا رہوں گا اور ہر مسلمان کیلئے خیر خواہی کروں گا۔''

اور خیر خواہی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے بھائی کیلئے ہر وہ چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

«لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ»②

''تم میں سے کوئی شخص (کامل) ایمان والا نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ وہ اپنے بھائی کیلئے بھی وہی چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔''

⑧ ایک دوسرے سے تعاون کرنا

مسلمان کا مسلمان پر حق ہے کہ وہ نیکی کے کاموں میں اس سے تعاون کرے، اگر وہ پریشان ہو تو اس کا ساتھ دے اور جہاں تک ہو سکے اس کی مدد کرے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾③

''تم نیکی اور تقویٰ کی بنیاد پر ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو۔''

اور حدیث شریف میں آپ ﷺ نے تمام مومنوں کو ایک دیوار کی مانند قرار دیا ہے:

«اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ، يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا»④

''ایک مومن دوسرے مومن کیلئے دیوار کی مانند ہے جس کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کو مضبوط بناتی ہے۔''

---

① صحیح البخاری: 1401، صحیح مسلم: 56 ② صحیح البخاری: 13، صحیح مسلم: 45

③ المائدۃ 5: 2 ④ صحیح البخاری: 481، صحیح مسلم: 2585

لہٰذا ہر مومن کو دوسرے مومن سے تعاون کرتے ہوئے اسے مضبوط بنانا چاہئے اور ضرورت کے وقت اسے بے یار و مددگار نہیں چھوڑنا چاہئے۔

اور جو شخص اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے۔

ارشادِ نبوی ہے: «مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ، وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ، وَاللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ »①

"جو شخص کسی مومن کی دنیاوی پریشانیوں میں سے ایک پریشانی کو ختم کرے اللہ تعالیٰ اس کی اخروی پریشانیوں میں سے ایک پریشانی کو ختم کر دے گا اور جو شخص کسی تنگدست پر آسانی کرے اللہ تعالیٰ اس کیلئے دنیا و آخرت میں آسانی کرے گا اور جو آدمی کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد کرتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔"

یاد رہے کہ محتاجوں کی مدد کرنے والا بھی مجاہد کی طرح ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: «اَلسَّاعِيْ عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ كَالْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَوِ الْقَائِمِ اللَّيْلَ اَلصَّائِمِ النَّهَارَ »②

"بیوہ اور مسکین کیلئے کوشش کرنے والا ایسے ہے جیسے اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا ہو یا جیسے رات کو قیام کرنے اور دن کو روزہ رکھنے والا ہو۔"

⑨ مظلوموں کی مدد کرنا

مسلمان کا مسلمان پر حق ہے کہ اگر اس پر ظلم کیا جائے، تو وہ اس کا ساتھ دے اور حسبِ قدرت اس کی مدد کرے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَإِنِ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ ﴾③

"اگر وہ تم سے دین کے بارے میں مدد طلب کریں تو ان کی مدد ضرور کرو۔"

اور نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: « اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ ، وَمَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهِ . . . »④

---

① صحيح مسلم :2699
② صحيح البخاري:5353
③ الأنفال8: 72
④ صحيح البخاري :2442، صحيح مسلم :2580

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، (چنانچہ) وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اسے ظالموں کے سپرد کرتا ہے اور جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت کو پورا کرنے میں لگا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کو پورا کرتا رہتا ہے۔''

اسی طرح آنحضور ﷺ کا ارشاد ہے:

«اُنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُوْمًا»

''اپنے بھائی کی مدد کرتے رہا کرو چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو۔''

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: مظلوم کی مدد کرنا تو ٹھیک ہے لیکن ظالم کی مدد کیسے کریں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: «تَكُفُّهُ عَنِ الظُّلْمِ فَذَاكَ نَصْرُكَ إِيَّاهُ» ①

''اسے ظلم سے روکنا اس کی مدد کرنا ہے۔''

⑩ مستحق لوگوں کیلئے سفارش کرنا

ایک مسلمان جب اپنے ایک جائز کام کیلئے سفارش کا محتاج ہو تو وہ شخص اس کے حق میں سفارش ضرور کرے جو اس کی طاقت رکھتا ہو۔

اللہ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿مَن يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُن لَّهُ نَصِيبٌ مِّنْهَا وَمَن يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُن لَّهُ كِفْلٌ مِّنْهَا﴾ ②

''جو شخص نیک بات کی سفارش کرے تو اس کو اس (کے ثواب) میں سے حصہ ملے گا اور جو بُری بات کی سفارش کرے اس کو اس (کے عذاب) میں سے حصہ ملے گا۔''

اور حضرت ابو موسی الأشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی سائل آتا یا آپ سے کوئی کام طلب کیا جاتا تو آپ فرماتے:

«اِشْفَعُوْا تُؤْجَرُوْا وَيَقْضِي اللّٰهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ ﷺ مَا شَاءَ» ③

''سفارش کرو، تمہیں بھی اجر ملے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی زبانی جو چاہے گا فیصلہ فرمائے گا۔''

خاص طور پر جب لوگ اپنے ذاتی اغراض ومقاصد کیلئے ناجائز سفارشیں کرتے ہوں اور مستحق لوگوں کا حق چھین کر غیر مستحق لوگوں کو دلواتے ہوں اور حق والے کو بغیر سفارش کے حق ملنا مشکل ہو تو ایسے میں اس کا حق

---

① صحيح البخاري :2444، والترمذي :2255(واللفظ له) ـ وصححه الألباني

② النساء4: 85 ③ صحيح البخاري:1432 ، صحيح مسلم:2627

دلوانے کیلئے اس کے حق میں سفارش ضرور کرنی چاہیے۔

⑪ مسلمان کیلئے غائبانہ دعا کرنا

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: « مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يَدْعُوْ لِأَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ إِلَّا قَالَ الْمَلَكُ : وَلَكَ بِمِثْلٍ » ①

"کوئی بندۂ مسلمان جب اپنے بھائی کیلئے اس کے پیٹھ پیچھے دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے: اور تیرے لئے بھی وہی چیز ہو جس کا تو اپنے بھائی کیلئے سوال کر رہا ہے۔"

مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے اپنے داماد (صفوان) سے پوچھا کہ اس سال تمھارا حج کرنے کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ تو انھوں نے کہا: تب ہمارے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے خیر وبھلائی کی دعا کرنا کیونکہ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ مسلمان کی اپنے بھائی کیلئے غائبانہ دعا قبول کی جاتی ہے۔ وہ جب بھی اس کیلئے خیر کی دعا کرتا ہے تو اس کے سر کے پاس ایک فرشتہ جس کی اس کے ساتھ ساتھ رہنے کی ڈیوٹی ہوتی ہے وہ ہر مرتبہ اس کی دعا پر آمین کہتا ہے اور وہ اس کیلئے دعا کرتا ہے کہ تجھے بھی وہی چیز نصیب ہو۔" ②

مسلمان کے مسلمان پر پانچ حقوق

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

« حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ: رَدُّ السَّلَامِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ، وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ » ③

"مسلمان کے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں: سلام کا جواب دینا، مریض کی عیادت کرنا، فوت شدہ کی نماز جنازہ پڑھنا (اور تدفین تک اس کے ساتھ رہنا۔) دعوت قبول کرنا اور چھینکنے والا (جب الحمد للہ کہے تو) اس کو یرحمك الله کہنا۔"

جبکہ مسلم کی ایک روایت میں چھ حقوق کا ذکر ہے۔ ایک یہ کہ وہ جب مسلمان سے ملے تو اسے سلام کہے،

① صحیح مسلم: 2732
② صحیح مسلم: 2733
③ صحیح البخاری: 1240، صحیح مسلم: 2162

دوسرا یہ کہ جب کوئی مسلمان کسی سے نصیحت طلب کرے تو وہ اسے نصیحت کرے۔ باقی چار حقوق وہی ہیں جن کا ذکر پچھلی حدیث میں کیا گیا ہے۔ ①

مسلمانوں کی خدمت نہایت عظیم عمل ہے

نبی کریم ﷺ کا ارشادگرامی ہے:

«أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللّٰهِ أَنْفَعُهُمْ، وَأَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ سُرُوْرٌ تُدْخِلُهُ عَلٰى مُسْلِمٍ، أَوْ تَكْشِفُ عَنْهُ كُرْبَةً، أَوْ تَقْضِيْ عَنْهُ دَيْنًا، أَوْ تَطْرُدُ عَنْهُ جُوْعًا، وَلَأَنْ أَمْشِيَ مَعَ أَخِي الْمُسْلِمِ فِيْ حَاجَةٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَعْتَكِفَ فِي الْمَسْجِدِ شَهْرًا ، وَمَنْ كَفَّ غَضَبَهُ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ ، وَمَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَلَوْ شَاءَ أَنْ يُّمْضِيَهُ أَمْضَاهُ مَلَأَ اللّٰهُ قَلْبَهُ رِضًى يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ مَشٰى مَعَ أَخِيْهِ الْمُسْلِمِ فِيْ حَاجَتِهِ حَتّٰى يُثْبِتَهَا لَهُ أَثْبَتَ اللّٰهُ تَعَالٰى قَدَمَهُ يَوْمَ تَزِلُّ الْأَقْدَامُ ، وَإِنَّ سُوْءَ الْخُلُقِ لَيُفْسِدُ الْعَمَلَ كَمَا يُفْسِدُ الْخَلُّ الْعَسَلَ» ②

’’لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو ان میں سب سے زیادہ نفع پہنچانے والا ہو اور اعمال میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب عمل وہ خوشی ہے جو آپ کسی مسلمان تک پہنچائیں، یا اس کی کسی پریشانی کو دور کریں ، یا اس کی طرف سے قرض ادا کردیں ، یا (کھانا کھلا کر) اس کی بھوک ختم کردیں اور مسلمان بھائی کے کسی کام کیلئے اس کے ساتھ چلنا مجھے مسجد میں ایک مہینہ اعتکاف بیٹھنے سے زیادہ محبوب ہے اور جو آدمی اپنے غصے پر قابو پالے اللہ تعالیٰ اس کے عیب پر پردہ ڈال دیتا ہے اور جو آدمی غصہ پی جائے حالانکہ اگر وہ چاہتا تو اس سے انتقام بھی لے سکتا تھا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے دل کو خوشی سے بھر دے گا اور جو آدمی اپنے بھائی کے کسی کام کیلئے اس کا ساتھ دے یہاں تک کہ اس کا وہ کام پورا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسے اس دن ثابت قدم رکھے گا جب لوگوں کے قدم پھسل رہے ہونگے اور بد اخلاقی عمل کو اس طرح خراب کرتی ہے جیسا کہ سرکہ شہد کو خراب کرتا ہے۔‘‘

دوسرا خطبہ

برادران اسلام ! اخوت و بھائی چارے کی اہمیت وضرورت اور اس کے فضائل کے علاوہ مسلمانوں کے باہمی

① صحیح مسلم :2162 ② صحیح الجامع للألبانی :176

حقوق ذکر کرنے کے بعد اب ہم اُن امور کا تذکرہ کرتے ہیں جن کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان تعلقات میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور جن کی بناء پر ان کے درمیان اخوت و بھائی چارے کی فضا نفرت وعداوت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اِن امور کو ذکر کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم ان سے پرہیز کریں تاکہ ہمارے آپس کے تعلقات خوشگوار رہیں اور ان میں بگاڑ پیدا نہ ہو۔

برادرانہ تعلقات کو بگاڑنے والے اُمور

① غیبت

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ایک دوسرے کی غیبت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ﴾ ①

”اور تم میں سے کوئی شخص دوسرے کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اسے ناپسند کرو گے۔“

گویا اللہ تعالیٰ یہ فرما رہے ہیں کہ غیبت کرنا ایسے ہی ہے جیسے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا ہے۔ لہٰذا جس طرح تمھیں اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا ناپسند ہے اسی طرح اس کی غیبت بھی ناپسند ہونی چاہیے۔

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: «مَنْ أَكَلَ لَحْمَ أَخِيهِ فِي الدُّنْيَا قُرِّبَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ لَهُ: كُلْهُ مَيْتًا كَمَا أَكَلْتَهُ حَيًّا، فَيَأْكُلُهُ وَيَكْلَحُ وَيَصِيحُ» ②

”جس آدمی نے (غیبت کرکے) اپنے بھائی کا گوشت کھایا قیامت کے روز اس کا گوشت اس کے قریب کرکے اسے کہا جائے گا: لو اسے مردہ حالت میں کھالو جیسا کہ تم نے اس کی زندگی میں اسے کھایا تھا۔ چنانچہ وہ اسے کھائے گا اور انتہائی بدشکل ہو جائے گا اور چیخے گا۔“

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «أَتَدْرُونَ مَا الْغِيبَةُ؟» ”کیا تمھیں معلوم ہے کہ غیبت کیا ہے؟“ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: «ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ» ”تم اپنے بھائی کا ذکر اس چیز کے ساتھ کرو جسے وہ نا

---

① الحجرات 12:49 ② قال الحافظ فی الفتح (الأدب ـ باب الغيبة): سنده حسن

پسند کرتا ہو۔" پوچھا گیا کہ میں اس کے بارے میں جو کچھ کہوں اگر وہ واقعتاً اس میں موجود ہو تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: « إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ ، وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ » "اگر وہ چیز اس میں موجود ہو جو تم کہتے ہو تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں نہ ہو تو تم نے اس پر بہتان باندھا۔"[1]

واضح رہے کہ جس آدمی کے سامنے کسی کی غیبت کی جائے اسے اس کا دفاع کرنا چاہئے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: « مَنْ ذَبَّ عَنْ عِرْضِ أَخِيهِ بِالْغَيْبَةِ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُّعْتِقَهُ مِنَ النَّارِ »[2] "جو شخص اپنے بھائی کی عزت کا غائبانہ دفاع کرے تو اللہ پر اس کا یہ حق ہے کہ اسے جہنم سے آزاد کردے۔"

④ چغل خوری

مسلمانوں کے باہمی تعلقات کو بگاڑنے والے امور میں سے ایک ہے چغل خوری کرنا۔ یعنی ایک آدمی کی بات سن کر دوسرے تک پہنچانا اور اُس کی بات سن کر اِس تک پہنچانا تاکہ دونوں کے درمیان تعلقات خراب ہوں۔ اسی طرح دو بھائیوں کو، یا خاوند بیوی کو، یا کاروبار میں دو شریکوں کو، یا دو دوستوں کو، یا دو قبیلوں کو، یا دو فریقوں کو یا دو ملکوں کو ایک دوسرے کے خلاف برانگیختہ کرنا بھی چغل خوری میں شامل ہے۔

اور یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے چغل خوری کرنے والے کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اس کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گذرے تو آپ نے فرمایا: « إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ وَإِنَّهُ لَكَبِيرٌ، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ لَا يَسْتَنْزِهُ مِنْ بَوْلِهِ »[3]

"ان دونوں کو عذاب دیا جارہا ہے اور ان کو یہ عذاب (ان کے خیال کے مطابق) کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں دیا جارہا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کا گناہ بڑا ہے۔ ان میں سے ایک چغل خوری کیا کرتا تھا اور دوسرا اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔"

بلکہ اس کے متعلق یہ بھی ارشاد فرمایا کہ وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

---

① صحیح مسلم :2589 ② صحیح الجامع للألبانی :6240

③ صحیح البخاری ۔ الجنائز :1378 ، صحیح مسلم .. الطھارۃ :292

ارشاد ہے: « لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ »[1]

''چغل خوری کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔''

دوسری روایت میں ہے: « لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ »[2]

③ بدظنی اور تجسس کرنا

بدگمانی اور تجسس کرنے سے بھی مسلمانوں کے درمیان باہمی تعلقات میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو ان دونوں کاموں سے منع کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا﴾[3]

''اے ایمان والو! تم زیادہ گمان کرنے سے بچو کیونکہ بعض گمان گناہ ہے اور جاسوسی نہ کیا کرو۔''

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: « إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ، وَلَا تَحَسَّسُوْا، وَلَا تَجَسَّسُوْا ...... »[4]

''تم بدگمانی کرنے سے بچو کیونکہ یہ سب سے جھوٹی بات ہے اور تم چوری چھپے کسی کی بات نہ سنا کرو اور نہ ہی ایک دوسرے کے عیب تلاش کیا کرو.....''

بعض لوگ اِس تاک میں رہتے ہیں کہ انھیں کسی طرح کسی کا کوئی عیب معلوم ہو جائے۔ اس لئے وہ اس کا پیچھا کرتے رہتے ہیں، یا چوری چھپے اس کی باتیں سننے کی کوشش کرتے ہیں، یا اس کے خطوط پڑھتے ہیں، یا بعض دستاویزات تک رسائی کی کوشش کرتے ہیں تاکہ اسکے بارے میں انھیں کوئی عیب معلوم ہو اور پھر وہ اس کے عیبوں کو لوگوں کے درمیان اچھال کر اس کی تذلیل کریں، یا پولیس وغیرہ کو اس کی اطلاع دے کر اسے رسوا کریں تو اس طرح کی ساری حرکات حرام ہیں اور ان سے بچنا اور اپنے بھائیوں کے عیبوں پر پردہ ڈالنا مسلمانوں پر لازم ہے۔

④ مذاق اڑانا یا برے القاب سے پکارنا

مسلمانوں میں سے کسی کو حقیر سمجھتے ہوئے اور اپنے آپ کو اس سے بہتر تصور کرتے ہوئے اس کا مذاق اڑانا یا اسے برے لقب سے یاد کرنا حرام ہے۔

---

① صحیح مسلم :105
② صحیح البخاری :6056، صحیح مسلم :105
③ الحجرات49 :12
④ صحیح البخاری :6066، صحیح مسلم :2563

اللہ تعالیٰ مومنوں کو ایک دوسرے کا مذاق اڑانے یا برے القاب کے ساتھ پکارنے سے منع کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ﴾ ①

''ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کا (مذاق اڑائیں) ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں ور آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا برا لقب رکھو۔''

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: «بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْتَقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ» ②

''کسی آدمی کے برا ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی کو حقیر سمجھے۔''

⑤ بغض اور حسد

کسی مسلمان سے بغض رکھنا اور اس سے حسد کرنا حرام ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: «لَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا ، وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَحَسَّسُوْا ، وَلَا تَنَاجَشُوْا ، كُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا» ③

''تم ایک دوسرے سے بغض رکھو اور نہ باہم حسد کرو۔ نہ جاسوسی کیا کرو اور نہ ہی چوری چھپے کسی کی گفتگو سنا کرو اور خریداری کے ارادے کے بغیر محض کسی چیز کی قیمت بڑھانے کیلئے بولی نہ لگایا کرو کہ دوسرا آدمی دھوکہ کھا جائے اور تم سب اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو۔''

نیز فرمایا: «دَبَّ إِلَيْكُمْ دَاءُ الْأُمَمِ قَبْلَكُمْ: اَلْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ هِيَ الْحَالِقَةُ ، لَا أَقُوْلُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّيْنَ ، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا ، أَفَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِمَا يُثْبِتُ ذَاكُمْ لَكُمْ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ» ④

''تمھاری طرف تم سے پہلی امتوں کی ایک بیماری چل نکلی ہے اور وہ ہے حسد اور بغض اور یہ بیماری ایسی ہے جو بالکل صفایا کر دیتی ہے ، بالوں کا نہیں بلکہ دین کا۔ اللہ کی قسم ! تم جنت میں داخل نہیں ہو گے یہاں تک کہ ایمان لے آؤ اور تم ایمان والے نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ ایک دوسرے سے محبت کرو۔ تو کیا میں تمھیں وہ چیز نہ

① الحجرات 11:49
② سنن الترمذی :1927۔ وصححه الألبانی
③ صحیح مسلم:2563
④ سنن الترمذی:2510۔وحسنه الألبانی

بتلاؤں جو تمھارے درمیان اس محبت کو دیر تک قائم رکھے گی؟ تم آپس میں سلام کو عام کردو۔"

⑥ قطع تعلق کرنا

کسی مسلمان سے محض دنیاوی اغراض ومقاصد کیلئے قطع تعلق کرنا، سلام ودعا چھوڑنا اور اس سے نفرت کرنا قطعا درست نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:((لَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا، وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَّهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ))①

"تم ایک دوسرے سے بغض رکھو اور نہ ایک دوسرے سے حسد کرو اور نہ ہی ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو اور تم سب اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو۔ کسی مسلمان کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ تک چھوڑ رکھے۔" یعنی نہ اس سے سلام دعا رکھے اور نہ بات چیت کرے۔

بخاری ومسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ ((وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ))②

"ان دونوں میں سے بہتر وہ ہے جو سلام کہنے میں پہل کرے۔"

یاد رہے کہ جو دو بھائی آپس میں قطع تعلق کر لیتے ہیں ان کی مغفرت نہیں کی جاتی تاوقتیکہ وہ آپس میں صلح کر لیں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((تُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا إِلَّا رَجُلًا كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ:أَنْظِرُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا، أَنْظِرُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا، أَنْظِرُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا))③

"ہر پیر اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں، پھر ہر اس آدمی کی مغفرت کر دی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کرتا۔ سوائے اس آدمی کے جو اپنے بھائی سے بغض وعداوت رکھتا ہو، چنانچہ ان دونوں کے بارے میں تین مرتبہ کہا جاتا ہے: ان کو مہلت دے دو یہاں تک کہ یہ صلح کر لیں۔"

بنا بریں ہم پر واجب ہے کہ ہم مسلمانوں سے قطع تعلقی نہ کریں اور آپس کے تعلقات کو خوشگوار بنائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے اور مسلمانوں کے درمیان الفت ومحبت پیدا فرمائے۔ آمین

---

① صحیح البخاری :6065، صحیح مسلم : 2559

② صحیح البخاری :6077، صحیح مسلم :2560

③ صحیح مسلم :2565

سچ کے فوائد اور جھوٹ کے نقصانات

اہم عناصرِ خطبہ:

① سچ بولنے کی اہمیت
② سچ بولنے کے فوائد
③ جھوٹ کے نقصانات
④ جھوٹ کی مختلف صورتیں

پہلا خطبہ

برادرانِ اسلام! اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو صاف سیدھی گفتگو کرنے کا حکم دیا ہے۔

اِرشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِیْدًا ۝ یُصْلِحْ لَکُمْ أَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوبَکُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا﴾ [①]

''اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور بات صاف سیدھی کیا کرو۔ اس سے اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو درست کردے گا اور تمھارے گناہ معاف کردے گا۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتا رہے اس نے یقیناً بڑی کامیابی حاصل کرلی۔''

صاف سیدھی گفتگو سے مراد وہ گفتگو ہے جس میں جھوٹ اور ہیر پھیر نہ ہو اور وہ سچ پر مشتمل ہو۔ اس کا حکم دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کے دو فائدے ذکر کیے ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ صاف سیدھی گفتگو کرنے والوں کے اعمال کو درست کردے گا اور دوسرا یہ کہ وہ ان کے گناہ معاف فرمادے گا۔ لٰہذا ہر مسلمان کو جھوٹ سے پرہیز کرتے ہوئے سچی اور صاف سیدھی گفتگو کرنی چاہیے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے تمام اہلِ ایمان کو سچ بولنے والوں میں شامل ہونے کا حکم دیا ہے۔

فرمان ہے: ﴿یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَکُونُوا مَعَ الصَّادِقِیْنَ﴾ [②]

''اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور سچ بولنے والوں کے ساتھ ہو جاؤ۔''

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو یہ حکم اُن تین صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی توبہ قبول کرنے کے بعد دیا جو جنگ تبوک سے بغیر عذر کے پیچھے رہ گئے تھے اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو انھوں نے منافقین کی طرح جھوٹے عذر بیان کرنے کی بجائے سچ بولا اور اعترافِ گناہ کرلیا۔

---

① الأحزاب 33: 70-71
② التوبة 9:119

اللہ تعالیٰ نے ان کے سچ بولنے کی وجہ سے ان کی توبہ قبول کر لی اور اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے اُس عذاب سے بچ گئے جس کی وعید اس نے جھوٹے عذر بیان کرنے والے منافقوں کو یوں سنائی :

﴿إِنَّهُمْ رِجْسٌ وَّمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ جَزَاءًۢ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾[1]

''وہ ناپاک ہیں اور ان کے کرتوتوں کے باعث ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔''

ان تین صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں جو بیان کرتے ہیں کہ میں جنگ تبوک کے وقت انتہائی خوشحال تھا اور باغات پھلوں سے لدے ہوئے تھے۔ جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم روانہ ہوئے تو میں نے سوچا کہ اگر میں بعد میں بھی روانہ ہوا تو ان سے جا ملنے پر قادر ہوں لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ وہ لوگ بہت آگے چلے گئے اور میں پیچھے رہ گیا۔ میں جب گھر سے باہر نکلتا تو مجھے یہ بات افسردہ کر دیتی کہ میرے جیسا اور کوئی نہیں جو اس جنگ سے پیچھے رہا ہو سوائے منافقوں کے یا ان لوگوں کے جنھیں اللہ تعالیٰ نے معذور قرار دیا ہے۔

پھر جب مجھے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس روانہ ہو چکے ہیں تو میں شدید غمزدہ ہوا اور آپ ﷺ کی ناراضگی سے بچنے کیلئے مختلف جھوٹے عذر سوچنے لگا۔ میں نے اس سلسلے میں اپنے گھر والوں میں سے کچھ سمجھدار افراد سے مشورہ بھی کیا لیکن جب میں نے سنا کہ آنحضور ﷺ بس پہنچنے ہی والے ہیں تو میرے دل سے جھوٹے خیالات نکل گئے اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ آپ ﷺ کے سامنے سچ بول کر ہی میں نجات حاصل کر سکتا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ جب تشریف لے آئے تو آپ نے مسجد میں دو رکعات ادا کیں، بعد ازاں لوگوں سے میل ملاقات کیلئے بیٹھ گئے۔ جنگ سے پیچھے رہ جانے والے لوگ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے، سب نے قسمیں اٹھا کر مختلف عذر پیش کئے۔ ان کی تعداد اسی (۸۰) سے زیادہ تھی۔ آپ ﷺ نے ان کے عذر قبول کر لئے اور ان کیلئے استغفار کرتے ہوئے ان کے باطن کو اللہ کے سپرد کر دیا۔

پھر میں آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ نے پوچھا کہ تم کیوں پیچھے رہے؟

میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اگر میں آپ کے علاوہ کسی اور کے سامنے ہوتا تو میں اس کی ناراضگی سے ضرور بچ نکلتا کیونکہ مجھے فصاحت وبلاغت دی گئی ہے جس کی بناء پر میں اپنا موقف منوا سکتا ہوں۔ لیکن اللہ کی قسم! مجھے یقین ہے کہ اگر میں جھوٹ بول کر آپ کو راضی کرنے میں کامیاب ہو بھی جاؤں تو اللہ تعالیٰ آپ کو حقیقت حال سے آگاہ کر کے مجھ سے ناراض کر دے گا۔ اور اگر میں آپ سے سچ بولوں تو ہو سکتا ہے کہ آپ مجھ سے ناراض ہو جائیں لیکن مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا نتیجہ اچھا نکالے گا۔

---

① التوبة 95:9

اللہ کی قسم! میرے پاس کوئی عذر نہ تھا بلکہ میں اس جنگ کے وقت جتنا خوشحال اور طاقتور تھا اتنا کبھی نہ تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « أَمَّا هَذَا فَقَدْ صَدَقَ ، فَقُمْ حَتّٰى يَقْضِيَ اللّٰهُ فِيْكَ »

''رہا یہ شخص تو اس نے سچ بولا ہے۔لہٰذا تم چلے جاؤ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمھارے بارے میں کوئی فیصلہ کردے۔''

اس کے بعد میں چلا گیا۔لوگوں نے مجھے ڈانٹا کہ اگر میں بھی منافقوں کی طرح کوئی عذر بیان کردیتا تو یقیناً آپ ﷺ میرے لئے بھی استغفار فرماتے ۔ میں نے پوچھا کہ کیا کوئی اور بھی ہے جس کا معاملہ میرے معاملے جیسا ہو؟ انھوں نے کہا: ہاں ، دو اور ہیں جنھیں یہی جواب دیا گیا ہے جو تمھیں دیا گیا ہے اور وہ ہیں: مرارہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ ۔ چنانچہ میں چلا گیا۔

رسول اکرم ﷺ نے لوگوں کو ہم تینوں سے بات چیت کرنے سے منع کردیا۔ چنانچہ وہ ہم سے کنارہ کش ہو گئے اور اس قدر بے رخی اختیار کی کہ مجھے ایسے لگا جیسے یہ زمین بھی وہ نہیں جسے میں پہلے جانتا تھا۔

میرے دونوں ساتھی تو اپنے گھروں میں جا کر بیٹھ گئے اور روتے ہوئے دن رات گذارنے لگے ۔ جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں ان کی نسبت کم سن تھا اور مضبوط اعصاب کا مالک تھا۔ میں گھر سے باہر نکلتا، مسجد میں جا کر نماز ادا کرتا، بازاروں میں گھومتا لیکن کوئی شخص مجھ سے بات نہ کرتا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے بھی آتا، آپ کی خدمت سلام پیش کرتا اور دل میں کہتا کہ پتہ نہیں آپ ﷺ نے ہونٹ بھی ہلائے ہیں یا نہیں؟ میں آپ ﷺ کے قریب نماز ادا کرتا، جب پوری طرح نماز کی طرف متوجہ رہتا تو آپ ﷺ مجھے دیکھتے رہتے ، لیکن جب میں آپ کی طرف التفات کرتا تو آپ نظریں ہٹا لیتے ۔

یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔ میں لوگوں کی بے رخی سے تنگ آچکا تھا۔اسی دوران مجھے غسان کے بادشاہ کی طرف سے ایک خط ملا جس میں لکھا ہوا تھا کہ ہمیں معلوم ہوا کہ تمھارے ساتھی نے تمھارے ساتھ بے وفائی کی ہے حالانکہ تم وہ شخص نہیں جسے اس طرح ضائع کردیا جائے۔لہٰذا تم ہمارے پاس آجاؤ، ہم تمھارا ساتھ دیں گے اور تم سے ہمدردی کریں گے ۔ میں نے وہ خط جلا دیا اور دل میں کہا کہ یہ ایک اور آزمائش ہے۔

چالیس دن گذرنے کے بعد ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کا حکم آیا کہ ہم اپنی بیویوں سے بھی الگ ہو جائیں ۔ چنانچہ میں نے اپنی بیوی کو اس کے گھر والوں کے پاس بھیج دیا۔

اس طرح پچاس راتیں گذر گئیں ۔ پچاسویں رات گذرنے کے بعد میں نے نماز فجر اپنے گھر کی چھت پر ادا کی ۔ میری حالت وہی تھی جو اللہ تعالیٰ نے ذکر کی ہے کہ

﴿ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ﴾ [1]

''زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور ان کی اپنی جانیں بھی تنگ ہوگئیں اور انہیں یہ یقین تھا کہ اللہ کے سوا ان کیلئے کوئی جائے پناہ نہیں۔''

واقعتاً میری جان بھی مجھ پر تنگ تھی اور زمین بھی باوجود وسیع ہونے کے تنگ تھی۔ اسی دوران میں نے چیخنے والے کی آواز سنی جو 'جبل سلع' کے اوپر چڑھ کر باآواز بلند کہہ رہا تھا: « يَا كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ ، أَبْشِرْ » ''اے کعب بن مالک! تمھیں خوشخبری ہو۔''

یہ سن کر میں سجدے میں گر گیا اور میں نے جان لیا کہ اب مشکل ٹل گئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو ہماری توبہ کی قبولیت کے بارے میں آگاہ کیا تو وہ سب ہمیں خوشخبری سنانے کیلئے نکل پڑے۔ ایک شخص اپنے تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر میری طرف دوڑا لیکن جس نے مجھے پہاڑ کے اوپر سے باآواز بلند خوشخبری سنائی تھی اس کی آواز گھوڑے سے زیادہ تیز رفتار ثابت ہوئی۔

میں رسول اللہ ﷺ کی طرف روانہ ہوا تو لوگ فوج در فوج مجھے ملتے اور مبارکباد دیتے ہوئے کہتے: اللہ تعالیٰ نے تمھاری توبہ قبول کر لی، تمھیں مبارک ہو۔

میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جو مسجد میں تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام پیش کیا۔ اس وقت آپ کا چہرۂ انور خوشی کی وجہ سے چمک رہا تھا اور اتنا روشن تھا جیسے چاند کا ٹکڑا ہو۔

آپ نے فرمایا: « أَبْشِرْ بِخَيْرِ يَوْمٍ مَرَّ عَلَيْكَ مُنْذُ وَلَدَتْكَ أُمُّكَ »

''جب سے تمہیں تمھاری ماں نے جنم دیا آج کا دن تیرے لئے سب سے بہتر ہے، لہٰذا تمھیں اس کی خوشخبری ہو۔''

میں آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں اپنی توبہ کی قبولیت کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنا پورا مال اللہ اور اس کے رسول ﷺ کیلئے صدقہ کرتا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: « أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ »

''تم کچھ مال اپنے پاس رکھ لو، یہ تمھارے لئے بہتر ہے۔''

میں نے کہا: مجھے جو حصہ خیبر سے ملتا ہے میں اسی کو اپنے پاس رکھ لوں گا۔

---

[1] التوبة 118:9

اس کے بعد میں نے کہا: « يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! إِنَّمَا أَنْجَانِيْ بِالصِّدْقِ ، وَإِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ أَنْ لَّا أُحَدِّثَ إِلَّا صِدْقًا مَا بَقِيْتُ »

''اے اللہ کے رسول ! مجھے اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کی وجہ سے ہی نجات دی ہے، اس لئے میں اپنی توبہ کی قبولیت کے شکرانے کے طور پر جب تک زندہ رہونگا جھوٹ نہیں بولوں گا۔''

اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کی توفیق دے کر کسی شخص پر اتنا احسان کیا ہو جیسا کہ مجھ پر کیا۔

«وَاللّٰهِ مَا تَعَمَّدْتُ كَذْبَةً مُنْذُ قُلْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِلٰى يَوْمِيْ هٰذَا وَإِنِّيْ لَأَرْجُوْ أَنْ يَّحْفَظَنِيَ اللّٰهُ فِيْمَا بَقِيَ »[1]

''اللہ کی قسم! میں نے جب سے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے کہی اُس وقت سے اب تک کبھی جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولا۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ بقیہ زندگی میں بھی مجھے اس سے محفوظ رکھے گا۔''

اس طویل قصہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ سچ بولنے والوں کو اپنے عذاب سے نجات دیتا ہے اور ان کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ

اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے والے مردوں اور سچ بولنے والی خواتین سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتَاتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقَاتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرَاتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِيْنَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظَاتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرَاتِ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّأَجْرًا عَظِيْمًا﴾[2]

''بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومنہ عورتیں، فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں، راست باز مرد اور راست باز عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں، روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت

[1] مختصرا من صحيح البخاري :4418 و مسلم :2769

[2] الأحزاب 33: 35

کرنے والی عورتیں، بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، ان سب کیلئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔"

اور نہ صرف مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا بلکہ سچ بولنے والوں کو جنت کی بشارت بھی دی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَالَ اللّٰهُ هَذَا يَوْمُ يَنفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ [1]

"اللہ فرمائے گا کہ آج وہ دن ہے کہ سچوں کو اُن کی سچائی ہی فائدہ دے گی، اُن کیلئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ بستے رہیں گے۔ اللہ اُن سے خوش ہے اور وہ اللہ سے خوش ہیں۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔"

سچ بولنا متقین کی صفت ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ☆ لَهُم مَّا يَشَاءُونَ عِندَ رَبِّهِمْ ذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ﴾ [2]

"اور جو شخص سچی بات لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی وہی لوگ متقی ہیں۔ وہ جو چاہیں گے ان کے لئے ان کے پروردگار کے پاس (موجود) ہے۔ نیکوکاروں کا یہی بدلہ ہے۔"

اس آیتِ کریمہ سے ثابت ہوا کہ سچ بولنا تقویٰ کا لازمی تقاضا اور متقی لوگوں کی لازمی صفت ہے۔

صدق نیکی کی طرف راہنمائی کرتا ہے

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: «عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ إِلَى الْجَنَّةِ، وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيْقًا، وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِيْ إِلَى الْفُجُوْرِ وَإِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِيْ إِلَى النَّارِ، وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا» [3]

"تم ہمیشہ سچ ہی بولا کرو کیونکہ سچ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے۔ اور ایک

[1] المائدة 5: 119 [2] الزمر 39: 33-43 [3] صحیح مسلم: 2607

شخص ہمیشہ سچ بولتا اور سچ ہی کی تلاش میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ نہایت سچ بولنے والا آدمی ہے۔ اور تم جھوٹ سے پرہیز کیا کرو کیونکہ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم تک پہنچا دیتا ہے۔ اور ایک شخص ہمیشہ جھوٹ بولتا اور جھوٹ ہی کا متلاشی رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ بہت زیادہ جھوٹ بولنے والا ہے۔''

صدق انبیائے کرام علیہم السلام کا اخلاق

تمام انبیائے کرام علیہم السلام ہمیشہ سچ بولتے تھے اور صدق ان کے اخلاق فاضلہ کا لازمی حصہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف انبیاء علیہم السلام کی یہ صفت یوں ذکر فرمائی:

☆ یوسف علیہ السلام: ﴿أَنَا رَاوَدتُّهُ عَن نَّفْسِهِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ﴾ ①

☆ ابراہیم علیہ السلام: ﴿إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا﴾ ②

☆ اسی طرح ادریس علیہ السلام کے بارے میں بھی فرمایا: ﴿إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا﴾ ③

☆ اسحاق اور یعقوب علیہما السلام: ﴿وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا﴾ ④

☆ اسماعیل علیہ السلام: ﴿إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ﴾ ⑤

اور جہاں تک امام الأنبیاء حضرت محمد ﷺ کا تعلق ہے تو آپ نبوت ملنے سے پہلے ہی ''الصادق الأمین'' کے القاب سے مشہور تھے اور اپنوں کے علاوہ غیروں نے بھی آپ کے بارے میں یہ گواہی دی کہ « مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ إِلَّا صِدْقًا » ⑥ ''ہم نے آپ کو ہمیشہ سچ بولتے ہوئے ہی پایا ہے۔''

اور جب ابوسفیان شاہِ روم (ہرقل) کے ہاں حاضر ہوئے تو اس وقت وہ مسلمان نہ تھے، انھوں نے بہت بعد میں اسلام قبول کیا۔ ہرقل نے ان سے نبی کریم ﷺ کے متعلق کئی سوالات کیے۔ ان میں سے ایک سوال یہ تھا کہ وہ آپ کو کن کن باتوں کا حکم دیتے ہیں؟ تو ابوسفیان نے کہا تھا: « يَقُوْلُ : اعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهُ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا، وَاتْرُكُوْا مَا يَقُوْلُ آبَاؤُكُمْ، وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالصِّلَةِ » ''وہ فرماتے ہیں: تم اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک مت بناؤ اور جو کچھ تمھارے آباء واجداد کہتے تھے اسے چھوڑ دو۔ اس کے علاوہ آپ ہمیں نماز پڑھنے، سچ بولنے، پاکدامن رہنے اور

---

① یوسف 12:51 ② مریم 19:41 ③ مریم 19:56 ④ مریم 19:50
⑤ مریم 19:54 ⑥ صحیح البخاری :4770، صحیح مسلم :208

صلہ رحمی کا حکم بھی دیتے ہیں۔“

یہ سن کر ہرقل نے کہا: جو کچھ تم کہہ رہے ہو اگر یہ برحق ہے تو وہ (نبی کریم ﷺ) عنقریب میرے تخت پا کے مالک بن جائیں گے۔ ①

آپ ﷺ کے صادق (سچا) ہونے اور سچ بولنے کا حکم دینے کے بارے میں یہ شہادت ان لوگوں نے دی جو آپ کے جانی دشمن تھے۔ اور سچ وہی ہوتا ہے جس کو دشمن بھی تسلیم کریں۔

اور جب رسول اکرم ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی اور آپ شدید پریشانی کے عالم میں گھر واپس لوٹے تو ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے کہا تھا:

«فَوَ اللّٰهِ لَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ أَبَدًا، وَاللّٰهِ إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَصْدُقُ الْحَدِيْثَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ» ②

”اللہ کی قسم! آپ کو اللہ تعالیٰ کبھی رسوا نہ کرے گا۔ اللہ کی قسم! آپ تو صلہ رحمی کرتے، سچ بولتے، بوجھ اٹھاتے، جس کے پاس کچھ نہ ہو اسے کما کر دیتے، مہمان نوازی کرتے اور مصائب وآلام میں دوسروں کی مدد کرتے ہیں۔“

یعنی آپ کے ان اخلاق کریمانہ کے پیش نظر اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔

اس سے ثابت ہوا کہ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی طرح حضرت محمد ﷺ بھی صادق تھے اور صدق آپ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق کا ایک لازمی حصہ تھا۔ ایسا کیوں نہ ہو جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حسن اخلاق کے اعلیٰ مرتبے پر فائز قرار دیا ہے: ﴿وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ ③

لہٰذا ہمیں بھی انبیائے کرام علیہم السلام کی اتباع کرتے ہوئے ہمیشہ سچ ہی بولنا چاہئے اور جھوٹ سے اپنی زبان کو پاک رکھنا چاہئے۔

عمومی گفتگو میں سچ ہی بولنا چاہئے

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: «اِضْمَنُوْا لِيْ سِتًّا مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَضْمَنْ لَكُمُ الْجَنَّةَ: اُصْدُقُوْا إِذَا حَدَّثْتُمْ، وَأَوْفُوْا إِذَا وَعَدْتُمْ، وَأَدُّوْا إِذَا اؤْتُمِنْتُمْ، وَاحْفَظُوْا فُرُوْجَكُمْ، وَغُضُّوْا أَبْصَارَكُمْ، وَكُفُّوْا أَيْدِيَكُمْ» ④

---

① صحیح البخاری: 7
② صحیح البخاری: 3، صحیح مسلم: 160
③ القلم 68: 5
④ أحمد وابن حبان وحسنه الأرناؤط

”تم مجھے اپنی طرف سے چھ باتوں کی ضمانت دے دو میں تمھیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ جب بات کرو تو سچ بولو، وعدہ کرو تو اسے پورا کرو، تمھیں امانت سونپی جائے تو اسے ادا کرو، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو، نظریں جھکائے رکھو اور اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو۔“

مذکورہ چھ باتوں میں سے سب سے پہلی بات آپ ﷺ نے ارشاد فرمائی وہ ہے: عمومی گفتگو میں سچ بولنا ۔لہٰذا ہر وہ مسلمان جو جنت میں جانے کا خواہشمند ہو اسے ہمیشہ سچ ہی بولنا چاہیے اور جھوٹ سے ہر حال میں پرہیز کرنا چاہیے ۔ ورنہ وہ یہ بات یاد رکھے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمومی گفتگو میں جھوٹ بولنے کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ یہ منافق کی نشانیوں میں سے ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ:إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ»[1]

”منافق کی نشانیاں تین ہیں: وہ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، جب وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے اور جب اسے امانت سونپی جاتی ہے تو اس میں خیانت کرتا ہے۔“

اور دوسری روایت میں ارشاد فرمایا: « أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا ، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا : إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ»[2]

”چار خصلتیں جس میں پائی جاتی ہوں وہ پکا منافق ہوتا ہے اور جس میں ان میں سے ایک خصلت پائی جاتی ہو اس میں منافقت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے ۔ پہلی یہ کہ اسے جب امانت سونپی جاتی ہے تو وہ اس میں خیانت کرتا ہے۔ دوسری یہ کہ وہ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ تیسری یہ کہ وہ جب عہد کرتا ہے تو اسے توڑ دیتا ہے اور چوتھی یہ کہ وہ جب جھگڑا کرتا ہے تو گالی گلوچ پر اتر آتا ہے۔“

ان دونوں احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ جھوٹ بولنا منافق کی خصلتوں میں سے ایک خصلت ہے۔ لہٰذا مومن کے شایان شان نہیں اور نہ ہی اسے یہ بات زیب دیتی ہے کہ وہ اپنی گفتگو میں جھوٹ بولے۔

---

[1] صحیح البخاری: 33 [2] صحیح البخاری: 34

قسم بھی سچی ہی اٹھانی چاہیئے

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے :«لَا تَحْلِفُوْا بِآبَائِكُمْ وَلَا بِأُمَّهَاتِكُمْ وَلَا بِالْأَنْدَادِ، وَلَا تَحْلِفُوْا إِلَّا بِاللّٰهِ، وَلَا تَحْلِفُوْا بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ صَادِقُوْنَ »[1]

''تم اپنے باپوں ، ماؤں اور شریکوں کی قسم نہ اٹھایا کرو اور صرف اللہ ہی کی قسم اٹھایا کرو اور اللہ کی قسم بھی صرف اس وقت اٹھایا کرو جب تم سچے ہو۔''

اس سے ثابت ہوا کہ مسلمان کو صرف سچی قسم ہی اٹھانی چاہیئے اور جھوٹی قسم اٹھانے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ جبکہ آج مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ وہ دیدہ دلیری کے ساتھ جھوٹی قسمیں اٹھاتے ہیں اور اپنے بھائیوں کا مال ہڑپ کر جاتے ہیں۔

گواہی بھی سچی ہی دینی چاہیئے

اسی طرح مسلمان کو صرف سچی گواہی ہی دینی چاہیئے اور جھوٹی گواہی سے اجتناب کرنا چاہیئے کیونکہ جھوٹی گواہی دینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

«أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ؟»

''کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟''

آپ ﷺ نے یہ سوال تین بار کیا۔ ہم نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول!

آپ ﷺ نے فرمایا: «اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ »

''اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔''

آپ ﷺ نے سہارا لیا ہوا تھا۔ پھر آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا:« أَلَا وَقَوْلَ الزُّوْرِ وَشَهَادَةَ الزُّوْرِ، أَلَا وَقَوْلَ الزُّوْرِ وَشَهَادَةَ الزُّوْرِ، أَلَا وَقَوْلَ الزُّوْرِ وَشَهَادَةَ الزُّوْرِ »[2]

''خبردار! جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی سے بچنا۔ خبردار! جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی سے بچنا۔ خبردار! جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی سے بچنا۔'' پھر آپ ﷺ بار بار یہی الفاظ دہراتے رہے یہاں تک کہ میں نے (دل میں)

---

[1] سنن أبی داؤد: 3248، سنن النسائی :3769- وصححه الألبانی

[2] صحیح البخاری، الأدب باب عقوق الوالدین من الکبائر:5976، صحیح مسلم:الإیمان ـ87

کہا کہ کاش آپ خاموشی اختیار فرمالیں۔

جبکہ آج بہت سارے مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ جھوٹی گواہی دیتے ہوئے کوئی عار محسوس نہیں کرتے، چند روپوں کے عوض جس طرح کوئی چاہے ان سے گواہی لے لیتا ہے۔ پھر اسی گواہی کی بناء پر فیصلے کیے جاتے ہیں!

عقیدۂ توحید بھی سچا ہونا چاہئے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سواری پر سوار تھے اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ انھیں پکارا۔ انھوں نے ہر مرتبہ عرض کی کہ اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

« مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَادِقًا مِّنْ قَلْبِهٖ إِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ »[1]

"کوئی شخص جب سچے دل سے گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کو حرام کردیتا ہے۔"

اس حدیث مبارک سے ثابت ہوا کہ مسلمان کو اپنے عقیدے میں بھی سچا ہونا چاہئے۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو دل سے تسلیم کرے۔ اِس طرح کہ ہر قسم کی عبادت اللہ تعالیٰ کیلئے خاص کرے اور اس میں کسی غیر اللہ کو شریک نہ کرے۔ کیونکہ سچے دل سے لا إله إلا الله کی گواہی دینے سے مراد یہ ہے کہ

☆ وہ اللہ تعالیٰ ہی کو معبودِ برحق تصور کرے۔

☆ محض اسی کے سامنے سجدہ ریز ہو، اسی کو حاجت روا سمجھے اور بس اسی سے امیدیں وابستہ کرے کیونکہ سب کچھ دینے والا وہی ہے۔

☆ بس اسی سے خوف کھائے کیونکہ اس کے حکم کے بغیر کوئی نقصان پہنچانے والا نہیں۔

☆ صرف اللہ ہی کو پکارے کیونکہ اس کے بغیر کوئی غوث یا مددگار یا مشکل کشا نہیں۔

☆ صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مانگے کیونکہ تمام خزانوں کا مالک وہی ہے۔ اور بس اسی سے سوال کرے کیونکہ تمام اختیارات اسی کے پاس ہیں اور پوری کائنات پر اسی کا حکم چلتا ہے۔

---

[1] صحیح البخاری :128

☆ بس اللہ تعالیٰ سے ہی ایسی عقیدت ومحبت رکھے جو اس کی تعظیم وتقدیس پر مبنی ہو۔

سچا مسلمان کون؟

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج بہت سارے مسلمان بس نام کے مسلمان رہ گئے ہیں، سچے مسلمان جو صحیح معنوں میں صدق دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے ہوں وہ بہت کم ہیں۔ سچا مسلمان کون ہوتا ہے؟ لیجئے ایک حدیث سماعت فرمائیے:

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل نجد میں سے ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ اس کی آواز کی گونج تو سنائی دیتی تھی تاہم ہمیں اس کی کوئی بات سمجھ نہ آتی تھی یہاں تک کہ وہ قریب آ گیا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ سے اسلام کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ''دن اور رات میں پانچ نمازیں'' اس نے کہا: پانچ کے علاوہ کوئی اور نماز بھی مجھ پر فرض ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں سوائے اس کے کہ تم نفل نماز بھی ادا کرو۔'' آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''اور رمضان کے روزے'' اس نے کہا: ان کے علاوہ کوئی اور روزہ بھی مجھ پر فرض ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں سوائے اس کے کہ تم نفلی روزے بھی رکھو۔'' پھر آپ ﷺ نے اس کو زکاۃ کے بارے میں بھی بتایا۔ اس نے کہا: کیا اس کے علاوہ بھی کسی چیز کو خرچ کرنا مجھ پر فرض ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں سوائے اس کے کہ تم نفلی صدقہ بھی کرو۔''

پھر وہ شخص پیٹھ پھیر کر جانے لگا اور وہ کہہ رہا تھا: اللہ کی قسم! میں اس سے زیادہ یا اس سے کم کچھ نہیں کرونگا۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا: «أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ»

''اگر اس نے سچ کہا ہے تو یہ کامیاب ہو گیا۔''

یا آپ ﷺ نے فرمایا: « دَخَلَ الْجَنَّةَ إِنْ صَدَقَ » ①

''اگر اس نے سچ کہا ہے تو یہ جنت میں داخل ہو گیا۔''

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سچا مسلمان وہ ہے جو کم از کم اسلام کے فرائض مثلاً نماز، روزہ، حج اور زکاۃ وغیرہ کو پابندی کے ساتھ ادا کرے اور ان میں کسی قسم کی غفلت اور لاپرواہی نہ کرے۔ اس شخص نے یہ جو کہا تھا کہ وہ ان احکام میں کمی بیشی نہیں کرے گا اور ان پر ہمیشہ گامزن رہے گا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے کامیابی اور جنت کی بشارت اِس شرط پر دی کہ وہ واقعتا ایسا کرتا رہے اور سچے دل سے اپنی اس بات کو عملی جامہ پہنائے تو

① صحیح البخاری :46، 1891

یقیناً وہ کامیاب ہو کر جنت میں پہنچ جائے گا۔

تجارت وکاروبار میں سچائی

مسلمان کو کاروبار اور تجارت میں بھی سچا ہونا چاہئے اور کاروباری اشیاء کی خرید وفروخت میں جھوٹ سے کام نہیں لینا چاہئے۔

حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کچھ لوگوں کو کاروبار میں مشغول دیکھا تو آپ نے فرمایا: « يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ! » ''اے تاجروں کی جماعت!''

تو وہ لوگ گردنیں اٹھا اٹھا کر آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ کا ارشاد بغور سننے کیلئے تیار ہو گئے۔

تب آپ نے فرمایا: « إِنَّ التُّجَّارَ يُبْعَثُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فُجَّارًا إِلَّا مَنِ اتَّقَى اللّٰهَ وَبَرَّ وَصَدَقَ »[1]

''بے شک تاجروں کو قیامت کے روز اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ وہ گناہگار ہونگے سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہا، نیکی کرتا رہا اور سچ بولتا رہا۔''

کاروبار اور لین دین میں سچ بولنے سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس میں برکت آتی ہے جبکہ جھوٹ بولنے سے اس کی برکت ختم ہو جاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

« اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا »[2]

''خریدار اور بیچنے والے کو جدا ہونے تک اختیار ہے، کہ وہ چاہیں تو سودا طے کر لیں اور اگر چاہیں تو اسے منسوخ کر دیں۔ اگر وہ دونوں سچ بولیں اور ہر چیز کو کھول کر بیان کر دیں تو ان کے سودے میں برکت آئے گی۔ اور اگر وہ جھوٹ بولیں اور کسی بات کو ظاہر نہ کریں تو ان کے سودے میں برکت ختم ہو جائے گی۔''

جھوٹی قسم اٹھا کر اپنی کوئی چیز فروخت کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: « ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ...... اَلْمُسْبِلُ إِزَارَهُ، وَالْمَنَّانُ الَّذِي لَا يُعْطِي شَيْئًا إِلَّا مَنَّهُ، وَالْمُنْفِقُ

---

① سنن الترمذی:1210: حسن صحیح ، سنن ابن ماجه :2146

② صحیح البخاری :1973 ، صحیح مسلم:1532

سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ »[1]

’’تین افراد سے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز نہ بات کرے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کیلئے دردناک عذاب ہوگا: اپنا تہہ بند ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا، احسان جتلانے والا جو جب بھی کوئی چیز دیتا ہے تو اس پر احسان جتلاتا ہے اور جھوٹی قسم اٹھا کر اپنا سودا بیچنے والا۔‘‘

ان تمام احادیث کے پیش نظر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ لین دین کے معاملات میں بھی سچ بولے اور جھوٹ سے پرہیز کرے۔

عزیزان گرامی! پورے خطبہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر مسلمان کو سچ بولنے اور سچے لوگوں میں شامل رہنے کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ سچ بولنے میں بڑی برکات ہیں اور جھوٹ بولنے کے نقصانات نہایت بھیانک ہیں۔لہٰذا ہر مسلمان کو یہ صفت اختیار کرتے ہوئے اپنی عمومی گفتگو میں بھی ہمیشہ سچ ہی بولنا چاہئے، اس سے گواہی طلب کی جائے تو وہ سچی گواہی دے، قسم اٹھائے تو سچی قسم اٹھائے، عقائد واعمال میں بھی سچائی اختیار کرے اور خرید وفرخت کے معاملات میں بھی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔

دوسرا خطبہ

برادران اسلام! جھوٹ بولنا کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے اور پہلے خطبہ میں ذکر کی گئی صورتوں کے علاوہ اس کی کچھ اور صورتیں بھی ہیں۔

① اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول ﷺ پر جھوٹ بولنا بہت بڑا گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ☆ مَتَاعٌ قَلِيلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾[2]

’’جو جھوٹ تمھاری زبانوں پر آ جائے اس کی بناء پر یہ نہ کہا کرو کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ حرام ہے اور اس طرح تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افترا کرنے لگو۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افترا کرتے ہیں وہ کبھی فلاح نہیں پاتے۔ (ایسے جھوٹ کا) فائدہ تو تھوڑا سا ہے مگر (آخرت میں) ان کیلئے المناک عذاب ہے۔‘‘

---

① صحیح مسلم: 106، سنن الترمذی: 1211

② النحل16: 116-117

اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ»①

''جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولے تو وہ یقین کر لے کہ اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔''

④ مذاق میں جھوٹ بولنا بھی حرام ہے۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مذاق میں غلط بیانی کرنا یا جھوٹ بولنا جائز ہے حالانکہ جھوٹ بہر حال جھوٹ ہی ہے اور مذاق میں بھی اس کا گناہ اتنا ہی ہے جتنا سنجیدگی میں جھوٹ بولنے کا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«وَيْلٌ لِلَّذِيْ يُحَدِّثُ بِالْحَدِيْثِ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ فَيَكْذِبُ، وَيْلٌ لَهُ، وَيْلٌ لَهُ»②

''اس شخص کیلئے ہلاکت ہے جو لوگوں کو کوئی جھوٹی بات بیان کرے تاکہ وہ ہنسیں، اس کیلئے ہلاکت ہے، اس کیلئے ہلاکت ہے۔''

اور جو شخص جھوٹ سے پرہیز کرے حتی کہ مذاق میں بھی جھوٹ نہ بولے تو اس کیلئے نبی کریم ﷺ کی طرف سے جنت کے درمیانے درجہ میں ایک گھر کی ضمانت ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«أَنَا زَعِيْمٌ بِبَيْتٍ فِيْ رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَإِنْ كَانَ مُحِقًّا، وَبِبَيْتٍ فِيْ وَسَطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَإِنْ كَانَ مَازِحًا، وَبِبَيْتٍ فِيْ أَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسُنَ خُلُقُهُ»③

''میں اس شخص کو جنت کے ادنی درجہ میں ایک گھر کی ضمانت دیتا ہوں جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑے سے اجتناب کرے۔ اور اس شخص کو جنت کے درمیانے درجہ میں ایک گھر کی ضمانت دیتا ہوں جو جھوٹ چھوڑ دیتا ہے اگرچہ وہ مذاق کیوں نہ کر رہا ہو۔ اور اس شخص کو جنت کے اعلی درجہ میں ایک گھر کی ضمانت دیتا ہوں جس کا اخلاق اچھا ہو۔''

---

① متفق عليه

② سنن أبي داؤد :4990- وحسنه الألباني

③ سنن أبي داؤد :4800- وحسنه الألباني

④ اپریل فول منانا کفار کی رسم ہے

بعض لوگ یکم اپریل کو ''اپریل فول'' مناتے ہیں یعنی خوشی سے جھوٹ بولتے ہیں اور محض ایک رسم ادا کرنے کیلئے غلط بیانی کرتے ہیں۔ کوئی کسی کو پریشان کرنے کیلئے، کوئی کسی کو حیرت میں ڈالنے کیلئے اور کوئی محض مذاق کرتے ہوئے جھوٹ بولتا ہے۔ اور بعد میں وہ اقرار کرتا ہے کہ اس نے تو محض ''اپریل فول'' ہی منایا تھا۔

حالانکہ اگر انھیں معلوم ہو کہ وہ اپنے اس اقدام سے کافروں کی تقلید کر رہے ہیں اور انھیں اپنے اوپر ہنسنے کا موقع فراہم کر رہے ہیں تو یقیناً وہ اس سے پرہیز کریں۔ کیونکہ ''اپریل فول'' کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ دراصل اندلس میں مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ حکومت کے خاتمہ پر کافروں کا جشن ہے۔ اور اس کا پس منظر یہ ہے کہ جب نصاریٰ نے اندلس میں اپنے جاسوس بھیج کر پتہ لگانے کی کوشش کی کہ مسلمانوں کی قوت کا اصل راز کیا ہے تو انھیں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر سختی سے عمل پیرا ہونا اور برائیوں سے پرہیز کرنا ان کی اصل طاقت ہے۔ چنانچہ انھوں نے آہستہ آہستہ اندلس میں شراب اور سگریٹ جیسی اشیاء داخل کیں جنھیں استعمال کرنے کی بناء پر مسلمان برائیوں کا ارتکاب کرنے لگے اور ان کا ایمان نہایت کمزور ہو گیا۔ آخر کار مسلمانوں کی حکومت زوال پذیر ہو گئی اور ان کا آخری مضبوط قلعہ (غرناطہ) بھی یکم اپریل کو شکست سے دوچار ہو گیا۔ یہ دراصل ایک بہت بڑا دھوکہ تھا جو کافروں نے مسلمانوں سے کیا تھا۔ اس کا احساس انھیں اس وقت نہ ہوا جب کافروں نے اپنی ناپاک ثقافت اور پلید اقدار ان میں داخل کیں۔ اور جب ان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا تو انھیں پتہ چلا کہ ان کے ساتھ تو دھوکہ کیا گیا ہے۔ اسی لئے کافر اس دن ''اپریل فول'' کے نام سے جشن مناتے ہیں اور انتہائی افسوسناک بات یہ ہے کہ مسلمان بھی ان کے ساتھ شرکت کرتے ہیں۔ گویا اپنی بدترین شکست پر اپنے اوپر خود ہی ہنستے ہیں۔

اور بعض لوگ ''اپریل فول'' مناتے ہوئے ایک جھوٹ بولتے ہیں جو دور دور تک پھیل جاتا ہے حالانکہ ایسے شخص کو قبر میں شدید عذاب دیا جائے گا۔

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر پوچھتے: آج رات تم میں سے کس نے خواب دیکھا ہے؟ اگر کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو وہ اسے بیان کر دیتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تعبیر کر دیتے۔ پھر ایک دن آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب معمول یہی سوال کیا تو ہم نے جواب دیا: نہیں ہم نے کوئی خواب نہیں دیکھا۔ تو آپ نے فرمایا:

''لیکن میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ دو آدمی میرے پاس آئے، انھوں نے

میرے ہاتھوں کو پکڑا اور مجھے ارضِ مقدسہ میں لے گئے ۔ وہاں میں نے دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور ایک آدمی اس کے پاس کھڑا ہوا ہے جس کے ہاتھ میں ایک مہمیز تھی ، اسے وہ اس کی ایک باچھ میں داخل کرتا (پھر اسے کھینچ کر) اس کی گدی تک لے جاتا ، پھر دوسری باچھ کو بھی اسی طرح کھینچ کر پیچھے گدی تک لے جاتا ۔ اور یوں اس کی دونوں باچھیں اس کی گدی کے پاس مل جاتیں ، پھر اس کی باچھیں اپنی حالت میں واپس آجاتیں ، پھر وہ اس کے ساتھ پہلے کی طرح کرتا ۔ میں نے پوچھا : یہ کیا ہے ؟ تو ان دونوں نے کہا : آگے چلو ۔ تو ہم آگے چلے گئے .... پھر ان دونوں نے وضاحت کی کہ وہ شخص جس کی باچھوں کو چیرا جارہا تھا تو

« فَإِنَّهُ الرَّجُلُ يَغْدُوْ مِنْ بَيْتِهِ فَيَكْذِبُ الْكِذْبَةَ تَبْلُغُ الْآفَاقَ »[1]

''یہ وہ ہے جو صبح کے وقت گھر سے نکلتا ہے ، پھر جھوٹ بولتا ہے جو دور دور تک پھیل جاتا ہے ۔ اسے یہ عذاب قیامت تک دیا جاتا رہے گا ...''

اس حدیث کے پیشِ نظر ان لوگوں کو فوراً توبہ کرنی چاہیے جو کافروں کی تقلید کرتے ہوئے '' اپریل فول '' مناتے اور اس موقع پر جھوٹ بولتے اور غلط بیانی کرتے ہیں ۔

④ بچوں کے ساتھ جھوٹ بولنا

بعض لوگ اپنے بچوں کے ساتھ جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ نبی کریم ﷺ نے اس سے بھی ڈرایا ہے ۔

حضرت عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے ۔ اسی دوران میری امی نے مجھے بلایا اور کہا : میں تمھیں کچھ دونگی ۔ تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا : تم نے اسے کیا چیز دینے کا ارادہ کیا تھا ؟ انھوں نے کہا : میں اسے ایک کھجور دینے کا ارادہ رکھتی تھی ۔

آپ ﷺ نے فرمایا : « أَمَا إِنَّكِ لَوْ لَمْ تُعْطِيْهِ شَيْئًا كُتِبَتْ عَلَيْكِ كِذْبَةٌ »[2]

''خبردار ! اگر تم اسے کچھ نہ دیتیں تو یہ تمھارے اوپر جھوٹ لکھا جاتا ۔''

بچوں سے جھوٹ بولنا ایک اور لحاظ سے نہایت سنگین ہے ، کیونکہ اس طرح ان کی تربیت جھوٹ پر ہوتی ہے ۔ اور بچپن میں اپنے ماں باپ سے جھوٹ سیکھ کر وہ جب بڑے ہوتے ہیں تو جھوٹ بولتے ہیں ۔ جس کا گناہ ان کے علاوہ ان کے والدین کو بھی ہوتا ہے کیونکہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ « مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً

---

① صحيح البخاري : كتاب الجنائز : 1386 ، 7047

② سنن أبي داؤد : 4991 ـ وحسنه الألباني

سَيِّئَةً فَعَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَّنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ»①

''جو شخص اسلام میں کوئی برا طریقہ اختیار کرے تو اس پر اس کا گناہ بھی ہے اور ان لوگوں کا بھی جنھوں نے اس پر اس کے بعد عمل کیا، ان کے گناہوں میں کسی کمی کے بغیر۔''

⑤ جائز جھوٹ

تین مواقع ایسے ہیں جہاں جھوٹ بولنا جائز ہے اور وہ نبی کریم ﷺ نے یوں بیان فرمائے:

«لَا يَحِلُّ الْكَذِبُ إِلَّا فِيْ ثَلَاثٍ : يُحَدِّثُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ لِيُرْضِيَهَا، وَالْكَذِبُ فِي الْحَرْبِ، وَالْكَذِبُ لِيُصْلِحَ بَيْنَ النَّاسِ»②

''صرف تین مواقع پر ہی جھوٹ بولنا جائز ہے: آدمی کا اپنی بیوی کو راضی کرنے کیلئے جھوٹ بولنا، جنگ میں جھوٹ بولنا اور لوگوں کے مابین صلح کرانے کیلئے جھوٹ بولنا۔''

آخر میں ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمیں ہمیشہ سچ بولنے کی توفیق دے اور جھوٹ سے محفوظ رکھے۔

---

① صحیح مسلم :1017

② سنن الترمذی :1939۔ صححه الألبانی

نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئیاں اور ہمارے اعمال

اہم عناصر خطبہ:

① متفرق پیشین گوئیاں ② بعض اعمال کے متعلق پیشین گوئیاں

برادران اسلام!

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو کئی معجزات عطا کئے جو کہ آپ ﷺ کے صدقِ نبوت پر دلالت کرتے ہیں۔ان کا ایک حصہ ان پیشین گوئیوں سے تعلق رکھتا ہے جو آپ ﷺ نے بیان فرمائیں اور وہ ہو بہو پوری ہوئیں اور کچھ پیشین گوئیاں وہ ہیں جو اب تک پوری نہیں ہوئیں اور ان کے بارے میں ہمارا ایمان ہے کہ وہ یقیناً پوری ہونگی ۔ جو پیشین گوئیاں پوری ہو چکی ہیں ان میں سے چند ایک آج ہمارے خطبۂ جمعہ کا موضوع ہیں ۔ ہم ان پیشین گوئیوں کو دو قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں ، ایک تو وہ پیشین گوئیاں ہیں جو متفرق واقعات سے متعلق ہیں اور دوسری وہ پیشین گوئیاں ہیں جو بعض اعمال کے بارے میں ہیں ۔ہم یہ پیشین گوئیاں اس لئے ذکر کر رہے ہیں کہ ان کی روشنی میں ہم اپنی اصلاح کریں ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے ۔

تو لیجئے سب سے پہلے وہ پیشین گوئیاں سماعت کیجئے جن کا تعلق بعض واقعات سے ہے ۔

❶ راستے پر امن ہو جائیں گے اور مسلمان کسریٰ کے خزانوں کو فتح کر لیں گے

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے فقر وفاقہ کی شکایت کی ۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے شکایت کی کہ راستے پر امن نہیں ہیں اور لوٹ مار عام ہے ۔آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے عدی ! کیا تم نے (الحِيرَة) علاقہ دیکھا ہے؟

میں نے کہا: نہیں ، میں نے دیکھا تو نہیں البتہ اس کے بارے میں میں کچھ نہ کچھ جانتا ہوں ۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: «فَإِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ لَتَرَيَنَّ الظَّعِيْنَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِيْرَةِ حَتّٰى تَطُوْفَ بِالْكَعْبَةِ ، لَا تَخَافُ أَحَدًا إِلَّا اللّٰهَ»

''اگر تمھاری زندگی لمبی ہوئی تو تم ضرور بالضرور دیکھو گے کہ ایک عورت اکیلی (الحیرۃ) سے سفر کر کے آئے گی یہاں تک کہ وہ خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور اسے سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کا خوف نہیں ہوگا'' (یعنی

راستے پرامن ہو جائیں گے۔)

میں نے دل میں کہا: اُس وقت قبیلہ طی کے بدمعاش کہاں ہونگے جنہوں نے ملک میں لوٹ مار مچا رکھی ہے؟

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: «وَلَئِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ لَتُفْتَحَنَّ كُنُوْزُ كِسْرٰى » قُلْتُ : كِسْرَى بْنُ هُرْمُزَ ؟ قَالَ : « كِسْرَى بْنُ هُرْمُزَ »

''اگر تم لمبے عرصے تک زندہ رہے تو (تم دیکھو گے کہ) کسریٰ کے خزانے یقیناً فتح کر لئے جائیں گے۔''

میں نے کہا: کسریٰ بن ہرمز کے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں کسریٰ بن ہرمز کے۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: «وَلَئِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ لَتَرَيَنَّ الرَّجُلَ يُخْرِجُ مِلْءَ كَفِّهِ مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ يَطْلُبُ مَنْ يَقْبَلُهُ مِنْهُ ، فَلَا يَجِدُ أَحَدًا يَقْبَلُهُ مِنْهُ ، وَلَيَلْقَيَنَّ اللّٰهَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ يَلْقَاهُ ، وَلَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ يُتَرْجِمُ لَهُ فَيَقُوْلَنَّ: أَلَمْ أَبْعَثْ إِلَيْكَ رَسُوْلًا فَيُبَلِّغَكَ؟ فَيَقُوْلُ: بَلٰى ، فَيَقُوْلُ: أَلَمْ أُعْطِكَ مَالًا وَأُفْضِلْ عَلَيْكَ ؟ فَيَقُوْلُ: بَلٰى ، فَيَنْظُرُ عَنْ يَمِيْنِهِ فَلَا يَرَى إِلَّا جَهَنَّمَ ، وَيَنْظُرُ عَنْ يَسَارِهِ فَلَا يَرَى إِلَّا جَهَنَّمَ »

''اگر تمھاری زندگی لمبی ہوئی تو تم یقیناً دیکھو گے کہ ایک آدمی مٹھی بھر سونا یا چاندی لے کر ایسے آدمی کی تلاش میں نکلے گا جو اسے قبول کر لے لیکن وہ ایسا آدمی نہیں پائے گا جو اس سے اس کا صدقہ (مٹھی بھر سونا یا چاندی) قبول کر لے اور تم میں سے ایک شخص جب اللہ تعالیٰ سے ملے گا تو اس حال میں ملے گا کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا میں نے تمھاری طرف رسول نہیں بھیجا تھا جس نے تمہیں میرا دین پہنچایا؟ وہ کہے گا: کیوں نہیں! اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا: کیا میں نے تمہیں مال دے کر تم پر مہربانی نہیں کی تھی؟ وہ کہے گا: کیوں نہیں! پھر وہ اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو اسے جہنم نظر آئے گی اور اپنی بائیں جانب دیکھے گا تو ادھر بھی اسے جہنم ہی نظر آئے گی۔''

حضرت عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے آپ ﷺ کی پیشین گوئی کے عین مطابق دیکھا کہ ایک عورت (الحیرۃ) سے اکیلی سفر کر کے آئی یہاں تک کہ اس نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور اسے سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا ڈر اور خوف نہ تھا اور کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کے فاتحین میں میں خود شامل تھا اور میرے بعد جو شخص لمبے عرصے تک زندہ رہے گا وہ یقیناً نبی کریم ﷺ کی تیسری پیشین گوئی کو (مٹھی بھر سونے/ چاندی کے متعلق) بھی لفظ بلفظ پورا ہوتے ہوئے دیکھ لے گا۔[1]

---

[1] صحیح البخاری :3595

اِس حدیث میں تین پیشین گوئیاں کی گئی ہیں جن میں سے دو کو حرف بحرف پورا ہوتا ہوا خود حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا اور تیسری پیشین گوئی بھی حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے دورِ خلافت میں پوری ہو گئی جب تمام لوگ نہایت خوشحال ہو گئے اور ان میں سے کوئی شخص مٹھی بھر سونا چاندی لیکر نکلتا تو اسے قبول کرنے والا کوئی نہ ملتا۔

❷ خوارج کا ظہور

رسول اکرم ﷺ نے اِس گمراہ فرقے کے ظہور کے بارے میں جو پیشین فرمائی وہ حرف بحرف پوری ہوئی۔

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے اور آپ کچھ مال تقسیم فرما رہے تھے۔ اسی دوران بنی تمیم کا ایک شخص ذو الخويصرة نامی آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! آپ عدل وانصاف کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«وَيْلَكَ! وَمَنْ يَّعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ ؟ قَدْ خِبْتُ وَخَسِرْتُ إِنْ لَّمْ أَكُنْ أَعْدِلُ »

''تم ہلاک ہو جاؤ، اگر میں عدل نہیں کرونگا تو اور کون کرے گا؟ اگر میں نے انصاف نہیں کیا تو میں خائب و خاسر ہوا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « دَعْهُ، فَإِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ، يَقْرَؤُنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، يُنْظَرُ إِلَى نَصْلِهِ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيْءٌ ، ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى رِصَافِهِ فَمَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيْءٌ ، ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى نَضِيِّهِ وَهُوَ قِدْحُهُ، فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيْءٌ، ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى قُذَذِهِ، فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيْءٌ قَدْ سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ»

''اسے چھوڑ دو کیونکہ اس کے اور کئی ساتھی ہیں جن کی نمازوں کے مقابلے میں تم اپنی نمازوں کو اور ان کے روزوں کے مقابلے میں تم اپنے روزوں کو حقیر سمجھو گے۔ وہ قرآن کریم کو پڑھیں گے تو سہی لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا اور وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسا کہ تیر شکار میں سے باہر نکل جاتا ہے۔ تیر کے پھل کو دیکھا جاتا ہے تو اس میں کچھ نہیں ملتا، پھر پیکان کی جڑ کو دیکھا جاتا ہے تو وہاں بھی کچھ نظر نہیں آتا، پھر تیر کی لکڑی کو دیکھا جاتا ہے تو وہاں بھی کوئی نشان نظر نہیں آتا، پھر اس کے پر کو دیکھا جاتا ہے تو وہاں بھی کچھ نہیں ملتا

حالانکہ تیر شکار کے خون اور لید کے درمیان میں سے گذر کر آتا ہے۔''

پھر آپ ﷺ نے ان کی بعض نشانیاں ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

« آيَتُهُمْ رَجُلٌ أَسْوَدُ إِحْدَى عَضُدَيْهِ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْأَةِ ، أَوْمِثْلُ الْبَضْعَةِ تَدَرْدَرُ ، وَيَخْرُجُوْنَ عَلَى حِيْنِ فُرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ »

''ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک آدمی سیاہ رنگ کا ہوگا جس کا ایک بازو عورت کے پستان کی مانند ہوگا یا تھل تھل کرتے گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہوگا اور یہ لوگ اس وقت ظاہر ہونگے جب لوگوں میں افتراق پیدا ہو چکا ہوگا۔''

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث خود رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ (یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں ظاہر ہوئے) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کیا اور میں خود بھی ان کے ساتھ شامل تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اس شخص کو ڈھونڈا جائے (جس کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔) چنانچہ اسے لایا گیا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ اس کا حلیہ بالکل وہی تھا جو کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا تھا۔[1]

اِس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ بعض اوقات ایک انسان بظاہر بڑا نمازی اور نیک وپارسا معلوم ہوتا ہے لیکن اپنے باطل نظریات اور غلط عقائد کی بناء پر وہ قرآن مجید کی من مانی تفسیر کرکے دین سے یوں نکل جاتا ہے جیسا کہ تیر شکار کو لگنے کے بعد اس کے جسم سے بڑی تیزی سے نکل جاتا ہے۔ یہ گمراہ فرقہ جس کا ذکر اِس حدیث میں کیا گیا ہے یہ وہ فرقہ ہے جو مسلمانوں میں سے کبیرہ گناہ کے مرتکب کو خارج عن الملۃ قرار دیتا ہے اور جب یہ ظاہر ہوا تھا تو اِس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کفر کا فتویٰ لگا کر ان کے خلاف اعلان جنگ کر دیا تھا۔

③ بدر میں سردارانِ قریش کا مقتل

رسول اکرم ﷺ نے جنگ بدر سے ایک دن پہلے قریش کے متعدد کفار کے نام لیکر ان کی قتل گاہ کی نشاندہی کی کہ فلاں شخص اِس جگہ پر قتل ہوگا اور فلاں اِس جگہ پر قتل ہوگا۔ چنانچہ آپ ﷺ کی یہ پیشین گوئی بھی حرف بحرف ثابت ہوئی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان حضرت عمر رضی اللہ عنہ

---

① صحیح البخاری :3610، صحیح مسلم :1064

کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ اس دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل بدر کے متعلق ایک حدیث بیان کی، انھوں نے کہا کہ جنگِ بدر سے ایک دن پہلے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں آگاہ فرمایا کہ «هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ» ''فلاں شخص کل یہاں قتل کیا جائے گا ان شاء اللہ۔''

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! جو جگہ رسول اللہ ﷺ نے کسی کے قتل کی مقرر کی تھی وہ اس سے ذرہ برابر بھی اِدھر اُدھر نہ ہوا، یعنی بعینہ اسی جگہ پر قتل ہوا۔ ①

۴ خودکشی کرنے والے شخص کا انجام

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور مشرکین کا (کسی جنگ میں) آمنا سامنا ہوا اور دونوں فوجوں میں شدید لڑائی ہوئی۔ پھر رسول اللہ ﷺ اپنی قیامگاہ کی طرف لوٹ آئے اور دوسرے لوگ اپنے ٹھکانوں کی طرف چلے گئے۔ آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم میں ایک شخص ایسا تھا کہ اس کے سامنے مشرکین میں سے جو بھی آتا وہ اس پر حملہ آور ہوتا اور اپنی تلوار سے اس کا کام تمام کر دیتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی بہادری دیکھی تو اس کے متعلق کہا: جس طرح آج اس شخص نے شجاعت و بہادری کے کارنامے دکھائے ہیں اس طرح ہم میں سے کسی نے بھی نہیں دکھائے!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «أَمَا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ» ''خبردار! وہ جہنمی ہے۔''

تو لوگوں میں سے ایک شخص کہنے لگا: آج میں اس کے ساتھ ہی رہونگا (تاکہ دیکھ سکوں کہ یہ جہنمی کیوں ہے) یہ کہہ کر وہ اس کے ساتھ نکل گیا۔ وہ جہاں رکتا یہ بھی رک جاتا اور وہ جہاں تیز چلتا یہ بھی تیز چلنے لگتا۔ آخر کار وہ شخص شدید زخمی ہوگیا۔ چنانچہ وہ صبر نہ کر سکا اور اس نے اپنی موت کیلئے جلد بازی کرتے ہوئے تلوار کا قبضہ زمین پر ٹکایا اور تلوار کی نوک اپنے دونوں پستانوں کے درمیان رکھ کر اپنے بدن کا پورا بوجھ اس پر ڈال دیا اور یوں اس نے اپنے آپ کو ہلاک کر دیا۔ اس کا یہ انجام دیکھتے ہی تعاقب کرنے والا صحابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: «أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ» میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔

آپ ﷺ نے پوچھا: بات کیا ہے؟ اس نے کہا: آپ نے جب یہ فرمایا تھا کہ فلاں آدمی جہنمی ہے تو لوگوں پر یہ بات بڑی گراں گذری تھی۔ اس پر میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ آج میں اس کا تعاقب کرونگا اور تمھیں بتاؤنگا کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ چنانچہ میں اس کے پیچھے نکل گیا یہاں تک کہ جب وہ شدید زخمی ہوا تو اس نے

---

① صحیح مسلم: 2873

موت کیلئے جلد بازی کی۔تلوار کا قبضہ زمین پر ٹکایا اور اس کی نوک اپنے سینے پر رکھ کر اپنے جسم کا پورا وزن اس پر ڈال دیا اور یوں وہ خودکشی کر کے ہلاک ہوگیا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِيمَا يَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ فِيمَا يَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ»①

''بے شک ایک آدمی بظاہر اہلِ جنت والا عمل کرتا ہے حالانکہ وہ اہلِ جہنم میں سے ہوتا ہے اور ایک آدمی بظاہر اہلِ جہنم والا عمل کرتا ہے اور درحقیقت وہ اہلِ جنت میں سے ہوتا ہے۔''

اس واقعہ سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جو پیشین گوئی کی وہ حرف بحرف پوری ہوئی وہاں ہمیں اِس سے یہ سبق ملتا ہے کہ اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے۔لہذا ہمیں یہ کوشش کرنی چاہئے کہ زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق گذرے، اُس کے احکام پر عمل کرتے ہوئے اور اُس کی محرمات سے اجتناب کرتے ہوئے ہم اُس ذمہ داری کو پورا کریں جس کیلئے ہمیں پیدا کیا گیا ہے۔تاکہ جب ہمارا خاتمہ ہو تو اُس وقت اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حسن خاتمہ نصیب کرے اور برے خاتمہ سے بچائے۔

⑤ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور دو جماعتوں کے درمیان صلح

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ اپنے نواسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو گھر سے باہر لائے، پھر اسے منبر پر لے گئے اور ارشاد فرمایا:

«إِبْنِي هٰذَا سَيِّدٌ ، وَلَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ»②

''میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کرائے۔''

نبی کریم ﷺ کی یہ پیشین گوئی بھی بعینہ پوری ہوئی۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو دوسری طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی فوج ان سے جنگ کرنے پر تیار ہوگئی لیکن حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبردار ہوگئے جس سے مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کی راہ ہموار ہوگئی۔③

① صحیح البخاری :2898، صحیح مسلم :112

② صحیح البخاری :3629

③ صلح کا یہ پورا واقعہ صحیح بخاری میں موجود ہے۔حدیث:2704

❻ قیصر وکسریٰ کی ہلاکت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِذَا هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهُ ، وَإِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهُ ، وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَتُنْفَقَنَّ كُنُوْزُهُمَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ»

’’جب کسریٰ (بادشاہِ ایران) ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی اور کسریٰ نہیں آئے گا اور جب قیصر (بادشاہِ روم) ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی اور قیصر نہیں آئے گا اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! ان دونوں کے خزانے یقیناً اللہ کے راستے میں خرچ کیے جائیں گے۔‘‘①

رسول اللہ ﷺ کی یہ پیشین گوئی بھی لفظ بلفظ پوری ہوئی۔ چنانچہ خلفائے راشدین (حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کے ادوار میں قیصر وکسریٰ کی سلطنتیں فتح ہو گئیں اور اس کے بعد دوبارہ قائم نہ ہو سکیں اور ان دونوں کے خزانے اللہ کے راستے میں خرچ کیے گئے۔

❼ مدعیان نبوت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«...... وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِيْبًا مِّنْ ثَلَاثِيْنَ ، كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ»②

’’قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ تیس کے قریب جھوٹے دجال آئیں گے اور ان میں ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔‘‘

اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«......وَإِنَّهُ سَيَكُوْنُ فِيْ أُمَّتِيْ ثَلَاثُوْنَ كَذَّابُوْنَ ، كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ ، لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ»③

’’اور میری امت میں تیس کذاب (جھوٹے) آئیں گے۔ ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی

---

① صحیح البخاری: 3618 ، صحیح مسلم :2918

② صحیح البخاری :3609

③ سنن أبی داؤد :4252، سنن الترمذی :2219۔ وصححه الألبانی

ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ میں انبیاء کے سلسلے کو ختم کرنے والا ہوں۔ اس لئے میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔"

ان دونوں احادیثِ مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے جھوٹے مدعیان نبوت کے بارے میں پیشین گوئی فرمائی اور یہ بھی ہو بہو پوری ہوئی۔ چنانچہ خود رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں ہی مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی نے نبوت کا دعوی کر دیا تھا۔ ①

پھر ان کے بعد بھی مختلف ادوار میں کئی لوگ اسی طرح نبوت کا جھوٹا دعوی کرتے رہے یہاں تک کہ ہندوستان میں ضلع گورداسپور کے ایک قصبے (قادیان) میں ایک شخص بنام مرزا غلام احمد پیدا ہوا اور اس نے بھی نبوت کا جھوٹا دعوی کیا۔ مدعیان نبوت کے بارے میں مزید تفصیل کیلئے (الإذاعة لماكان وما يكون بين يدي الساعة: ص: ۱۲۵۔۱۲۷) میں رجوع کیا جا سکتا ہے۔

⑧ منکرین حدیث

حضرت المقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أَلَا إِنِّي أُوْتِيْتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ ، أَلَا يُوْشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلٰى أَرِيْكَتِهٖ يَقُوْلُ: عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْقُرْآنِ ، فَمَا وَجَدْتُّمْ فِيْهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوْهُ ، وَمَا وَجَدْتُّمْ فِيْهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْهُ ، أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْأَهْلِي ، وَلَا كُلُّ ذِيْ نَابٍ مِنَ السَّبُعِ . . .» ②

"خبردار! مجھے قرآن مجید دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کی مثل بھی۔ خبردار! عنقریب ایک آدمی آئے گا جو سیر ہو کر اپنے تکیے کا سہارا لئے ہوئے کہے گا: تم بس اس قرآن پر ہی عمل کرو اور تمہیں اس میں جو حلال ملے اسی کو حلال سمجھو اور اس میں جس چیز کو حرام کہا گیا ہو صرف اسی کو حرام سمجھو۔ خبردار! تمھارے لئے گھریلو گدھے کا گوشت حلال نہیں ہے اور نہ ہی کچلیوں والے درندے حلال ہیں..."

اور سنن ابن ماجہ میں اس حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

«يُوْشِكُ الرَّجُلُ مُتَّكِئًا عَلٰى أَرِيْكَتِهٖ يُحَدِّثُ بِحَدِيْثٍ مِّنْ حَدِيْثِي فَيَقُوْلُ : بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ، فَمَا وَجَدْنَا فِيْهِ مِنْ حَلَالٍ اِسْتَحْلَلْنَاهُ ، وَمَا وَجَدْنَا فِيْهِ مِنْ حَرَامٍ حَرَّمْنَاهُ ، أَلَا وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِثْلُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ» ③

---

① صحيح البخاري :3620 ، 3621

② سنن أبي داؤد :4604- وصححه الألباني

③ سنن ابن ماجه :12- وصححه الألباني

''عنقریب ایک آدمی اپنے تکیے کا سہارا لئے ہوئے میری احادیث میں سے ایک حدیث بیان کرے گا اور پھر کہے گا: ہمارے اور تمھارے درمیان بس کتاب اللہ (قرآن مجید) ہی کافی ہے۔ لہذا ہم جس چیز کو اس میں حلال پائیں گے بس اسی کو حلال سمجھیں گے اور جس چیز کو اس میں حرام پائیں گے بس اسی کو حرام سمجھیں گے۔ خبردار! جس چیز کو اللہ کے رسول ﷺ حرام قرار دیں وہ بھی ایسے ہے جیسے اسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا۔''

ان دونوں احادیث میں نبی کریم ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی کہ کچھ لوگ آئیں گے جو صرف قرآن مجید کو حجت تصور کریں گے۔ اور جس چیز کو قرآن مجید میں حلال یا حرام کہا گیا ہوگا وہ صرف اسی کو حلال یا حرام مانیں گے اور جہاں تک نبی کریم ﷺ کی احادیثِ مبارکہ کا تعلق ہے تو وہ ان کا انکار کر دیں گے اور جس چیز کو ان میں حلال یا حرام قرار دیا گیا ہوگا وہ اسے حلال یا حرام نہیں مانیں گے۔

یہ پیشین گوئی بھی بعینہ پوری ہو چکی ہے اور کئی لوگ جو اہلِ قرآن کے نام سے اب بھی موجود ہیں وہ صرف قرآن مجید کو حجت سمجھتے ہیں اور پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی احادیث مبارکہ کو نا قابلِ حجت تصور کرتے ہیں۔

اور یہ بڑی عجیب سی بات ہے کہ ایک طرف رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی احادیثِ مبارکہ کو یاد کرتے تھے اور کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باقاعدہ انھیں لکھا بھی کرتے تھے۔ جبکہ دوسری طرف کچھ لوگ انھیں سرے سے حجت ہی نہیں سمجھتے اور کئی لوگ انھیں حجت تو مانتے ہیں لیکن جب ان کے امام کا قول احادیث سے ٹکراتا ہو تو وہ اپنے امام کے قول کو چھوڑنے کی بجائے احادیث کی ناروا تاویلات کرتے ہیں۔ والعیاذ باللہ.

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی کریم ﷺ کی احادیث سے کس قدر لگاؤ اور پیار تھا اس کا اندازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ایک قصہ سے کیا جا سکتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم لوگ شاید یہ گمان کرتے ہو گے کہ ابو ہریرہ رسول اللہ ﷺ سے بہت احادیث روایت کرتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا دن مقرر ہے (اور اگر میں جان بوجھ کر جھوٹ بولتا ہوں تو اللہ تعالیٰ مجھے ضرور سزا دے گا۔) حقیقت یہ ہے کہ میں ایک مسکین آدمی تھا اور تھوڑا بہت کھا پی کر زیادہ تر وقت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گذارتا تھا جبکہ مہاجرین رضی اللہ عنہم بازاروں میں کاروبار میں مصروف رہتے تھے اور انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے مالوں کی حفاظت میں مشغول رہتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ انھیں اپنی زمینوں کا کام کاج ہی مشغول رکھتا تھا... چنانچہ جب وہ غائب ہوتے تو میں حاضر ہوتا اور جب وہ بھول جاتے تو میں یاد رکھتا۔]

ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ يَّبْسُطْ ثَوْبَهُ فَلَنْ يَّنْسٰى شَيْئًا سَمِعَهُ مِنِّي»

''جو شخص اپنی چادر پھیلائے گا وہ مجھ سے سنی ہوئی میری احادیث کو کبھی نہیں بھولے گا۔''

وَفِي رِوَايَةٍ: «أَيُّكُمْ يَبْسُطُ ثَوْبَهُ فَيَأْخُذُ مِنْ حَدِيْثِي هٰذَا، ثُمَّ يَجْمَعُهُ إِلٰى صَدْرِهِ فَإِنَّهُ لَمْ يَنْسَ شَيْئًا سَمِعَهُ مِنِّي»

دوسری روایت میں ہے کہ ''جو شخص اپنی چادر پھیلائے گا، پھر میری اس حدیث کو سنے گا اور اس کے بعد اسے اپنے سینے سے لگالے گا تو وہ میری احادیث کو کبھی نہیں بھولے گا۔''

چنانچہ میں نے اپنی ایک چادر بچھا دی یہاں تک کہ آپ ﷺ اپنی گفتگو سے فارغ ہو گئے۔ پھر میں نے اسے اپنے سینے سے لگالیا۔ اسی لئے میں اس دن کے بعد آج تک کوئی حدیث نہیں بھولا۔ [1]

طلبِ حدیث کیلئے سفر

کئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم صرف طلبِ حدیث کیلئے باقاعدہ لمبے لمبے سفر کرتے تھے۔ اس سلسلے میں ہم یہاں صرف دو واقعات ذکر کررہے ہیں جبکہ علومِ حدیث کی کتابیں ایسے واقعات سے بھری پڑی ہیں:

(ا) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک صحابی کے واسطے سے نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث پہنچی جسے خود میں نے نبی کریم ﷺ سے نہیں سنا تھا۔ لہذا میں نے ایک اونٹ خریدا اور اس پر کجاوا کسنے کے بعد میں اس صحابی کی طرف روانہ ہو گیا جو کہ ملک شام میں مقیم تھے۔ میں مکمل ایک ماہ تک سفر کرتا رہا یہاں تک کہ شام میں پہنچ گیا۔ وہ صحابی عبد اللہ بن اُنیس الأنصاری رضی اللہ عنہ تھے، میں سیدھا ان کے پاس پہنچا اور میں نے کہا: مجھے مظالم (حقوق) کے بارے میں آپ کے واسطے سے ایک حدیث پہنچی ہے جسے میں نے رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنا اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے وہ حدیث براہِ راست نبی کریم ﷺ سے سنی ہے اور مجھے اس بات کا اندیشہ ہوا کہ کہیں حدیث سننے سے پہلے ہی میری موت نہ آجائے یا کہیں آپ انتقال نہ کر جائیں۔ انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

«يُحْشَرُ النَّاسُ غُرْلًا بُهْمًا»قُلْنَا:وَمَا بُهْمٌ؟قَالَ:«لَيْسَ مَعَهُمْ شَيْءٌ، فَيُنَادِيْهِمْ نِدَاءً يَسْمَعُهُ مَنْ بَعُدَ كَمَا يَسْمَعُهُ مَنْ قَرُبَ: أَنَا الدَّيَّانُ، لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ أَهْلِ النَّارِ أَنْ يَّدْخُلَ النَّارَ وَأَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ عِنْدَهُ مَظْلَمَةٌ حَتّٰى أَقُصَّهَا مِنْهُ، وَلَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَنْ

[1] صحيح البخاري :2047، 118، 2350، صحيح مسلم :2492

يَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَأَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ النَّارِ يَطْلُبُهُ بِمَظْلَمَةٍ حَتّٰى أَقُصَّهُ مِنْهُ حَتَّى اللَّطْمَة » قُلْنَا : كَيْفَ وَإِنَّمَا نَأْتِي اللّٰهَ عُرَاةً غُرْلاً بُهْمًا ؟ قَالَ : «بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ»

''لوگوں کو اس حالت میں اٹھایا جائے گا کہ وہ غیر مختون اور خالی ہاتھ ہوں گے (یعنی وہ اس طرح ہونگے جیسا کہ وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے۔) پھر ایک پکارنے والا انھیں پکارے گا اور اس کی آواز دور والا بھی اسی طرح سنے گا جیسا کہ اسے قریب والا سنے گا: آج میں ہی حساب لینے والا ہوں اور کوئی جہنمی اس حال میں جہنم میں داخل نہیں ہوسکتا کہ اہلِ جنت میں سے کسی شخص کا اس پر حق ہو یہاں تک کہ میں اس سے بدلہ لے لوں اور کوئی جنتی اس حال میں جنت میں داخل نہیں ہوسکتا کہ اہلِ جہنم میں سے کسی شخص کا اس پر حق ہو یہاں تک کہ میں اس سے بدلہ لے لوں حتی کہ ایک تھپڑ کا بھی بدلہ لیا جائے گا۔''

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا: بدلہ کیسے لیا جائے گا جبکہ ہم تو اس دن ننگے بدن، غیر مختون اور خالی ہاتھ ہونگے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بدلہ نیکیوں اور برائیوں کے ساتھ لیا جائے گا۔''[1]

(۲) حضرت ابو ایوب الأنصاری رضی اللہ عنہ نے حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ کی طرف محض اس لئے سفر کیا کہ وہ ان سے اس حدیث کے بارے میں سوال کرنا چاہتے تھے جسے رسول اللہ ﷺ سے سننے والوں میں ان کے علاوہ کوئی اور صحابی موجود نہ تھا۔ چنانچہ وہ مدینہ منورہ سے سیدھے امیرِ مصر حضرت مسلمہ بن مخلد الأنصاری رضی اللہ عنہ کے گھر جا پہنچے۔ حضرت مسلمہ رضی اللہ عنہ اس وقت سو رہے تھے۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہا: انھیں جگا دو۔ ان کے گھر والوں نے کہا: نہیں، ابھی نہیں جگاتے یہاں تک کہ وہ خود بیدار ہوں۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں، میں انتظار نہیں کرسکتا۔ تب انھوں نے انھیں بیدار کر دیا۔ چنانچہ وہ اٹھے اور اپنے مہمان کو خوش آمدید کہا اور ان سے کہا: اپنا سامان وغیرہ اپنی سواری سے اتار دو اور آرام کرو۔ انھوں نے کہا: نہیں یہاں تک کہ آپ حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ کو بلوائیں جن سے مجھے ایک ضروری کام ہے۔ چنانچہ انھیں بلوا لیا گیا۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ نے مومن کے عیبوں پر پردہ پوشی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث سنی تھی؟ انھوں نے کہا: جی ہاں میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد خود سنا کہ

«مَنْ سَتَرَ مُؤْمِنًا فِي الدُّنْيَا عَلٰى كُرْبَتِهِ سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ »

''جس شخص نے دنیا میں کسی مومن کے عیب پر پردہ ڈالا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس (کے عیبوں) پر پردہ ڈال دے گا۔''

---

① صحیح البخاری فی الأدب المفرد ، أحمد، الطبرانی ، البیہقی

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے خود سنی تھی کہ « مَنْ وَّجَدَ مُسْلِمًا عَلٰی عَوْرَةٍ فَسَتَرَهُ فَكَأَنَّمَا أَحْيَا مَوْءُودَةً مِنْ قَبْرِهَا »

''جس شخص نے کسی مسلمان میں کوئی عیب دیکھا، پھر اس پر پردہ ڈال دیا تو اس نے گویا کہ زندہ درگور کی ہوئی لڑکی کو اس کی قبر سے دوبارہ زندہ کیا۔''

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں یہ حدیث میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنی تھی۔ اس کے بعد حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ اپنی سواری کی طرف بڑھے اور اس پر سوار ہو کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ [1]

کتابتِ حدیث کا اہتمام

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ سے جو بھی سنتا اسے یاد رکھنے کی غرض سے لکھ لیا کرتا تھا۔ تو قریش نے مجھے اس سے منع کیا اور کہا: تم رسول اللہ ﷺ کی ہر بات نہ لکھا کرو کیونکہ آپ ﷺ ایک انسان ہیں اور کبھی خوشی میں اور کبھی غصے میں گفتگو فرماتے ہیں۔ چنانچہ میں نے آپ ﷺ کی احادیث کو لکھنا بند کر دیا۔ پھر میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے اپنی انگلی سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: « اُكْتُبْ! فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقٌّ » [2]

''تم لکھا کرو کیونکہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس (منہ) سے حق کے سوا کبھی کوئی اور بات نہیں نکلی۔''

یہ ہے رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو سننے، یاد کرنے اور لکھنے کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا شوق۔ تو اس شخص سے بڑا بدنصیب کون ہو سکتا ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس طرزِ عمل کو چھوڑ کر بلکہ نبی کریم ﷺ کے فرامین اور حتی کہ خود قرآن مجید کی آیات کو نظر انداز کر کے صرف کتاب اللہ کو حجت سمجھے اور پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی احادیثِ مبارکہ کو درخورِ اعتنا نہ سمجھے!

احادیثِ رسول ﷺ کو یاد کرنے اور انھیں آگے پہنچانے والے شخص کو رسول اللہ ﷺ نے یوں بشارت سنائی:

«نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَءًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا وَحَفِظَهَا وَبَلَّغَهَا، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلٰى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ » [3]

---

[1] الحمیدی: 389/1، أحمد: 656,613/28- السنة ومكانتها في التشريع الإسلامي: 73، تدريب الراوي: 586/2

[2] سنن أبي داؤد: 3646- وصححه الألباني

[3] سنن الترمذی: 2658، سنن ابن ماجه: 230 وصححه الألباني

’’اللہ تعالیٰ اس شخص کا چہرہ تر وتازہ اور حسین وجمیل کردے جس نے میری بات سنی پھر اسے ذہن نشین کرلیا اور اسے اچھی طرح حفظ کرکے آگے پہنچایا۔ کیونکہ بسا اوقات ایک شخص ایک مسئلے کو سمجھتا ہے اور اسے اس شخص تک پہنچا دیتا ہے جو اس سے زیادہ سمجھ دار ہوتا ہے۔‘‘

دوسری روایت میں فرمایا: «نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَءً ا سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعٰى مِنْ سَامِعٍ» ①

’’اللہ تعالیٰ اس شخص کا چہرہ تر وتازہ اور حسین وجمیل کردے جس نے ہم سے کوئی بات سنی، پھر اسے اسی طرح آگے پہنچایا جیسا کہ اس نے ہم سے اسے سنا تھا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ جس شخص کو حدیث پہنچائی جائے گی وہ سننے والے سے زیادہ اسے ذہن نشین کرنے والا اور زیادہ سمجھ دار ہو۔‘‘

لہٰذا رسول اللہ ﷺ کی اس دعا اور بشارت کے حصول کی خاطر احادیثِ مبارکہ کو سننا، پڑھنا اور انھیں یاد کرکے آگے پہنچانا چاہیے۔

دوسرا خطبہ

برادران اسلام! رسول اکرم ﷺ کی بعض متفرق پیشین گوئیوں کا تذکرہ سننے کے بعد آیئے اب آنحضور ﷺ کی بعض وہ پیشین گوئیاں بھی سماعت کر لیجیے جن کا تعلق لوگوں کے بعض اعمال سے ہے اور ان میں سے اکثر وبیشتر اعمال ہمارے معاشرے میں بالکل اُسی طرح موجود ہیں جیسا کہ ان کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی۔

بعض اعمال کے متعلق پیشین گوئیاں

① یہ امت یہود ونصاریٰ کے طور طریقوں کی پیروی کرے گی

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ، وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ، حَتّٰى لَوْ سَلَكُوْا جُحْرَ ضَبٍّ لَسَلَكْتُمُوْهُ» قُلْنَا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اَلْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى؟ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «فَمَنْ؟» ②

① سنن الترمذي: 2657- وصححه الألباني

② صحيح البخاري: 3456، 7320، صحيح مسلم: 2669

''تم یقیناً اپنے سے پہلے لوگوں کی ہو بہو پیروی کرو گے جیسا کہ ایک بالشت دوسری بالشت کے اور ایک بازو دوسرے بازو کے برابر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر وہ سانڈے کے بل میں داخل ہونگے تو تم بھی ان کی پیروی کرو گے۔'' ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم یہود ونصاریٰ کی پیروی کریں گے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تو اور کس کی ؟''

رسول اللہ ﷺ کی یہ پیشین گوئی بھی بالکل لفظ بلفظ پوری ہو چکی ہے۔ چنانچہ آج مسلمانوں کی اکثریت یہود ونصاریٰ کے طور طریقوں کو اپنائے ہوئے ہے، عقائد میں بھی اور اعمال میں بھی۔ رہن سہن، اٹھنا بیٹھنا، ظاہری وضع قطع، خاندانی تعلقات، مالی معاملات ...الغرض یہ کہ طرز بود و باش وہی ہے جو یہود ونصاریٰ کا ہے۔ بقول علامہ اقبال:

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

یہاں ہم یہود ونصاریٰ کے طور طریقوں کی پیروی کی خاص طور پر تین مثالیں ذکر کر رہے ہیں:

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مرض الموت میں بار بار یوں ارشاد فرماتے: «لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ» [1]

''یہود ونصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔''

اور اس سے آپ ﷺ کا مقصود اپنی امت کو ڈرانا تھا کہ وہ بھی یہود ونصاریٰ کے نقشِ قدم پہ چلتے ہوئے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کی قبر کو سجدہ گاہ نہ بنائیں۔ اور جب ایک نبی کی قبر کو سجدہ گاہ بنانا حرام ہے تو یقیناً نبی سے کم تر کسی اور انسان کی قبر کو سجدہ بنانا بھی بالاً ولی حرام ہے .... لیکن آج امتِ محمدیہ میں بصد افسوس کتنے ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے اپنے بزرگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا رکھا ہے والعیاذ باللہ۔ تو کیا یہ یہود ونصاریٰ کے طور طریقوں کی پیروی نہیں ؟

(۲) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ [2]

''انھوں (یہود ونصاریٰ) نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا۔''

یہود ونصاریٰ نے اپنے علماء ومشائخ کو کس طرح اپنا رب بنا لیا تھا؟ اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

---

[1] صحیح البخاری: 3453، 3454

[2] التوبة 9:31

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میری گردن میں سونے کی صلیب تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: (يَا عَدِيُّ ! اِطْرَحْ عَنْكَ هٰذَا الْوَثَنَ) ''اے عدی ! اس بت کو اتار پھینکو۔'' پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کو سورت براءت کی یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا: ﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾

آپ ﷺ نے فرمایا: «أَمَا إِنَّهُمْ لَمْ يَكُونُوا يَعْبُدُونَهُمْ، وَلٰكِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا أَحَلُّوا لَهُمْ شَيْئًا اِسْتَحَلُّوهُ، وَإِذَا حَرَّمُوا عَلَيْهِمْ شَيْئًا حَرَّمُوهُ»[1]

''خبردار! وہ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ وہ جب کسی چیز کو حلال قرار دیتے تو یہ اسے حلال تصور کر لیتے اور وہ جب کسی چیز کو حرام کہتے تو یہ اسے حرام مان لیتے۔''

گویا یہود ونصاریٰ کا علماء اور درویشوں کو اپنا رب بنانے کا معنی یہ ہے کہ انھوں نے ان کو حلت وحرمت کے اختیارات دے رکھے تھے حالانکہ یہ اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔

اور آج مسلمانوں میں سے بھی بہت سارے لوگوں نے اپنے ائمہ، فقہاء، علماء اور پیروں کے اقوال کو بلا دلیل قبول کرنا واجب سمجھ رکھا ہے۔ جسے تقلید کہا جاتا ہے۔ اس طرح بہت سے مسائل میں وہ غیر شعوری طور پر انھیں یہی اختیارات دیتے ہیں اور یہ رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی کے عین مطابق ہے۔

(۳) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَيَأْتِيَنَّ عَلٰى أُمَّتِي مَا أَتٰى عَلٰى بَنِي إِسْرَائِيلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتّٰى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتٰى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَّصْنَعُ ذٰلِكَ، وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً» قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: «مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي»[2]

''میری امت میں بھی ویسی ہی صورتحال پیدا ہو جائے گی جیسی بنی اسرائیل کی تھی اور میری امت کی ان کے ساتھ مشابہت اتنی زیادہ ہوگی جتنی ایک جوتے کے جوڑے میں ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی شخص اپنی ماں سے علی الاعلان بدکاری کرے گا تو میری امت میں بھی ایسا شخص ضرور آئے گا اور بنو اسرائیل کے لوگ بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے جبکہ میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ سب کے سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک کے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: نجات پانے والی ایک جماعت کونسی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

① سنن الترمذی: 3095 وحسنه الألبانی

② سنن الترمذی: 2641 وصححه الألبانی

”جس منہج پر میں اور میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اسی منہج پر چلنے والی جماعت جہنم سے نجات پائے گی۔“

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے امت کے افتراق کے بارے میں جو پیشین گوئی فرمائی ہے وہ پوری ہو چکی ہے اور فرقہ بندی میں امت مسلمہ بنو اسرائیل سے بھی آگے بڑھ گئی ہے۔ ان کے بہتر فرقے تھے جبکہ اس امت کے تہتر ہیں۔

② یہ امت فخر وتکبر اور بغض وحسد کی بیماری میں مبتلا ہوگی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«سَيُصِيبُ أُمَّتِي دَاءُ الْأُمَمِ »فَقَالُوْا:يَارَسُوْلَ اللّٰهِ!وَمَا دَاءُ الْأُمَمِ؟ قَالَ: «اَلْأَشَرُ وَالْبَطَرُ، وَالتَّكَاثُرُ وَالتَّنَافُسُ فِي الدُّنْيَا، وَالتَّبَاغُضُ، وَالتَّحَاسُدُ حَتّٰى يَكُوْنَ الْبَغْيُ»[1]

”میری امت عنقریب داء الأمم میں مبتلا ہوگی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! داء الأمم کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: فخر وتکبر کرنا، مال ودولت وغیرہ زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش کرنا، دنیا کے حصول کیلئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا، ایک دوسرے سے بغض رکھنا اور ایک دوسرے سے اس قدر حسد کرنا کہ نوبت ظلم تک جا پہنچے۔“

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے جن امراض کے بارے میں پیش گوئی فرمائی وہ سب کی سب آج مسلم معاشرے میں بصد افسوس موجود ہیں۔ فخر وتکبر بھی پایا جاتا ہے، مال ودولت کے حصول کیلئے مسلمانوں کے مابین دوڑ لگی ہوئی ہے۔ اسی طرح ان کے مابین پیار ومحبت کے بجائے ایک دوسرے سے بغض پایا جاتا ہے اور حسد اس قدر زیادہ ہے کہ لوگ اپنے مسلمان بھائیوں پر ظلم کرنے سے بھی نہیں چوکتے۔ لہذا ہمیں اپنے ان افسوسناک رویوں کی اصلاح کرنی چاہئے اور اِن بری خصلتوں کو چھوڑ کر ان کی جگہ اچھی اور نیک خصلتوں کو اختیار کرنا چاہئے۔

③ امت مسلمہ کی زبوں حالی کے بارے میں پیش گوئی

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«يُوْشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعىٰ عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلٰى قَصْعَتِهَا، فَقَالَ قَائِلٌ : وَمِنْ قِلَّةٍ

---

① رواه الحاكم: وصححه الألباني في الصحيحة :680 وصحيح الجامع:3658

نَحْنُ یَوْمَئِذٍ؟ قَالَ:بَلْ أَنْتُمْ یَوْمَئِذٍ کَثِیْرٌ وَلٰکِنَّکُمْ غُثَاءٌ کَغُثَاءِ السَّیْلِ ، وَلَیَنْزِعَنَّ اللّٰہُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّکُمُ الْمَهَابَةَ مِنْکُمْ ، وَلَیَقْذِفَنَّ اللّٰہُ فِی قُلُوْبِکُمُ الْوَهْنَ ، قَالُوا:وَمَا الْوَهْنُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ؟ قَالَ:حُبُّ الدُّنْیَا وَکَرَاهِیَةُ الْمَوْتِ »①

’’قریب ہے کہ تم پر امتیں ٹوٹ پڑیں گی جیسا کہ بہت سارے کھانے والے ایک پیالے (یا بادیہ) پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ایک کہنے والے نے کہا: کیا ہم اس دن قلیل تعداد میں ہونگے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ تم اس دن کثیر تعداد میں ہو گے لیکن تمھاری حیثیت ایسے ہوگی جیسے سیلاب کے پانی میں تیرنے والے تنکوں کی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ تمھارے دشمنوں کے سینوں سے تمھارا رعب ودبدبہ نکال لیں گے اور تمھارے دلوں میں اللہ تعالیٰ (الوھن) ڈال دیں گے ۔صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے گذارش کی : اے اللہ کے رسول ! (الوھن) کیا ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: دنیا سے محبت اور موت سے نفرت ۔‘‘

اس حدیثِ مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے مستقبل میں امت مسلمہ کی کمزوری اور زبوں حالی کی پیشین گوئی فرمائی ہے اور یہ کہ مختلف قومیں اس پر ٹوٹ پڑیں گی اور اس کی حیثیت سیلابی پانی میں تیرنے والے تنکوں کی طرح ہوگی اور اس کے مخالفین کے دلوں سے اس کا رعب ودبدبہ نکل جائے گا ...اور اس کا سبب بھی بیان فرما دیا کہ مسلمانوں کے دلوں میں دنیا سے شدید محبت اور موت سے انتہائی نفرت پیدا ہو جائے گی ۔ یہ وہ چیز ہے جو بعینہ اس دور کے مسلمانوں میں موجود ہے اور اسی وجہ سے ان پر ذلت وخواری کے بادل چھائے ہوئے ہیں ، ان کا خون جس کی حرمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک خانہ کعبہ کی حرمت سے بھی زیادہ ہے اس قدر ارزاں ہے کہ پانی کی طرح بہہ رہا ہے اور ظلم وستم کی ہر بجلی بے چارے مسلمانوں پر ہی آکر گرتی ہے ۔اس پر اگر کوئی شخص آوازِ احتجاج بلند کرتا ہے تو اسے دہشتگردوں کا ساتھی قرار دے کر یا تو اس کا گلا ہمیشہ کیلئے گھونٹ دیا جاتا ہے ۔ یا پھر بغیر مقدمہ چلائے اسے ہمیشہ کیلئے پابندِ سلاسل کر دیا جاتا ہے اور انسانی حقوق کا واویلا کرنے والے اسے بنیادی انسانی حقوق سے بھی محروم کر دیتے ہیں ، نہ اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع دیا جاتا ہے اور نہ ہی اس کے احتجاج پر کوئی کان دھرتا ہے اور نہ اس کے کسی جائز مطالبہ پر کسی کے کانوں پر جوں رینگتی ہے ۔

④ مساجد کی آبادکاری کے بجائے ان کو مزین کرنے میں ایک دوسرے پر فخر کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

① سنن أبی داؤد:4297۔وصححه الألبانی فی صحیح سنن أبی داؤد، والصحیحة:956

«لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَتَبَاهَى النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ»①

''قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ لوگ مساجد بنانے اور انھیں مزین کرنے میں ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔''

اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَا أُمِرْتُ بِتَشْيِيْدِ الْمَسَاجِدِ» ''مجھے مساجد کو مزین کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔''

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: (لَتُزَخْرِفُنَّهَا كَمَا زَخْرَفَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى)②

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم مساجد کو ضرور بالضرور مزین کرو گے جیسا کہ یہود ونصاریٰ نے کیا۔

اور رسول اللہ ﷺ کی یہ پیشین گوئی بھی بعینہ پوری ہو چکی ہے۔ چنانچہ بہت سارے مسلمان عالیشان مساجد کی تعمیر اور ان کی خوب تزیین وآرائش پر گراں قدر سرمایہ تو خرچ کر رہے ہیں لیکن انھیں آباد کرنے پر توجہ نہیں دے رہے۔ ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جو سرے سے نماز پڑھتے ہی نہیں اور جو پڑھتے ہیں ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جو مساجد میں باجماعت نماز پڑھنے کی بجائے جہاں ان کا جی چاہتا ہے پڑھ لیتے ہیں۔

جبکہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ يَأْتِهِ فَلَا صَلَاةَ لَهُ إِلَّا مِنْ عُذْرٍ»③

''جو شخص اذان سن لے پھر مسجد میں نہ آئے تو اس کی نماز نہیں ہوتی سوائے اُس کے جس کے پاس عذر ہو۔''

⑤ حلال وحرام کی تمیز ختم ہو جائے گی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ بِمَا أَخَذَ الْمَالَ، أَمِنَ الْحَلَالِ أَمْ مِنْ حَرَامٍ»④

''لوگوں پر ایک ایسا زمانہ ضرور آئے گا کہ جس میں کسی شخص کو اس کی پروا نہیں ہوگی کہ اس نے مال کیسے حاصل کیا، حلال طریقے سے یا حرام طریقے سے۔''

اور یہ پیشین گوئی بھی بعینہ پوری ہو چکی ہے کہ اس دور میں بہت سارے لوگوں نے زیادہ سے زیادہ مال ودولت کو جمع کرنا اپنا مقصدِ حیات بنا لیا ہے اور اس سلسلے میں ان کے نزدیک حلال وحرام کے درمیان تمیز کرنے کی کوئی حیثیت

① سنن أبي داؤد: 449- وصححه الألباني
② سنن أبي داؤد: 448- وصححه الألباني
③ سنن ابن ماجه: 793 - وصححه الألباني
④ صحيح البخاري: 2059، 2083

نہیں ہے۔بس مال حاصل ہونا چاہئے خواہ جائز طریقے سے ہو یا ناجائز طریقے سے۔ رشوت اس قدر عام ہو چکی ہے کہ کوئی چھوٹے سے چھوٹا کام بھی رشوت دیئے بغیر پورا نہیں ہوتا۔ سودی کاروبار مختلف ناموں سے جاری ہے اور سیونگ سرٹیفیکٹ یا پرائز بانڈز کے نام پر جوا بھی کھلے عام ہورہا ہے۔ دھوکہ، فراڈ، خیانت، چوری اور ڈاکہ زنی وغیرہ یہ ایسے طریقے ہیں جو ناجائز طور پر مال کمانے کے ہیں اور بصد افسوس مسلمانوں میں بکثرت موجود ہیں۔

⑥ بدکاری، ریشم کا لباس، منشیات کا استعمال اور آلات موسیقی

حضرت ابو عامر۔ یا ابو مالک۔ الأشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَيَكُوْنَنَّ مِنْ أُمَّتِيْ أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّوْنَ الْحِرَ وَالْحَرِيْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ»

''میری امت میں ایسے لوگ یقیناً آئیں گے جو زنا، ریشم کا لباس، شراب اور آلاتِ موسیقی کو حلال تصور کرلیں گے۔''[①]

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے جن اعمال کے بارے میں پیشین گوئی فرمائی ہے وہ بھی امت مسلمہ میں نہ صرف موجود ہیں بلکہ کئی مسلمان انھیں حلال بھی تصور کرتے ہیں، حالانکہ شریعت میں ان کی حرمت کے واضح دلائل موجود ہیں۔ کئی اسلامی ملکوں میں بدکاری کے اڈے کھولنے کیلئے باقاعدہ لائسنس جاری کرکے یہ پیشہ اپنانے والی خواتین کو قانونی تحفظ فراہم کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ روافض تو زنا کو 'متعہ' کے نام پر نہ صرف حلال بلکہ نہایت اجر وثواب کا عمل قرار دیتے ہیں۔ جبکہ رسول اکرم ﷺ نے اسے قیامت تک کیلئے حرام فرمایا ہے۔ ریشمی لباس جو اس امت کے مردوں پر حرام کیا گیا ہے اسے کئی لوگ سرِ عام پہنتے ہیں جبکہ رسول اکرم ﷺ کی ایک حدیث کے مطابق اِس امت کے مردوں پر ریشم حرام ہے۔

اور شراب کی بوتلیں مختلف ناموں سے بازاروں اور مارکیٹوں میں عام ملتی ہیں اور سرکاری سرپرستی میں شراب وکباب، رقص وسرور اور ناچ گانوں کی محفلیں بھی منعقد کی جاتی ہیں۔ یاد رہے کہ (الخمر) سے مراد صرف شراب ہی نہیں بلکہ اس میں تمام نشہ آور چیزیں شامل ہیں کیونکہ رسول اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ، وَمَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا فَمَاتَ وَهُوَ يُدْمِنُهَا لَمْ يَتُبْ لَمْ يَشْرَبْهَا فِي الآخِرَةِ»[②]

''ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور جو شخص دنیا میں شراب نوشی کرتا رہے اور بغیر توبہ کے

---

① صحيح البخارى، الأشربة باب ما جاء فيمن يستحل الخمر ويسميه بغير اسمه :5590

② صحيح مسلم : 2003

مر جائے تو وہ آخرت میں (جنت کی) شراب سے محروم ہو جائے گا۔''

اور جہاں تک گانوں کا تعلق ہے تو یہ ایک ایسی چیز ہے کہ جسے نہ صرف گناہ نہیں سمجھا جاتا بلکہ کئی ''روشن خیال'' لوگوں نے اس کے جواز کے فتوے بھی جاری کر دیئے ہیں اور اسی لئے اب لوگ اسے دل بہلانے اور فارغ اوقات کو مشغول کرنے کا بہترین ذریعہ تصور کرتے ہیں حالانکہ رسول اکرم ﷺ نے ایک اور پیشین گوئی کرتے ہوئے فرمایا کہ جب آلاتِ موسیقی پھیل جائیں گے، گانے عام ہو جائیں گے اور شراب نوشی کو حلال تصور کر لیا جائے گا تو اُس وقت اللہ کا سخت عذاب نازل ہو گا۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«سَیَکُوْنُ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ خَسْفٌ وَقَذْفٌ وَمَسْخٌ ، قِیْلَ:وَمَتٰی ذٰلِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ : إِذَا ظَهَرَتِ الْمَعَازِفُ وَالْقَیْنَاتُ وَاسْتُحِلَّتِ الْخَمْرُ»①

'' آخری زمانے میں لوگوں کو زمین میں دھنسایا جائے گا، ان پر پتھروں کی بارش کی جائے گی اور ان کی شکلیں مسخ کی جائیں گی۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ ایسا کب ہو گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب آلاتِ موسیقی پھیل جائیں گے، گانے والیاں عام ہو جائیں گی اور شراب کو حلال سمجھ لیا جائے گا۔''

⑦ خلوت میں محرمات کا ارتکاب نیکیوں کیلئے تباہ کن

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَأَعْلَمَنَّ أَقْوَامًا مِنْ أُمَّتِی یَأْتُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِحَسَنَاتٍ أَمْثَالَ جِبَالِ تِهَامَةَ بَیْضًا ، فَیَجْعَلُهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هَبَاءً مَّنْثُوْرًا ، قَالَ ثَوْبَانُ:یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! صِفْهُمْ لَنَا ، جَلِّهِمْ لَنَا ، أَن لَّا نَكُوْنَ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَا نَعْلَمُ؟قَالَ:أَمَا إِنَّهُمْ إِخْوَانُكُمْ وَمِنْ جِلْدَتِكُم ، وَیَأْخُذُوْنَ مِنَ اللَّیْلِ كَمَا تَأْخُذُوْنَ ، وَلٰكِنَّهُمْ أَقْوَامٌ إِذَا خَلَوْا بِمَحَارِمِ اللّٰهِ انْتَهَكُوْهَا »②

''میں یقیناً اپنی امت کے ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو قیامت کے روز ایسی نیکیاں لے کر آئیں گے جو تہامہ کے پہاڑوں کی مانند روشن ہونگی لیکن اللہ تعالیٰ ان کی ان نیکیوں کو ہوا میں اڑتے ہوئے چھوٹے چھوٹے ذرات کی مانند اڑا دے گا۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ ان لوگوں کے بارے میں وضاحت کر دیجئے اور ان کے بارے میں کھل کر بیان کر دیجئے تا کہ ہم لاعلمی میں ایسے لوگوں میں شامل نہ ہو جائیں۔

---

① صحیح الجامع للألبانی :3665

② سنن ابن ماجه:4245وصححه الألبانی فی صحیح سنن ابن ماجه والصحیحة:505

آپ ﷺ نے فرمایا: خبردار! وہ تمہارے بھائی اور تمہاری قوم سے ہی ہونگے۔ اور وہ رات کو اسی طرح قیام کریں گے جیسا کہ تم کرتے ہو لیکن وہ ایسے لوگ ہونگے کہ جب خلوت میں انھیں اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزیں ملیں گی تو وہ ان سے اپنا دامن نہیں بچائیں گے۔''

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی ہے کہ اس امت میں کئی لوگ ایسے آئیں گے جو بڑے بڑے نیک اعمال کریں گے اور تہجد گذار بھی ہونگے لیکن جب وہ خلوت میں جائیں گے تو وہاں اللہ کی طرف سے حرام قرار دیئے گئے کاموں کا ارتکاب کریں گے اور جب یہ لوگ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونگے تو وہ ان کی بڑی بڑی نیکیوں کو ان کے بڑے بڑے گناہوں کی وجہ سے ضائع کر دے گا جنہیں وہ خلوت میں کیا کرتے تھے۔ اس لئے ہم سب کو ظاہر و باطن میں، جلوت اور خلوت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے اور اس کی حرام کردہ چیزوں سے اجتناب کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو تمام محرمات سے پرہیز کرنے کی توفیق دے اور اپنا حقیقی خوف نصیب فرمائے۔ آمین

اِسلام میں خواتین کا مقام اور پردہ

اہم عناصرِ خطبہ:

① خاتونِ جاہلیت اور خاتونِ اسلام ...ایک مقارنہ

② عبادات کے اجر وثواب میں مرد وعورت دونوں یکساں ہیں

③ عورت کی فطری کمزوریوں میں بعض رخصتیں

④ عورت کے تحفظ کیلئے اسلام کے چند مخصوص احکام:

☆ گھروں میں استقرار ☆ مرد وزن کا اختلاط حرام

☆ بے پردگی حرام ☆ پردہ کی فرضیت قرآن وحدیث کی روشنی میں

پہلا خطبہ

برادرانِ اسلام! ایک عرصہ سے مغربی ذرائع ابلاغ اور مغرب زدہ افراد اور تنظیموں کی طرف سے مسلسل یہ پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ اسلام نے عورت کو کچھ نہیں دیا اور اسے اس کے بنیادی حقوق سے محروم کر دیا ہے حالانکہ یہ محض ایک جھوٹ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ۔ کیونکہ عورت کو جو مقام اسلام نے دیا ہے وہ اسے کسی دوسرے مذہب سے نہیں ملا ۔ تو آیئے ان کے اس جھوٹے دعوے کا جائزہ لیں اور سب سے پہلے جاہلیت کے زمانے کی عورت اور خاتونِ اسلام کے درمیان موازنہ کر لیں تا کہ یہ بات اچھی طرح سے واضح ہو جائے کہ پہلے زمانے میں عورت کتنی حقیر سمجھی جاتی تھی اور اسلام نے اسے کتنا بلند مقام عطا کیا ۔

❶ جاہلیت میں لڑکی کا وجود عار تصور کیا جاتا اور اسے زندہ درگور کر دیا جاتا

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۝ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ أَيُمْسِكُهُ عَلٰى هُوْنٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾[1]

''اور ان میں سے کسی کو جب لڑکی کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ دل ہی دل

---

① النحل 16 58-59

میں گھٹنے لگتا ہے۔جو بری خبر اسے دی گئی ہے اس کی وجہ سے،لوگوں سے منہ چھپائے پھرتا ہے۔سوچتا ہے کہ کیا اس کو ذلت ورسوائی کے باوجود اپنے پاس رکھے یا اسے مٹی میں دبا دے۔آہ! کیا ہی برے فیصلے کرتے ہیں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زمانۂ جاہلیت کے لوگوں کی حالت کو بیان فرمایا ہے کہ ان میں سے کسی شخص کو جب اس کے گھر میں بیٹی پیدا ہونے کی خبر دی جاتی تو اس کا چہرہ کالا سیاہ ہو جاتا اور وہ مارے شرم کے لوگوں سے چھپتا پھرتا اور غم میں نڈھال ہو کر سوچتا رہتا کہ اب اس لڑکی کے وجود کو ذلت ورسوائی کے ساتھ برداشت کر لے یا اسے زندہ درگور کر دے!

امام بغوی کہتے ہیں: ''عرب میں یہ رواج عام تھا کہ جب کسی کے گھر میں بیٹی پیدا ہوتی اور وہ اسے زندہ باقی رکھنا چاہتا تو اسے اونی جبہ پہنا کر اونٹوں اور بکریوں کو چرانے کیلئے کہیں دور دراز بھیج دیتا۔اور اگر اسے مارنا چاہتا تو وہ جب چھ سال کی ہو جاتی تو وہ پہلے کسی جنگل میں جا کر ایک گڑھا کھودتا، پھر گھر آ کر اپنی بیوی سے کہتا کہ اسے خوب اچھا لباس پہنا دو تا کہ وہ اسے اس کے ننھیال (یا اس کے دادا دادی) سے ملا لائے۔پھر جب اس گڑھے تک پہنچتا تو اسے کہتا: اس گڑھے کے اندر دیکھو۔چنانچہ وہ اسے دیکھنے کیلئے جھکتی تو یہ اسے پیچھے سے دھکا دے دیتا، وہ اس میں گر جاتی اور یہ اس کے اوپر مٹی ڈال دیتا۔''①

یہ تھا زمانۂ جاہلیت میں کسی عورت کا مقام کہ اس کا وجود ہی عار تصور کیا جاتا اور اسے زندہ درگور کر دیا جاتا۔ جبکہ اسلام نے گھر میں بیٹی کی پیدائش کو باعث ِ برکت قرار دیا اور اسے زندہ درگور کرنا حرام کر دیا۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ، وَوَأْدَ الْبَنَاتِ»②

''اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی کرنا اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا حرام کر دیا ہے۔''

اور آپ ﷺ نے بیٹیوں کی تعلیم وتربیت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

«مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ»③

---

① معالم التنزیل:25/5

② صحيح البخاري ـ الإستقراض باب ما ينهى عن إضاعة المال :2408، صحيح مسلم : الأقضية باب النهي عن كثرة المسائل :1715

③ صحيح البخاري، الزكاة باب اتقوا النار ولو بشق تمرة :1418- واللفظ له، صحيح مسلم، البر والصلة باب فضل الإحسان إلى البنات 2629

''جس شخص کو اِن بیٹیوں کی وجہ سے کسی طرح آزمائش میں ڈالا جاتا ہے پھر وہ ان سے اچھائی کرتا ہے تو یہ اس کیلئے جہنم سے پردہ بن جائیں گی۔''

اس حدیث میں ''اچھائی'' سے مراد ہر قسم کی اچھائی ہے۔یعنی اس کی پرورش اچھی طرح سے کرے، اس سے اچھا سلوک کرے اور اس کی تعلیم وتربیت کا اہتمام اچھے انداز سے کرے۔ پھر جب وہ جوان ہو جائے تو اس کی شادی کیلئے ایک اچھے اور پابندِ اسلام خاوند کا انتخاب کرے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ» وَضَمَّ أَصَابِعَهُ[1]

''جو شخص دولڑکیوں کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائیں تو وہ اور میں قیامت کے دن ایسے ہوں گے جیسے میری یہ انگلیاں ہیں۔''

اور سنن ترمذی وغیرہ میں اس روایت کے الفاظ یوں ہیں:

«مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ دَخَلْتُ أَنَا وَهُوَ الْجَنَّةَ كَهَاتَيْنِ» وَأَشَارَ بِأُصْبُعَيْهِ[2]

''جس نے دولڑکیوں کی پرورش کی وہ اور میں جنت میں ایسے داخل ہونگے جیسے میری یہ دوانگلیاں ہیں۔''

برادرانِ اسلام! عورت اگر ماں ہو تو اسلام نے اس کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کی ترغیب دی ہے۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے بعد سب سے پہلے ماں باپ کا حق بیان کیا ہے، پھر دوسروں کے حقوق کا تذکرہ کیا ہے۔ اور بار بار والدین سے اچھا سلوک کرنے کی تلقین کی ہے اور انھیں جھڑکنے حتی کہ اف تک کہنے سے منع فرمایا ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ سے جب ایک شخص نے سوال کیا کہ لوگوں میں میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمھاری ماں ۔ اس نے کہا: پھر کون؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمھاری ماں۔ اس نے کہا: پھر کون؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمھاری ماں۔ اس نے کہا: پھر کون؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمھارا باپ۔''[3]

---

① صحيح مسلم:2631

② سنن الترمذي، البر والصلة، باب ما جاء في النفقة على البنات:1914، وهو في الصحيحة :297، وفي صحيح الترمذي للألباني:179/2

③ صحيح البخاري، الأدب باب من أحق الناس بحسن الصحبة :5971، مسلم: 2548

اس کے علاوہ اور کئی احادیث کتبِ حدیث میں موجود ہیں جن میں خصوصا ماں کا حق نمایاں کر کے بیان کیا گیا ہے۔

اور عورت اگر بیوی ہو تو اسلام نے اس کے حقوق کی بھی پاسداری کی ہے۔ مثلا:

① نکاح کیلئے اس سے اجازت طلب کی جائے

رسول اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«لَا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتّٰى تُسْتَأْمَرَ ، وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتّٰى تُسْتَأْذَنَ»

''کسی بیوہ کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس سے مشورہ نہ کر لیا جائے۔ اور کسی کنواری لڑکی کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس سے اجازت نہ لے لی جائے۔''

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کنواری لڑکی کی اجازت کیسے ہو گی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی خاموشی اس کی اجازت سمجھی جائے گی۔'' ①

② اسے اس کا مہر ادا کیا جائے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ ②

''اور عورتوں کو ان کے مہر راضی خوشی دو۔''

③ اسے نان ونفقہ مہیا کیا جائے

رسول اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر میدانِ عرفات میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے جمِ غفیر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا: «فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَاءِ فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانِ اللّٰهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ، وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ . . . وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ» ③

'' تم عورتوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہنا کیونکہ تم نے انھیں اللہ کی امان کے ساتھ لیا ہے اور انھیں اللہ کے کلمہ کے ذریعہ اپنے لئے حلال کیا ہے۔ اور تمھارا ان پر حق یہ ہے کہ وہ تمھارے بستروں پر کسی ایسے شخص کو نہ

---

① صحیح البخاری ۔ النکاح باب لا ینکح الأب وغیرہ ......5136 ② النساء4: 4

③ صحیح مسلم، الحج، باب حجة النبی ﷺ:1218

آنے دیں جنھیں تم ناپسند کرو ......اور ان کا تم پر حق یہ ہے کہ تم انھیں معروف طریقے کے مطابق کھانا اور لباس مہیا کرو۔''

④ اس کے ساتھ معروف طریقے کے مطابق بودوباش رکھی جائے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى أَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾ ①

اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بودوباش رکھو۔ گو تم انھیں ناپسند کرو لیکن عین ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو برا جانو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت سی بھلائی کر دے۔''

اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِيْ» ②

''تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو اپنے اہل کیلئے بہتر ہو اور میں تم سب کی نسبت اپنے اہل کیلئے زیادہ بہتر ہوں۔''

⑤ بیوی کا حق بھی خاوند کے حق کی طرح ہے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ ③

''اور معروف طریقے کے مطابق عورتوں کے بھی ویسے ہی حق ہیں جیسے ان پر مردوں کے ہیں۔ ہاں مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے۔''

⑥ اگر ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو ان میں عدل وانصاف کیا جائے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ أَدْنٰى أَلَّا تَعُوْلُوْا﴾ ④

---

① النساء4:19

② سنن الترمذی، المناقب، باب فضل أزواج النبیﷺ:3895، سنن ابن ماجه:1977، ابن حبان:4177 وهو فی صحیح الجامع:3314 والصحیحة:285

③ البقرة2:228 ④ النساء4:3

’’لیکن اگر تمھیں یہ خوف ہو کہ تم ان میں عدل وانصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی کافی ہے یا تمھاری ملکیت کی لونڈی۔ یہ اس اعتبار سے زیادہ مناسب ہے کہ تم بے انصافی کے مرتکب نہیں ہو گے۔‘‘

اور رسول اللہ ﷺ کا ارشادگرامی ہے:

«مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ فَمَالَ إِلَىٰ إِحْدَاهُمَا -جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهُ مَائِلٌ»①

’’جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے ایک ہی کی طرف مائل ہوا (اور دوسری کو نظر انداز کر دیا) تو قیامت کے دن وہ اس حالت میں آئے گا کہ اس کے جسم کا ایک حصہ ساقط ہوگا۔‘‘

⑦ موت کے بعد بھی بیوی سے وفا کی جائے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی بیویوں میں سے کسی پر کبھی اتنی غیرت نہیں آئی جتنی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آتی تھی حالانکہ میں نے انھیں نہیں دیکھا تھا لیکن رسول اللہ ﷺ اکثر وبیشتر اس کا تذکرہ کرتے رہتے تھے۔ اور بعض اوقات بکری ذبح کرتے تو اس کے گوشت کے کچھ ٹکڑے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں میں بھی بھیجا کرتے۔ اس پر میں کبھی کبھی یہ بھی کہہ دیتی کہ شاید دنیا میں اور کوئی عورت ہی نہیں ہے سوائے خدیجہ رضی اللہ عنہا کے! تو آپ ﷺ ان کے فضائل ذکر کرتے اور فرماتے: ’’میری اولاد بھی اسی سے ہوئی ہے۔‘‘②

برادران اسلام! بیٹی، ماں اور بیوی کے حقوق کے متعلق قرآن وحدیث کی جو نصوص ہم نے ذکر کی ہیں ایک طرف انھیں سامنے رکھیں اور دوسری جانب زمانۂ جاہلیت کی عورت کی حالت کو بھی مدنظر رکھیں تو اس سے آپ کو بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ اسلام نے عورت کو معاشرے میں کتنا بڑا مقام دیا ہے اور اس کی کس طرح سے تکریم اور عزت افزائی کی ہے!

❷ زمانۂ جاہلیت کی عورت وراثت سے محروم تھی

زمانۂ جاہلیت میں لوگ صرف مردوں کو وراثت کا حقدار سمجھتے تھے اور عورتوں اور بچوں کو اس سے محروم رکھا جاتا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

① سنن أبي داود، النكاح باب في القسم بين النساء:2133، سنن الترمذي، النكاح باب ما جاء في التسوية بين الضرائر:1141، وصححه الألباني

② صحيح البخاري، مناقب الأنصار باب تزويج النبيﷺ خديجة وفضلها:3818، صحيح مسلم:2437

﴿ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴾ ①

”والدین اور قریبی رشتہ دار جو مال چھوڑ جائیں اس میں مردوں کا حصہ ہوتا ہے۔ اور والدین اور قریبی رشتہ دار جو مال چھوڑ جائیں اس میں عورتوں کا بھی حصہ ہوتا ہے چاہے مال تھوڑا ہو یا زیادہ۔ اور یہ حصے اللہ کی طرف سے مقرر کردیئے گئے ہیں۔“

چنانچہ اسلام نے عورت کو بھی وراثت کا حقدار قرار دیا اور اسے اس سے محروم نہیں کیا۔ ترکہ میں عورت کو کتنا حصہ دیا گیا ہے اس کی تفصیل سورۃ النساء کے دوسرے رکوع میں موجود ہے۔

③ باپ کی بیوی کو اس کی موت کے بعد حلال سمجھا جاتا تھا

زمانۂ جاہلیت میں ایک بیٹا اپنے باپ کی وفات کے بعد اس کی بیوی (اپنی سوتیلی ماں) سے نکاح کرلیتا تھا جبکہ اسلام نے اسے حرام کردیا اور اسے بدکاری، غضب کا موجب اور بدترین شیوہ قرار دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ وَلَا تَنكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُم مِّنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا ﴾ ②

”اور ان عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمھارے باپوں نے نکاح کیا ہے مگر جو گذر چکا ہے۔ یہ بے حیائی کا کام، بغض کا سبب اور بڑی بری راہ ہے۔“

تو یہ بھی اسلام میں عورت کی تکریم کی ایک واضح دلیل ہے۔

④ دو بہنوں سے بیک وقت نکاح

زمانۂ جاہلیت میں دو بہنوں سے بیک وقت نکاح کرنا درست تھا جبکہ اسلام نے اسے حرام قرار دے دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ ..... وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ﴾ ③

”تم پر حرام کردی گئی ہیں تمھاری مائیں ...اور دو بہنوں کو (ایک شخص کے نکاح میں) جمع کرنا بھی حرام ہے الا یہ کہ جو (عہدِ جاہلیت میں) گذر چکا۔“

---

① النساء4:7 ② النساء4:22 ③ النساء4:23

⑤ ایامِ حیض میں عورت کو الگ تھلگ کر دیا جاتا

زمانۂ جاہلیت میں عورت کے مخصوص ایام شروع ہوتے تو اسے بالکل الگ تھلگ کر دیا جاتا۔ اس کا خاوند نہ اس کے ساتھ کھاتا اور نہ اسے اپنے بستر پر آنے دیتا جبکہ اسلام نے عورت کے ساتھ اس ناروا سلوک کو ناجائز قرار دیا۔ رسول اکرم ﷺ اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے مخصوص ایام میں ان کے ساتھ کھاتے پیتے، ان سے خدمت لیتے اور ان کے ساتھ آرام فرماتے۔ صرف ایک چیز جسے اسلام نے ان ایام میں حرام قرار دیا وہ ہے بیوی سے صحبت۔ اس کے علاوہ باقی تمام معاملات کو جائز قرار دیا گیا۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن جب حیض کی حالت میں ہوتیں تو آپ ﷺ تہ بند سے اوپر ان سے مقاربت کرتے تھے۔ ①

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں حیض کی حالت میں ایک برتن سے پانی پیتی، پھر میں وہی (بچا ہوا) پانی آپ ﷺ کو دیتی تو آپ بھی برتن کی اسی جگہ پر منہ رکھ کر پانی پیتے جہاں سے میں نے پانی پیا ہوتا۔ اور میں حیض ہی کی حالت میں کھانے کے دوران اپنے دانتوں کے ساتھ ایک ہڈی سے کچھ گوشت توڑتی، پھر وہی ہڈی آپ ﷺ کو پیش کرتی تو آپ بھی اسی جگہ پر منہ رکھ کر گوشت توڑتے جہاں سے میں نے توڑا ہوتا۔ ②

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ یہودیوں میں جب کوئی عورت مخصوص ایام میں ہوتی تو وہ اپنے گھروں میں نہ اس کے ساتھ کھاتے پیتے اور نہ ہی اس سے مجامعت کرتے۔ تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ ...الخ﴾ ③

''اور وہ آپ سے حیض کے متعلق سوال کرتے ہیں، تو آپ انہیں بتا دیجئے کہ وہ گندگی ہے۔ لہٰذا حالتِ حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «اِصْنَعُوْا كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا النِّكَاحَ» ''تم سب کچھ کر سکتے ہو سوائے ہم بستری کے۔'' ④

ان پانچ نکات کی روشنی میں آپ کو خوب اندازہ ہو گیا ہوگا کہ اسلام نے عورت کو کتنا اونچا مقام دیا ہے۔ اس لئے مغربی ذرائع ابلاغ کے گمراہ کن پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر قطعاً اس احساس میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے کہ اسلام نے عورت کو محروم کر دیا ہے اور اس سے اس کے بنیادی حقوق سلب کر لئے ہیں کیونکہ یہ محض ایک افتراء اور

---

① صحیح مسلم:294
② صحیح مسلم:300
③ البقرة 2: 222
④ صحیح مسلم :302

جھوٹ ہے اور اس کی حقیقت ہماری اب تک کی گذارشات میں واضح ہو چکی ہے۔

عبادات کے اجر وثواب میں مرد وعورت دونوں یکساں ہیں

برادرانِ اسلام! یہ بات تو پہلے واضح ہو چکی ہے کہ جو مقام ومرتبہ اسلام نے عورت کو دیا ہے اور جس طرح اسلام نے اس کی عصمت کے تحفظ کیلئے قوانین اور ضابطے وضع کئے ہیں ایسا کسی اور دین میں نہیں ہے۔ تاہم اپنی ماؤں بہنوں کے مزید اطمینان کیلئے ہم عرض کرتے ہیں کہ عبادات کے اجر وثواب کا اور جنت کی نعمتوں کا جہاں مردوں سے وعدہ کیا گیا ہے وہاں عورتوں کو بھی یکساں طور پر اس میں شریک کیا گیا ہے۔

چنانچہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ﴾ ①

''پس ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمالی کہ تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت میں ضائع نہیں کرتا، تم سب آپس میں برابر ہو۔''

یعنی اجر وثواب میں تمھارے درمیان مساوات ہے اور مرد وعورت میں کوئی فرق نہیں۔

اور فرمایا: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ ②

''جو کوئی مرد ہو یا عورت نیک کام کرے گا بشرطیکہ با ایمان ہو ہم اسے یقینی طور پر پاکیزہ اور عمدہ زندگی عطا کریں گے اور انھیں ان کے اعمال سے زیادہ اچھا بدلہ دیں گے۔''

اسی طرح سورۃ الأحزاب میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا﴾ ③

''بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں، راست باز مرد اور راست باز عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی

① آل عمران 3 195 ② النحل 16:97 ③ الأحزاب 33:35

عورتیں ، عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں ، صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں ، روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں ، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں ، بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں ، ان سب کیلئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔''

عورت کی فطری کمزوریوں میں بعض رخصتیں

ذرا غور فرمائیں ! اسلام نے عورت کی فطری کمزوریوں اور اس کی بعض مجبوریوں کے پیشِ نظر اسے کئی احکامات میں رخصت بھی دی ہے۔ مثلاً :

۱۔ حیض ونفاس کے ایام میں خاتونِ اسلام کو نماز اور روزے معاف ہیں۔

۲۔ حیض ونفاس کے مخصوص ایام میں جو نمازیں رہ جاتی ہیں ان کی قضا بھی نہیں ہے۔ صرف روزوں کی قضا لازم ہے۔

۳۔ حمل اور رضاعت کے ایام میں (کمزوری اور مجبوری ہو تو) عورت کو روزے قضا کرنے کی رخصت دی گئی ہے۔

۴۔ حالتِ حیض میں طوافِ وداع جو واجباتِ حج میں سے ہے معاف ہو جاتا ہے۔

تو یہ رخصتیں بھی اس بات کی دلیل ہیں کہ اسلام نے عورت کو ہرگز نظر انداز نہیں کیا اور نہ ہی اس پر ظلم کیا ہے۔ بلکہ اس کی فطری مجبوریوں کا خیال رکھا گیا ہے اور اسے اس کی طاقت سے زیادہ کسی امر کا مکلّف نہیں کیا گیا۔ لہٰذا خواتینِ اسلام کو بھی ان اسلامی تعلیمات کو بسر وچشم قبول کر لینا چاہئے جو خود انہی کی عصمت کے تحفظ کی ضمانت دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق مرحمت فرمائے۔

عورت کے تحفظ کے لیے اسلام کے چند مخصوص احکام

برادرانِ اسلام ! عورت کی عزت وحرمت کے تحفظ کیلئے اور اسے مریض دل قسم کے لوگوں کے شر سے بچانے کیلئے اسلام نے عورت کیلئے چند قوانین مقرر کئے ہیں۔ ہم یہ قوانین ذکر کرنے سے پہلے اپنی مسلمان ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو یاد دلاتے ہیں کہ دنیا وآخرت میں ان کی بھلائی دینِ اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے میں ہے۔ اور ان کی کامیابی وکامرانی اسلام کے ان ضابطوں اور اصولوں کو عملی جامہ پہنانے میں ہے جو کہ خود

انہی کے تحفظ کیلئے اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے مقرر کئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِيْنًا﴾ [1]

''اور (دیکھو) کسی مومن مرد وعورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے بعد اپنے کسی امر کا اختیار باقی نہیں رہتا۔ (یاد رکھو) جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔''

اسی طرح ہم اپنے مسلمان بھائیوں کو بھی یاد دلاتے ہیں کہ وہ اپنے گھر والوں کے ذمہ دار ہیں اور قیامت کے روز ان سے ان کی ذمہ داری کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَّسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ ، فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ أَهْلِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا . . فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ» [2]

''تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کی ذمہ داری کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔ لہٰذا وقت کا حکمران ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اور آدمی اپنے گھر والوں کا ذمہ دار ہے اور اس سے بھی اس کی ذمہ داری کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ اور عورت اپنے خاوند کے گھر میں ذمہ دار ہے اور اس سے بھی اس کی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا... سو تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کی ذمہ داری کے متعلق سوال کیا جائے گا۔''

لہٰذا مسلمانو! اس ذمہ داری کا احساس کرو اور اپنی بیویوں، بہنوں اور بیٹیوں کو ان اسلامی تعلیمات کا پابند بناؤ جو کہ ان کے تحفظ کیلئے مشروع کی گئی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں:

❶ گھروں میں استقرار

خواتینِ اسلام کیلئے اللہ تعالیٰ نے جو خاص ضابطے مقرر کئے ہیں ان میں سے ایک اہم ضابطہ یہ ہے کہ وہ اپنے گھروں ہی میں ٹھہری رہیں اور بغیر ضروری حاجت کے گھروں سے باہر نہ جائیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ . . . .﴾ [3]

---

① الأحزاب 33:36

② صحيح البخاري، الجمعة باب الجمعة في القرى والمدن: 893، صحيح مسلم: 1829

③ الأحزاب 33:33

''اور اپنے گھروں میں ٹک کر رہو۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عورت کا دائرۂ عمل گھر کی چار دیواری کے اندر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے مسجد میں باجماعت نماز، جمعہ اور جہاد جیسی اہم عبادات سے مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ اور اسے اکیلے سفر کرنے سے منع کر دیا گیا ہے بلکہ حج بیت اللہ جیسے اہم فریضۂ الٰہی کی ادائیگی کیلئے بھی سفر کرنے کی صرف اس صورت میں اسے اجازت دی گئی ہے کہ اس کے ساتھ اس کا خاوند یا محرم موجود ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ بنیادی طور پر عورت کی جائے قرار اس کا گھر ہے اور بغیر ضروری حاجت کے گھر سے نکلنا اس کیلئے درست نہیں ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: «اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ ، فَإِذَاخَرَجَتِ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ ، وَأَقْرَبُ مَا تَكُوْنُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهَا وَهِيَ فِيْ قَعْرِ بَيْتِهَا»[1]

''خاتون ستر (چھپانے کی چیز) ہے۔ اس لئے جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں رہتا ہے۔ اور وہ اپنے رب کی رحمت کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے اندر ہوتی ہے۔''

گھر چونکہ عورت کا اصل ٹھکانہ ہے اس لئے کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اجازت طلب کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ گھروں کی عزت وحرمت محفوظ رہے اور شکوک وشبہات پیدا نہ ہوں۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کی آنکھ پھوڑنے کی اجازت دی ہے جو بغیر اجازت کے کسی کے گھر میں جھانک کر دیکھے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں گھر اور چار دیواری کی حرمت کا تحفظ کتنی اہمیت کا حامل ہے!

اور رسول اکرم ﷺ نے عورت کی اس نماز کو افضل قرار دیا ہے جسے وہ اپنے گھر کے اندر ادا کرے۔

چنانچہ حضرت ام حمید رضی اللہ عنہا نے جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (مسجد نبوی میں) نماز پڑھنے کی رغبت ظاہر کی تو آپ نے فرمایا: ''مجھے معلوم ہے کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنا پسند کرتی ہو لیکن گھر میں نماز پڑھنا تمھارے لئے بہتر ہے۔''

اس کے بعد حضرت ام حمید رضی اللہ عنہا نے اپنے گھر کے اندرونی کمرہ کے ایک نہایت تاریک کونے میں اپنے لئے جائے نماز بنالی۔ پھر وہ ساری زندگی اسی پر نماز پڑھتی رہیں۔[2]

تو یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ عورت کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ اپنے گھر کے اندر رہے اور بغیر کسی

---

① ابن حبان:413/12: 5599وصحح إسناده الأرناؤط ، وأخرج الجزء الأول منه الترمذي :1773وصحح إسناده الشيخ الألباني في المشكاة :3109

② أحمد:371/6 ، ابن حبان:596/5:2217قال الألباني في صحيح الترغيب:حسن لغيره

ضروری حاجت کے گھر سے باہر نہ نکلے۔

❷ مردوزن کا اختلاط حرام

آج کل ''حقوقِ نسواں'' کے تحفظ کے دعویدار گمراہ کن پروپیگنڈہ کرتے ہوئے یہ دعوت دے رہے ہیں کہ عورتوں کو مردوں کے شانہ بشانہ چلنا چاہئے اور کسی بھی میدان میں انھیں مردوں سے پیچھے نہیں رہنا چاہئے ! حالانکہ یہ دعوت عورتوں کو بربادی کی طرف دھکیلنے کے برابر ہے کیونکہ اس کے پیچھے دعویداروں کا مقصد عورتوں کی ترقی نہیں بلکہ ان کا اصل مقصد یہ ہے کہ مردوں کیلئے عورتوں کو شکار کرنا آسان ہو جائے اور جو شخص جب چاہے ، جہاں چاہے اور جسے چاہے اپنے دامِ فریب میں گرفتار کر کے اس کی عزت کو تار تار کردے جیسا کہ بصد افسوس آج کل ہو رہا ہے۔

ہماری بہنوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورت کو مردوں کیلئے سب سے خطرناک فتنہ قرار دیا ہے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ خلوت میں ہوتا ہے تو ان کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ بنا بریں عورتوں کا مردوں سے اختلاط عورت اور مرد دونوں کیلئے باعثِ فتنہ ہے۔ اور اس سے دونوں کا دین وایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے ایسے تمام دروازوں کو بند کردیا ہے جو مردوزن کے اختلاط کی طرف لے جاتے ہیں۔ مثلاً :

① عورت کو اللہ تعالیٰ نے غیر محرم مرد کے ساتھ پست اور نرم آواز میں بات کرنے سے منع فرمادیا ہے تاکہ کوئی مریض دل شخص اس کے متعلق شک وشبہ کا اظہار نہ کرے۔[1] لہٰذا جب نرم لب ولہجہ میں بات تک کرنے کی اجازت نہیں ہے تو مردوزن کے اختلاط کو کیسے درست قرار دیا جا سکتا ہے!

② اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں کو اجنبی عورتوں سے اپنی نظروں کو جھکانے کا اور اسی طرح مومنہ عورتوں کو بھی اجنبی مردوں سے اپنی نظروں کو جھکانے کا حکم دیا ہے۔[2]

اور رسول اکرم ﷺ نے غیر محرم عورتوں کو دیکھنا آنکھوں کا زنا قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے :

'' آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے ، کانوں کا زنا سننا ہے ، زبان کا زنا بات چیت کرنا ہے ، ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا چلنا ہے۔''[3]

لہٰذا جب غیر محرم مرد وعورت کا ایک دوسرے کو دیکھنا ہی حرام ہے تو ان کی آپس میں میل ملاقات اور گھومنا پھرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے!

---

① الأحزاب33: 32 ② النور24: 30-31 ③ متفق علیہ

③ جو خواتین رسول اکرم ﷺ کے پیچھے نماز ادا کرتیں اور وہ اپنے گھروں کو واپس لوٹنے لگتیں تو انھیں آپ ﷺ حکم دیا کرتے تھے کہ

«اسْتَأْخِرْنَ فَإِنَّهُ لَيْسَ لَكُنَّ أَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِيْقَ (وَسَطَهَا) عَلَيْكُنَّ بِحَافَاتِ الطَّرِيْقِ» فَكَانَتِ الْمَرْأَةُ تَلْصَقُ بِالْجِدَارِ حَتّٰى إِنَّ ثَوْبَهَا لَيَتَعَلَّقُ بِالْجِدَارِ مِنْ لُصُوْقِهَا[1]

''تم ایک طرف ہٹ جاؤ کیونکہ تمھارے لئے جائز نہیں کہ تم راستے کے عین درمیان میں چلو۔تم پر لازم ہے کہ تم راستے کے کناروں پر چلو۔'' اس پر وہ خواتین دیوار کے ساتھ چمٹ کر چلتی تھیں حتی کہ ان کی چادریں (جن سے انھوں نے پردہ کیا ہوتا) دیواروں سے اٹک جاتی تھیں۔

تو آپ اندازہ فرمائیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب نماز تک ادا کرنے کے بعد گھروں کو واپس لوٹنے والی عورتوں کو مردوں کے راستے سے دور رہنے کی تلقین فرمائی تو عام طور پر مرد وعورت کا اختلاط کیسے درست ہوسکتا ہے!

④ حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم (غیر محرم) عورتوں کے پاس جانے سے پرہیز کرو'' تو ایک انصاری نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ 'الحمو' یعنی خاوند کے بھائی (دیور) کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''دیور موت ہے۔''[2]

اس حدیث میں ذرا غور کریں کہ جب دیور (خاوند کا بھائی) اپنی بھابھی کیلئے موت ہے تو عام مرد وعورت کا آپس میں اختلاط کتنا خطرناک ہوسکتا ہے!

⑤ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ ، وَلَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ»[3]

''کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ ہرگز خلوت میں نہ جائے ، ہاں اگر اس کے ساتھ کوئی محرم ہو تو ٹھیک ہے۔ اور اسی طرح کوئی عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔''

آپ ﷺ کا یہ فرمان سن کر ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میری بیوی حج کے لیے روانہ

---

① سنن أبی داؤد:5272 وصححه الشيخ الألبانی فی الصحيحة :856

② صحيح البخاری ، النكاح باب لا يخلون رجل بامرأة:5232 ، مسلم ، الأدب:2083

③ صحيح البخاری ، الحج باب حج النساء :2862 ، صحيح مسلم ، الحج :1341

ہو گئی ہے اور میرا نام فلاں فلاں غزوہ کے لیے لکھ لیا گیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔"

یہ دلائل اس بات کے ثبوت کیلئے کافی ہیں کہ مرد و زن کا اختلاط قطعا جائز نہیں ہے۔ لہٰذا مسلمان خواتین کو مغرب زدہ لوگوں کے فریب میں نہیں آنا چاہئے اور قرآن وحدیث کے ان واضح دلائل کے سامنے اپنے آپ کو جھکا دینا چاہئے۔

❸ بے پردگی حرام ہے

بناؤ سنگھار کر کے اور بے پردہ ہو کر گھروں سے نکلنا خواتین پر حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خواتین کو اپنے گھروں کے اندر ٹھہرے رہنے کا حکم دینے کے بعد فرمایا ہے:

﴿ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ . . . . ﴾ ①

"اور قدیم زمانۂ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار کا اظہار مت کرو۔"

یعنی اگر تمھیں کسی ضرورت کے پیشِ نظر گھروں سے باہر نکلنا پڑے تو اس طرح مت نکلو جیسا کہ زمانۂ جاہلیت کی عورتیں بناؤ سنگھار کو ظاہر کرتے ہوئے نکلتی تھیں، بلکہ خوشبو لگائے بغیر اور مکمل باپردہ ہو کر گھروں سے باہر جایا کرو۔ اس آیت میں تبرج سے منع کیا گیا ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ

۱۔ عورت بے پردہ ہو کر غیر محرم مردوں کے سامنے نہ آئے۔

۲۔ اور نیم عریاں لباس پہنے ہوئے اپنی زینت یا اعضاء زینت میں سے کوئی عضو ان کے سامنے ظاہر نہ کرے۔

۳۔ اور مٹک مٹک کر نہ چلے جس سے مردوں کی جنسی خواہش بھڑک اٹھے۔

۴۔ اور وہ غیر محرم مردوں سے نرم اور پست آواز میں گفتگو نہ کرے جس سے ان کے دلوں میں برے خیالات پیدا ہوں۔

۵۔ اور وہ غیر محرم مردوں سے مصافحہ نہ کرے اور ان کے ساتھ اختلاط سے پرہیز کرے۔

یہ تمام صورتیں اس تبرج میں شامل ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے ایمان والی خواتین کو منع کر دیا ہے اور اسے جاہلیت کے اعمال میں سے ایک عمل قرار دیا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

① الأحزاب 33:33

﴿ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَهُنَّ ﴾ ①

''اور وہ بوڑھی عورتیں جنھیں نکاح کی خواہش نہ رہی ہو ان کیلئے گناہ کی بات نہیں کہ وہ اپنی اوڑھنی یا برقعہ وغیرہ اتار دیں بشرطیکہ وہ اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھریں۔ اور اس سے بھی پرہیز کریں تو ان کیلئے بہتر ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عمر رسیدہ خواتین کو غیر محرم مردوں کے سامنے اوڑھنی یا برقعہ وغیرہ اتارنے کی اجازت دی ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ ان کا بناؤ سنگھار ظاہر نہ ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر ان کا بناؤ سنگھار ظاہر ہوتا ہو تو انہیں بھی چادر یا برقعہ وغیرہ اتارنے کی اجازت نہیں ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے فوراً بعد یہ فرمایا ہے کہ اگر وہ اس سے بھی پرہیز کریں یعنی برقعہ وغیرہ نہ اتاریں تو یہ ان کے حق میں بہتر ہے۔ لہٰذا جب عمر رسیدہ خواتین کو بناؤ سنگھار کے اظہار کی اجازت نہیں اور ان کیلئے برقعہ پہننا بہتر ہے تو جوان عورتوں کو اس کی اجازت کیسے ہوسکتی ہے کہ وہ خوشبو سے معطر ہو کر اور مکمل میک اپ کئے ہوئے بغیر پردہ کے پھرتی رہیں!

اور رسول اکرم ﷺ نے بناؤ سنگھار ظاہر کرنے والی خواتین کو ان الفاظ میں سخت وعید سنائی ہے:

''دو قسم کے جہنمیوں کو میں نے نہیں دیکھا ہے۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جن کے پاس گائے کی دموں کی مانند کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ہانکیں گے۔ اور دوسری وہ خواتین ہیں جو ایسا لباس پہنیں گی کہ گویا برہنہ ہوں گی۔ لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف لبھانے والی اور تکبر سے مٹک کر چلنے والی ہوں گی، ان کے سر اونٹوں کی کہانوں کی مانند ایک طرف جھکے ہوں گے۔ ایسی عورتیں جنت میں داخل نہیں ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی حالانکہ اس کی خوشبو تو بہت دور سے محسوس کی جائے گی۔'' ②

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«أَيُّمَا امْرَأَةٍ اِسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْقَوْمِ لِيَجِدُوْا رِيْحَهَا فَهِيَ زَانِيَةٌ» ③

''جو عورت خوشبو لگا کر کچھ لوگوں کے پاس سے گذرے تاکہ وہ اس کی خوشبو محسوس کر سکیں تو وہ بدکار عورت ہے۔''

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ بناؤ سنگھار کو ظاہر کرتے ہوئے اور بے پردہ ہو کر گھروں سے باہر نکلنا

---

① النور 60:24 ② صحیح مسلم ۔الجنة باب النار یدخلها الجبارون :2128

③ سنن أبی داؤد، الترجل باب فی طیب المرأة:4167، سنن الترمذی، الإستئذان باب ما جاء فی کراهیة خروج المرأة متعطرة:2937، سنن النسائی، الزینة باب ما یکره للنساء من الطیب:5126

کبیرہ گناہ ہے۔

❷ پردہ کرنا فرض ہے

خواتینِ اسلام پر اپنے پورے جسم کا پردہ کرنا فرض ہے جس کی فرضیت کے دلائل قرآن وحدیث میں موجود ہیں ۔ جبکہ مغرب زدہ لوگ پردے کو رجعت پسندی قرار دیتے ہیں اور ان کا دعوی یہ ہے کہ پردہ اسلام کے اوائل میں تو درست تھا ، اب یہ قابلِ عمل نہیں رہا ! حالانکہ تمام ائمۂ دین ، علماء کرام اور مجتہدین امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد قرآن وسنت کے احکامات تا قیامت باقی ہیں ۔ اور جس طرح آپ ﷺ کی نبوت قیامت تک کے لوگوں کیلئے ہے اسی طرح آپ ﷺ کی شریعت بھی قیامت تک کے لوگوں کیلئے ہے اور اس میں کوئی رد وبدل نہیں ہوسکتا ۔ پھر یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ پردے کی فرضیت کا حکم نازل ہونے کے بعد تمام خواتینِ اسلام نے اس حکم کی پابندی کی ، چنانچہ وہ بلاضرورت گھروں سے باہر نہیں نکلتی تھیں اور جب کسی ضرورت کے پیشِ نظر گھر سے باہر جاتیں تو مکمل باپردہ ہوکر جاتیں ۔ پھر مسلمان خواتین کا یہ عمل صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں اور پھر تابعین رحمہم اللہ کے عہد میں بھی جاری رہا ۔ اور یہی وہ زمانے ہیں جن کے بہترین زمانہ ہونے کی شہادت خود رسول اللہ ﷺ نے دی ہے ۔ پھر اس کے بعد بھی یہ مبارک عمل کبھی منقطع نہیں ہوا حتی کہ چودھویں صدی ہجری میں جب خلافتِ اسلامیہ کا خاتمہ ہوا ، امتِ مسلمہ بصد افسوس چھوٹے چھوٹے ملکوں میں منقسم ہوگئی اور مغربی افکار کی نشر واشاعت کا آغاز ہوا تو اکثر مسلمان خواتین نے پردے کو خیر باد کہہ دیا اور آہستہ آہستہ بیشتر اسلامی ممالک میں بے حیائی اور عریانی نے حیا اور غیرت کی جگہ لے لی ۔ لہٰذا پردہ دورِ حاضر کے علماء کی اختراع نہیں بلکہ یہ اسلام کی بہترین صدیوں میں بھی تھا اور اس کے بعد بھی کئی صدیوں تک جاری رہا ۔ اس لئے اسے رجعت پسندی یا دقیانوسیت قرار دینا ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے جس کا ازالہ کرنا ازحد ضروری ہے ۔

برادرانِ اسلام ! اب آپ فرضیتِ پردہ کے متعلق واضح دلائل سماعت فرمائیں تاکہ آپ کو یہ معلوم ہو کہ پردہ قرآن وحدیث سے ایک ثابت شدہ حکم ہے ، اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے خواتینِ اسلام کو اس کا پابند کیا ہے اور یہی پاکباز خواتین کا شیوہ اور طرزِ عمل رہا ہے ۔

❶ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ﴾ [1]

---

[1] الأحزاب 33: 53

’’اور جب تم ان سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو۔ یہ تمھارے اور ان کے دلوں کیلئے کامل پاکیزگی ہے۔‘‘

یہ آیت ’’آیة الحجاب‘‘ یعنی ’پردے کی آیت‘ کے نام سے معروف ہے کیونکہ پردے کی فرضیت کے متعلق یہ پہلی آیت تھی اور یہ ماہِ ذو القعدہ ۵ھ میں نازل ہوئی۔ اِس کے شانِ نزول کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گذارش کی: اے اللہ کے رسول! آپ کے پاس اچھے برے ہر طرح کے لوگ آتے ہیں تو کاش آپ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کو پردہ کرنے کا حکم دیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ①

یہ آیت اگرچہ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے بارے میں نازل ہوئی لیکن اس میں پردے کا حکم تمام خواتینِ اسلام کیلئے تھا اور اب تک ہے اور اسی طرح رہے گا کیونکہ اس آیت کے نزول کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو پردہ کرنے کا حکم دیا وہاں تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اپنی خواتین کو اس پر عملدرآمد کرنے کا حکم دیا اور پردہ کرنے کی جو حکمت اس آیت میں ذکر گئی ہے کہ یہ تمھارے اور ان کے دلوں کیلئے کامل پاکیزگی ہے، یہی حکمت اس بات کی دلیل ہے کہ آیت میں پردہ کرنے کا حکم عام ہے اور اس میں تمام خواتینِ اسلام شامل ہیں، کیونکہ جب پردہ کرنے سے امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن جیسی پاکباز خواتین کے دل پاکیزہ رہیں گے تو باقی خواتین کیلئے تو اس پر عمل کرنا اور بھی ضروری ہوگا تاکہ ان کے دلوں میں بھی پاکیزگی آئے۔

❷ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ﴾ ②

’’اے نبی! اپنی بیویوں سے، اپنی بیٹیوں سے اور تمام مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں۔ اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی، پھر انھیں ستایا نہیں جائے گا۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور آپ کی صاحبزادیوں سمیت تمام خواتینِ اسلام کو حکم دیا ہے کہ وہ ایک بڑی چادر کے ذریعے سر سے لیکر پاؤں تک مکمل پردہ کیا کریں اور اس کی حکمت یہ بیان فرمائی کہ اس سے ان کی پہچان ہو جائے گی کہ یہ شریف گھرانوں کی باعزت اور باحیا خواتین ہیں۔ اس لئے کوئی شخص انھیں ستانے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔ اِس آیت سے معلوم ہوا کہ پردہ کرنا شرافت اور حیاء کی

① صحيح البخاري:4790 ② الأحزاب33: 59

علامت اور بے پردگی بے حیائی کی علامت ہے۔

اسی طرح اس آیت میں اس بات کی دلیل بھی ہے کہ چہرہ سمیت پورے جسم کا پردہ کرنا فرض ہے کیونکہ عربی زبان میں (جلباب) اس کھلی چادر کو کہتے ہیں جس سے پورا جسم ڈھک جائے اور بالکل یہی معنی امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن اور صحابیات رضی اللہ عنہن نے بھی اس آیت سے اخذ کیا تھا۔ چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''جب یہ آیت نازل ہوئی تو انصار کی خواتین گھونگٹ بنائے ہوئے گھروں سے اس طرح نکلتی تھیں کہ گویا ان کے سروں پر کوے بیٹھے ہوں اور انھوں نے سیاہ رنگ کی چادریں اوڑھ رکھی ہوتی تھیں۔''①

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں:

''اللہ تعالیٰ انصاری خواتین پر رحم فرمائے، جب یہ آیت نازل ہوئی تو انھوں نے اپنی چادریں پھاڑ کر ان سے اپنے چہرے ڈھانپ لئے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے یوں باوقار انداز میں نماز پڑھتیں کہ جیسے ان کے سروں پر کوے بیٹھے ہوں۔''②

اسی طرح اس آیت میں اس بات کی دلیل بھی ہے کہ پردہ کرنے کا حکم تمام خواتینِ اسلام کیلئے ہے نہ کہ صرف امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کیلئے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ وہ جہاں اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو پردہ کرنے کا حکم دیں وہاں دیگر مومنوں کی تمام خواتین کو بھی اس کا حکم دیں۔

③ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ﴾③

''ایمان والی عورتوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اپنی عزت کی حفاظت کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رکھیں اور اپنا بناؤ سنگھار کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں سوائے اپنے شوہروں کے، یا اپنے باپ کے، یا اپنے خسر کے، یا اپنے لڑکوں کے، یا اپنے خاوند کے لڑکوں کے، یا اپنے بھائیوں کے، یا اپنے بھتیجوں کے، یا اپنے بھانجوں کے، یا اپنے میل جول کی عورتوں کے، یا اپنے غلاموں کے، یا ایسے نوکر طرح زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے۔''

① مصنف عبد الرزاق ② ابن مردویه ③ النور24 :31

اس آیت میں کئی باتیں انتہائی توجہ کے قابل ہیں:

① اللہ تعالیٰ نے ایمان والی خواتین کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی عزت کی حفاظت کریں۔ اور یہ بغیر پردہ کے ممکن نہیں کیونکہ جب پردہ نہیں ہوگا تو مرد بے پردہ عورت کی طرف متوجہ ہوگا، نظریں ملیں گی اور پھر انجام عورت کی بے عزتی ہوگا۔ اِس طرح پردہ کرنے سے عزت کا تحفظ ہوتا ہے اور بے پردگی سے ایسا نہیں ہوسکتا۔

② اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو اپنی زینت (بناؤ سنگھار) ظاہر کرنے سے منع فرمایا ہے سوائے اس زینت کے جو مجبوراً یا خود بخود ظاہر ہو جائے۔ اس سے ثابت ہوا کہ پردہ کرنا عورت پر فرض ہے کیونکہ بغیر پردہ کے زینت کو چھپانا ممکن نہیں۔ اسی طرح اس آیت میں اس بات کی دلیل بھی ہے کہ چہرے کا پردہ کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ زیب وزینت کا سب سے بڑا مظہر چہرہ ہے، لہٰذا اسے چھپانا لازم ہے۔

③ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ خواتین اپنے گریبانوں پر اوڑھنیاں ڈالے رکھیں۔ یعنی اپنا سر، چہرہ، گردن اور سینہ اچھی طرح سے چھپا کر رکھیں۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں: «يَرْحَمُ اللّٰهُ نِسَاءَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَل، لَمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوبِهِنَّ﴾شَقَّقْنَ مُرُوطَهُنَّ فَاخْتَمَرْنَ بِهَا»[①]

''اللہ تعالیٰ اولین مہاجرین کی عورتوں پر رحم فرمائے، جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تو انھوں نے اپنی چادریں پھاڑ کر اپنے چہروں کو چھپالیا۔''

اور ابن ابی حاتم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، ان کا بیان ہے کہ ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے قریشی خواتین کی فضیلت کا ذکر کیا تو وہ کہنے لگیں: ہاں ٹھیک ہے قریشی خواتین فضیلت والی ہیں لیکن میں نے انصاری خواتین سے زیادہ افضل خواتین نہیں دیکھیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی سب سے زیادہ تصدیق کرنے والی اور اس پر سب سے زیادہ مضبوط ایمان والی ہیں۔ چنانچہ جب سورۃ النور میں یہ حکم نازل ہوا (وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ) یعنی وہ اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رکھیں تو ان کے مردوں نے انہیں یہ حکم پڑھ کر سنایا۔ اس پر وہ صبح کے وقت جب نماز پڑھنے کیلئے گئیں تو اپنی چادروں کے ساتھ یوں گھونگٹ بنا کر گئیں کہ جیسے ان کے سروں پر کوے بیٹھے ہوں۔''[②]

اس سے معلوم ہوا کہ ان خواتینِ اسلام نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو فوراً عملی جامہ پہنایا اور اس کی تعمیل میں کسی حیل وحجت سے کام نہ لیا۔ کاش آج کی خواتین بھی اسی جذبۂ اطاعت وفرمانبرداری کا مظاہرہ کریں۔

---

① صحیح البخاری، تفسیر القرآن باب قولہ (وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ . .): 4758 ② فتح الباری: 490/8

④ اللہ تعالیٰ نے خواتین کو پاؤں مار کر چلنے سے بھی منع فرمایا تا کہ ان کی پوشیدہ زینت ظاہر نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنے خوبصورت لباس کو ظاہر کرنا، زیورات پہن کر اور خوب میک اپ وغیرہ کر کے اپنے حسن کی نمائش کرنا اور غیر محرم مردوں کو دعوتِ نظارہ دینا یہ سب عورتوں پر حرام ہے۔

دوسرا خطبہ

سامعین گرامی! قرآن مجید سے فرضیتِ پردہ کے دلائل کا تذکرہ سننے کے بعد آیئے اب حدیثِ نبوی سے بھی اس کے دلائل سماعت کر لیجئے:

❹ فرضیتِ پردہ کی چوتھی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے جو بیان کرتی ہیں کہ:

(كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّوْنَ بِنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مُحْرِمَاتٌ، فَإِذَا حَاذَوْا بِنَا سَدَلَتْ إِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَأْسِهَا عَلٰى وَجْهِهَا، فَإِذَا جَاوَزُوْنَا كَشَفْنَاهُ)[1]

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حالتِ احرام میں تھیں، جب مرد ہمارے سامنے آتے تو ہم میں سے ہر خاتون اپنی کھلی چادر کو اپنے سر سے چہرے پر لٹکا لیا کرتی تھی اور جب وہ گذر جاتے تو ہم اپنی چادر ہٹا لیتیں۔''

اس حدیث میں پردے کی فرضیت کا واضح ثبوت موجود ہے کیونکہ پردہ فرض تھا تو تبھی وہ پاکباز خواتین حالتِ احرام میں بھی غیر محرم مردوں کے سامنے آنے پر اپنے چہروں کو چھپا لیا کرتی تھیں۔ اِس سے اس بات کا اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جب احرام کی حالت میں وہ اس قدر پردے کی پابندی کرتی تھیں تو اس کے علاوہ باقی ایام میں وہ کس قدر اس کی پابندی کرتی ہونگی!

نیز اس میں اس بات کا ثبوت بھی ہے کہ چہرے کا پردہ کرنا لازمی امر ہے کیونکہ جب احرام کی حالت میں غیر محرم مردوں کے سامنے چہرہ ننگا رکھنے کی اجازت نہیں تو کسی اور حالت میں چہرے کو ننگا رکھنا کیسے جائز قرار دیا جا سکتا ہے!

اور کوئی شخص یہ دعوی نہیں کر سکتا کہ ایسا تو محض امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن ہی کرتی تھیں جنھیں پردہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا کیونکہ باقی صحابیات رضی اللہ عنہن بھی اسی طرح ہی کیا کرتی تھیں۔ جیسا کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ''ہم (غیر محرم) مردوں سے اپنے چہرے چھپا لیا کرتی تھیں۔''[2]

---

[1] سنن أبي داؤد:1833، سنن ابن ماجہ:2935وضعفه الألباني ولكن له شاهد من حديث أسماء وفاطمة

[2] ابن خزیمہ، الحاکم: صحیح علی شرط الشیخین

❺ واقعہ افک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے:

''صفوان پردے کا حکم نازل ہونے سے قبل مجھے دیکھا کرتا تھا۔ اس نے جب مجھے پہچانا تو إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھنے لگا۔ اس پر میں بیدار ہوگئی اور میں نے فوراً اپنی چادر سے اپنا چہرہ چھپالیا۔''①

❻ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ (كُنَّ نِسَاءُ الْمُؤْمِنَاتِ يَشْهَدْنَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ صَلَاةَ الْفَجْرِ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ إِلٰى بُيُوْتِهِنَّ حِيْنَ يَقْضِيْنَ الصَّلَاةَ ، لَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْغَلَسِ)②

''مومنہ عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی فجر کی نماز رسول اللہ ﷺ کے پیچھے ادا کرتی تھیں۔ پھر نماز ختم ہونے کے بعد اپنے گھروں کو واپس پلٹتیں تو اندھیرے کی وجہ سے انھیں کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔''

یہ حدیث بھی اس بات کی دلیل ہے کہ پردہ کرنا تمام خواتینِ اسلام پر فرض ہے اور یہی اوائلِ اسلام سے پاکباز خواتین کا شیوہ رہا ہے۔

❼ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمام خواتین کو عیدگاہ میں آنے کا حکم دیا تو بعض عورتوں نے کہا: ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«لِتُلْبِسْهَا أُخْتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا»③

''اسے اس کی بہن چادر پہنائے۔''

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے کی تمام خواتین اپنے چہروں سمیت پورے جسم کا پردہ کرتی تھیں، اور یہ بھی کہ کسی خاتون کیلئے جائز نہیں کہ وہ بغیر پردہ کے گھر سے باہر نکلے کیونکہ اگر بغیر پردہ کے گھر سے نکلنا جائز ہوتا تو آپ ﷺ کم از کم ان خواتین کو ضرور اجازت دے دیتے جن کے پاس پردہ کرنے کیلئے چادریں نہیں ہوتی تھیں۔ تو آپ ﷺ کا یہ حکم کہ جس خاتون کے پاس چادر نہ ہو اسے اس کی بہن چادر پہنائے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بغیر پردہ کے گھر سے نکلنا عورت پر حرام ہے۔

❽ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»

---

① صحيح البخاري وصحيح مسلم

② صحيح البخاري:578 وصحيح مسلم :645

③ صحيح البخاري:324، صحيح مسلم :890

''جو شخص اپنا کپڑا تکبر کے ساتھ گھسیٹے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کی طرف دیکھنا تک گوارا نہیں کرے گا۔''

یہ سن کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: (فَكَيْفَ يَصْنَعْنَ النِّسَاءُ بِذُيُوْلِهِنَّ)

عورتیں اپنی چادروں کے کناروں کا کیا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (يُرْخِيْنَ شِبْرًا) ''ایک بالشت تک لٹکا لیا کریں۔'' تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: «إِذًا تَنْكَشِفُ أَقْدَامُهُنَّ» تب تو پیر ننگے ہو جائیں گے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (فَيُرْخِيْنَهُ ذِرَاعًا لَا يَزِدْنَ عَلَيْهِ) ''وہ ایک ہاتھ تک انھیں لٹکا لیا کریں، اِس سے زیادہ نہیں۔''①

اس حدیث میں ذرا غور فرمائیں کہ اس وقت کی پاکباز خواتین کس قدر پورے جسم کے پردے کا خیال کرتی تھیں کہ انھیں اپنے پاؤں تک کو ننگا کرنا گوارا نہ تھا، جبکہ اس دور کی خواتین پاؤں تو کیا پنڈلیوں بلکہ گھٹنوں تک اپنی ٹانگیں ننگی کرکے پھرتی رہتی ہیں اور انھیں ذرا بھی احساس نہیں ہوتا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کا ارتکاب کر رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمان عورتوں کو ہدایت دے اور انہیں اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

برادرانِ اسلام! ہم نے اب تک فرضیتِ پردہ کے جو دلائل ذکر کئے ہیں اگر آپ نے ان دلائل کو بغور سن لیا ہے تو اب ذرا اپنے ضمیر سے پوچھیں کہ کیا اس کے بعد بھی کسی خاتون کیلئے جائز ہے کہ وہ پردہ کئے بغیر گھر سے باہر نکلے؟ اپنا لباس، اپنے زیورات اور اپنی زیب وزینت کو غیر محرم مردوں کے سامنے ظاہر کرکے انھیں دعوتِ نظارہ دیتی رہے؟ کیا یہ دلائل جاننے کے بعد بھی کسی سرپرست یا والدین کیلئے یہ درست ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی بیوی یا بیٹی یا بہن کو پردہ کے بغیر گھر سے باہر جانے کی اجازت دے؟ کیا قرآن وحدیث کی ان واضح تعلیمات کو جاننے کے بعد یہ ضروری نہیں ہو جاتا کہ خواتینِ اسلام سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے فوراً ان پر عمل درآمد کریں اور پردے کی پابندی شروع کردیں؟ اور کیا والدین کیلئے ضروری نہیں ہو جاتا کہ وہ ابتداء ہی سے اپنی بیٹیوں کو پردے کا پابند بنائیں تاکہ وہ بڑی ہو کر بھی اس کی پابندی کرتی رہیں؟

ہم اپنے غیور بھائیوں اور لائقِ احترام ماؤں اور بہنوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور سب مل کر مغرب کے گمراہ کن افکار کا مقابلہ کریں اور اپنی بیویوں، بیٹیوں اور بہنوں کو عفت وپاکدامنی کا تاج پہنا کر انھیں بے پردگی، اختلاط اور عریانی سے محفوظ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے اور ہمیں اپنے اَحکامات پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین

① سنن الترمذی :1731: حسن صحیح ۔ وصححه الألبانی

نکاح کے مقاصد اور کامیاب ازدواجی زندگی

اہم عناصرِ خطبہ:

① مشروعیتِ نکاح ② نکاح کے مقاصد اور فوائد

③ کامیاب ازدواجی زندگی کے اصول ④ خاوند بیوی کے درمیان مشترکہ حقوق

پہلا خطبہ

برادران اسلام ! اسلام میں مردوعورت کیلئے نکاح مشروع کیا گیا ہے اور نکاح ایسا عظیم رشتہ ہے کہ جس سے منسلک ہونے کے بعد خاوند بیوی ایک پاکیزہ زندگی گذار سکتے ہیں ۔ ایسی زندگی جس میں محبت وپیار، ایک دوسرے سے ہمدردی اور الفت کے پاکیزہ جذبات پائے جاتے ہیں اور اس میں خاوند بیوی ایک دوسرے کے رفیق، دکھ درد کے ساتھی اور غمخوار ہوتے ہیں اور اگر وہ دونوں اپنی ازدواجی زندگی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق بسر کریں تو انھیں دنیا میں سکون اور اطمینان نصیب ہوسکتا ہے اور قیامت کے روز وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی سے ہمکنار ہوسکتے ہیں۔

نکاح کی مشروعیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا﴾①

’’ اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کر کے تم انصاف نہ کرسکو گے تو جو عورتیں تم کو اچھی لگیں ان میں سے دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کرلو۔ لیکن اگر تمہیں اس بات کا ڈر ہو کہ تم ان کے مابین عدل نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی کافی ہے یا تمھاری ملکیت کی لونڈی ۔ بے انصافی سے بچنے کیلئے یہ زیادہ قرین صواب ہے۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں میں سے جو پسند آئیں دو دو، تین تین اور حتی کہ چار چار سے نکاح کرنے کا حکم دیا ہے ۔ لیکن ایک سے زیادہ عورتوں کے ساتھ شادی کرنے کو اللہ تعالیٰ نے اس بات سے مشروط کر دیا ہے کہ وہ ان کے درمیان عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرے اور اگر اسے اندیشہ ہو کہ وہ ایسا نہیں کر سکے گا تو پھر وہ ایک ہی بیوی پر اکتفا کر لے یا لونڈی پر گذارا کر لے۔

① النساء4:3

اور دوسرے مقام پر فرمایا:﴿وَأَنكِحُوا الْأَيَامَى مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ ①

''اور تم میں سے جو مرد وعورت غیر شادی شدہ ہوں تم ان کا نکاح کردو اور اپنے نیک بخت غلاموں اور لونڈیوں کا بھی۔ اگر وہ مفلس بھی ہونگے تو اللہ تعالیٰ انھیں اپنے فضل سے غنی بنا دے گا۔ اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے۔''

ان دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کا حکم دیا ہے۔ اس سے بعض علماء نے دلیل لی ہے کہ نکاح کرنا واجب ہے جبکہ بعض علماء کا کہنا ہے کہ نکاح کرنا مستحب ہے۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر نکاح کرنے کی قدرت موجود ہو اور نکاح نہ کرنے کی وجہ سے بدکاری میں پڑنے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں نکاح کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ آیتِ کریمہ (وَأَنكِحُوا الْأَيَامَى مِنكُمْ ...) میں اللہ تعالیٰ نے سرپرستوں کو حکم دیا ہے کہ وہ غیر شادی شدہ مرد وعورت (عورت چاہے کنواری ہو یا بیوہ یا مطلقہ) کا نکاح کردیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عورت سرپرست کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کرسکتی۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشادگرامی ہے:« أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ...... » ②

''جو عورت اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر نکاح کرلے اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے۔''

اسی طرح اس آیت میں یہ بھی ہے کہ اگر غیر شادی شدہ مرد وعورت غریب ہوں تو وہ مفلسی اور غربت سے خوفزدہ نہ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے فضل سے مالدار بنا دے گا۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشادگرامی بھی اسی کی تائید کرتا ہے:

« ثَلَاثٌ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ عَوْنُهُمْ : اَلْمُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَالْمُكَاتِبُ الَّذِيْ يُرِيْدُ الْأَدَاءَ، وَالنَّاكِحُ الَّذِيْ يُرِيْدُ الْعَفَافَ» ③

---

① النور24 :32

② أحمد، أبو داؤد ، سنن الترمذی، سنن ابن ماجه ـ صحيح الجامع للألبانی :2709

③ أحمد ، سنن الترمذی ، سنن النسائی ـ صحيح الجامع للألبانی:3050

"تین آدمی ایسے ہیں جن کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے: ایک اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا۔ دوسرا وہ غلام جو اپنے آقا سے مکاتبت کر لیتا ہے اور اس کی نیت ادا کرنے کی ہوتی ہے اور تیسرا وہ نکاح کرنے والا جو پاکدامنی کا ارادہ کرتے ہوئے نکاح کرتا ہے۔"

نکاح انبیاء و رسل علیہم السلام کی سنت ہے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً﴾ ①

"آپ سے پہلے بھی ہم بہت سے رسول بھیج چکے ہیں اور ان کو ہم نے بیوی بچوں والا ہی بنایا تھا۔"

امام قرطبیؒ اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس میں دو مسئلے ہیں: پہلا یہ کہ یہود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عیب گیری کرتے تھے۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ یہ کیسا نبی ہے جو شادیاں کرتا ہے! اگر یہ واقعتاً نبی ہوتا تو نبوت کے فرائض کی انجام دہی میں ہی مشغول رہتا لیکن اسے تو بس شادیوں کا ہی خیال رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں یہ آیت اتاری اور واضح فرمایا کہ اس نے جتنے انبیاء و رسل علیہم السلام مبعوث فرمائے سب کے سب بیوی بچوں والے تھے۔ لہٰذا اگر یہ نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) شادیاں کرتا ہے تو اس میں کیا برا ہے! اور دوسرا یہ کہ اس آیتِ کریمہ میں نکاح کی ترغیب ہے۔ نیز یہ بھی کہ یہ انبیاء و رسل علیہم السلام کی سنت ہے۔ ②

جناب نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کو اپنی سنت قرار دیا ہے اور اس سے بے رغبتی کرنے اور منہ موڑنے والے شخص کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ کچھ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق سوال کیا۔ چنانچہ انھوں نے اس کے بارے میں انھیں مطلع کیا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کو (اپنے نظریے سے) کم تصور کرتے ہوئے کہنے لگے: ہم کہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہو سکتے ہیں، ان کی تو اللہ رب العزت نے اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف فرما دی ہیں۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا: میں تو ہمیشہ ساری رات کا قیام کرتا رہوں گا اور دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ روزے رکھوں گا اور کبھی روزہ نہیں چھوڑوں گا اور تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا۔ ان کی یہ باتیں جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچیں تو آپ ان کے پاس آئے اور فرمایا:

---

① الرعد 38:13 ② تفسیر القرطبی: 327/9

«أَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا ! أَمَا وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ ، لٰكِنِّيْ أَصُوْمُ وَأُفْطِرُ ، وَأُصَلِّيْ وَأَرْقُدُ ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ »①

''کیا وہ تم ہو جنھوں نے یہ یہ باتیں کی ہیں ؟ تمھیں معلوم ہونا چاہئے کہ میں تم سب کی نسبت زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور زیادہ متقی ہوں اور اس کے باوجود میں کبھی روزہ رکھتا ہوں اور کبھی نہیں رکھتا اور میں رات کو قیام بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں ۔ تو جو شخص میری سنت سے اعراض کرے گا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ۔''

نکاح نصف دین ہے

رسول اکرم ﷺ نے نکاح کو آدھا دین قرار دیا ہے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: «إِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ نِصْفَ الدِّيْنِ ، فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ فِي النِّصْفِ الْبَاقِيْ »②

''ایک بندہ جب شادی کر لیتا ہے تو وہ آدھا دین مکمل کر لیتا ہے۔ اس لئے اسے باقی نصف کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے ۔''

دوسری روایت میں اس حدیث کے الفاظ یوں ہیں: «مَنْ رَزَقَهُ اللّٰهُ امْرَأَةً صَالِحَةً فَقَدْ أَعَانَهُ عَلٰى شَطْرِ دِيْنِهِ ، فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ فِي الشَّطْرِ الْبَاقِيْ»

''جس آدمی کو اللہ تعالیٰ نیک بیوی دے دے تو اس نے گویا آدھے دین پر اس کی مدد کر دی ۔ لہٰذا وہ باقی نصف دین میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے ۔''

اس حدیث میں ''نیک بیوی'' کا ذکر ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نیک بیوی عطا کر دے تو گویا اس نے اس کیلئے آدھا دین آسان فرما دیا اور اس پر عملدر آمد کیلئے اس کی مدد کر دی اور نیک بیوی کا حصول یقیناً بہت بڑی نعمت ہے ۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے نیک بیوی کو انسان کی سعادتمندی کی دلیل قرار دیا ہے ۔

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے :

« أَرْبَعٌ مِنَ السَّعَادَةِ: اَلْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ ، وَالْمَسْكَنُ الْوَاسِعُ ، وَالْجَارُ الصَّالِحُ ، وَالْمَرْكَبُ الْهَنِيْءُ »③

---

① صحیح البخاری ، النکاح باب الترغیب فی النکاح:5063 ، صحیح مسلم ، النکاح :1401

② صحیح الترغیب والترھیب للألبانی 1916 ③ صحیح الترغیب والترھیب للألبانی :914

''چار چیزیں سعادتمندی سے ہیں: نیک بیوی، کھلا گھر، نیک پڑوسی اور آرام دہ سواری۔''

نکاح کے فوائد

نکاح متعدد فوائد کے پیش نظر مشروع کیا گیا ہے۔ ان میں سے چند فوائد یہ ہیں:

❶ نکاح میں سکون ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا﴾ [1]
''وہ اللہ ہی ہے جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ وہ اس سے سکون حاصل کرے۔''

اور اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
«حُبِّبَ إِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمْ ثَلَاثٌ : اَلطِّيْبُ ، وَالنِّسَاءُ ، وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلَاةِ» [2]
''مجھے تمھاری دنیا کی تین چیزیں محبوب ہیں: خوشبو اور عورتیں۔ جبکہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔''

اس کے علاوہ فطری طور پر بھی اللہ تعالیٰ نے مرد وعورت، دونوں میں ایک دوسرے کیلئے کشش رکھی ہے، اسی لئے وہ دونوں ایک دوسرے کو چاہتے ہیں اور فطرت کا یہ تقاضا وہ نکاح اور شادی کے ذریعے ہی پورا کر سکتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے سے سکون اور راحت حاصل کر سکتے ہیں۔

❷ نکاح میں نسلِ انسانی کی بقاء ہے

نسلِ انسانی کی بقاء نکاح اور شادی کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ایسی عورت سے نکاح کرنے کی ترغیب دلائی ہے جو زیادہ بچے جننے والی ہو۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا: مجھے ایک ایسی عورت ملی ہے جو حسب ونسب والی اور بڑی خوبصورت ہے لیکن وہ بچے جننے کے قابل نہیں۔ تو کیا میں اس سے شادی کر لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ وہ پھر دوسری مرتبہ آیا تو آپ ﷺ نے پھر بھی اسے منع فرمایا۔ اس کے بعد وہ تیسری مرتبہ آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

---
① الأعراف 7:189 ② أحمد، سنن النسائی، صحیح الجامع للألبانی:3124

«تَزَوَّجُوْا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ ، فَإِنِّی مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ»[①]

''تم خاوند سے محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورت سے شادی کرو کیونکہ میں تمھارے ذریعے دوسری امتوں پر اپنی امت کی کثرت ثابت کرنے والا ہوں۔''

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نکاح کرنے والے مرد وعورت کے مدنظر ایک مقصد یہ بھی ہو کہ وہ بچے پیدا کریں گے اور اس امت کی تعداد میں اضافہ کریں گے۔ یہ مقصد اس اعتبار سے انتہائی عظیم مقصد ہے کہ والدین اپنی موت کے وقت اگر اپنے پیچھے نیک اولاد چھوڑیں گے تو ان کا اجر وثواب ان کی موت کے بعد بھی جاری وساری رہے گا۔ جیسا کہ یہ بات رسول اللہ ﷺ کی ایک صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

گویا شادی کے فوائد میں سے ایک فائدہ تو یہ ہوا کہ اس سے نسلِ انسانی کی بقاء ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ امتِ محمدیہ کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے اور اگر اولاد نیک ہو تو والدین کا اجر وثواب ان کی موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے اور اگر اولاد میں سے دو تین بچے بالغ ہونے سے پہلے فوت ہو جائیں اور والدین اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر رضا کا اظہار کریں اور صبر وتحمل کا دامن تھامے رکھیں تو اللہ تعالیٰ انھیں اپنے فضل وکرم سے جنت میں داخل کر دیتا ہے۔ جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: «مَا مِنَ النَّاسِ مِنْ مُسْلِمٍ يُتَوَفّٰى لَهُ ثَلَاثٌ لَمْ يَبْلُغُوْا الْحِنْثَ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ»[②]

''جس مسلمان آدمی کے تین بچے بلوغت سے پہلے فوت ہو جائیں اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت کے فضل سے اسے جنت میں داخل کر دیتا ہے۔''

اور دوسری روایت میں ارشاد فرمایا:

«أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَ لَهَا ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ كَانُوْا لَهَا حِجَابًا مِنَ النَّارِ» قَالَتِ امْرَأَةٌ : وَاثْنَانِ ؟ قَالَ : «وَاثْنَانِ»[③]

''جس خاتون کے تین بچے فوت ہو جائیں وہ اس کیلئے جہنم کی آگ سے پردہ بن جائیں گے۔''

ایک عورت نے کہا: اور دو بھی ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اور دو بھی۔''

خلاصہ یہ ہے کہ اولاد اگر والدین کی زندگی میں فوت ہو جائے تو وہ بھی ان کیلئے باعثِ خیر وبرکت اور اگر

---

① سنن أبی داؤد، النکاح باب النھی عن تزویج من لم یلد من النساء:2050، سنن النسائی ، النکاح باب کراھیة تزویج العقیم، ابن حبان:4056، صحیح سنن أبی داؤد للألبانی: 1805

② صحیح البخاری :1248، 1381 ③ صحیح البخاری:1249، صحیح مسلم :2633

والدین اولاد سے پہلے فوت ہو جائیں تو تب بھی اولاد ان کیلئے باعثِ اجر وثواب ثابت ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ نعمت بغیر نکاح کے حاصل نہیں ہو سکتی۔

۳ شادی کرنے سے نظر کی حفاظت ہوتی ہے اور خاوند بیوی کو پاکدامنی حاصل ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«يَامَعْشَرَ الشَّبَابِ!مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَ ةَ فَلْيَتَزَوَّجْ ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ ، وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ »[1]

''اے نوجوانوں کی جماعت ! تم میں سے جو شخص شادی کرنے کی قدرت رکھتا ہو وہ ضرور شادی کرے۔ اس سے نظر جھک جاتی ہے اور شرمگاہ کی حفاظت ہوتی ہے۔ اور جو شخص قدرت نہ رکھتا ہو تو وہ روزے رکھے کیونکہ روزے اس کیلئے ڈھال کا کام دیتے ہیں۔''

اس حدیث میں نظر اور شرمگاہ کی حفاظت کیلئے ایک عظیم نسخہ بتایا گیا ہے اور وہ ہے شادی۔ اس لئے جو شخص اس کی طاقت رکھتا ہو وہ ضرور اس پر عمل کرے تاکہ اسے یہ فوائد حاصل ہو سکیں۔

۴ نکاح کرنا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری ہے

اللہ تعالیٰ اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری پر اپنے بندوں کو اجر وثواب اور پاکیزہ زندگی عطا کرتا ہے۔ اِس پر مستزاد یہ کہ خاوند بیوی کے درمیان ازدواجی تعلقات بھی ایک عبادت ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«وَفِیْ بُضْعِ أَحَدِکُمْ صَدَقَةٌ ، قَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! أَيَأْتِیْ أَحَدُنَا شَهْوَتَهُ وَيَكُوْنُ لَهُ فِيْهَا أَجْرٌ ؟ قَالَ : أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِیْ حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيْهِ وِزْرٌ ؟ فَكَذٰلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِی الْحَلَالِ كَانَ لَهُ أَجْرًا»[2]

''تمھارے جماع کرنے میں بھی صدقہ ہے۔ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ! ہم میں سے کوئی شخص اپنی شہوت کو پورا کرے تو اس پر بھی اسے اجر ملتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمھارا کیا خیال ہے اگر وہ اپنی

---

[1] صحيح البخاري ۔ النكاح باب من لم يستطع الباءة فليصم :6066

[2] صحيح مسلم ، الزكاة باب بيان ان اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف : 1006

شہوت ناجائز طریقے سے پوری کرے تو کیا اس پر اسے گناہ ہوگا؟ اسی طرح اگر وہ جائز طریقے سے پورا کرے تو اس پر اسے اجر ملتا ہے۔''

نکاح اور شادی کے ان عظیم فوائد کے پیش نظر شادی میں تاخیر کرنا درست نہیں ہے۔ اس لئے سرپرستوں کو اپنی جوان اولاد کی شادی کرنے میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔ جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس دور میں بہت سارے سرپرست حضرات اپنے جوان بیٹوں اور بیٹیوں کی شادی میں بہت تاخیر کردیتے ہیں اور وہ اپنی بہو یا اپنے داماد کے اختیار میں محض دنیاوی اعتبار سے سوچتے ہیں۔ ان کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ کوئی مالدار آدمی مل جائے جو ان کی بیٹی کو بہت زیادہ حق مہر ادا کرے یا دولتمند گھرانے کی لڑکی مل جائے جو بیٹے کے گھر میں بہت زیادہ جہیز لے کر آئے اور یہ سوچ انتہائی غلط ہے۔ ہماری شریعت میں ایسی سوچ وفکر کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے اور اس کے برعکس اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ اگر دیندار اور باکردار لڑکا ملتا ہو تو اسے اپنی لڑکی بیاہ دینی چاہئے خواہ وہ غریب کیوں نہ ہو اور اسی طرح اگر دیندار لڑکی ملتی ہو تو اسے اپنے لڑکے کیلئے اس کے والدین یا سرپرست سے طلب کر لینا چاہئے اور پھر اسی سے اس کی شادی کر دینی چاہئے۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«إِذَا أَتَاكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ خُلُقَهُ وَ دِيْنَهُ فَزَوِّجُوْهُ ، إِلَّا تَفْعَلُوْا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِيْ الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيْضٌ»[1]

''جب تمھارے پاس وہ شخص (شادی کا پیغام لے کر) آئے جس کا کردار اور اس کی دینی حالت تم کو پسند ہو تو اس سے اپنی لڑکی کی شادی کر دو۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بہت زیادہ فساد برپا ہو جائے گا۔''

اس حدیث میں ذرا غور فرمائیں! رسول اللہ ﷺ نے لڑکی کے نکاح کیلئے لڑکے کا معیار مقرر کر دیا ہے اور وہ ہے اس کا کردار اور اس کی دینی حالت، لیکن افسوس بصد افسوس آج یہ معیار بالکل بدل چکا ہے، کردار اور دینداری کی بجائے صرف دنیا کو معیار بنا لیا گیا ہے اور اسی لئے آپ ﷺ کے اس فرمان کے مطابق زمین پر فتنہ اور فساد برپا ہو چکا ہے۔ لڑکیاں اپنے والدین کے ہاں بیٹھے بیٹھے بوڑھی ہو جاتی ہیں، ان کے والدین مالدار لڑکوں اور بڑے حق مہر کے انتظار میں انھیں بوڑھی کر دیتے ہیں اور لڑکوں والے انھیں اس لئے قبول نہیں کرتے کہ وہ غریب ہوتی ہیں اور اسی لئے آئے دن بدکاری کے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں کیونکہ جب نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی

[1] صحيح الجامع للألباني:270: السلسلة الصحيحة :1022

نہیں کی جائے گی تو بدکاری نہیں ہوگی تو اور کیا ہوگا؟ والعیاذ باللہ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم! آپ جیسے انسان کو رد تو نہیں کیا جا سکتا لیکن بات یہ ہے کہ آپ کافر ہیں اور میں مسلمان اور میرے لئے حلال نہیں کہ میں آپ سے شادی کروں۔ اگر آپ اسلام قبول کرلیں تو یہی میرا حق مہر ہوگا۔ چنانچہ انھوں نے اسلام قبول کرلیا اور ان کا اسلام قبول کرنا ہی حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا حق مہر بنا۔ ①

تو یہ تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت یافتہ خاتون جس نے دنیا کو کوئی حیثیت نہیں دی اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کو ہی اپنا حق مہر تسلیم کرلیا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکی کے انتخاب کیلئے جو معیار مقرر فرمایا ہے وہ یہ ہے:

«تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ:لِمَالِهَا، وَلِحَسَبِهَا، وَلِجَمَالِهَا، وَلِدِيْنِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ» ②

''عورت سے نکاح چار اسباب کی بناء پر کیا جاتا ہے: اس کے مال کی وجہ سے، اس کے حسب ونسب کی وجہ سے، اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کی دینداری کی وجہ سے۔ لہٰذا تم تمھارے ہاتھ خاک آلود ہوں دیندار لڑکی سے ہی نکاح کرنا۔''

بیوی اور بہو کے انتخاب کیلئے بھی دینداری کو ہی معیار مقرر کیا گیا ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیندار اور نیک بیوی کو بہترین خزانہ قرار دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

«أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ مَا يُكْنَزُ؟ اَلْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ، إِذَا نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْهُ، وَإِذَا غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْهُ، وَإِذَا أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ» ③

''کیا میں تمھیں بہترین خزانے کے بارے میں نہ بتاؤں؟ وہ ہے نیک بیوی۔ جب اس کا خاوند اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے خوش کردے اور جب وہ گھر میں موجود نہ ہو تو وہ اس کی (عزت کی) حفاظت کرے اور جب وہ اسے کوئی حکم دے تو وہ فرمانبرداری کرے۔''

① قال الحافظ فی الفتح:18/9: أخرجه النسائي بسند صحيح
② متفق عليه
③ سنن أبي داؤد: 1664

کامیاب ازدواجی زندگی کے چند اصول

برادران اسلام ! اب ہم خاوند بیوی کی کامیاب ازدواجی زندگی کے چند اصول ذکر کرتے ہیں۔ اگر وہ دونوں ان اصولوں پر کاربند رہیں تو وہ اپنی ازدواجی زندگی کو خوشگوار اور کامیاب بنا سکتے ہیں اور وہ یہ ہیں :

❶ معاہدے کی پابندی

نکاح خاوند بیوی کے درمیان ایک معاہدہ ہوتا ہے۔ اگر وہ دونوں اس معاہدے کی پاسداری کریں تو وہ ایک کامیاب اور اچھی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

﴿وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَى بَعْضُكُمْ إِلَى بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنكُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا﴾ ①

"اور آخر تم اسے (حق مہر کو) کس طرح واپس لے لو گے جبکہ تم ایک دوسرے سے لطف اندوز ہو چکے ہو اور وہ تم سے پختہ عہد و پیمان لے چکی ہیں۔"

"پختہ عہد و پیمان" سے کیا مراد ہے؟ اس کے بارے میں امام ابن جریر الطبری کا کہنا ہے کہ یہ وہ عہد و پیمان ہے جو بوقتِ نکاح مرد سے اس کی بیوی کیلئے لیا جاتا ہے کہ وہ اسے یا تو اچھے طریقے سے اپنے پاس رکھے گا یا اس پر احسان کر کے اسے چھوڑ دے گا۔ ②

اور خطبۂ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا :

«فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَاءِ، فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوْهُنَّ بِأَمَانِ اللّٰهِ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ» ③

"لہٰذا تم عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا کیونکہ تم نے انھیں اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری پر لیا ہے اور اللہ کے کلمہ کے ساتھ تم نے انھیں اپنے لئے حلال کیا ہے۔"

اس حدیث میں خاص طور پر مردوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ عورتوں کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں اور ان پر ظلم وزیادتی نہ کریں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر مرد ہی عورتوں پر زیادتی کرتے ہیں اور انھیں اپنے ظلم کا نشانہ بناتے ہیں۔ اس لئے انھیں اس سے منع کر دیا گیا ہے اور اس میں "کلمۃ اللہ" کا لحاظ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جس کی بناء پر انھوں نے اپنی بیویوں کو اپنے لئے حلال کیا۔ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان

① النساء4:21 ② جامع البیان: 316/4 ③ مسلم ۔ الحج:1218

ہے: ﴿فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾ یعنی یا انھیں اچھے طریقے سے اپنے پاس رکھو یا احسان کے ساتھ انھیں چھوڑ دو۔ یا اس سے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم مقصود ہے: ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾ یعنی جو عورتیں تمھیں پسند آئیں ان سے نکاح کرلو۔ گویا اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی بناء پر وہ تمھارے لئے حلال ہوئیں، لہٰذا اب اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور ان کے حقوق نہ مارو۔

مذکورہ حدیث کی شرح کیلئے دیکھئے: [1]

خلاصہ یہ ہے کہ اسلام میں مرد وعورت کا نکاح ان کے درمیان ایک معاہدے کا نام ہے جس میں مرد اس بات کا عہد کرتا ہے کہ وہ اپنے بیوی سے حسن سلوک کرے گا اور بیوی اس بات کا عہد کرتی ہے کہ وہ اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرے گی اور اس کے گھر، مال اور اپنی عزت کی حفاظت کرے گی اور اگر وہ دونوں اس عہد کی پاسداری اور پابندی کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کی ازدواجی زندگی کامیابی سے بسر نہ ہو۔

۲ خاوند بیوی کے درمیان محبت

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً﴾ [2]

"اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمھارے لئے تمھاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرسکو اور اس نے تمھارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کردی۔"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے خاوند بیوی کے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کردی ہے جس کی بدولت وہ ایک دوسرے کو چاہتے ہیں، ایک دوسرے کے جذبات کا احترام کرتے ہیں، ایک دوسرے کی رائے کو اہمیت دیتے ہیں اور ہر طرح سے ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہیں۔ اور یہ محبت وہمدردی ایسی ہے کہ جس کی کوئی نظیر نہیں ملتی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: «لَمْ يُرَ لِلْمُتَحَابَّيْنِ مِثْلُ النِّكَاحِ» [3] "نکاح کرنے والے جوڑے کے درمیان جو محبت ہوتی ہے اس جیسی محبت کسی اور جوڑے میں نہیں دیکھی گئی۔"

لہٰذا خاوند بیوی دونوں اگر اس محبت وپیار پر قائم رہیں، تو یقینی طور پر ان کی زندگی انتہائی خوشگوار انداز میں گذر سکتی ہے۔

---

[1] شرح مسلم للنووی: 183/8، عون المعبود: 263/5
[2] الروم 30: 21
[3] صحیح الجامع للألبانی: 5200، السلسلة الصحيحة: 624

اور ہم سب کے اسوۂ حسنہ حضرت محمد ﷺ اپنی بیویوں سے اسی محبت و پیار کا اظہار فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ

''میں جب حالتِ حیض میں ہوتی اور پانی پیتی تو میں بچا ہوا پانی رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کرتی، پھر آپ ﷺ بھی اسی جگہ سے پانی پیتے جہاں سے میں نے پیا ہوتا۔ اسی طرح میں جب کھانے کے دوران ایک ہڈی سے گوشت کاٹتی اور وہی ہڈی آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرتی تو آپ ﷺ بھی اسی جگہ پر منہ رکھ کر گوشت کاٹتے جہاں میں نے منہ رکھ کر گوشت کاٹا ہوتا۔''①

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں آپ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھی تو میں نے آپ ﷺ سے دوڑ میں مقابلہ کیا اور میں مقابلے آپ سے آگے بڑھ گئی۔ پھر جب میرا جسم بھاری ہوگیا اور ہم دونوں میں ایک بار پھر مقابلہ ہوا تو آپ ﷺ مجھ سے آگے بڑھ گئے اور آپ نے فرمایا: «هٰذِهِ بِتِلْكَ» یعنی ''میری یہ جیت تمھاری اُس جیت کے بدلے میں ہے۔''②

ان دونوں احادیث سے (اور ان کے علاوہ دیگر بہت سی احادیث سے) معلوم ہوتا ہے کہ خاوند بیوی ایک دوسرے سے محبت و پیار کے ساتھ زندگی بسر کریں، دونوں خوشی وغمی میں ایک دوسرے کا ساتھ دیں اور ایک دوسرے کا سہارا بنیں اور اگر کبھی ان دونوں میں کوئی بات ایک دوسرے کی ناراضگی کا باعث بنے تو دونوں ایک دوسرے سے درگذر کرتے ہوئے اسے اچھے انداز میں حل کرلیں۔ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کیا میں تمھیں جنتی عورتوں کے متعلق نہ بتاؤں؟'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر وہ عورت جو خاوند سے محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی ہو اور جب اسے غصہ آئے یا اس سے بدسلوکی کی جائے یا اس کا خاوند اس پر ناراض ہو جائے تو وہ خاوند کے پاس جا کر اس سے کہے: یہ میرا ہاتھ تیرے ہاتھ میں ہے، میں اس وقت تک کوئی بناؤ سنگھار نہیں کرونگی جب تک تم راضی نہیں ہو جاتے۔''③

---

① صحیح مسلم، الحیض :300

② أحمد: 39/6، سنن أبی داؤد، الجهاد باب فی السبق علی الرجل:2578، سنن ابن ماجه، النکاح باب حسن معاشرة النساء:1979، وصححه ابن حبان 4691، والألبانی فی صحیح أبی داؤد :2248

③ السلسلة الصحيحة :287

❸ خاوند بیوی......ایک دوسرے کے دکھ درد کے ساتھی

خاوند بیوی ایک دوسرے کی پریشانی کو اپنی پریشانی تصور کریں اور دونوں ایک دوسرے کے غم کو ہلکا کرنے کی کوشش کریں تو ان کی ازدواجی زندگی خوشگوار انداز سے گذر سکتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کانپتے ہوئے (شدید پریشانی کے عالم میں) اپنے گھر میں داخل ہوئے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہنے لگے: «زَمِّلُوْنِیْ، زَمِّلُوْنِیْ» یعنی ''مجھے چادر اڑھا دو، مجھے چادر اڑھا دو۔'' تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انھیں چادر اڑھا دی۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خوف جاتا رہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں پورا حال سنایا اور فرمانے لگے: «لَقَدْ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ» یعنی ''مجھے تو اپنی جان کا خطرہ پڑ گیا تھا۔''

اس پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے) کہا: « كَلَّا، أَبْشِرْ، فَوَاللّٰهِ لَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ أَبَدًا، وَاللّٰهِ إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَصْدُقُ الْحَدِيْثَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ، وَتَقْرِیْ الضَّيْفَ، وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ»[1]

''ہرگز نہیں، آپ کو تو بشارت ہو۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ اللہ کی قسم! آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، بوجھ برداشت کرتے ہیں، جس کے پاس کچھ نہ ہو اسے کما کر دیتے ہیں، مہمان نواز ہیں اور مصائب وآلام میں مدد کرتے ہیں۔''

پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔

آپ ذرا غور فرمائیں! حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پریشانی کیسے کم کی اور کس طرح ان کے خوف کو ہلکا کیا اور انھیں تسلی دی اور نبوت کے عظیم منصب کو اٹھانے کیلئے ان کی ڈھارس بندھوائی۔

اور قصۂ صلح حدیبیہ میں ہے کہ کفار کے ساتھ معاہدہ طے کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا: «قُوْمُوْا، فَانْحَرُوْا، ثُمَّ احْلِقُوْا»

''کھڑے ہو جاؤ، قربانی کرو اور سر منڈوا دو۔''

لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی کھڑا نہ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار یہی حکم دیا اور جب آپ نے دیکھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی اس کی تعمیل نہیں کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی پریشانی کے عالم میں

---

① صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی باب بدء الوحی 3، صحیح مسلم، الإیمان 16:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس چلے گئے اور انھیں سارا قصہ سنایا۔ اس پر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اب آپ پھر باہر جائیں اور ان میں سے کسی سے کوئی بات نہ کریں اور آپ اپنے اونٹ ذبح کر کے اپنا سر منڈوا دیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب یہ دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ ذبح کر دیئے ہیں اور اپنا سر منڈوا دیا ہے تو سب کے سب اٹھے اور قربانیاں کیں اور اپنے سر منڈوا دیئے۔ [1]

تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی پریشانی کے عالم میں ایک اچھا مشورہ دیا جس پر عمل کرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پریشانی ختم ہوگئی۔ لہٰذا ہر خاوند بیوی کو اسی طرح پریشانی کے وقت ایک دوسرے کا ساتھ دینا چاہئے اور غم واندوہ کے موقعہ پر اپنے رفیقِ حیات یا رفیقۂ حیات کی بھر پور مدد کرنی چاہئے۔ یوں وہ اپنی ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنا سکتے ہیں۔

❹ خاوند بیوی ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں

کامیاب وخوشگوار ازدواجی زندگی گذارنے کیلئے ضروری ہے کہ خاوند بیوی دونوں ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کریں اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کرے۔ نہ خاوند بیوی کی حق تلفی کرے اور نہ بیوی خاوند کے حقوق مارے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ [2]

"اور عورتوں کے (شوہروں پر) عرفِ عام کے مطابق حقوق ہیں جس طرح شوہروں کے ان پر ہیں اور مردوں کو عورتوں پر فوقیت حاصل ہے۔"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ خاوند بیوی دونوں کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں جن کا ادا کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خطبۂ حجۃ الوداع میں فرمایا تھا:

«أَلَا إِنَّ لَكُمْ عَلَى نِسَائِكُمْ حَقًّا ، وَلِنِسَائِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا» [3]

"خبردار! بے شک تمھاری بیویوں پر تمھارا حق ہے اور تم پر تمھاری بیویوں کا حق ہے۔"

لہٰذا خاوند بیوی اگر ایک دوسرے کے حقوق کی پاسداری کریں تو یقینی طور پر ان کی ازدواجی زندگی انتہائی اچھے انداز سے گذر سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی توفیق دے۔

---

① صحیح البخاری، الشروط باب الشروط فی الجهاد :2732 ② البقرة 2: 228

③ صحیح الترغیب والترهیب للألبانی :1930

دوسرا خطبہ

برادران اسلام ! جیسا کہ آپ نے پہلے خطبہ میں سماعت فرمایا کہ خاوند بیوی کی کامیاب ازدواجی زندگی کیلئے ایک اصول یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے حقوق کو پہچانیں اور انھیں ادا کریں۔ تو آیئے اب یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ حقوق کونسے ہیں؟

خاوند بیوی کے حقوق تین قسم کے ہیں : (۱) مشترکہ حقوق (۲) خاوند کے حقوق (۳) بیوی کے حقوق

'مشترکہ حقوق' سے مراد وہ حقوق ہیں جو خاوند بیوی کے درمیان مشترک ہوتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک پر ضروری ہوتا ہے کہ وہ یہ حقوق دوسرے کیلئے ادا کرے اور وہ یہ ہیں :

① نکاح کے وقت طے کردہ شرائط کو پورا کرنا

خاوند بیوی کے درمیان بوقتِ نکاح جو جائز شرائط طے پا جائیں دونوں پر ضروری ہے کہ وہ انھیں پورا کریں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے :

«أَحَقُّ مَا أَوْفَيْتُمْ مِنَ الشُّرُوْطِ أَنْ تُوْفُوْا بِهٖ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوْجَ »[①]

''جن شرائط کے ساتھ تم شرمگاہوں کو حلال کر لیتے ہو انھیں پورا کرنا سب سے زیادہ ضروری ہے۔''

اس حدیث میں جن شرائط کے پورا کرنے کی سب سے زیادہ تاکید کی گئی ہے یہ وہ شرائط ہیں جو بوقتِ نکاح خاوند بیوی کے درمیان طے پاتی ہیں اور وہ دونوں ان کو پورا کرنے کا عہد کر لیتے ہیں۔ مثلا بیوی کیلئے حق مہر، نان ونفقہ وغیرہ اور خاوند کی اطاعت اور خدمت کرنا وغیرہ۔

لیکن یہاں ایک ضروری امر ملحوظِ خاطر رہے اور وہ یہ ہے کہ خاوند بیوی کے درمیان طے کردہ شرائط جائز ہوں تو ان کا پورا کرنا ضروری ہے اور اگر ناجائز شرائط طے کر لی جائیں تو شرعا ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ مثلا بیوی یا اس کے سرپرست کی جانب سے یہ شرط لگائی جائے کہ خاوند دوسری شادی نہیں کرے گا، یا اپنی پہلی بیوی کو طلاق دے دے گا تو یہ اور اس جیسی وہ تمام شرائط جو شرعی احکام کے خلاف ہوں وہ سب کی سب باطل اور ناقابل اعتبار ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «كُلُّ شَرْطٍ لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ»[②]

---

① صحيح البخاری، النكاح:5151، صحيح مسلم ، النكاح :1418

② أحمد: 213/6، سنن ابن ماجه:2521:842/2، وصححه ابن حبان:4272، والألبانی فی صحيح سنن ابن ماجه ② صحيح البخاری :5152، صحيح مسلم : 1408

''ہر وہ شرط جو کتاب اللہ میں نہیں وہ باطل ہے۔''

اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: «لَا تَسْأَلِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَكْتَفِيءَ صَحْفَتَهَا، وَلْتَنْكِحْ فَإِنَّمَا لَهَا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهَا»①

''کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے تاکہ وہ اس کا رزق اپنے لئے حاصل کر لے بلکہ وہ (بلاشرط) نکاح کر لے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے جو کچھ لکھ رکھا ہے وہ اسے ضرور ملے گا۔''

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ام مبشر بنت البراء بن معرور کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا تو انھوں نے کہا: میرے خاوند نے شرط لگائی تھی کہ میں اس کے بعد کسی سے شادی نہیں کرونگی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ شرط درست نہیں ہے۔②

ان تمام احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ناجائز شرائط کی شرعا کوئی حیثیت نہیں۔ ہاں اگر جائز شرائط ہوں تو ان کا پورا کرنا خاوند بیوی دونوں کیلئے ضروری ہے۔

④ ایک دوسرے سے لطف اندوز ہونا

اللہ تعالیٰ نے مرد وعورت دونوں کی فطرت میں شہوانی جذبات ودیعت کئے ہیں جن کی بناء پر دونوں ایک دوسرے کو چاہتے ہیں اور نکاح کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ ہے کہ وہ دونوں جائز طریقے سے ان جذبات کی تکمیل کر سکیں. تو ایک دوسرے کی جنسی خواہش کو پورا کرنا خاوند بیوی دونوں کا مشترکہ حق ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: «إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَأَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا، لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ»③

''جب ایک خاوند اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کردے، پھر وہ اس پر ناراضگی کی حالت میں رات گذار دے تو فرشتے صبح ہونے تک اس پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔''

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: «إِذَا دَعَا الرَّجُلُ زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهِ، فَلْتَأْتِهِ وَإِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّورِ»④

---

① قال الحافظ فی الفتح: 125/9: أخرجه الطبرانی فی الصغیر بإسناد حسن

② صحیح البخاری ۔ بدء الخلق باب ذکر الملائکة:3237، صحیح مسلم، النکاح: 1736

③ سنن الترمذی، والنسائی ۔ صحیح الترغیب والترهیب للألبانی :1946

④ البخاری، الصوم، باب من أقسم علی أخیه ...... : 1968

''جب خاوند اپنی بیوی کو اپنی ضرورت کیلئے بلائے تو وہ ضرور اس کے پاس آئے اگرچہ وہ تنور پر کیوں نہ ہو۔''

اور حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا۔ چنانچہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے ملنے آئے تو انھوں نے حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ وہ پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس ہیں اور انھوں نے کوئی بناؤ سنگھار نہیں کیا ہوا۔ جب انھوں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے کہا: اس کی وجہ یہ ہے کہ تمھارا بھائی ابو الدرداء دنیا سے بالکل بے نیاز ہو چکا ہے۔ اس کے بعد حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بھی گھر میں پہنچ گئے تو انھوں نے مہمان کیلئے کھانا تیار کروایا اور انھیں کھانا پیش کر کے کہنے لگے: بھائی تم کھاؤ، میں تو روزے سے ہوں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک تم میرے ساتھ نہیں کھاتے! تو حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ کھانے لگے۔ پھر جب رات چھا گئی تو حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے اپنے مہمان سے سونے کا کہا اور خود جا کر نماز پڑھنے لگے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے کہا: جاؤ تم بھی سو جاؤ۔ چنانچہ وہ بھی سو گئے اور جب رات کا آخری حصہ شروع ہوا تو انھوں نے کہا: اب اٹھو اور نماز پڑھ لو۔ پھر انھوں نے کہا: تم پر تمھارے رب کا حق بھی ہے، تمھاری جان کا حق بھی ہے اور تمھارے گھر والوں کا حق بھی ہے۔ لہٰذا تم سب کے حقوق ادا کیا کرو۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو پورا قصہ سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سلمان نے سچ کہا ہے۔''

ان تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خاوند کا بیوی پر اور بیوی کا خاوند پر حق ہے کہ وہ ایک دوسرے سے لطف اندوز ہوں اور اپنی جنسی خواہش کو پورا کریں۔

③ خاوند بیوی کے ازدواجی تعلقات اور راز داری

میاں بیوی کا ایک دوسرے پر ایک مشترکہ حق یہ ہے، کہ وہ آپس کے ازدواجی تعلقات کو صیغۂ راز میں رکھیں اور ایک دوسرے کے راز ظاہر نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ﴾ ①

''وہ تمھارے لئے لباس ہیں اور تم ان کیلئے لباس ہو۔''

---

① البقرة 187:2

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کے تعلقات کیلئے نہایت لطیف استعارہ فرمایا جس کے کئی مفہوم ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ جس طرح لباس اور جسم کے درمیان کوئی اور چیز حائل نہیں ہوتی اسی طرح میاں بیوی کا ایک دوسرے سے تعلق ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ تم دونوں ایک دوسرے کے راز دار اور راز دان ہو۔ تیسرے یہ کہ تم ایک دوسرے کی عزت کے شریک ہو اور چوتھے یہ کہ تم دونوں ایک دوسرے کے پردہ پوش ہو۔''①

یاد رہے کہ ازدواجی تعلقات کے رازوں کو ظاہر کرنا حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ الرَّجُلُ يُفْضِي إِلَى امْرَأَتِهِ وَتُفْضِي إِلَيْهِ، ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا»②

''قیامت کے دن اللہ کے ہاں سب سے برے مرتبے والا انسان وہ ہوگا جو اپنی بیوی سے لطف اندوز ہوا اور وہ اس سے لطف اندوز ہوئی۔ پھر اس نے اپنی بیوی کے رازوں کو ظاہر کر دیا۔''

اور حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ وہ اور چند دیگر خواتین اور کچھ مرد رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: شاید ایک آدمی جو کچھ اپنی بیوی سے کرتا ہے اسے لوگوں کے سامنے کہہ دیتا ہے اور شاید ایک عورت جو کچھ اپنے خاوند سے کرتی ہے وہ بھی اسے ظاہر کر دیتی ہے! تو لوگ خاموش ہو گئے۔ میں نے کہا: ہاں اللہ کی قسم اے اللہ کے رسول! یہ مرد و عورت ایسا ہی کرتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''ایسا نہ کیا کرو کیونکہ اس کی مثال اس شیطان کی سی ہے جو ایک شیطانہ (مؤنث شیطان) سے ملتا ہے، پھر لوگوں کے سامنے اس سے جماع شروع کر دیتا ہے''③

④ حقِ وراثت

خاوند بیوی کے درمیان مشترکہ حقوق میں سے چوتھا حق، حقِ وراثت ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اس حق کو یوں بیان کیا ہے: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّهُنَّ وَلَدٌ فَإِن كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم مِّن بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ﴾④

---

① تيسير القرآن: 121/1 ② صحيح مسلم، النكاح: 1437

③ أحمد: 456/6، وله شاهد من حديث أبي هريرة في أبي داؤد: 2174، وقال الألباني في آداب الزفاف: فالحديث بهذه الشواهد صحيح أو حسن على الأقل. ④ النساء 4: 12

''اور اگر تمھاری بیویوں کی اولاد نہ ہو تو ان کے ترکہ سے تمھارا نصف حصہ ہے اور اگر اولاد ہو تو پھر چوتھا حصہ ہے اور یہ تقسیمِ ترکہ ان کی وصیت کی تکمیل اور ان کا قرض ادا کرنے کے بعد ہوگی اور اگر تمھاری اولاد نہ ہو تو بیویوں کا چوتھا حصہ ہے اور اگر اولاد ہو تو پھر آٹھواں حصہ ہے اور یہ تقسیم بھی تمھاری وصیت کی تعمیل اور تمھارے قرض کی ادائیگی کے بعد ہوگی۔''

یہ تھے خاوند بیوی کے درمیان مشترکہ حقوق۔ رہے بیوی پر خاوند کے حقوق اور خاوند پر بیوی کے حقوق تو وہ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ خطبہ میں بیان کریں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دینِ حنیف کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے۔ آمین

خاوند بیوی کے حقوق

اہم عناصر خطبہ:

① بیوی پر خاوند کے حقوق ② خاوند پر بیوی کے حقوق

پہلا خطبہ

قابلِ صد احترام بھائیو! آپ کو یاد ہوگا کہ گذشتہ خطبۂ جمعہ میں ہم نے نکاح کی اہمیت، نکاح کے فوائد اور کامیاب ازدواجی زندگی کے چند اصول قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کئے تھے۔اور اُس ضمن میں ہم نے یہ بھی بتایا تھا کہ خاوند بیوی کی ازدواجی زندگی کی کامیابی کیلئے ضروری ہے کہ وہ ایک دوسرے کے حقوق کی پاسداری کریں اور ان میں سے کوئی ایک دوسرے کے حقوق سلب نہ کرے اور پچھلے خطبہ ہی میں ہم نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ خاوند بیوی کے حقوق تین قسم کے ہوتے ہیں:

(۱) مشترکہ حقوق (۲) بیوی پر خاوند کے حقوق (۳) خاوند پر بیوی کے حقوق

اور ہم نے پہلی قسم کے حقوق تو پچھلے خطبہ میں ہی بیان کردیئے تھے اب آیئے باقی حقوق بھی سماعت فرما لیجئے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق کہنے، سننے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

بیوی پر خاوند کے حقوق

❶ خاوند کی خدمت

عرفِ عام اور دستور کے مطابق خاوند کی خدمت کرنا بیوی پر خاوند کا حق ہے۔ چنانچہ حضرت حصین بن محصن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی پھوپھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور جب وہ اپنی حاجت سے فارغ ہوگئیں تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: کیا تمھارا خاوند موجود ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: تم اس سے کیسا سلوک کرتی ہو؟ اس نے کہا: میں ہر طرح سے اس کی خدمت کرتی ہوں سوائے اس کے کہ میں عاجز آجاؤں۔تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«فَانْظُرِیْ أَیْنَ أَنْتِ مِنْهُ ، فَإِنَّمَا هُوَ جَنَّتُكِ وَنَارُكِ»

''تم اس سے کیسا سلوک کرتی ہو ذرا اس بات کا اچھی طرح سے جائزہ لے لینا (اور یاد رکھنا) وہی تمھاری جنت اور وہی تمھاری جہنم ہے۔''①

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اگر بیوی اپنے خاوند کی خدمت گذار ہو تو وہ اس کی بدولت جنت میں جائے گی اور اگر وہ خدمت گذار نہ ہو تو وہ جہنم میں جائے گی۔

اور اِس دور کی خواتین کو اس امت کی اولیں خواتین کے نقشِ قدم پہ چلنا چاہئے جو اپنے خاوندوں کی خدمت کیا کرتی تھیں اور اس سلسلے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتی تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جو کہ نبی کریم ﷺ کی لختِ جگر تھیں اور جنھیں آپ ﷺ نے «سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ» ''جنت کی عورتوں کی سردار'' کی بشارت سنائی تھی وہ اپنے خاوند حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت کیا کرتی تھیں اور گھر کے کام کاج میں محنت ومشقت کا عالم یہ تھا کہ چکی پیس پیس کر ہاتھوں پر چھالے پڑ جاتے تھے اور جب رسول اللہ ﷺ کے پاس چند قیدی آئے تو وہ آپ ﷺ سے ایک خادم کا سوال کرنے آئیں لیکن انھیں رسول اللہ ﷺ گھر میں نہ ملے۔ چنانچہ وہ چلی گئیں اور جب آپ ﷺ گھر میں آئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بتایا کہ وہ اس غرض سے آئی تھیں تو آپ ﷺ ان کے گھر میں گئے اور انھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

''کیا میں تمھیں وہ چیز نہ بتاؤں جو اُس خادم سے بہتر ہے جس کا تم نے سوال کیا ہے؟ جب تم اپنے بستر پر آؤ تو ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر، ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور ۳۳ مرتبہ الحمد للہ پڑھ لیا کرو، یہ تمھارے لئے خادم سے بہتر ہے۔''②

اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھ سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس وقت شادی کی جب ان کے پاس کوئی جائیداد تھی نہ کوئی غلام تھا۔ صرف ایک اونٹ اور ایک گھوڑا تھا۔ میں ان کے گھوڑے کو گھاس چارہ ڈالتی اور اونٹ پر پانی لاد کر لے آتی اور میں خود ان کے ڈول کو سی لیتی اور خود آٹا گوندھتی۔ البتہ میں روٹی پکانا نہیں جانتی تھی تو پڑوس کی انصاری خواتین مجھے روٹی پکا دیتی تھیں اور وہ سچی محبت کرنے والی خواتین تھیں اور جو زمین رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بطور جاگیر عطا کی تھی وہ تقریبا دو میل کے فاصلے پر تھی اور میں اس میں گٹھلیاں چننے جاتی اور اپنے سر پر وہاں سے گٹھلیاں اٹھا کر لے آتی ...... الخ③

① أحمد:341/6، الحميدی : 355، الطبرانی فی الكبير :183/25، الحاكم:189/2، وصححه الألبانی فی آداب الزفاف :ص 118

② صحيح البخاری :3113، 3705، صحيح مسلم :2727

③ صحيح البخاری، النكاح باب الغيرة :5224، صحيح مسلم، السلام :2182

یہ دونوں خواتین (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا) اپنے زمانے کی بہترین خواتین میں سے تھیں لیکن اس کے باوجود بھی وہ اپنے شوہروں کی خدمت کیا کرتی تھیں۔ لہٰذا اِس دور کی خواتین' خواہ وہ کتنی مالدار اور کتنے اچھے گھرانوں کی کیوں نہ ہوں وہ ان صحابیات سے افضل نہیں ہوسکتیں، تو انھیں بھی اپنے شوہروں کی خدمت کرنی چاہیئے۔

❷ خاوند کی فرمانبرداری

بیوی پر خاوند کا دوسرا حق یہ ہے کہ وہ اس کی فرمانبرداری کرے اور اس کی حکم عدولی نہ کرے۔ خاوند کی فرمانبردار خاتون کی فضیلت بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا، وَصَامَتْ شَهْرَهَا، وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا، وَأَطَاعَتْ زَوْجَهَا، قِيلَ لَهَا: ادْخُلِيْ الْجَنَّةَ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شِئْتِ»①

''جب ایک عورت پانچوں نمازیں ادا کرے، ماہِ رمضان کے روزے رکھے، اپنی عزت کی حفاظت کرے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے تو اسے کہا جائے گا: تم جنت کے جس دروازے سے چاہو جنت میں داخل ہو جاؤ۔''

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ عورتوں میں سے کونسی عورت سب سے افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«اَلَّتِيْ تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ، وَتُطِيْعُهُ إِذَا أَمَرَ، وَلَا تُخَالِفُهُ فِيْ نَفْسِهَا وَمَالِهَا بِمَا يَكْرَهُ»②

''وہ جو کہ اسے (خاوند کو) خوش کردے جب وہ اسے دیکھے اور اس کی فرمانبرداری کرے جب وہ اسے حکم دے اور اپنے نفس اور مال میں اس کی خلاف ورزی نہ کرے جسے وہ ناپسند کرے۔''

اور خاوند کی نافرمانی کرنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس کی وجہ سے نافرمان بیوی کی نماز تک قبول نہیں ہوتی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«اِثْنَانِ لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمَا رُؤُوْسَهُمَا: عَبْدٌ أَبَقَ مِنْ مَوَالِيْهِ حَتّٰى يَرْجِعَ، وَامْرَأَةٌ

---

① أحمد:191/1، الطبراني في الأوسط:8805، فيه ابن لهيعة، ولكن له شاهد من حديث أبي هريرة عند ابن حبان:4163، وآخر من حديث أنس عند البزار:1463، وصححه الألباني في آداب الزفاف: ص120

② النسائي، النكاح باب أي النساء خير:3231، وصححه الألباني في صحيح سنن النسائي والصحيحة :1838

عَصَتْ زَوْجَهَا حَتّٰى تَرْجِعَ»①

''دو آدمیوں کی نماز ان کے سروں سے اوپر نہیں جاتی۔ ایک اپنے آقاؤں سے بھاگا ہوا غلام یہاں تک کہ وہ واپس آ جائے اور دوسری وہ عورت جو اپنے خاوند کی نافرمان ہو یہاں تک کہ وہ اس کی فرمانبردار بن جائے۔''

ہاں یہ بات یاد رہے کہ خاوند کی اطاعت اس وقت تک ضروری ہے جب تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو اور اگر خاوند کسی ایسی بات کا حکم دے جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو تو اس میں خاوند کی اطاعت ہرگز نہیں ہوگی۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«لَا طَاعَةَ لِأَحَدٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ ، إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِيْ الْمَعْرُوْفِ»②

''اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔ اطاعت تو صرف نیکی کے کاموں میں ہے۔''

③ بیوی خاوند کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے

بیوی پر خاوند کا ایک حق یہ ہے کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«لَا يَحِلُّ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَصُوْمَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ»③

''کسی عورت کیلئے حلال نہیں کہ وہ خاوند کی موجودگی میں اس کی اجازت کی بغیر (نفلی) روزہ رکھے۔''

④ بیوی خاوند کے مال اور اس کی جائیداد کی حفاظت کرے

بیوی پر خاوند کا ایک حق یہ ہے کہ وہ اس کے مال اور جائیداد کی حفاظت کرے اور خاوند کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں کوئی تصرف نہ کرے۔

حضرت ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا تھا:

«لَا تُنْفِقِ الْمَرْأَةُ شَيْئًا مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا ، قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَلَا الطَّعَامَ ؟ قَالَ : ذَاكَ أَفْضَلُ أَمْوَالِنَا»④

---

① صحيح الترغيب والترهيب للألباني:1948 ② متفق عليه

③ صحيح البخاري، النكاح باب لا تأذن المرأة في بيت زوجها:5195، صحيح مسلم، الزكاة :1026

④ أحمد:267/5، سنن الترمذي، الزكاة باب في نفقة المرأة من بيت زوجها670، سنن ابن ماجه، التجارات باب ما للمرأة من مال زوجها:2295، وحسنه الألباني في صحيح سنن ابن ماجه :1873

''کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر کچھ بھی خرچ نہ کرے۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ کھانا بھی کسی کو نہ دے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کھانا تو ہمارا بہترین مال ہے۔''

⑤ بیوی خاوند کی اجازت کے بغیر گھر میں کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہ دے

بیوی پر خاوند کا ایک حق یہ ہے کہ وہ خاوند کی اجازت کے بغیر گھر میں کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہ دے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: «..وَلَا تَأْذَنَّ فِي بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ »①

''اور وہ خاوند کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہ دے۔''

اور خطبۂ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

«أَلَا إِنَّ لَكُمْ عَلَى نِسَائِكُمْ حَقًّا، وَلِنِسَائِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا، فَأَمَّا حَقُّكُمْ عَلَى نِسَائِكُمْ فَلَا يُوْطِئْنَ فُرُشَكُمْ مَنْ تَكْرَهُوْنَ، وَلَا يَأْذَنَّ فِي بُيُوْتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُوْنَ»②

''خبردار! بے شک تمھارا تمھاری بیویوں پر حق ہے، اور تمھاری بیویوں کا تم پر حق ہے۔ رہا تمھارا تمھاری بیویوں پر حق تو وہ یہ ہے کہ وہ تمھارے بستروں پر کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جسے تم ناپسند کرو اور نہ ہی وہ تمھارے گھروں میں کسی ایسے شخص کو داخل ہونے کی اجازت دیں جو آپ کو ناپسند ہو۔''

⑥ خاوند کی شکر گزاری

بیوی پر خاوند کا ایک حق یہ ہے کہ وہ ہر حال میں اس کی شکر گزار رہے اور کبھی اس کی ناشکری نہ کرے کیونکہ خاوند کی ناشکری کرنا حرام ہے اور بہت بڑا گناہ ہے۔

نبی کریم حضرت محمد ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ''آپ ﷺ کو جہنم دکھلائی گئی تو اس میں زیادہ تر عورتیں تھیں جو خاوند کی ناشکری کرتی تھیں اور اس کے احسانات کو بھلا دیتی تھیں۔ اگر ان میں سے کسی ایک پر تم زندگی بھر احسانات کرتے رہو، پھر وہ تمھاری طرف سے کوئی کمی کوتاہی دیکھ لے تو کہتی ہے: میں نے تو کبھی تجھ سے کوئی خیر دیکھی ہی نہیں۔''③

---

① صحیح البخاری:5195، صحیح مسلم :1026

② سنن الترمذی، الرضاع، باب ما جاء فی حق المرأۃ علی زوجھا:1163، سنن ابن ماجه، النکاح، باب حق المرأۃ علی زوجھا:1851، قال الترمذی:حسن صحیح

③ صحیح البخاری، الإیمان باب کفران العشیر:29. صحیح مسلم، الکسوف :907

اور ناشکری بیوی کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

«لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِلَى امْرَأَةٍ لَا تَشْكُرُ لِزَوْجِهَا ، وَهِيَ لَا تَسْتَغْنِي عَنْهُ»①

''اللہ تبارک وتعالیٰ اس عورت کی طرف دیکھتا ہی نہیں، جو اپنے خاوند کی ناشکری ہو حالانکہ وہ اس کے بغیر رہ نہیں سکتی۔''

ان احادیث کے پیشِ نظر بیوی پر لازم ہے کہ وہ اپنے خاوند کی شکر گذار اور احسانمند ہو اور اس کے تمام حقوق ادا کرنے کی کوشش کرے۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«لَا يَصْلُحُ لِبَشَرٍ أَنْ يَسْجُدَ لِبَشَرٍ ، وَلَوْ صَلَحَ لِبَشَرٍ أَنْ يَسْجُدَ لِبَشَرٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا لِعِظَمِ حَقِّهِ عَلَيْهَا»②

''کسی انسان کیلئے حلال نہیں کہ وہ کسی انسان کے سامنے سجدہ ریز ہو اور اگر ایسا کرنا درست ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کے سامنے سجدہ ریز ہو کیونکہ اس پر اس کا حق بہت بڑا ہے۔''

اور بیوی کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا حق اس وقت تک ادا نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ اپنے شوہر کا حق ادا نہ کرے۔ جیسا کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: «اَلْمَرْأَةُ لَا تُؤَدِّيْ حَقَّ اللّٰهِ حَتّٰى تُؤَدِّيَ حَقَّ زَوْجِهَا ، حَتّٰى لَوْ سَأَلَهَا وَهِيَ عَلٰى ظَهْرِ قَتَبٍ لَمْ تَمْنَعْهُ نَفْسَهَا»③

''عورت اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کر سکتی یہاں تک کہ وہ اپنے شوہر کا حق ادا کرے حتی کہ اگر وہ کجاوے کی پیٹھ پر ہو اور اس کا شوہر اسے (اپنی حاجت کیلئے) بلائے تو وہ اپنے آپ کو اس کے سپرد کرنے سے انکار نہ کرے۔''

اور حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص اپنی ایک بیٹی کو لیکر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میری اس بیٹی نے شادی کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اپنے باپ کی فرمانبرداری کرو۔'' اس نے کہا: اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! میں اس وقت تک شادی نہیں کرونگی جب تک آپ مجھے یہ نہیں بتاتے کہ بیوی پر خاوند کا حق کیا ہے؟ تو آپ ﷺ

---

① صحيح الترغيب والترهيب للألباني :1944 ، والصحيحة : 289

② احمد ، والبزار ۔ صحيح الترغيب والترهيب للألباني : 1936

③ صحيح الترغيب والترهيب للألباني:1943

نے فرمایا:«حَقُّ الزَّوْجِ عَلٰی زَوْجَتِهٖ لَوْ كَانَتْ بِهٖ قُرْحَةٌ فَلَحَسَتْهَا أَوِ انْتَثَرَ مِنْخَرَاهُ صَدِيْدًا أَوْ دَمًا ثُمَّ ابْتَلَعَتْهُ مَا أَدَّتْ حَقَّهُ»[1]

''بیوی پر شوہر کا حق اتنا بڑا ہے کہ اگر اس پر کوئی زخم ہو اور وہ اسے چاٹ لے، یا اس کے نتھنوں سے پیپ یا خون بہہ نکلے اور وہ اسے نگل لے تو تب بھی وہ اس کا حق ادا نہیں کر سکتی۔''

اس لڑکی نے کہا: اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! تب تو میں کبھی شادی نہیں کرونگی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:''لڑکیوں کی شادی ان کی اجازت کے بغیر نہ کیا کرو''

ان تینوں احادیث کو سامنے رکھ کر آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ شریعت میں خاوند کے حقوق کو کتنا اہم قرار دیا گیا ہے اور بیوی کو ان کے ادا کرنے کی کتنی سخت تاکید کی گئی ہے!

خاوند پر بیوی کے حقوق

بیوی پر خاوند کے حقوق تو آپ نے معلوم کر لئے۔ آیئے اب خاوند پر بیوی کے حقوق بھی جان لیجئے:

❶ حق مہر

خاوند پر بیوی کا پہلا حق یہ ہے کہ وہ اسے حق مہر ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓــًٔا مَّرِیْٓــًٔا﴾[2]

''اور عورتوں کو ان کے مہر راضی خوشی دے دو۔ ہاں اگر وہ خود اپنی خوشی سے کچھ مہر چھوڑ دیں تو اسے شوق سے خوش ہو کر کھاؤ۔''

اس آیت میں عورتوں کا مہر انھیں ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لہٰذا شوہروں پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی بیویوں کو ان کا حق مہر ادا کریں۔ ہاں اگر کوئی عورت خود اپنی مرضی سے کچھ مہر معاف کر دے تو وہ مرد کیلئے حلال ہے لیکن سرے سے اس کو اس کا حق ادا کرنے سے انکار کر دینا، یا زبردستی اس سے حق مہر معاف کروا لینا بہت بڑا جرم ہے اور عورت پر ظلم وزیادتی ہے۔ اِس کی سنگینی کا اندازہ آپ اس حدیث سے کر سکتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«أَيُّمَا رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً عَلٰی مَا قَلَّ مِنَ الْمَهْرِ أَوْ كَثُرَ ، لَيْسَ فِیْ نَفْسِهٖ أَنْ يُّؤَدِّیَ إِلَيْهَا

---

① صحیح الترغیب والترھیب للألبانی:1934

② النساء4: 4

حَقَّهَا ، خَدَعَهَا ، فَمَاتَ وَلَمْ يُؤَدِّ إِلَيْهَا حَقَّهَا لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهُوَ زَانٍ»[1]

''جو شخص کم یا زیادہ حق مہر پر کسی عورت سے شادی کرے اور اس کے دل میں اس کا حق اسے ادا کرنے کا خیال ہی نہ ہو تو وہ اس سے دھوکہ کرتا ہے۔ پھر اس حال میں اس کی موت آ جائے کہ ابھی اس نے اس کا حق ادا نہیں کیا تھا تو قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملے گا کہ وہ زانی (بدکار) ہو گا۔''

حق مہر کے سلسلے میں ظلم وزیادتی کا ایک پہلو یہ بھی ہے، کہ شوہر کی جانب سے اگر بیوی کو اس کا حق مہر ادا کر دیا جائے تو بعض اوقات اس کا والد اس پر قبضہ کر لیتا ہے حالانکہ حق مہر تو خالصتا بیوی کا ہی حق ہوتا ہے جو اسے ہی ملنا چاہئے۔ ہاں اگر عورت اپنی خوشی سے مہر کا کچھ حصہ اپنے والد کو دے دے تو وہ اس کیلئے حلال ہے۔

حق مہر کے متعلق چند ضروری مسائل

① شریعت میں حق مہر کی مقدار متعین نہیں کی گئی اور اسے نکاح کرنے والے کی مالی حیثیت پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس لئے ہر شخص اپنی طاقت کے مطابق ہی حق مہر دینے کا پابند ہے اور اسے اتنا حق مہر ہی طے کرنا چاہئے جتنا وہ بآسانی دے سکتا ہو۔ لیکن اس دور میں کئی لوگ بوقتِ نکاح تو بڑھا چڑھا کر حق مہر مقرر کر دیتے ہیں مگر اس کے بعد یا تو حالات کی مجبوری کے باعث ادا نہیں کر سکتے، یا پھر جان بوجھ کر پورا حق مہر ہی کھا جاتے ہیں، یا اس کا کچھ حصہ تو ادا کر دیتے ہیں اور باقی ہضم کر جاتے ہیں، یا پھر عورت پر دباؤ ڈال کر یا اسے بہلا کر پورا حق مہر یا اس کا کچھ حصہ اس سے معاف کروا لیتے ہیں۔ تو اس ظلم وزیادتی تک نوبت ہی کیوں آئے اگر شروع ہی سے اپنی حیثیت کے مطابق حق مہر مقرر کر دیا جائے جو بآسانی ادا کیا جا سکے تو کیا وہ بہتر نہیں؟ اور جب اللہ تعالیٰ نے اور اسی طرح اس کے رسول ﷺ نے حق مہر کی مقدار متعین نہیں فرمائی تو ہم خواہ مخواہ اپنے آپ کو مشقت میں کیوں ڈالیں اور اپنے نامۂ اعمال میں کیوں گناہ لکھوائیں؟

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ﴾[2]

''اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔''

بلکہ یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ اگر انسان کی مالی حیثیت کمزور ہو تو وہ کم حق مہر پر شادی کر سکتا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص جس نے رسول اللہ ﷺ کے پاس شادی کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا' اس کو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ «اِلْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيْدٍ» ''جاؤ ایک لوہے کی انگوٹھی ہی ڈھونڈ لاؤ۔'' پھر

① صحيح الترغيب والترهيب للألباني:1807

② البقرة2 :286

جب اس شخص کو لوہے کی انگوٹھی بھی نہ ملی تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تمھیں قرآن کی کچھ سورتیں یاد ہیں؟ اس نے کہا: ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اسے یہ سورتیں ہی سکھلا دینا، میں نے اسی کے عوض تمھاری اس سے شادی کر دی ہے۔ [1]

اس سے یہ ثابت ہوا کہ اگر کوئی شخص زیادہ حق مہر ادا نہ کر سکتا ہو تو وہ کم قیمت والی چیز کے عوض شادی کر سکتا ہے کیونکہ لوہے کی انگوٹھی بظاہر اتنی قیمت والی نہیں ہو سکتی۔

اسی طرح جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اسے کچھ نہ کچھ دو۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تمھاری وہ حطمی زرہ کہاں ہے؟ انھوں نے جواب دیا: وہ میرے پاس ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہی اس کو دے دو۔'' [2]

یہ تھا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق مہر جو کہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی تھیں اور جن کو آپ ﷺ نے «سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ» ہونے کی بشارت دی۔ اس سے ثابت ہوا کہ کم حق مہر پر شادی کی جا سکتی ہے۔

② کم حق مہر ہی مستحب ہے

شریعت میں اگر چہ حق مہر کی مقدار متعین نہیں کی گئی لیکن اس بات کی طرف ترغیب ضرور دلائی گئی ہے کہ حق مہر کم ہو اور اتنا ہو جتنا آسانی سے ادا کیا جا سکے۔

اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «خَيْرُ النِّكَاحِ أَيْسَرُهُ» [3]

''بہترین نکاح وہ ہے جو بآسانی ہو جائے۔''

اور آپ ﷺ نے فرمایا: «خَيْرُ الصَّدَاقِ أَيْسَرُهُ» [4]

''بہترین حق مہر وہ ہے جو بآسانی ادا کیا جا سکے۔''

اور خود رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو بہت زیادہ حق مہر نہیں دیا تھا۔ ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو کتنا حق مہر دیا

① صحيح البخاري :5030، 5120، صحيح مسلم :1425

② سنن أبي داؤد:2125، سنن النسائي:3375، وصححه الألباني في صحيح سنن النسائي:3160

③ ابن حبان ۔ صحيح الجامع للألباني :3300

④ الحاكم والبيهقي ۔ صحيح الجامع للألباني :3279

تھا ؟ تو انھوں نے کہا: آپ ﷺ نے اپنی بیویوں کو صرف ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی بطور حق مہر ادا کی جو کہ پانچ سو درہم کے برابر بنتی ہے۔ ①

جبکہ سعودی عرب کے بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ موجودہ دور کے مطابق پانچ سو درہم چاندی کا وزن **1487.5** گرام بنتا ہے۔اور اگر یہ دیکھا جائے کہ اُس دور میں اتنے وزن چاندی کے برابر سونا کتنا تھا تو ان کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چاندی کے بارہ درہم سونے کے ایک دینار کے برابر ہوتے تھے۔ اِس لحاظ سے پانچ سو درہم چاندی ساڑھے اکتالیس دینار سونے کے برابر ہوگی اور ایک دینار سونا آج کل کے وزن کے مطابق تقریباً سوا چار گرام کا ہوتا ہے۔ یوں ساڑھے اکتالیس دینار سونے کا وزن تقریباً **176.375** گرام ہوگا۔ واللہ اعلم

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ پر زرد رنگ کے کچھ آثار دیکھے تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: میں نے ایک گٹھلی کے وزن کے برابر سونا دے کر ایک عورت سے شادی کی ہے۔ تو آپ ﷺ نے انھیں مبارکباد دی اور ولیمہ کرنے کا حکم دیا۔ ②

ان تمام احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کم حق مہر ہی مستحب ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی خاتون ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور دیگر صحابیات رضی اللہ عنہن سے تو افضل نہیں ہوسکتی ۔ جب ان کا حق مہر اتنا کم تھا تو اس دور کی خواتین یا ان کے سرپرستوں کو زیادہ حق مہر کا مطالبہ نہیں کرنا چاہئے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا کہنا ہے: ''جس شخص کو اس کا نفس اس بات کی طرف دعوت دیتا ہو کہ اس کی بیٹی کا حق مہر نبی کریم ﷺ کی صاحبزادیوں اور بیویوں کے حق مہر سے زیادہ ہو حالانکہ وہ تو دنیا بھر کی خواتین کی بہ نسبت زیادہ فضیلت والی ہیں تو وہ شخص یقیناً جاہل اور احمق ہے۔'' ③

④ بڑھا چڑھا کر حق مہر مقرر کرنا شرعاً مرغوب نہیں ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ کو بتایا کہ اس نے ایک انصاری عورت سے شادی کی ہے۔ تو آپ ﷺ نے پوچھا: کتنے حق مہر پر؟ اس نے کہا: چار اوقیہ چاندی پر۔ تو آپ ﷺ نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: چار اوقیہ! یوں لگتا ہے جیسے تم اس پہاڑ کے دامن سے چاندی کریدتے ہو۔ ④

---

① صحیح مسلم:1426 ② صحیح البخاری :5072، 5155، صحیح مسلم :1427

③ الفتاوی:194/32 ④ صحیح مسلم:1424

یعنی آپ ﷺ نے چار اوقیہ چاندی پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حق مہر بڑھا چڑھا کر مقرر کرنا شریعت میں مرغوب نہیں ہے۔ اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا:

'' تم عورتوں کے حق مہر بڑھا چڑھا کر مقرر نہ کیا کرو کیونکہ زیادہ حق مہر دینا اگر دنیا میں عزت وتکریم کا باعث ہوتا یا اللہ کے ہاں یہ تقوی کی بات ہوتی تو اسکے زیادہ حقدار حضرت محمد ﷺ تھے، لیکن آپ ﷺ نے اپنی کسی بیوی یا اپنی کسی بیٹی کیلئے بارہ اوقیہ چاندی سے زیادہ حق مہر مقرر نہیں کیا۔''①

❷ نان ونفقہ

خاوند پر بیوی کا دوسرا حق یہ ہے کہ وہ اسے اپنی طاقت اور عرفِ عام کے مطابق نان ونفقہ اور رہائش مہیا کرے اور اس کے جائز اخراجات کو پورا کرے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا تھا:

«وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ»②

'' اور عورتوں کا تم پر حق ہے کہ تم انھیں عرفِ عام کے مطابق خوراک اور پوشاک مہیا کرو۔''

اور حضرت معاویہ القشیری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا کہ بیوی کا خاوند پر کیا حق ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ، وَتَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ، وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلَا تُقَبِّحْ، وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ»③

'' اس کا حق یہ ہے کہ جب تم خود کھاؤ تو اس کو بھی کھلاؤ اور جب تم خود پہنو تو اس کو بھی پہناؤ اور منہ پر نہ مارو اور گالی گلوچ نہ کرو اور اگر اسے چھوڑنا چاہو تو گھر ہی میں چھوڑو۔''

ان احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہوا کہ بیوی کا نان ونفقہ اور لباس وغیرہ خاوند کے ذمے ہے اور خاوند کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ وہ جو کچھ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے گا اگر اس میں وہ اپنی نیت درست کر لے اور اللہ

---

① سنن ابن ماجه :1887، صححه الألباني في صحيح سنن ابن ماجه :1532

② صحيح مسلم:1218

③ أحمد:447/4، سنن أبي داؤد، النكاح باب في حق المرأة على زوجها:2142، سنن ابن ماجه، النكاح باب حق المرأة على الزوج:1850، صحيح الترغيب والترهيب للألباني:1929

تعالیٰ سے اجر وثواب کا طلبگار رہو تو اس کا ہر چھوٹا بڑا خرچ اس کیلئے صدقہ بن جائے گا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ إِلَّا أُجِرْتَ عَلَيْهَا ، حَتّٰى مَا تَجْعَلُ فِيْ فِي امْرَأَتِكَ »①

''اور تو جو بھی خرچ کرے گا اس پر تجھے اجر دیا جائے گا بشرطیکہ تو اس کے ذریعے اللہ کی رضا کا طلبگار رہو حتی کہ تو جو لقمہ اپنی بیوی کے منہ میں ڈالے گا اس پر بھی تجھے اجر دیا جائے گا۔''

اور حضرت ابو مسعود البدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰى أَهْلِهِ نَفَقَةً وَهُوَ يَحْتَسِبُهَا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةً»②

''جب ایک شخص اپنے گھر والوں پر خرچ کرے اور وہ اجر کا طلبگار ہو تو وہ اس کیلئے صدقہ بن جاتا ہے۔''

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« دِيْنَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، وَدِيْنَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِيْ رَقَبَةٍ ، وَدِيْنَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهٖ عَلٰى مِسْكِيْنٍ ، وَدِيْنَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلٰى أَهْلِكَ ، أَعْظَمُهَا أَجْرًا الَّذِيْ أَنْفَقْتَهُ عَلٰى أَهْلِكَ»③

''ایک دینار وہ ہے جسے تم اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہو اور ایک دینار وہ ہے جسے تم ایک غلام کی گردن کو آزاد کروانے میں لگاتے ہو اور ایک دینار وہ ہے جس کے ساتھ تم ایک مسکین پر صدقہ کرتے ہو اور ایک دینار وہ ہے جسے تم اپنے گھر والوں پر خرچ کرتے ہو۔ ان سب میں زیادہ اجر والا دینار وہ ہے جسے تم اپنے گھر والوں پر خرچ کرتے ہو۔''

تنبیہ: اہل وعیال پر خرچ کرنے کی فضیلت میں خاوند جہاں یہ احادیث اپنے مدنظر رکھے وہاں یہ بات بھی اس کے پیشِ نظر رہے کہ خرچ کرنے میں میانہ روی اور اعتدال کی راہ اختیار کرنا ضروری ہے اور یہ بات اسے کبھی نہیں بھولنی چاہئے کہ جہاں بخل کرنا مذموم ہے وہاں اسراف وفضول خرچی کرنا بھی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عباد الرحمٰن کی صفات کے ضمن میں فرمایا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا﴾④

''اور وہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخل سے کام لیتے ہیں، بلکہ ان دونوں کے

---

① متفق علیہ ② متفق علیہ

③ صحیح مسلم 995 ④ الفرقان 25:67

درمیان گذر اوقات کرتے ہیں۔''

۳ اچھے انداز سے بود و باش رکھنا

خاوند پر بیوی کا ایک حق یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ اچھے طریقے سے بود و باش رکھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا﴾ ①

''اور ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو۔ اگر وہ تمھیں ناپسند ہوں تو ہوسکتا ہے کہ کوئی چیز تمھیں تو ناگوار ہو مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت بھلائی رکھ دی ہو۔''

یعنی ان کے ساتھ اچھے انداز سے رہو، ان سے اچھا سلوک کرو اور ان سے نرم رویہ اور عمدہ برتاؤ رکھو جیسا کہ تم خود ان سے یہ توقع رکھتے ہو کہ وہ تمھارے ساتھ اچھے انداز سے رہیں اور ہر طرح سے تمھارا خیال رکھیں۔

اچھے طرزِ بود و باش کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ ہمارے لئے بہترین نمونہ ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ بہت عمدہ برتاؤ کرتے تھے، ان کا دل بہلاتے تھے، ان سے بعض اوقات مزاح بھی کرتے تھے، نمازِ عشاء کے بعد آپ ﷺ اپنی تمام بیویوں سے حال احوال دریافت کرتے، ان سے گفتگو فرماتے، ان کے ساتھ کھانا تناول فرماتے اور باری باری ہر ایک کے ساتھ آرام فرماتے ...... الغرض یہ کہ آپ ﷺ ہر طرح سے اپنی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے۔

اور آپ ﷺ مختلف مواقع پر عورتوں کا یہ حق صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے بیان کرتے۔ اس سلسلے میں چند احادیث آپ بھی سماعت فرمالیں:

① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ إِيْمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ» ②

''مومنوں میں سب سے کامل ایمان والا شخص وہ ہے جو ان میں سب سے اچھے اخلاق کا حامل ہو اور تم سب میں بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے حق میں بہتر ہو۔''

② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

① النساء 19:4

② سنن الترمذی:1162:حسن صحیح، وانظر:السلسلة الصحیحة :284

«لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً ، إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ»①

''کوئی مومن (اپنی) مومنہ (بیوی) سے بغض نہ رکھے۔ اگر اس کی کوئی عادت اسے ناپسند ہوگی تو کوئی عادت اسے پسند بھی تو ہوگی۔''

اس حدیث میں خاوند کو بیوی سے بغض رکھنے سے منع کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ اگر شوہر بیوی کو اس کی کسی عادت کی بناء پر ناپسند کرتا ہو تو اس میں کوئی ایسی عادت بھی تو یقیناً ہوگی جسے وہ پسند کرتا ہوگا۔ لہٰذا وہ اس کی پسندیدہ عادات کو ناپسندیدہ عادات پر ترجیح دیتے ہوئے اس سے محبت کرے۔ مثلاً ایک عورت تعلیم یافتہ نہ ہو لیکن وہ کفایت شعار ہو، امور خانہ داری بخوبی سرانجام دیتی ہو اور ہر حال میں اپنے خاوند کو راضی رکھنے کی کوشش کرتی ہو تو اس کی ان خصالِ حمیدہ کی بناء پر وہ اس کا تعلیم یافتہ نہ ہونا برداشت کرلے اور اس سے اچھے انداز سے نبھانے کی کوشش کرے۔

③ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ ، فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ ، وَإِنَّ أَعْوَجَ مَا فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ ، فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهُ كَسَرْتَهُ ، وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ ، فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ »②

''تم عورتوں کے متعلق اچھے سلوک کی میری وصیت قبول کرو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی کا سب سے ٹیڑھا حصہ اس کا اوپر والا حصہ ہوتا ہے۔ اگر آپ اسے سیدھا کرنا چاہیں گے تو اسے توڑ ڈالیں گے اور اگر اسے چھوڑ دیں گے تو اس کا ٹیڑھا پن بدستور باقی رہے گا۔ لہٰذا تم عورتوں سے اچھا برتاؤ ہی کیا کرو۔''

④ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبۂ حجۃ الوداع میں فرمایا تھا

«فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَاءِ ، فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوْهُنَّ بِأَمَانِ اللّٰهِ ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ »③

''تم عورتوں کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا کیونکہ تم نے انھیں اللہ کی ذمہ داری پر لیا ہے اور انھیں اللہ کے کلمہ کے ساتھ حلال کیا ہے۔''

ان تمام احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بیوی کا خاوند پر لازمی حق ہے کہ وہ اس سے اچھا برتاؤ کرے اور اسے اذیت دینے سے پرہیز کرے۔

---

① صحيح مسلم:1469

② صحيح البخاري:5185 و5186، صحيح مسلم :1468

③ صحيح مسلم:1218

اور اگر بیوی خاوند کی نافرمانی کرتی ہو یا بد خلقی سے پیش آتی ہو یا ہٹ دھرمی دکھاتی ہو تو اس کے بارے میں خاوند کو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اپنے سامنے رکھنا چاہئے:

﴿وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا﴾ ①

''اور جن بیویوں سے تمھیں سرکشی کا اندیشہ ہو انھیں سمجھاؤ۔ (اگر نہ سمجھیں) تو خواب گاہوں میں ان سے الگ رہو۔ (پھر بھی نہ سمجھیں) تو انھیں مارو۔ پھر اگر وہ تمھاری بات قبول کر لیں تو خواہ مخواہ ان پر زیادتی کے بہانے تلاش نہ کرو۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نافرمان یا سرکش بیوی کے متعلق تین ترتیب وار اقدامات تجویز کئے ہیں۔ پہلا یہ کہ اسے نصیحت اور خیر خواہی کے انداز میں سمجھاؤ۔ اگر وہ سمجھ جائے تو ٹھیک ہے ورنہ دوسرا اقدام یہ ہے کہ اس کا اور اپنا بستر الگ الگ کر دو۔ اگر اس میں ذرا برابر بھی عقل ہوگی تو وہ یقیناً راہ راست پر آ جائے گی لیکن اگر وہ اس کے باوجود بھی نہ سمجھے تو آخری حربہ یہ ہے کہ اسے مارو......لہٰذا مار آخری حربہ ہے نہ کہ پہلا جیسا کہ آج کل بہت سارے لوگ پہلے دونوں اقدامات کو چھوڑ کر آخری حربہ سب سے پہلے استعمال کرتے ہیں۔ اور یہ بات بھی یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس مار کو اس بات سے مشروط کر دیا ہے کہ اس سے اسے چوٹ نہ آئے اور نہ ہی اس کی ہڈی پسلی ٹوٹے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَا يَجْلِدْ أَحَدُكُمُ امْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ ثُمَّ يُجَامِعُهَا فِي آخِرِ الْيَوْمِ» ②

''تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کو یوں نہ مارے جیسے وہ اپنے غلام کو مارتا ہے، پھر وہ دن کے آخر میں اس سے ہمبستری بھی کرے۔''

اور دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

«... فَإِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ ، وَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ» ③

''اگر وہ (بے حیائی) کریں تو تم اپنے اور ان کے بستر الگ الگ کر دو اور اس طرح مارو کہ انھیں چوٹ نہ آئے۔''

---

① النساء4: 34

② صحیح البخاری، النکاح باب ما یکرہ من ضرب النساء:5204، صحیح مسلم: الجنة باب النار یدخلها الجبارون :2855

③ سنن الترمذی، الرضاع باب فی حق المرأة علی زوجها

دوسرا خطبہ

برادرانِ اسلام ! جیسا کہ پہلے خطبے میں آپ نے سماعت فرمایا کہ خاوند کے بیوی پر کونسے حقوق ہیں اور بیوی کے شوہر پر کونسے حقوق ہیں۔ بیوی کے حقوق میں سے ایک حق باقی ہے جسے اس خطبے میں ذکر کرتے ہیں۔

❹ حق خلع

شوہر پر بیوی کا چوتھا حق یہ ہے کہ اگر کسی شرعی عذر کی بناء پر بیوی خاوند کے ساتھ نہ رہنا چاہے تو وہ پورا حق مہر یا اس کا کچھ حصہ خاوند کو واپس کر کے اس سے طلاق لے سکتی ہے۔ ''شرعی عذر'' سے مراد یہ ہے کہ مثلا خاوند حقوق زوجیت ادا کرنے کے قابل نہ ہو یا خاوند بلا عذر بیوی کو تنگ کرتا ہو اور اس نے اس کا جینا حرام کر دیا ہو یا خاوند بیوی کے درمیان ناچاقی ہونے کے بعد صلح کی تمام کوششیں ناکام ہو چکی ہوں اور خاوند نہ تو اسے اپنے ساتھ رکھنے پر تیار ہو اور نہ ہی اسے طلاق دینے پر آمادہ ہو۔ تو اس طرح کے شرعی عذر کی موجودگی میں بیوی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ خاوند سے لیا ہوا حق مہر (پورا یا کچھ حصہ' جتنے پر اتفاق ہو) واپس کر دے اور اس سے طلاق لے لے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ﴾ [1]

''ہاں اگر تمہیں اس بات کا خوف ہو کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود کی پابندی نہ کر سکیں گے تو پھر عورت اگر کچھ دے دلا کر اپنی گلو خلاصی کرا لے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں۔''

اور اس سلسلے میں حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کا قصہ بہت معروف ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور انھوں نے اپنے خاوند کی شکایت کی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس کا باغ اسے واپس کر دو گی؟ انھوں نے کہا: جی ہاں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اپنا باغ واپس لے لو اور اسے طلاق دے دو۔'' [2]

لیکن عورت کو یہ بات اپنے ذہن میں رکھنی چاہئے کہ اسے حقِ خلع تو حاصل ہے مگر تب جبکہ شرعی عذر موجود ہو اور رہا بغیر شرعی عذر کے طلاق کا مطالبہ کرنا تو یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

---

① البقرۃ2 229

② صحیح البخاری، الطلاق باب الخلع:5273

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا الطَّلَاقَ ، مِنْ غَيْرِ مَا بَأْسٍ ، فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ»①

''جو عورت بغیر کسی معقول عذر کے اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کرے اس پر جنت کی خوشبو تک حرام ہو جاتی ہے۔''

یہ تھے خاوند بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دینِ حنیف کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے۔ آمین

① أحمد، سنن أبی داؤد، سنن الترمذی، سنن ابن ماجه، صحیح الجامع للألبانی: 2706

والدین سے حسن سلوک

اہم عناصر خطبہ:

❶ قرآن مجید میں والدین سے حسن سلوک کی تاکید

❷ احادیث نبویہ میں والدین سے حسن سلوک کے فضائل

❸ والدین کے حقوق

پہلا خطبہ

برادرانِ اسلام! آج کا خطبۂ جمعہ ''بر الوالدین'' یعنی والدین کے ساتھ حسن سلوک کے متعلق ہے اور آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ اسلام میں والدین سے حسن سلوک کی شدید تاکید کی گئی ہے اور ان سے بدسلوکی کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اولاد پر والدین کا حق اتنا بڑا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے ساتھ والدین کا حق بیان کیا ہے اور اس نے والدین کے حق کو باقی تمام حقوق العباد پر ترجیح دی ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بھی والدین کی نافرمانی کرنے اور انہیں اذیت پہنچانے کو کبیرہ گناہ قرار دیا ہے......تو آیئے سب سے پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے والدین کے متعلق کیا حکم دیا ہے اور ان کے حقوق کی ادائیگی اور ان سے اچھا برتاؤ کرنے کی کس قدر شدید تاکید کی ہے!

قرآن مجید میں والدین سے حسن سلوک کا حکم

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر والدین سے اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس بارے میں چند آیات آپ بھی سماعت فرمایئے:

① اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾[1]

''اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور والدین سے اچھا سلوک کرو۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنا حق ذکر فرمایا اور وہ ہے صرف اسی کی عبادت کرنا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا۔ اس کے بعد والدین کا حق ذکر فرمایا اور وہ ہے ان سے اچھا برتاؤ کرنا۔ پھر اس کے

① النساء4: 36

بعد رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور پڑوسیوں وغیرہ کا حق ذکر کیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حق کے بعد سب سے اہم حق والدین کا ہے اور حقوق العباد میں سب سے مقدم حق ماں باپ کا ہے۔

② اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ﴾[①]

''آپ ان سے کہئے کہ آؤ، میں تمھیں پڑھ کر سناؤں کہ تمھارے رب نے تم پر کیا کچھ حرام کیا ہے اور وہ یہ باتیں ہیں کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور یہ کہ والدین سے اچھا سلوک کرو۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے محرمات کا ذکر فرمایا اور ان میں سے سب سے پہلے شرک کو حرام قرار دیا۔ پھر والدین سے حسن سلوک کا حکم دے کر ان کی نافرمانی کرنے اور انھیں اذیت پہنچانے کو بھی حرام کر دیا۔ تو اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ والدین سے بدسلوکی کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں کتنا سنگین جرم ہے!

③ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَقَضَى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ☆ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ﴾[②]

''اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے علاوہ اور کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ بہتر سلوک کرو۔ اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تمھارے سامنے بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو انھیں اف تک نہ کہو اور نہ ہی انھیں جھڑکو اور ان سے احترام کے ساتھ بات کرو اور ان پر رحم کرتے ہوئے انکساری سے ان کے سامنے جھک کر رہو اور ان کے حق میں دعا کیا کرو کہ اے میرے رب! ان پر رحم فرما جیسا کہ انھوں نے رحمت وشفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔''

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں متعدد باتیں انتہائی توجہ کے قابل ہیں:

پہلی یہ کہ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے فوراً بعد والدین کا حق ذکر فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح سب کا معبود ایک ہے اسی طرح ہر شخص کا ماں باپ بھی ایک ہی ہوتا ہے اور یہ ایک بڑی مناسبت ہے والدین کو خالقِ حقیقی کے ساتھ۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے والدین کے حقوق کو اپنے حق کے ساتھ ملا کر ذکر کیا۔[③]

---

① الأنعام 6:151 ② الاسرا 17: 23-24

③ أسعاد العباد۔ نواب صدیق حسن خان: ص21

جبکہ مولانا عبد الرحمٰن کیلانیؒ اس کی توجیہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کے ساتھ ہی متصلا والدین سے بہتر سلوک کا ذکر کیوں فرمایا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر چیز کا پروردگار تو رب کائنات ہے، جس نے زمین بنائی۔ ہوا، پانی، سورج، چاند وغیرہ پیدا کیئے، پھر بارش برسائی اور پھر انسان کی ساری ضروریاتِ زندگی زمین سے وابستہ کر دیں ...... پھر اس کے بعد انسان کی پرورش کا ظاہری سبب اس کے والدین کو بنایا اور یہ تو ظاہر ہے کہ جس قدر مشکل سے انسان کا بچہ پلتا ہے کسی جانور کا بچہ اتنی مشکل سے نہیں پلتا ...... ماں راتوں کو جاگ جاگ کر اور بچے کے آرام پر اپنا آرام قربان کرتی ہے اور باپ' بچہ اور اس کی ماں دونوں کے اخراجات برداشت کرتا ہے۔ پھر اس کی تربیت میں پورا تعاون کرتا ہے۔ تب جا کر انسان کا بچہ بڑا ہوتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے والدین کے دل میں اپنی اولاد کیلئے بے پناہ محبت اور ایثار کا جذبہ نہ رکھ دیا ہوتا تو انسان کے بچہ کی کبھی تربیت نہ ہو سکتی۔ اب اگر انسان اپنے والدین کو بڑھاپے کی حالت میں بے یار و مددگار چھوڑ دے اور ان کی طرف توجہ نہ کرے یا ان سے گستاخی سے پیش آئے تو اس سے زیادہ بے انصافی اور ظلم اور کیا ہو سکتا ہے !! ''[1]

دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ نے والدین سے حسن سلوک کرنے کا حکم دینے کے بعد فرمایا ہے کہ وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک جب بڑھاپے کو پہنچ جائے تو تم نے ان کے حق میں پانچ باتوں کی پابندی کرنی ہے اور وہ یہ ہیں:

❶ پہلی یہ کہ تم نے انھیں اف تک نہیں کہنا اور (اف) سے مراد ہر تکلیف دہ اور ناگوار قول وفعل ہے جس سے والدین کو ذہنی یا روحانی اذیت پہنچے۔ لہٰذا اولاد پر لازم ہے کہ وہ والدین سے نرمی اور اچھے انداز سے بات کرے اور انھیں کوئی بری بات نہ سنائے حتی کہ اف تک نہ کہے کیونکہ یہ بھی ہلکے درجے کی گستاخی ہے اور جب ہلکے درجے کی گستاخی جائز نہیں تو اس سے بڑی گستاخی بھی حرام ہے۔

❷ دوسری یہ کہ تم نے انھیں جھڑکنا بھی نہیں اور یہ اس لئے کہ والدین کا مزاج بڑھاپے کی وجہ سے عام طور پر چڑ چڑا سا ہو جاتا ہے اور ان کی کسی بات پر اولاد کو غصہ بھی آ سکتا ہے۔ تو اولاد کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ والدین کی باتیں برداشت کرے اور ان کے سامنے الٹی سیدھی باتیں نہ کرے اور انھیں نہ جھڑکے اور نہ ہی ڈانٹ ڈپٹ کرے۔

❸ تیسری یہ کہ والدین سے بات کرو تو ادب واحترام کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے بات کرو۔

❹ چوتھی یہ کہ والدین پر رحم اور ترس کرتے ہوئے ان کے سامنے عاجزی وانکساری کے ساتھ جھک کر رہو۔

---

[1] تیسیر القرآن: 577/2

بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ جس طرح ایک چڑیا اپنے چوزوں کو اپنے پروں سے ڈھانک لیتی ہے اور ہر طرح سے ان کی حفاظت کرتی ہے ، اسی طرح جب اولاد جوان ہو جائے اور والدین بوڑھے ہو جائیں تو وہ ہر دم ان کی حفاظت کرے اور ان کے سامنے نہایت عاجزی وانکساری کے ساتھ رہے۔

❺ پانچویں یہ کہ ان سے اچھے برتاؤ کے ساتھ ساتھ ان کیلئے دعا بھی کرتے رہو کہ اے میرے رب! ان پر رحم فرما جیسا کہ انھوں نے (محبت وشفقت کے ساتھ) بچپن میں میری پرورش کی۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے والدین کے بارے میں پانچ احکامات دیئے ہیں جن کی پابندی کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

④ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ۝ وَإِن جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَن تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾[1]

”ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق (اچھے سلوک کی) نصیحت کی ہے۔ اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے حمل میں رکھا اور اس کی دودھ چھڑائی دو برس میں ہے کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گذاری کر۔ (تم سب کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شرک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو تو ان کا کہنا نہ ماننا۔ ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا اور اس کی راہ چلنا جو میری طرف جھکا ہوا ہو۔ تمھارا سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے۔ تم جو کچھ کرتے ہو اس سے پھر میں تمھیں خبردار کروں گا۔“

ان آیات میں انسان کو تاکیداً حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا اور والدین کا شکر گذار ہو اور یہ شکر گذاری ان کا حق ادا کرنے سے ، ان کی خدمت کرنے سے اور ان سے اچھا برتاؤ کرنے سے ہی ہو سکتی ہے اور یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے شکر کے ساتھ والدین کا شکر بجا لانے کا حکم دیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرنا ضروری ہے اسی طرح اولاد پر والدین کے احسانات کی بناء پر ان کا شکر بجا لانا بھی لازمی امر ہے۔

نیز ان آیات میں والدین سے حسن سلوک کی تلقین کے ساتھ ساتھ اس بات کی وضاحت بھی کردی گئی ہے

---

① لقمان 31:14-15

کہ اگر والدین شرک کرنے کا یا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کا حکم دیں تو ان کی اطاعت نہیں ہوگی اور رسول اللہ ﷺ کا ارشادگرامی ہے: «لَا طَاعَةَ لِأَحَدٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ، إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ»①

''اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں، اطاعت تو صرف نیکی میں ہے۔''

لہٰذا اللہ تعالیٰ کی معصیت میں والدین کی فرمانبرداری تو نہیں ہوگی البتہ دنیا میں ان سے پھر بھی اچھا سلوک رکھنا ہوگا۔ حتی کہ اگر والدین کافر بھی ہوں تو تب بھی ان سے اچھا برتاؤ کرنا اور ان کی خدمت کرنا ضروری ہے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ''میری ماں، جو عہدِ قریش (صلحِ حدیبیہ) میں مشرکہ تھی میرے پاس آئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ میرے پاس میری ماں آئی ہے اور وہ (کفر میں یا میرے مال میں) رغبت رکھتی ہے۔ تو کیا میں اس کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اپنی ماں سے صلہ رحمی کر۔''②

یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ والدین خواہ کافر کیوں نہ ہوں ان سے نیکی کرنی چاہئے۔

⑤ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾③

''ہم نے انسان کو حکم دیا کہ وہ اپنے والدین سے اچھا سلوک کرے، اس کی ماں نے مشقت اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور مشقت اٹھا کر ہی جنا۔ اس کے حمل اور دودھ چھڑانے میں تیس ماہ لگ گئے۔''

یاد رہے کہ اِس آیت اور اس سے پہلی دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ نے والدین سے اچھا برتاؤ کرنے کا تاکیدی حکم دینے کے بعد خاص طور پر والدہ کی مشقت کا تذکرہ کیا ہے کہ وہ حمل، ولادت اور رضاعت کے دوران اولاد کی خاطر کئی تکلیفیں برداشت کرتی ہے۔ اس لئے خصوصا والدہ سے اچھا برتاؤ کرنا اور بھی ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک شخص نے جب رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول!

مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِيْ؟

لوگوں میں حسن صحبت کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟

قَالَ: أُمُّكَ آپ ﷺ نے فرمایا: تمھاری ماں۔

اس نے کہا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمھاری ماں۔

① متفق عليه
② صحيح البخاري:5978، صحيح مسلم:1003
③ الأحقاف 46:15

اس نے کہا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمھاری ماں۔
اس نے کہا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے چوتھی بار فرمایا: ''تمھارا باپ۔''[1]
یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ حسن سلوک کی سب سے زیادہ مستحق ماں ہے اور ماں، باپ پر مقدم ہے۔ اس کے بعد باپ کا درجہ ہے۔

برادران اسلام! ہم نے صرف پانچ قرآنی آیات ذکر کرکے یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حق کے بعد سب سے اہم حق والدین کا حق ہے۔ ان آیات کے علاوہ اور کئی آیات بھی اس موضوع پر موجود ہیں اور سب کا مفہوم ایک ہی ہے اور آیئے اب وہ احادیث نبویہ سماعت فرمائیں جن میں والدین سے حسن سلوک کے فضائل بیان کئے گئے ہیں اور ان کی نافرمانی کرنے اور انھیں اذیت پہنچانے سے منع کیا گیا ہے۔

والدین سے حسن سلوک کے فضائل

❶ والدین سے نیکی کرنا اللہ کو محبوب اعمال میں سے ہے

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا:
(أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ؟)
یعنی کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟
تو آپ ﷺ نے فرمایا: «اَلصَّلَاةُ عَلٰى وَقْتِهَا» یعنی ''بروقت نماز ادا کرنا''
میں نے پوچھا: پھر کونسا؟
آپ ﷺ نے فرمایا: «ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ» یعنی'' والدین سے نیکی کرنا۔''
میں نے کہا: پھر کونسا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: «اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ»[2]
یعنی'' اللہ کی راہ میں جہاد کرنا''

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے والدین سے نیکی کرنے کو اللہ کے محبوب اعمال میں سے ایک عمل قرار دیا اور اس میں ذرا غور فرمائیں کہ آپ ﷺ نے جہاد کا ذکر بعد میں کیا، والدین سے نیکی کا ذکر پہلے فرمایا جو اس

---

[1] صحيح البخاري:5971، صحيح مسلم: 2548

[2] صحيح البخاري:5970، صحيح مسلم :85

بات کی دلیل ہے کہ والدین کی خدمت کرنا، ان سے اچھا برتاؤ کرنا اوران سے نیکی کرنا جہاد سے افضل ہے۔

❷ والدین کی خدمت کرنا بھی جہاد ہے

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے جہاد کیلئے اجازت طلب کی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَلَكَ أَبَوَانِ؟» یعنی ''کیا تمھارے والدین زندہ ہیں؟'' اس نے کہا: ہاں

آپ ﷺ نے فرمایا: «فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ» ''پھر انہی کی خدمت کر کے جہاد کر۔''①

دوسری روایت میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور اس نے کہا:

« أُبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ ، أَبْتَغِي الْأَجْرَ مِنَ اللّٰهِ » یعنی میں ہجرت اور جہاد پر آپ کی بیعت کرتا ہوں اور میں اس پر صرف اللہ تعالیٰ سے اجر کا طلبگار رہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: « فَهَلْ مِنْ وَالِدَيْكَ أَحَدٌ حَيٌّ ؟»

''کیا تمھارے ماں باپ میں سے کوئی موجود ہے؟'' اس نے کہا: جی ہاں دونوں زندہ ہیں

آپ ﷺ نے فرمایا: «فَتَبْتَغِي الْأَجْرَ مِنَ اللّٰهِ ؟»

''کیا تم اللہ تعالیٰ سے اجر کے طالب ہو؟'' اس نے کہا: جی ہاں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: «فَارْجِعْ إِلَى وَالِدَيْكَ فَأَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا »②

''اپنے ماں باپ کے پاس واپس چلے جاؤ اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔''

❸ والدین کی خدمت کرنا جنت میں لے جانے والا عمل ہے

حضرت معاویۃ بن جاھمۃ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت جاھمۃ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! میں جہاد کرنا چاہتا ہوں اور آپ سے مشورہ لینے آیا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمھاری ماں (زندہ) ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

---

① صحيح البخاري:5972، صحيح مسلم :2549

② صحيح مسلم :2549

«فَالْزَمْهَا ، فَإِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلِهَا»[1]

''ماں کی خدمت میں لگے رہو کیونکہ جنت اس کے قدموں کے پاس ہے۔''

جبکہ ایک روایت میں اس حدیث کے الفاظ یوں ہیں: قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَسْتَشِيْرُهُ فِي الْجِهَادِ ، فَقَالَ: أَلَكَ وَالِدَانِ؟ قُلْتُ: نَعَمْ ، قَالَ: الْزَمْهُمَا فَإِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ أَرْجُلِهِمَا

یعنی حضرت جاہمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے جہاد کے بارے میں مشورہ طلب کیا۔ تو آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تمھارے والدین زندہ ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: '' جاؤ انہی کی خدمت میں لگے رہو کیونکہ جنت ان کے قدموں کے نیچے ہے۔''[2]

بلکہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو بدنصیب قرار دیا جو والدین کو بڑھاپے کی حالت میں پا کر بھی جنت میں داخل نہ ہو سکے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« رَغِمَ أَنْفُهُ ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُهُ ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُهُ» '' اس شخص کی ناک خاک میں ملے ، اس شخص کی ناک خاک میں ملے ، اس شخص کی ناک خاک میں ملے !! (تین مرتبہ)

قِيْلَ : مَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ پوچھا گیا: کس کی اے اللہ کے رسول؟

قَالَ: «مَنْ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ أَوْ أَحَدَهُمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ»[3]

تو آپ ﷺ نے فرمایا : جس نے ماں باپ دونوں کو یا ان میں سے کسی ایک کو بحالتِ بڑھاپا پایا اور پھر جنت میں داخل نہ ہوا۔''

یعنی ان کی خدمت کر کے یا ان کو راضی رکھ کر جنت کا حقدار نہ بنا۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«دَخَلْتُ الْجَنَّةَ ، فَسَمِعْتُ فِيْهَا قِرَاءَةً ، فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا ؟ قَالُوْا : حَارِثَةُ بْنُ النُّعْمَانِ» فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : «كَذٰلِكُمُ الْبِرُّ كَذٰلِكُمُ الْبِرُّ» ، وفي رواية لعبد الرزاق ، قَالَ : «وَكَانَ أَبَرَّ النَّاسِ بِأُمِّهِ»

---

[1] سنن النسائي: 3104:11/6 ، ابن ماجه: 2781 ، الألباني: حسن صحيح: صحيح الترغيب والترهيب: 2485

[2] الطبراني: 289/2 - الهيثمي: رجاله رجال الصحيح: مجمع الزوائد: 138/8 ، الألباني: حسن صحيح: صحيح الترغيب والترهيب: 2485

[3] صحيح مسلم: 2551

’’میں جنت میں گیا تو وہاں میں نے قراءت سنی۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو جواب ملا: یہ حارثہ بن نعمان ہیں۔‘‘ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:’’ (ماں باپ سے) نیکی اسی طرح ہوتی ہے۔ (ماں باپ سے) نیکی کا یہی فائدہ ہوتا ہے‘‘ اور مصنف عبد الرزاق کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:’’وہ اپنی ماں کے ساتھ بہت نیکوکار تھے۔‘‘[1]

❹ والدین سے حسن سلوک کرنا بڑے گناہوں کا کفارہ ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے ایک بہت بڑا گناہ کیا ہے، تو کیا میری توبہ کی قبولیت کا کوئی راستہ ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمھاری ماں (زندہ) ہے؟

اس نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمھاری خالہ ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں۔

آپ ﷺ نے فرمایا، تب اسی کے ساتھ نیکی کرو۔‘‘[2]

معلوم ہوا کہ والدین کے ساتھ صلہ رحمی کرنا بڑے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے حتی کہ اگر ماں (زندہ) نہ ہو تو خالہ ہی کے ساتھ حسن سلوک کردے کہ یہ بھی گویا ماں کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے۔

❺ والدین کی رضا میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:«رِضَا الرَّبِّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِيْ رِضَا الْوَالِدَيْنِ، وَسَخَطُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِيْ سَخَطِ الْوَالِدَيْنِ»[3]

’’رب تبارک وتعالیٰ کی رضا مندی والدین کی رضامندی میں ہے اور رب تبارک وتعالیٰ کی ناراضگی ماں باپ کی ناراضگی میں ہے۔‘‘

---

① صحیح البخاری فی خلق أفعال العباد:109/1، مصنف عبد الرزاق :20119 ، أحمد فی المسند: 151/6، 166، وفی فضائل الصحابة: 1507، الحاکم: 216/4برقم:4982: صحیح علی شرط الشیخین، البغوی فی شرح السنة:13/7برقم :3419

② سنن الترمذی۔ صحیح الترغیب والترهیب للألبانی :2504

③ رواه البزار-صحیح الترغیب والترهیب للألبانی :2503

نے اپنے مزدور سے حسن سلوک کی نیکی پیش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو وہ پتھر تھوڑا سا اور کھسک گیا لیکن اب بھی وہ باہر نہ نکل سکتے تھے۔ اب تیسرے آدمی نے دعا کی تو اس نے اپنی ایک چچا زاد سے محبت کا ذکر کیا جس میں نوبت یہاں تک جا پہنچی تھی کہ وہ اس سے بدکاری کرنے کے عین قریب پہنچ گیا۔ لڑکی نے اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا کہا تو اس نے بدکاری کا ارادہ ترک کر دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُس پتھر کو غار کے منہ سے مکمل طور پر ہٹا دیا۔''[1]

اس قصہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ والدین سے نیکی کرنے والے اور ان کے خدمت گذار انسان کی دعا کو قبول کرتا ہے اور اس کے اِس عمل کی وجہ سے اس کی کئی پریشانیاں ختم کر دیتا ہے۔

والدین کی نافرمانی کرنا اور انھیں اذیت پہنچانا......ایک بھیانک جرم

برادران اسلام! والدین سے حسن سلوک کرنے کے فضائل کے بعد اب والدین کی نافرمانی کرنے اور انھیں اذیت پہنچانے اور ان سے بدسلوکی کرنے کے خطرناک نتائج بھی سماعت کر لیں:

❶ والدین کی نافرمانی کرنا کبیرہ گناہ ہے

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ؟»

''کیا میں تمھیں سب سے بڑے گناہ کے بارے میں نہ بتاؤں ؟''

ہم نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! پھر آپ ﷺ نے یہی سوال تین بار کیا۔ اس کے بعد فرمایا:

«اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ»

''اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا اور انھیں اذیت پہنچانا۔''

آپ ﷺ لیٹے ہوئے تھے، پھر اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا:

«أَلَا وَقَوْلَ الزُّوْرِ وَشَهَادَةَ الزُّوْرِ ، أَلَا وَقَوْلَ الزُّوْرِ وَشَهَادَةَ الزُّوْرِ»

''خبردار! جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی (سے بچنا)، خبردار! جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی (سے بچنا)''......

آپ ﷺ اسی طرح بار بار کہتے رہے حتی کہ ہم (دل میں) کہنے لگے: کاش آپ خاموش ہو جاتے۔[2]

[1] صحیح البخاری، الأدب باب إجابة دعاء من بر والدیه:5974، صحیح مسلم:2743

[2] صحیح البخاری، الأدب باب عقوق الوالدین من الکبائر:5976، مسلم، الإیمان:87

❻ والدین سے حسن سلوک کرنے سے عمر میں برکت اور رزق میں فراوانی آتی ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُمَدَّ لَهُ فِيْ عُمُرِهِ ، وَيُزَادَ فِي رِزْقِهِ فَلْيَبَرَّ وَالِدَيْهِ وَلْيَصِلْ رَحِمَهُ»[1]

''جس شخص کو یہ بات اچھی لگتی ہو کہ اس کی عمر لمبی کر دی جائے اور اس کے رزق میں اضافہ کر دیا جائے تو وہ والدین سے اچھا برتاؤ کرے اور اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے۔''

❼ والدین کی خدمت کرنے والے شخص کی دعا قبول ہوتی ہے

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تین آدمی پیدل جا رہے تھے کہ اچانک بارش شروع ہوگئی جس کی وجہ سے انھیں پہاڑ کی ایک غار میں پناہ لینا پڑی ۔ جب وہ غار کے اندر چلے گئے تو پہاڑ سے ایک پتھر غار کے منہ پر آکر گرا جس سے اس کا منہ بند ہو گیا۔ اب وہ آپس میں کہنے لگے : دیکھو! وہ نیک اعمال جو تم نے خالصتا اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کئے ہوں ، آج انہی اعمال کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر کے دعا کرو، شاید وہ ہمیں اس مشکل سے نجات دے دے۔

چنانچہ ان میں سے ایک شخص نے دعا کرتے ہوئے کہا:

اے اللہ ! میرے والدین بوڑھے تھے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے ۔ میں بکریاں چراتا اور ان کیلئے دودھ لے آتا۔ اور شام کو جب میں گھر واپس لوٹتا تو سب سے پہلے اپنے والدین کو دودھ پیش کرتا ، پھر اپنے بچوں کو دیتا ۔ ایک دن میں چراگاہ دور ہونے کی وجہ سے گھر میں تاخیر سے پہنچا۔ تو میں نے دیکھا کہ میرے والدین سو چکے ہیں ، میں نے دودھ لیا اور ان کے سر کے قریب کھڑا ہو کر ان کے جاگنے کا انتظار کرنے لگا اور میں اس بات کو ناپسند کرتا تھا کہ میں خود انھیں جگاؤں اور یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ میں بچوں کو ان سے پہلے دودھ پلاؤں حالانکہ بچے بھوک کی وجہ سے میرے پیروں کے قریب بلبلا رہے تھے۔ لہٰذا میں اسی طرح ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا، وہ سوئے رہے اور میرے بچے بلبلاتے رہے حتی کہ فجر ہوگئی ۔ (اے اللہ!) تجھے معلوم ہے کہ میں نے وہ عمل صرف تیری رضا کیلئے کیا تھا۔ لہٰذا تو اس پتھر کو کم از کم اتنا ہٹا دے کہ ہم آسمان کو دیکھ سکیں ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کی اور اس پتھر کو اتنا ہٹا دیا کہ وہ آسمان کو دیکھ سکتے تھے...... باقی دونوں آدمیوں میں سے ایک

---

[1] أحمد:266/3 ، قال الهيثمي :رجاله رجال الصحيح:مجمع الزوائد:136/8 ، صحيح الترغيب والترهيب للألباني :2488

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے (عقوق الوالدین) کو کبیرہ گناہ قرار دیا اور اسے شرک کے فوراً بعد ذکر فرمایا جو اس کے برے ہونے اور سنگین جرم ہونے کی دلیل ہے۔ یاد رہے کہ (عقوق) کا معنی عام طور پر صرف نافرمانی سے کیا جاتا ہے حالانکہ یہ درست نہیں ہے، کیونکہ نافرمانی کے ساتھ ساتھ والدین سے بدسلوکی کرنا اور انھیں کسی طرح سے اذیت پہنچانا بھی اس کے اندر شامل ہے۔

❷ والدین سے بدسلوکی کرنے والا انسان اللہ تعالیٰ کی نظرِ رحمت اور جنت سے محروم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ : اَلْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ، وَمُدْمِنُ الْخَمْرِ، وَالْمَنَّانُ عَطَاءَهُ، وَثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ: اَلْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ، وَالدَّيُّوْثُ، وَالرَّجِلَةُ» [1]

"قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تین قسم کے لوگوں کی طرف دیکھنا تک گوارہ نہیں کرے گا: والدین کا نافرمان (اور ان سے بدسلوکی کرنے والا۔) ہمیشہ شراب نوشی کرنے والا اور احسان جتلانے والا اور تین قسم کے لوگ جنت میں داخل نہیں ہونگے: والدین کا نافرمان اور انھیں اذیت پہنچانے والا، دیوث (جس کے گھر میں بدکاری ہورہی ہو اور وہ اصلاح کا فریضہ ادا نہ کرتا ہو۔) اور وہ عورت جو مردوں جیسی وضع قطع بناتی اور ان سے مشابہت اختیار کرتی ہو۔"

❸ والدین کے نافرمان پر رسول اللہ ﷺ کی بددعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ منبر پر چڑھے اور آپ نے تین بار (آمین) کہا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَتَانِي جِبْرِيْلُ عليه السلام فَقَالَ : يَا مُحَمَّدُ ! مَنْ أَدْرَكَ أَحَدَ أَبَوَيْهِ فَمَاتَ، فَدَخَلَ النَّارَ فَأَبْعَدَهُ اللّٰهُ، قُلْ : آمِيْن، فَقُلْتُ : آمِيْن، فَقَالَ : يَا مُحَمَّدُ! مَنْ أَدْرَكَ شَهْرَ رَمَضَانَ فَمَاتَ، فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ، فَأُدْخِلَ النَّارَ، فَأَبْعَدَهُ اللّٰهُ، قُلْ: آمِيْن، فَقُلْتُ: آمِيْن، قَالَ: وَمَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ فَمَاتَ، فَدَخَلَ النَّارَ، فَأَبْعَدَهُ اللّٰهُ، قُلْ: آمِيْن، فَقُلْتُ آمِيْن» [2]

---

① النسائی والبزار والحاکم : صحیح الترغیب والترهیب :2511

② ابن حبان:3/188 :907، صحیح الترغیب والترهیب :2491

’’میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور انھوں نے آ کر کہا: اے محمد ! جو آدمی اپنے والدین (دونوں یا ان) میں سے کسی ایک کو پائے (پھر ان سے نیکی نہ کرے۔) پھر وہ مر جائے اور جہنم میں چلا جائے تو اللہ تعالیٰ اسے (اپنی رحمت سے) دور کر دے۔ آپ کہیں: (آمین) تو میں نے کہا: (آمین) پھر انھوں نے کہا: اے محمد! جس شخص نے ماہِ رمضان المبارک پایا پھر وہ اس حالت میں مر گیا کہ اس کی مغفرت نہیں کی گئی اور وہ جہنم میں داخل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اسے بھی (اپنی رحمت سے) دور کر دے۔ آپ کہیں: (آمین) تو میں نے کہا: (آمین) انھوں نے کہا: اور جس شخص کے پاس آپ کا ذکر کیا گیا اور اس نے آپ پر درود نہیں پڑھا، پھر اس کی موت آ گئی اور وہ جہنم میں چلا گیا تو اللہ تعالیٰ اسے بھی (اپنی رحمت سے) دور کر دے۔ آپ کہیں: (آمین) تو میں نے کہا: (آمین)۔‘‘

❹ والدین کے نافرمان کا کوئی نیک عمل اس کیلئے فائدہ مند نہیں

حضرت عمرو بن مرۃ الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول ! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں پانچ نمازیں پڑھوں گا، اپنے مال کی زکاۃ ادا کرونگا اور رمضان کے روزے رکھوں گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیاں اٹھا کر فرمایا:

« مَنْ مَاتَ عَلٰى هٰذَا كَانَ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا لَمْ يَعُقَّ وَالِدَيْهِ »[1]

’’جس شخص کی موت اسی پر آئے گی وہ قیامت کے روز نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہو گا بشرطیکہ اس نے والدین کی نافرمانی اور ان سے بدسلوکی نہ کی ہو۔‘‘

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بشارت سنائی کہ جو شخص ان اعمال پر مرے گا اسے انبیاء، صدیقین اور شہداء کا ساتھ نصیب ہو گا اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کے ساتھ مشروط کر دیا کہ وہ والدین کی نافرمانی نہ کرے یعنی اگر وہ ان کی نافرمانی اور ان سے بدسلوکی کا ارتکاب کرے گا تو اس کا کوئی نیک عمل اس کیلئے فائدہ مند نہیں ہو گا۔ اِس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ والدین سے بدسلوکی کرنا کتنا برا عمل ہے کہ اس کی وجہ سے

① ابن حبان: 3438:223/8، ابن خزیمہ: 2212:340/3، وقال الألبانی: صحیح، صحیح الترغیب والترھیب: 2515

نیک اعمال برباد ہو جاتے ہیں! والعیاذ باللہ۔

❺ والدین کا نافرمان ملعون ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَلْعُوْنٌ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ ، مَلْعُوْنٌ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ ، مَلْعُوْنٌ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ ، مَلْعُوْنٌ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ ، مَلْعُوْنٌ مَنْ عَقَّ وَالِدَيْهِ »[۱]

''وہ شخص ملعون ہے جس نے قوم لوط والا عمل کیا، وہ شخص ملعون ہے جس نے قوم لوط والا عمل کیا، وہ شخص ملعون ہے جس نے قوم لوط والا عمل کیا اور وہ شخص بھی ملعون ہے جس نے غیر اللہ کیلئے جانور ذبح کیا اور وہ شخص بھی ملعون ہے جس نے والدین کی نافرمانی کی یا ان سے بدسلوکی کی۔''

والدین کے ایک نافرمان کا عبرتناک انجام

عوام بن حوشب (ایک راویٔ حدیث) کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ایک محلے میں گیا، وہاں ایک قبرستان بھی تھا اور جب عصر کے بعد کا وقت آیا تو اس میں ایک قبر پھٹی اور اس میں سے ایک آدمی رونما ہوا جس کا سر گدھے جیسا تھا اور باقی جسم انسانی جسم جیسا۔ پھر اس نے تین مرتبہ گدھے جیسی آواز نکالی اور اس کے بعد وہ قبر میں چلا گیا۔ پھر قبر اس پر بند ہوگئی۔ اچانک میں نے ایک بوڑھی عورت دیکھی جو اُونی دھاگہ کات رہی تھی۔ تو ایک عورت نے مجھے بتایا کہ یہ اُس آدمی کی ماں ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اصل ماجرا کیا ہے؟ تو اس نے بتایا کہ اس کا بیٹا دراصل شراب نوشی کرتا تھا اور اس کی ماں اسے کہتی تھی: میرے پیارے بیٹے! اللہ سے ڈر! تو کب تک شراب پیتا رہے گا؟ تو وہ کہتا: تُو تو بس گدھے جیسی آواز ہی نکالتی رہتی ہے! پھر وہ عصر کے بعد مر گیا اور تب سے اب تک یہ روزانہ اسی طرح قبر سے باہر آتا ہے اور تین مرتبہ گدھے کی آواز نکال کر قبر میں چلا جاتا ہے۔[۲]

برادران اسلام! یہ تھا والدین کے ایک نافرمان اور ان سے بدسلوکی کرنے والے انسان کا عبرتناک انجام۔ اللہ تعالیٰ ہمیں والدین کی اطاعت کرنے، ان کی خدمت کرنے اور ان کے حقوق ادا کرنے کی توفیق دے۔ آمین

---

① الطبرانی فی الأوسط:234/8، والحاکم:396/4، وصححه الألبانی فی صحیح الترغیب والترهیب:2420

② رواه الأصبهانی ۔ وقال الألبانی : حسن موقوف : صحیح الترغیب والترهیب:2517

دوسرا خطبہ

عزیزان گرامی ! آیئے اب ہم آپ کو یہ بھی بتلا دیں کہ والدین سے حسن سلوک کی مختلف صورتیں اور اولاد پر والدین کے حقوق کیا ہیں؟

والدین کے ساتھ حسن سلوک کی مختلف صورتیں اور ان کے حقوق

① والدین اگر ضرورتمند ہوں تو اولاد ان پر خرچ کرے

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول ! میرا باپ مجھ سے میرا مال لینا چاہتا ہے! تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« أَنْتَ وَمَالُكَ لِوَالِدِكَ ، إِنَّ أَطْيَبَ مَا أَكَلْتُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ ، وَإِنَّ أَمْوَالَ أَوْلَادِكُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ فَكُلُوْهُ هَنِيْئًا »①

''تم اور تمھارا مال تمھارے والد کیلئے ہے ۔ بے شک سب سے پاکیزہ چیز جسے تم کھاؤ وہ وہ چیز ہے جو تمھاری کمائی سے ہو اور تمھاری اولاد کے مال تمھاری کمائی سے ہیں، اس لئے اسے بخوشی کھا سکتے ہو۔''

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ والدین اگر محتاج ہوں اور اولاد مالدار ہو تو وہ اپنے والدین کے اخراجات برداشت کرے اور انھیں خرچہ دے۔

② والدین کی اجازت کے بغیر جہاد پر جانا منع ہے

امام بخاریؒ نے کتاب الأدب میں ایک باب (لَا يُجَاهِدُ إِلَّا بِإِذْنِ الْأَبَوَيْنِ) ''والدین کی اجازت کے بغیر وہ جہاد نہیں کر سکتا'' کے عنوان سے قائم کیا ہے اور اس کے تحت حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی ہے جس میں انھوں نے یہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے جہاد کی اجازت طلب کی ۔ تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ کیا تمھارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر ان کی خدمت کر کے ہی جہاد کرو۔''②

اس کے علاوہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص یمن سے ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کے

① سنن ابن ماجہ:2292۔ وصححہ الألبانی

② صحیح البخاری:5972

پاس آیا تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا یمن میں تمھارا کوئی رشتہ دار ہے؟ اس نے کہا: میرے ماں باپ ہیں۔آپ ﷺ نے پوچھا: کیا انھوں نے تجھے اجازت دی ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:

« فَارْجِعْ إِلَيْهِمَا فَاسْتَأْذِنْهُمَا ، فَإِنْ أَذِنَا لَكَ فَجَاهِدْ ، وَإِلَّا فَبِرَّهُمَا »①

'' تو ان کے پاس واپس لوٹ جا اور ان سے اجازت طلب کر۔ اگر وہ اجازت دیں تو جہاد کرنا ورنہ ان کے ساتھ نیکی بجالانا۔''

③ والدین سے حسن سلوک اور ان کی فرمانبرداری نفلی عبادت پر مقدم ہے

والدین کے ساتھ حسن سلوک کی ایک اور شکل یہ ہے کہ جب والدین خدمت کے محتاج ہوں تو اولاد نفل عبادت پر ان کی خدمت کرنے کو ترجیح دے۔ اس لئے کہ ان کی خدمت و رضا مندی نفل عبادت پر مقدم ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'' تین بچوں کے سوا کسی نے ماں کی گود میں گفتگو نہیں کی ،عیسی بن مریم (علیہ السلام) اور صاحبِ جریج ۔ جریج ایک عابد تھا جس نے ایک عبادت خانہ بنا رکھا تھا۔ ایک دن وہ اس میں نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کی ماں آئی اور اس نے کہا: اے جریج! تو اس نے دل میں کہا: یا اللہ! ایک طرف ماں ہے اور ایک طرف نماز۔ چنانچہ وہ نماز میں لگا رہا حتی کہ اس کی ماں واپس چلی گئی ۔ دوسرے دن پھر اس کی ماں آئی اور اس نے پکار کر کہا: اے جریج! تو اس نے دل میں کہا: یا اللہ! ایک طرف ماں ہے اور ایک طرف نماز۔ آخر وہ نماز میں لگا رہا (اب اس کی ماں کے منہ سے بد دعا نکل گئی) کہنے لگی: یا اللہ! اسے موت نہ دینا جب تک کہ یہ کسی بدکار عورت کا منہ نہ دیکھ لے۔

اُدھر بنی اسرائیل میں جریج اور اس کی عبادت کا چرچا ہونے لگا۔ اُن میں ایک بدکار عورت تھی جس کے حسن و جمال کو بطور مثال بیان کیا جاتا تھا ۔ وہ کہنے لگی: اگر تم چاہتے ہو تو میں اسے پھنساؤں؟ چنانچہ اس نے اپنے آپ کو جریج پر پیش کیا لیکن وہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ پھر وہ ایک چرواہے کے پاس گئی جو اس کے عبادت خانہ کے پاس ٹھہرا کرتا تھا اور اس نے اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیا۔ چرواہے نے اس سے صحبت کی تو وہ حاملہ ہوگئی۔ پھر جب بچہ پیدا ہوا تو کہنے لگی: یہ جریج کا بیٹا ہے۔ لوگ آئے، جریج کو عبادت خانہ سے باہر نکال کر عبادت خانہ کو منہدم کر دیا اور جریج کی پٹائی کرنے لگے۔ جریج نے پوچھا: کوئی بات تو بتاؤ؟ وہ کہنے لگے: تو نے اس فاحشہ سے زنا کیا اور اب تو اس کے بچہ بھی پیدا ہو چکا ہے۔ جریج نے کہا: وہ بچہ کہاں ہے؟ لوگ بچہ

① سنن ابو داؤد:2530، قال الألباني:صحيح : صحيح الترغيب والترهيب:2482

لے آئے۔ تو جریج نے کہا: ذرا ٹھہرو میں نماز پڑھ لوں۔ پھر وہ نماز سے فارغ ہو کر بچہ کے پاس آیا۔ اس کے پیٹ میں کچوکا دیا اور کہا: بچے! بتاؤ تمھارا باپ کون ہے؟ بچہ بول اٹھا: فلاں چرواہا ہے۔ پھر تو لوگ جریج کے پاس آ کر اسے بوسے دینے لگے اور کہنے لگے کہ ہم تمھارے، لئے سونے کا عبادت خانہ بنا دیتے ہیں۔ جریج نے کہا: نہیں۔ بس ایسا ہی مٹی کا بنا دو۔ چنانچہ انھوں نے عبادت خانہ بنا دیا..... الخ ''①

یہ حدیث دلیل ہے اس بات کی کہ نفل عبادت پر والدین کی خدمت اور ان کی اطاعت وفرمانبرداری مقدم ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ والدین کی بد دعا کا انجام کیا ہوتا ہے!

④ والدین کو برا بھلا کہنا منع ہے

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ ، قِيْلَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! وَكَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ : يَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ ، وَيَسُبُّ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ»②

''بے شک کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین پر لعنت بھیجے۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا کوئی اپنے والدین پر بھی لعنت بھیجتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کسی کے باپ کو گالیاں دیتا ہے تو اُس کے نتیجے میں وہ اِس کے باپ کو گالیاں دیتا ہے اور وہ کسی کی ماں کو گالیاں دیتا ہے تو وہ اِس کی ماں کو گالیاں دیتا ہے۔''

گویا کسی کے ماں باپ کو گالیاں دینے کے نتیجے میں اگر اپنے ماں باپ کو گالیاں پڑیں تو وہ اپنے والدین کو خود گالیاں دینے کے مترادف ہے اور کسی اور سے گالی دلوانا ویسا ہی ہے جیسے وہ خود ان کو گالی دے اور یہ کبیرہ گناہوں میں شامل ہے۔

⑤ والدین کے حق میں دعا کرنا

ہم نے اس خطبہ کے شروع میں سورۃ بنی اسرائیل کی ایک آیت کے حوالے سے یہ ذکر کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ

---

① صحیح البخاری، أحادیث الأنبیاء باب قول الله تعالیٰ ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ﴾:3436، مسلم، البر والصله، باب تقدیم بر الوالدین علی التطوع بالصلاۃ وغیرھا: 2550

② صحیح البخاری، الأدب باب لا یسب الرجل والدیه: 5973 صحیح مسلم: الإیمان باب الکبائر وأکبرھا: 90

نے والدین کے حق میں ان الفاظ کے ساتھ دعا کرنے کا حکم دیا ہے:

﴿ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ﴾ ①

لہٰذا والدین کے حق میں یہ دعا ضرور کرنی چاہیے۔

اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے والدین کے حق میں یوں دعا کی:

﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ﴾ ②

''اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو بھی بخش اور دیگر مومنوں کو بھی بخش جس دن حساب ہونے لگے۔''

لیکن انھوں نے اپنے باپ کیلئے یہ دعا اس وقت تک کی جب تک ان کیلئے یہ بات واضح نہ ہوئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے۔ پھر اس بات کے واضح ہونے کے بعد انھوں نے اس کے حق میں دعا ترک کردی جیسا کہ سورۃ التوبۃ کی آیت نمبر ۱۱۴ میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کیونکہ کافر کے حق میں بخشش کی دعا کرنا درست نہیں۔

اور حضرت نوح علیہ السلام نے یوں دعا کی تھی:

﴿ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ﴾ ③

''اے میرے رب! مجھے، میرے والدین اور ہر مومن کو بخش دے جو میرے گھر میں بحالتِ ایمان داخل ہوا اور اسی طرح دیگر تمام مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو بخش دے۔''

اور نیک اولاد وہ ہوتی ہے جو اپنے والدین کی موت کے بعد بھی ان کیلئے دعا کرتی رہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ : صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهُ» ④

''جب انسان مر جاتا ہے کہ تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے: صدقہ جاریہ، علمِ نافع اور صالح اولاد جو اس کیلئے دعا کرتی رہے۔''

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد صرف تین چیزوں کا ثواب اس کیلئے جاری رہتا

---

① الإسراء 24:17 ② ابراھیم 41:14 ③ نوح 28:71

④ مسلم ۔الوصیة باب ما یلحق الإنسان من الثواب:1631

ہے۔ ان میں سے ایک نیک اولاد ہے جو ماں باپ کے مرنے کے بعد بھی ان کیلئے دعا کرتی رہے۔اس لئے اولاد کو والدین کی موت کے بعد ان کے حق میں دعائے مغفرت ودعائے رفع درجات کرتے رہنا چاہئے۔

⑥ والدین اگر معقول عذر کی بناء پر بیوی کو طلاق دینے کا حکم دیں تو اس کی تعمیل کی جائے

والدین کے ساتھ حسن سلوک کی ایک صورت یہ ہے کہ اگر ماں باپ کسی معقول عذر کی بناء پر بیوی کو طلاق دینے کا حکم دیں تو وہ ان کی اطاعت کرے۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ان سے کہا کہ میری ماں کا میرے لئے حکم ہے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے دوں۔ تو انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ آپ نے فرمایا:

«اَلْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ» یعنی "باپ جنت کا درمیانہ دروازہ ہے" اب تُو چاہے تو اس دروازے کی حفاظت کر اور چاہے تو اسے ضائع کر۔"[1]

اسی طرح اس حدیث کو ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے[2] لیکن اس میں بجائے ماں کے باپ کا ذکر ہے۔ یعنی باپ نے طلاق دینے کا حکم دیا اور اس میں یہ بھی ہے کہ اس شخص نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سن کر اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میری ایک بیوی تھی جس سے میں محبت کرتا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے ناخوش تھے۔ انھوں نے مجھ سے کہا: اسے طلاق دے دو لیکن میں نے ان کی بات نہ مانی۔ چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور یہ بات ان کے سامنے ذکر کی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ "اسے طلاق دے دو۔"[3]

اسی طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اشارے پر اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی جیسا کہ صحیح بخاری کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ

"......ایک دفعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیوی بچے کو دیکھنے آئے، اُس وقت اسماعیل علیہ السلام خود گھر پر نہ

---

① سنن الترمذی:1900، سنن ابن ماجه : 3663، وصححه الألبانی فی صحیح الترغیب والترهیب:2486

② ابن حبان:167/2: 425.

③ أحمد: 20/2، سنن الترمذی : 1189: حسن صحیح، أبو داؤد: 5138، ابن ماجه: 2088، ابن حبان:170/2:427، الحاکم:453/4: صحیح علی شرط الشیخین ووافقه الذهبی، وصححه الألبانی فی صحیح الترغیب والترهیب:2487

تھے۔ آپ نے ان کی بیوی سے ان کے متعلق پوچھا تو وہ کہنے لگیں: روزی کی تلاش میں نکلے ہیں۔ پھر آپ نے اس سے گذر بسر کے متعلق پوچھا تو وہ کہنے لگیں: بڑی تنگی سے زندگی بسر ہورہی ہے اور سختی کی آپ سے خوب شکایت کی۔ آپ علیہ السلام نے کہا: جب تیرا خاوند آئے تو اسے میرا سلام کہنا اور کہنا کہ اپنے گھر کی چوکھٹ بدل دے۔ چنانچہ جب اسماعیل علیہ السلام آئے تو انھوں نے محسوس کیا کہ جیسے کوئی مہمان آیا ہو۔ بیوی سے پوچھا کہ کیا کوئی آیا تھا؟ اس نے کہا: ہاں۔ اِس طرح کا ایک بوڑھا آیا تھا، تمھارے متعلق پوچھتا تھا۔ تو میں نے اسے بتا دیا۔ پھر پوچھا کہ تمھاری گذران کیسے ہوتی ہے؟ تو میں نے کہا: بڑی تنگی ترشی سے دن کاٹ رہے ہیں۔ اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا: کچھ اور بھی کہا تھا؟ کہنے لگی: ہاں۔ تمھیں سلام کہا تھا اور کہا تھا کہ گھر کی چوکھٹ تبدیل کردو۔ اسماعیل علیہ السلام کہنے لگے: وہ میرے والد تھے اور انھوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمھیں چھوڑ دوں۔ لہٰذا اب تو اپنے گھر والوں کے پاس چلی جا۔ چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اسے طلاق دے دی اور ایک دوسری عورت کے ساتھ شادی کر لی...الخ[1]

⑦ والدین کی وفات کے بعد ان کی طرف سے صدقہ کرنا

ماں باپ سے نیکی کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ ان کی موت کے بعد ان کی طرف سے صدقہ کیا جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میرا باپ فوت ہوگیا ہے اور اس نے کچھ مال چھوڑا ہے اور وصیت نہیں کی۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کردوں تو کیا اس کے گناہوں کو مٹا دیا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔[2]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! بے شک میری ماں اچانک فوت ہوگئی ہے اور اس نے کوئی وصیت نہیں کی اور میرا خیال ہے کہ اگر وہ کوئی بات کرتی تو یقیناً صدقہ کرنے کا حکم دیتی۔ لہٰذا اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اسے اجر ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔[3]

جبکہ حضرت ابو اسید الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے۔ اتنے میں بنو

---

① صحیح البخاری:3364

② صحیح مسلم ، الوصیة باب وصول ثواب الصدقات إلی المیت :1630

③ صحیح البخاری :1388 ، صحیح مسلم :1004

سلمہ کا ایک شخص آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول!

«هَلْ بَقِيَ مِنْ بِرِّ أَبَوَيَّ شَيْءٌ أَبَرُّهُمَا بِهِ بَعْدَ مَوْتِهِمَا ؟»

''ماں باپ کی موت کے بعد کیا کوئی نیکی باقی ہے جو میں ان کے ساتھ بجالاؤں؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

(نَعَمْ ، اَلصَّلَاةُ عَلَيْهِمَا ، وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمَا ، وَإِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا ، وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِيْ لَا تُوْصَلُ إِلَّا بِهِمَا ، وَإِكْرَامُ صَدِيْقِهِمَا»

یعنی ''ان کی نماز جنازہ پڑھنا۔''

''ان کیلئے استغفار کرنا۔''

''ان کے بعد ان کے عہد کو جاری رکھنا'' یعنی ان کی وصیت واقرار کو پورا کرنا۔

''جو لوگ ماں باپ کے رشتہ کی وجہ سے لائقِ صلہ ہوں (جیسے خالہ، نانی، چچا، دادا) ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا اور ماں باپ کے دوستوں کی عزت وخاطر داری کرنا۔''[1]

یہ حدیث دلیل ہے اس بات پر کہ یہ سب کام صلۂ والدین وحقوقِ ابوین میں شامل ہیں۔ اس حدیث کو ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔ تاہم اس کے آخر میں ان الفاظ کا اضافہ بھی ہے: (قَالَ الرَّجُلُ : مَا أَكْثَرَ هٰذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَأَطْيَبَهُ ! قَالَ : فَاعْمَلْ بِهِ)[2]

یعنی اس شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ کتنی زیادہ اور کتنی اچھی باتیں ہیں! تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اچھی ہیں تو ان پر عمل کیا کر۔''

اور جب حضرت سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا انتقال ہوا تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی والدہ کے انتقال کی خبر دی۔ پھر آپ ﷺ سے سوال کیا کہ کونسا صدقہ سب سے افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: پانی کا صدقہ بہترین صدقہ ہے۔ چنانچہ انھوں نے اپنی ماں کی طرف سے ایک کنواں بنوا دیا اور کہا: (هٰذِهِ لِأُمِّ سَعْدٍ) یعنی یہ ام سعد کیلئے ہے۔[3]

⑧ والدین کی نذر کو پورا کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جھینہ قبیلے کی ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور کہنے

---

[1] سنن أبي داؤد :5142، سنن ابن ماجه :3664

[2] ابن حبان:418:162/2

[3] سنن أبي داؤد:1681:130/2، وحسنه الألباني في صحيح أبي داؤد، وصحيح الترغيب والترهيب:962

لگی: میری ماں نے نذر مانی تھی کہ وہ حج کرے گی لیکن وہ حج کرنے سے پہلے ہی فوت ہوگئی ہے۔ تو کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«نَعَمْ حُجِّي عَنْهَا، أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَىٰ أُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَةً؟ اِقْضُوْا اللّٰهَ، فَاللّٰهُ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ» [1]

''ہاں اس کی طرف سے حج کرو۔ تمھارا کیا خیال ہے کہ اگر تمھاری ماں پر قرضہ ہوتا تو کیا تم ادا کرتی؟ اللہ کا قرضہ ادا کرو کیونکہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ اس کا قرضہ ادا کیا جائے۔''

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اگر والدین اپنی نذر پوری کرنے سے پہلے فوت ہو جائیں اور اولاد نذر پوری کرنے کی طاقت رکھتی ہو تو اسے وہ نذر پوری کرنی چاہیے۔

⑨ والدین کے دوستوں سے حسن سلوک کرنا

والدین کے ساتھ حسن سلوک کی ایک شکل یہ ہے کہ جو لوگ ماں باپ کے دوست ہوں ان کے ساتھ حسن سلوک کرے، خاطر داری، ادب ولحاظ اور مروت سے پیش آئے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ مِنْ أَبَرِّ الْبِرِّ صِلَةُ الرَّجُلِ أَهْلَ وُدِّ أَبِيْهِ بَعْدَ أَنْ يُوَلِّيَ» [2]

''بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ باپ کی موت کے بعد حسن سلوک کرے۔''

اور یہی حکم ماں کی سہیلیوں کا بھی ہے۔ اسلئے کہ لفظ (أب) اسم جنس ہے اور اس میں ماں بھی شامل ہے۔

عبداللہ بن دینار کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو ایک اعرابی مکہ کے راستے میں ملا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اسے سلام کیا اور اپنے گدھے پر سوار کر لیا جس پر وہ خود سوار تھے اور اپنا عمامہ اس کو دے دیا جو خود ان کے سر پر تھا۔ عبداللہ بن دینار نے کہا: أَصْلَحَكَ اللّٰهُ! یہ لوگ دیہاتی ہیں، تھوڑی سی چیز پر بھی خوش ہو جاتے ہیں! تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کا باپ میرے باپ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا دوست تھا اور میں نے حضرت محمد ﷺ سے سنا تھا کہ آپ نے فرمایا: «إِنَّ أَبَرَّ الْبِرِّ صِلَةُ الْوَلَدِ أَهْلَ وُدِّ أَبِيْهِ» [3]

''بے شک بڑی نیکی یہ ہے کہ بیٹا اپنے باپ کے دوستوں سے حسن سلوک کرے۔''

---

① صحیح البخاری: 1852

② صحیح مسلم: 2552

③ صحیح مسلم: 2552

اور حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں آیا تو میرے پاس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور کہنے لگے : کیا تم جانتے ہو کہ میں تمھارے پاس کیوں آیا ہوں؟ میں نے کہا: نہیں ۔ تو انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ آپ نے فرمایا:

«مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَّصِلَ أَبَاهُ فِي قَبْرِهٖ فَلْيَصِلْ إِخْوَانَ أَبِيْهِ»

''جو شخص یہ پسند کرے کہ وہ اپنے باپ کے مرنے کے بعد بھی اس سے حسن سلوک کرے تو وہ اس کے دوستوں سے حسن سلوک کرے۔''

اور میرے باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور تمھارے باپ کے درمیان برادرانہ ودوستانہ تعلق تھا۔تو میں نے اپنے والد سے صلہ کرنا چاہا۔①

⑩ والدین کو غلامی سے آزادی دلوانا

والدین سے حسن سلوک کی صورتوں اور ان کے حقوق میں سے ایک یہ ہے کہ اگر ماں باپ کو کسی کا غلام یا نوکر پائے اور وہ انھیں آزاد کرانے کی قدرت رکھتا ہو تو قیدِ غلامی سے انھیں رہائی دلوائے ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«لَا يَجْزِي وَلَدٌ وَالِدَهُ إِلَّا أَنْ يَّجِدَهُ مَمْلُوْكًا فَيَشْتَرِيَهُ فَيُعْتِقَهُ»②

''کوئی بچہ اپنے والد کا مکمل حق ادا نہیں کرسکتا سوائے اس کے کہ وہ اسے غلام پائے ، پھر اسے خرید کر آزاد کردے۔''

والدین کے یہ دس حقوق ذکر کرتے ہوئے ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہم سب کو والدین سے حسن سلوک کرنے اور ان کے تمام حقوق ادا کرنے کی توفیق دے ۔ آمین

---

① ابن حبان:432:175/2، الألباني : حسن : صحيح الترغيب والترهيب:2506

② صحيح مسلم:1510، سنن أبي داؤد :5137 ، سنن الترمذي :1906، سنن ابن ماجه : 3659 ، سنن النسائي :4896

تربیتِ اولاد

اہم عناصر خطبہ:

① تربیت اولاد کی اہمیت وضرورت ② حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو نصیحتیں

③ رسول اللہ ﷺ اور بچوں کی تربیت ④ اولاد پر شفقت

⑤ بچوں کو ان کا حق ملنا چاہئے ⑥ جائز کھیل کود ⑦ تربیت اولاد کیلئے اہم امور

پہلا خطبہ

محترم حضرات ! اولاد ماں باپ کے پاس امانت ہوتی ہے اور اس کی تربیت ان کی بنیادی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ ان کے بچے ان کی رعایا ہوتے ہیں اور وہ ان کے ذمہ دار۔ لہٰذا ان سے خیر خواہی کرنا اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ان کی اصلاح وتربیت کرنا ان پر واجب ہے۔ اور والدین کو یہ بات اچھی طرح سے سمجھنی چاہئے کہ اولاد کیلئے محض کھانا پینا اور لباس مہیا کرنا ہی ان کی ذمہ داری نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان کی دینی واخلاقی تربیت کرنا بھی ان کا فریضہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ ①

’’ اے ایمان والو ! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ اور جس پر تندخو اور سخت مزاج فرشتے (مقرر) ہیں۔ جو ارشاد اللہ ان کو فرماتا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ان کو ملتا ہے وہ اسے بجالاتے ہیں۔‘‘

اس آیت میں مومنوں کو ان کی اہم ذمہ داری یاد کرائی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اپنے ساتھ اپنے اہل وعیال کی بھی اصلاح وتربیت کا اہتمام کریں تا کہ وہ سب کے سب جہنم کے عذاب سے بچ سکیں۔

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُم مَّسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ ، فَالْإِمَامُ رَاعٍ ، وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ ،

---

① التحریم 66:6

وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ أَهْلِهِ، وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا، وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا......فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ»[1]

''تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کی ذمہ داری کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔لہٰذا وقت کا حکمران ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور ہر آدمی اپنے گھر والوں کا ذمہ دار ہے اور اس سے بھی اس کی ذمہ داری کے متعلق باز پرس کی جائے گی۔ اور ہر عورت اپنے خاوند کے گھر میں ذمہ دار ہے اور اس سے بھی اس کی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا...سو تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص اپنی ذمہ داری کے متعلق جوابدہ ہوگا۔''

اس حدیث میں ہر شخص کو اس کے گھر والوں کا جن میں اس کے بیوی بچے شامل ہیں ذمہ دار، نگران اور محافظ بتلایا گیا ہے۔ اور یہ کہ ہر ایک سے ان کے متعلق سوال کیا جائے گا کہ اس نے کہاں تک ان کی اسلامی تعلیم وتربیت کا اہتمام کیا تھا!

اور حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيْهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً ، يَمُوْتُ يَوْمَ يَمُوْتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ ، إِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ»[2]

''جس شخص کو اللہ تعالیٰ ذمہ دار اور نگران بناتا ہے، پھر وہ آخری دم تک اپنی رعیت سے دھوکہ کرتا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کر دیتا ہے۔''

اس حدیث میں ہر ذمہ دار کو تنبیہ کی گئی ہے اور اسے یاد دلایا گیا ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو دیانتداری اور امانت کے ساتھ نبھائے ورنہ اگر اس کی موت اپنے ماتحت لوگوں کے ساتھ دھوکہ کرتے ہوئے آگئی تو وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ اور چونکہ والدین بھی اپنی اولاد کے ذمہ دار ہوتے ہیں اور ان کی اولاد ان کی رعیت ہوتی ہے اس لئے انھیں بھی اپنی اس رعیت کے ساتھ مکمل طور پر خیر خواہی کرنی چاہئے۔ دنیاوی معاملات میں تو والدین اپنی اولاد کی خیر خواہی کا سوچتے ہی ہیں، اسی طرح دینی اور اخروی معاملہ میں بھی اولاد سے خیر خواہی کرنا ان کا فرضِ منصبی ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

① صحيح البخاري، الجمعة باب الجمعة فى القرى والمدن:893، صحيح مسلم:1829

② صحيح البخاري:715، صحيح مسلم:142

«إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ : صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهُ» ①

”جب انسان فوت ہو جاتا ہے کہ تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے : صدقہ جاریہ، علمِ نافع اور صالح اولاد جو اس کیلئے دعا کرتی رہے۔“

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد صرف تین چیزوں کا ثواب اس کیلئے جاری رہتا ہے۔ ان میں سے ایک نیک اولاد ہے جو ماں باپ کے مرنے کے بعد ان کیلئے دعا کرتی رہے ۔لہٰذا نیکی کے راستے کی طرف اپنی اولاد کی راہنمائی کرنا ، انھیں نیک وصالح بنانے کیلئے جدوجہد کرنا اور ان کی دینی تربیت کرنا از حد ضروری ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ إِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ وَ يُنَصِّرَانِهِ وَ يُمَجِّسَانِهِ» ②

”ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس کے ماں باپ چاہیں تو اسے یہودی بنا دیں . چاہیں تو اسے نصرانی بنا دیں اور چاہیں تو اسے مجوسی بنا دیں۔“

اس حدیث کے مطابق ہر بچہ اپنی پیدائش کے وقت سلیم الفطرت ہوتا ہے۔ اسلام دینِ فطرت ہونے کی بناء پر اس کیلئے اس کی قبولیت آسان ہوتی ہے۔ وہ شرک کے مقابلے میں توحید کو، بدعت کے مقابلے میں سنت کو، معصیت کے مقابلے میں اطاعت کو، جھوٹ کے مقابلے میں سچ کو آسانی سے قبول کرتا ہے۔ وہ فطری طور پر حق پسند ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ ایسے رہتا ہے یا نہیں؟ اس کا دارومدار ماں باپ کی تربیت پر ہوتا ہے۔ اگر ماں باپ اس کی اسلامی تربیت کا اہتمام کرتے ہیں اور گھر کے ماحول کو دینی نقطۂ نظر سے اس کیلئے سازگار بناتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ بچہ اپنی فطرت سے انحراف کر جائے اور سچا مسلمان نہ رہے! اور اگر تربیت غلط ہو تو وہ یہودی ،نصرانی، مجوسی وغیرہ ہو جاتا ہے۔

حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو نصیحتیں

حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو جو نصیحتیں کی تھیں اللہ تعالیٰ نے انھیں قرآن مجید میں ذکر کیا ہے اور ان میں تربیتِ اولاد کے زریں اصول موجود ہیں ۔ یہ مکمل دس نصیحتیں ہیں۔ آپ بھی سماعت فرمائیں اور اپنے بچوں کو

① صحیح مسلم :1631 ② صحیح البخاری:1359 ، صحیح مسلم:2658

بھی سنائیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾[1]

''اور جب لقمان نے نصیحت کرتے ہوئے اپنے بیٹے سے کہا: میرے پیارے بچے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا۔ بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔''

سب سے پہلے حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو شرک سے منع کیا اور اسے بہت بڑا ظلم قرار دیا۔ اس لئے اپنی اولاد کی تربیت میں سب سے زیادہ عقیدے کی درستگی کو اہمیت دینی چاہیے۔ انھیں توحید کا مفہوم اچھی طرح سے سمجھایا جائے اور انھیں شرک سے اور اس کی موجودہ تمام شکلوں سے ڈرایا جائے تاکہ وہ اس سے پرہیز کریں۔ اور اولاد کو بتایا جائے کہ پوری کائنات کا خالق و مالک، رزق دینے والا، نفع ونقصان پہنچانے والا، حاجت روا، مشکل کشا اور داتا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس لئے اسی کو پکارا جائے، اسی سے دعا مانگی جائے، اسی سے تمام امیدیں وابستہ کی جائیں، دل میں صرف اسی کا خوف ہو اور کسی فوت شدہ کا خوف نہ ہو۔ اور اسی پر بھروسہ کیا جائے اور اس کے علاوہ کسی اور پر قطعا بھروسہ نہ کیا جائے۔

اس کے بعد دو آیات والدین سے حسن سلوک کے بارے میں ہیں:

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ۝ وَإِن جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَن تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾[2]

''ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق نصیحت کی ہے۔ اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے حمل میں رکھا۔ اور اس کی دودھ چھڑائی دو برس میں ہے۔ یہ کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گذاری کر (تم سب کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شرک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو ان کا کہنا نہ ماننا۔ ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا اور اس کی راہ چلنا جو میری طرف جھکا ہوا ہو۔ تمھارا سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے۔ تم جو کچھ کرتے ہو اس پر میں تمھیں خبردار کروں گا۔''

ان دو آیات میں والدین سے حسن سلوک کی تلقین کے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے کہ اگر والدین شرک کرنے کا یا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کا حکم دیں تو ان کی اطاعت نہیں ہوگی۔ یہی بات

---

① لقمان 31: 13　② لقمان 31: 14-15

رسول اللہ ﷺ نے یوں ارشاد فرمائی:

«لَا طَاعَةَ لِأَحَدٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ ، إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ»①

''اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔اطاعت تو صرف نیکی میں ہے۔''

پھر نصیحت کرتے ہوئے حضرت لقمان نے فرمایا:

﴿يَا بُنَيَّ إِنَّهَا إِن تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُن فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَاوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللّٰهُ إِنَّ اللّٰهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ﴾②

''پیارے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو، پھر وہ خواہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں ہو اسے اللہ ضرور لائے گا۔اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین اور خبردار ہے۔''

اس میں حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو خبردار کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چھوٹی بڑی نیکی اور اسی طرح ہر چھوٹی بڑی برائی کو خوب جانتا ہے۔لہٰذا اولاد کو ہمیشہ نیکیوں کی طرف ترغیب دیتے اور برائیوں سے ڈراتے رہنا چاہیے تاکہ ان کے دل میں نیکی کی محبت اور برائی سے نفرت پیدا ہو۔

اس کے بعد فرمایا: ﴿يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنكَرِ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾③

''اے میرے پیارے بیٹے! تو نماز قائم رکھنا، اچھے کاموں کا حکم دیتے رہنا، برے کاموں سے منع کرنا اور جو مصیبت تم پر آجائے اس پر صبر کرنا۔یہ بڑے تاکیدی کاموں میں سے ہے۔''

اس آیت میں کئی نصیحتیں ہیں۔سب سے پہلے اقامتِ نماز کا حکم ہے یعنی ہمیشہ نماز کی پابندی کرنا۔لہٰذا اولاد کو نماز پڑھنے کا حکم دینا چاہیے۔اور ماں باپ پر لازم ہے کہ وہ عملی طور پر بچوں کو طہارت، وضو اور نماز کا مکمل طریقہ سکھلائیں اور خود بھی نمازوں کی پابندی کیا کریں ورنہ اگر وہ بچوں کو تو نماز پڑھنے کا حکم دیں اور خود نہ پڑھیں تو اس سے بچوں پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مُرُوْا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ ، وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِيْنَ »④

---

① متفق علیه
② لقمان 31:16
③ لقمان 31:17
④ أحمد، أبوداؤد۔ صحیح الجامع للألبانی:5868

''تمھارے بچے جب سات سال کے ہو جائیں تو انھیں نماز پڑھنے کا حکم دو۔ اور جب دس سال کے ہو جائیں (اور نماز نہ پڑھیں) تو انھیں اس کی وجہ سے مارو۔''

پھر پانچویں اور چھٹی نصیحت نیکی کا حکم دینے، برائی سے منع کرنے اور ہر مصیبت میں صبر وتحمل کا مظاہرہ کرنے کے بارے میں ہے۔لہٰذا بچوں کو اس بات کی تعلیم دینی چاہئے کہ جب وہ اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ ہوں تو بے ہودہ گفتگو کرنے کی بجائے ایک دوسرے کو نیکی کی طرف بلائیں اور برائی سے دور رہنے کی تلقین کریں۔اور اگر ان پر کوئی مصیبت آجائے تو وہ اسے برداشت کریں اور صبر وتحمل کا مظاہرہ کریں۔

اس کے بعد حضرت لقمان نے نصیحت کرتے ہوئے کہا:

﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ☆ وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِن صَوْتِكَ إِنَّ أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ﴾[1]

''اور لوگوں (کو حقیر سمجھتے ہوئے اور اپنے آپ کو بڑا تصور کرتے ہوئے) ان سے منہ نہ موڑنا۔ اور زمین پر اترا کر نہ چلنا کیونکہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے اور فخر کرنے والے شخص کو پسند نہیں کرتا۔ اور اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کرنا۔ اور اپنی آواز کو پست رکھنا کیونکہ آوازوں میں سب سے بدتر آواز گدھوں کی آواز ہے۔''

یہ چار نصیحتیں بچوں کے اخلاق اور لوگوں کے ساتھ ان کے میل ملاپ اور گفتگو کرنے کے طریقوں کے بارے میں ہیں۔لہٰذا بچوں کی تربیت میں ان تمام باتوں کو اہمیت دینی چاہئے اور انھیں اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے اور گفتگو کرنے کے آداب سکھانے چاہئیں۔

رسول اللہ ﷺ اور بچوں کی تربیت

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو معاشرے کے ہر فرد کیلئے معلم بنا کر مبعوث فرمایا۔ چنانچہ آپ چھوٹوں بڑوں کو دین کی تعلیمات سے آگاہ کیا کرتے تھے۔ بچوں کی تعلیم وتربیت کے متعلق یوں تو آپ ﷺ کی کئی احادیث کو روایت کیا گیا ہے لیکن ہم یہاں ایک جامع حدیث ذکر کریں گے جس میں آپ ﷺ نے ایک بچے کو چند بنیادی باتوں کی تعلیم دی تھی اور وہ باتیں آج بھی ہر بچے کی اسلامی تربیت کیلئے انتہائی ضروری ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔آپ ﷺ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] لقمان 31:18-19

«يَا غُلَامُ ! أَلَا أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهِنَّ؟»

"اے بچے ! میں تمھیں آج نفع بخش باتیں نہ بتاؤں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ تمہیں نفع پہنچائے گا ؟ میں نے کہا: کیوں نہیں ۔تو آپ ﷺ نے فرمایا:

① «اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ»

"تم اللہ (کے دین کی) حفاظت کرنا (اس کے احکام پر عمل کرنا اور جن کاموں سے اس نے منع کیا ہے ان سے بچنا) اس طرح اللہ تعالیٰ تمھاری حفاظت کرے گا۔"

② «اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ»

"تم اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز نہ کرنا اللہ تعالیٰ تمھاری مدد کرے گا۔"

③ «إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ» "تم جب بھی مانگنا چاہو تو صرف اللہ تعالیٰ سے مانگنا۔"

④ «وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ»

"اور جب بھی تمھیں مدد کی ضرورت ہو تو صرف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنا۔"

⑤ «وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى أَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ، لَمْ يَنْفَعُوْكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ، وَإِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى أَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ»

"اور اس بات پر اچھی طرح سے یقین کر لو کہ اگر تمام لوگ مل کر تمھیں نفع پہنچانا چاہیں تو وہ تمھیں محض اتنا نفع پہنچا سکیں گے جتنا اللہ تعالیٰ نے تمھارے حق میں لکھ رکھا ہے۔ اور اگر وہ سب کے سب مل کر تمھیں نقصان پہنچانا چاہیں تو وہ ایسا نہیں کر سکتے۔ ہاں اللہ نے جو تیرا نقصان لکھ رکھا ہے تو وہ ہو کر رہے گا۔"

⑥ «رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ»

"قلم اٹھا لئے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔" (یعنی تقدیریں لکھی جا چکی ہیں)

⑦ «تَعَرَّفْ إِلَى اللّٰهِ فِي الرَّخَاءِ يَعْرِفْكَ فِي الشِّدَّةِ» "خوشحالی کے ایام میں اللہ تعالیٰ (کے حقوق) پہچانتے رہو، تنگی کے ایام میں اللہ تعالیٰ تمھاری مدد کرے گا۔"

⑧ «وَاعْلَمْ أَنَّ مَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ وَمَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ» "اور اس بات کو بھی اچھی طرح یاد کر لو کہ جو چیز تجھ سے چوک گئی وہ تجھے ملنے والی نہ تھی۔ اور جو تجھے مل گئی وہ تم سے چوکنے والی نہ تھی۔" یعنی اللہ تعالیٰ تجھ سے جو چیز روک لے وہ تجھے ہرگز نہیں مل سکتی۔ اور اللہ تعالیٰ تجھے جو چیز عطا کرنا

چاہے اسے کوئی بھی تجھ سے روک نہیں سکتا۔

⑨ «وَاعْلَمْ أَنَّ النَّصرَ مَعَ الصَّبْرِ ، وَأَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ»

''اور یہ بھی جان لو کہ مدد صبر کے ساتھ آتی ہے اور ہر پریشانی کے بعد خوشحالی یقینی ہے۔''

⑩ «وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا » ''اور ہر تنگی آسانی اور آسودگی کو لاتی ہے۔''[1]

یہ دس نصیحتیں بچوں اور بڑوں سب کیلئے انمول موتی ہیں۔ لہٰذا سب کو ان پر عمل کرنا چاہئے اور خصوصا بچوں کو تو یہ باتیں خوب یاد کرانی چاہئیں۔

اور شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

حَرِّضْ بَنِيْكَ عَلَى الْآدَابِ فِي الصِّغَرِ   كَيْمَا تَقَرَّ بِهِمْ عَيْنَاكَ فِي الْكِبَرِ

وَإِنَّمَا مَثَلُ الْآدَابِ تَجْمَعُهَا   فِيْ عُنْفُوَانِ الصِّبَا كَالنَّقْشِ فِي الْحَجَرِ

''اپنی اولاد کو بچپن سے ہی ادب سکھلاؤ تاکہ بڑے ہو کر وہ تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک بنیں۔ اور بچپن میں ادب سکھانا ایسے ہے جیسے پتھر پر نقش ہو۔''

اولاد پر شفقت

ماں باپ کو اپنے بچوں پر شفقت اور ان سے پیار کرنا چاہئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے نواسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بوسہ دیا تو ایک صحابی (حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ) نے کہا: میرے دس بچے ہیں لیکن میں نے تو آج تک ان میں سے کسی کو بوسہ نہیں دیا۔ چنانچہ آنحضور ﷺ نے اس کی طرف تعجب سے دیکھا اور فرمایا:

«مَن لَّا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ » ''جو کسی پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔''[2]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ کچھ دیہاتی لوگ آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: کیا آپ اپنے بچوں کو بوسہ دیتے ہیں؟ تو آنحضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: ہاں۔ تو وہ کہنے لگے: اللہ کی قسم! ہم اپنے بچوں کو بوسہ نہیں دیتے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« أَوَ أَمْلِكُ إِنْ كَانَ اللّٰهُ نَزَعَ مِنكُمُ الرَّحْمَةَ»[3]

---

① أحمد :2804 ـ وصححه الأرناؤط ـ سنن الترمذی : 2516ـ وصححه الألبانی

② صحيح البخاری :5997، وصحيح مسلم : 2318

③ صحيح البخاری :5998، صحيح مسلم:2317

''اگر اللہ تعالیٰ نے تمھارے دلوں سے رحمت کو کھینچ لیا ہے تو میں کیا کروں؟''

اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اس دوران حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے۔ انھوں نے سرخ رنگ کی قمیصیں پہنی ہوئی تھیں اور ان کے پیر پھسل رہے تھے۔ آنحضور ﷺ نے انھیں دیکھا تو منبر سے نیچے اترے۔ انھیں اٹھایا اور پھر منبر پر چڑھ گئے اور فرمانے لگے: سچ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے ﴿ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ﴾ یعنی ''تمھارے مال اور تمھاری اولاد آزمائش ہیں۔'' میں نے انھیں اس حالت میں دیکھا تو صبر نہ کر سکا۔'' پھر آپ ﷺ نے اپنا خطبہ جاری رکھا۔[1]

ان تینوں احادیث سے ثابت ہوا کہ اولاد کے ساتھ محبت و پیار کا اظہار کر کے انھیں اپنائیت کا احساس دلانا چاہیے اور ان سے نفرت کرنے کی بجائے شفقت کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔

بچوں کو ان کے حق سے محروم نہیں کرنا چاہیے

بچے خواہ چھوٹے کیوں نہ ہوں انھیں ان کا حق ملنا چاہیے۔ اور انھیں چھوٹا سمجھ کر ان کے حقوق سے محروم نہیں کرنا چاہیے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو ایک مشروب پیش کیا گیا۔ آپ اس سے پی کر فارغ ہوئے تو ابھی مشروب بچا ہوا تھا۔ آپ نے دیکھا کہ ان کی دائیں جانب ایک بچہ بیٹھا ہوا ہے اور بائیں جانب کچھ عمر رسیدہ لوگ ہیں۔ تو آپ ﷺ نے بچے کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

«أَتَأْذَنُ لِيْ أَنْ أُعْطِيَ هٰؤُلَاءِ ؟»

''کیا تم اجازت دیتے ہو کہ میں یہ مشروب پہلے ان بڑوں کو پیش کروں؟''

بچہ کہنے لگا: «وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! لَا أُوْثِرُ بِنَصِيْبِيْ مِنْكَ أَحَدًا»[2]

اے اللہ کے رسول! میں اپنے حصے پر کسی اور کو ترجیح نہیں دے سکتا۔

تو آنحضور ﷺ نے مشروب اس کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔

---

[1] سنن أبی داوٗد :1109، صحیح الجامع للألبانی :3757

[2] صحیح البخاری:5620، صحیح مسلم :2030

اولاد کو جائز کھیل کود کا موقعہ دینا چاہیئے

اولاد کو خصوصا چھوٹے بچوں کو ہنسنے اور کھیلنے کودنے کے مواقع فراہم کرنے چاہئیں تاکہ ان کی ذہنی نشو ونما ہو سکے لیکن شرط یہ ہے کہ کھیل کود اور ہنسی مذاق حدودِ شریعت کے اندر ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ تمام لوگوں میں سب سے اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ اور میرا ایک بھائی تھا جو ابھی سنِ شعور کو نہیں پہنچا تھا اور ایک چھوٹے سے پرندے کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ وہ جب آنحضور ﷺ کے سامنے آتا تو آپ اس سے (از راہِ مزاح) کہا کرتے تھے:

« يَا أَبَا عُمَيْر ! مَا فَعَلَ النُّغَيْر ؟ »[1]

''اے ابوعمیر! وہ چھوٹے بلبل کا کیا بنا؟''

برادرانِ یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام سے حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق کہا تھا:

﴿ أَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴾[2]

''اسے کل ہمارے ساتھ بھیجیں تاکہ یہ خوب کھائے پئے اور کھیلے کودے۔ اس کی حفاظت کے ہم ذمہ دار ہیں۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اسلام میں جائز کھیل کود اور تفریح پر کوئی پابندی نہیں۔ اسی لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے کھیل کود کی حد تک کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ محض اتنا کہا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کھیل کود میں مشغول ہو جاؤ اور اسے بھیڑیا کھا جائے!

تربیتِ اولاد کیلئے اہم امور

تربیتِ اولاد کیلئے چند امور انتہائی ضروری ہیں اور وہ یہ ہیں:

❶ اولاد کی تربیت کیلئے دوسرا اہم امر یہ ہے کہ اولاد کو کلمہ طیبہ زبانی یاد کرایا جائے اور اس کا مفہوم اس کے ذہنوں میں اچھی طرح سے بٹھایا جائے۔

کلمہ طیبہ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا مفہوم ہے:

''اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبودِ برحق نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔''

کلمۂ توحید وہ کلمہ ہے جس کی طرف تمام انبیاء و رسل علیہم السلام دعوت دیتے رہے۔ اور اس کے دو جز ہیں: (لا إله) اور (إلا الله) پہلے جزو میں تمام معبودانِ باطلہ کی نفی ہے اور دوسرے جزو میں صرف اللہ تعالیٰ کے معبودِ

---

① صحيح البخاري: 6129، صحيح مسلم: 2150 ② یوسف 12:12

برحق ہونے کا اثبات ہے۔گویا اس کلمے کا مفہوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تمام معبودانِ باطلہ کا انکار کیا جائے اور صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو تمام عبادات کا مستحق گردانا جائے۔ یہ مفہوم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ماخوذ ہے:

﴿وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾ ①

''اور تم سب کا معبود ایک ہی ہے، اس کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں۔ وہ بہت رحم کرنے والا اور بڑا مہربان ہے۔''

پہلے جملے میں صرف ایک معبود کا اثبات ہے اور دوسرے جملے میں اللہ تعالیٰ کے سوا باقی تمام معبودانِ باطلہ کی نفی کر دی گئی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ کائنات میں معبود تو کئی ہو سکتے ہیں لیکن پوری کائنات کا معبودِ برحق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا آخری رسول تسلیم کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قیامت تک آنے والے تمام لوگوں کیلئے رسول بنا کر بھیجا۔ ان کے بعد کوئی اور نبی آنے والا نہیں۔لہٰذا آپ کے بعد جس نے بھی نبوت کا دعوی کیا یا جو کرے گا وہ دجال اور کذاب ہے۔

اس کلمہ پر ایمان لانے کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے، آپ ﷺ کو بہترین نمونہ تصور کرتے ہوئے آپ کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کیا جائے اور اسے اپنی زندگیوں میں ڈھالا جائے۔ آپ ﷺ نے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے انھیں کیا جائے اور جن کاموں سے منع فرمایا ہے ان سے پرہیز کیا جائے۔ اور آپ ﷺ نے قیامت سے پہلے جن امور کے واقع ہونے کی خبر دی ہے اور اسی طرح قبر اور یومِ آخرت کے بارے میں آپ نے جو کچھ بتایا ہے ان سب کی تصدیق کی جائے۔

❷ اولاد کو بچپن ہی سے اسلام اور ارکانِ اسلام، اسی طرح ایمان اور ارکانِ ایمان کے بارے میں تعلیم دی جائے اور انھیں یہ بتایا جائے کہ اسلام کیا ہے؟

اسلام کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک تصور کرتے ہوئے، اس کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اور شرک سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے جھکا دینا۔

اسی طرح بچوں کو ارکانِ ایمان کے متعلق یہ حدیث زبانی یاد کرائی جائے:

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:«بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ:شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَحَجِّ بَيْتِ اللّٰهِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ» ②

① البقرة 2:163 ② متفق علیه

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اور نماز قائم کرنا، زکاۃ دینا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔''

پھر ایک ایک رکن بچوں کو الگ الگ یاد کرایا جائے:

پہلا رکن: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔

دوسرا رکن: نماز قائم کرنا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ ①

''اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اسے پابندی سے ادا کرتے رہو۔''

تیسرا رکن: زکاۃ ادا کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ﴾ ②

''اور نماز قائم کرو، زکاۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔''

چوتھا رکن: رمضان کے روزے رکھنا۔ ارشاد باری ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ ③

''اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تاکہ تم تقوی اختیار کرو۔''

پانچواں رکن: حج بیت اللہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾ ④

''اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر اس گھر کا حج فرض کر دیا ہے جو اس کی طرف جانے کی استطاعت رکھتے ہوں۔''

اسی طرح بچوں کو بتایا جائے کہ ایمان کیا ہے؟

ایمان: دل کی تصدیق، زبان کے اقرار اور اعضاء کے عمل کا نام ہے۔

پھر اس کے ارکان کے بارے میں بھی بچوں کو آگاہ کیا جائے جن کے متعلق نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: «أَنْ

① طہ 132:20 ② البقرۃ 43:2 ③ البقرۃ 183:2 ④ آل عمران 97:3

تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ ، وَمَلَائِكَتِهِ ، وَكُتُبِهِ ، وَرُسُلِهِ ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ، وَالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ مِنَ اللّٰهِ »①

''ایمان یہ ہے کہ تو اللہ پر ایمان لائے ، اس کے فرشتوں پر ایمان لائے ، اس کی کتابوں پر ایمان لائے ، اس کے رسولوں پر ایمان لائے ، آخرت کے دن پر ایمان لائے اور اس بات پر ایمان لائے کہ اچھی بری تقدیر اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔''

اس کے بعد ایک ایک رکن کے بارے میں انھیں آگاہ کیا جائے کہ

① اللہ پر ایمان لانے کا مطلب ہے اللہ کے وجود کو تسلیم کرنا اور اس بات پر پختہ یقین رکھنا کہ اللہ ہی ہمارا پروردگار اور خالق ومالک ہے اور وہی تمام تر عبادات کا مستحق ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ الْبَاطِلُ ﴾②

''یہ (نشانیاں اس لئے ہیں کہ تاکہ تم جان لو کہ) اللہ تعالیٰ ہی برحق ہے اور اس کے سوا جتنے معبودوں کو یہ پکارتے ہیں وہ سب باطل ہیں۔''

② فرشتوں پر ایمان لانے کا مفہوم ہے ان کے وجود کو ماننا اور اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ فرشتے اللہ کی نورانی اور غیبی مخلوق ہیں جو دن رات اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور اس کے احکام کو بجا لاتے ہیں۔ اور ان کی تعداد کا علم سوائے اللہ کے کسی کو نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ عِندَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ ☆ يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ ﴾③

''آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے۔ اور جو (فرشتے) اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ سرکشی کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔ وہ دن رات تسبیح بیان کرتے ہیں اور ذرا سی بھی سستی نہیں کرتے۔''

③ کتابوں پر ایمان لانے کا مفہوم یہ ہے کہ جن کتابوں کو اللہ نے آسمان سے اپنے انبیاء علیہم السلام پر اتارا انھیں برحق تسلیم کیا جائے اور ان کے ان احکام پر عمل کیا جائے جو منسوخ نہیں کئے گئے۔

④ رسولوں پر ایمان لانے کا مفہوم یہ ہے کہ جن برگزیدہ شخصیات کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کیلئے مبعوث فرمایا اور ان پر وحی نازل کر کے انھیں دین اسلام کی تبلیغ کا حکم دیا ان کی نبوت ورسالت کو برحق تسلیم کیا جائے۔ اور اس بات کا اقرار کیا جائے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اللہ کے بندے اور انسانوں میں سے انسان تھے۔ اور

① صحیح مسلم :8 ② لقمان31: 30 ③ الأنبیاء21: 19-20

حضرت محمد ﷺ کی شریعت پر عمل کیا جائے جنھیں قیامت تک کیلئے نبی بنا کر بھیجا گیا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾[1]

''قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپس کے اختلافات میں آپ کو حاکم نہ مان لیں ۔ پھر جو فیصلہ آپ ان میں کر دیں اس سے یہ اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔''

⑤ روزِ قیامت پر ایمان لانے کا مطلب ہے اس بات پر پختہ یقین رکھنا کہ مرنے کے بعد قیامت کے روز زندہ ہونا ہے اور حساب وکتاب کیلئے اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے۔اور قیامت کے روز دو ہی ٹھکانے ہوں گے: یا جنت یا جہنم ۔مومنوں کیلئے جنت اور کافروں کیلئے جہنم ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَن لَّن يُبْعَثُوا قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴾[2]

''کافروں کا خیال ہے کہ انھیں دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا۔آپ کہہ دیجئے کیوں نہیں ، اللہ کی قسم! تمھیں ضرور بالضرور دوبارہ اٹھایا جائے گا۔ پھر جو کچھ تم کرتے ہو اس کے بارے میں تمھیں یقیناً خبردار کیا جائے گا اور یہ کام اللہ پر بالکل آسان ہے۔''

⑥ تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب ہے اس بات کا اقرار کرنا کہ کائنات کی ہر چیز چاہے چھوٹی ہو یا بڑی اس کا علم اللہ کے پاس ہے۔ ہر ہر کام لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ اور دنیا بھر میں کوئی کام اللہ کی مرضی کے بغیر نہیں ہوتا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ﴾[3]

''اور ہم نے ہر چیز کو ایک واضح کتاب میں ضبط کر رکھا ہے۔''

❸ والدین کو اولاد سے جھوٹ نہیں بولنا چاہئے تاکہ انھیں جھوٹ بولنے کی عادت نہ پڑے

حضرت عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر میں تشریف لائے ، اس دوران میری ماں نے مجھے بلایا اور کہا: میں تجھے کچھ دونگی ۔تو رسول اللہ ﷺ نے میری ماں سے پوچھا: تم نے اسے کیا چیز دینے کا ارادہ کیا تھا؟ ماں نے کہا: میں نے اسے کھجور دینے کا ارادہ کیا تھا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «أَمَا إِنَّكِ لَوْ لَمْ تُعْطِيهِ شَيْئًا كُتِبَتْ عَلَيْكِ كِذْبَةٌ »[4]

① النساء4:65 ② التغابن7:64 ③ یس12:36

④ سنن أبی داؤد :4991 ۔ وصححه الألبانی فی الصحیحة :748

"خبردار! اگر تو اسے کچھ نہ دیتی تو یہ تجھ پر جھوٹ لکھ دیا جاتا۔"

لہٰذا اولاد کے ساتھ ہمیشہ سچ بولنا چاہیۓ اور اسے بھی سچ ہی بولنے کی تلقین کرنی چاہیۓ۔ اور اولاد کو یہ بھی بتانا چاہیۓ کہ جھوٹ بولنا منافقوں کی نشانی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ : إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ»①

"منافق کی تین نشانیاں ہیں: وہ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، جب وعدہ کرتا ہے تو اسے پورا نہیں کرتا اور جب اسے کوئی امانت دی جاتی ہے تو خیانت کرتا ہے۔"

④ اولاد کو کھانے پینے کے آداب سے روشناس کرانا چاہیۓ۔ چنانچہ اولاد کو سمجھایا جائے کہ بسم اللہ پڑھ کر دائیں ہاتھ سے کھائیں پئیں اور آخر میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں.

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بچہ تھا اور ایک دن میں رسول اکرم ﷺ کی گود میں بیٹھا ہوا تھا اور کھانے کے دوران میرا ہاتھ پلیٹ میں اِدھر اُدھر جا رہا تھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«يَا غُلَامُ ! سَمِّ اللّٰهَ ، وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ»②

"اے بچے! بسم اللہ پڑھو، دائیں ہاتھ کے ساتھ کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔" حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں ہمیشہ آپ ﷺ کی نصیحت کے مطابق ہی کھاتا رہا۔

⑤ اولاد میں عدل وانصاف کرنا چاہیۓ۔ چنانچہ ہر ایک کو ایک جیسی چیزیں لیکر دی جائیں، ایسا نہیں کہ کسی کو تو اچھی چیز لیکر دیں اور کسی کو اس سے کم تر۔ اور نہ ہی ایسا کہ کسی کو تو لیکر دیں اور کسی کو محروم کر دیں۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے کچھ مال دینا چاہا تو میری والدہ نے کہا: جب تک آپ رسول اللہ ﷺ کو اس پر گواہ نہیں بناتے میں اس بات کو پسند نہیں کرتی۔ چنانچہ میرے والد مجھے اپنے ساتھ لیکر رسول اکرم ﷺ کے پاس آئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تم اپنی پوری اولاد کو اسی طرح مال دینا چاہتے ہو یا صرف اسے ہی دے رہے ہو؟ تو میرے والد نے کہا: صرف اسے ہی دینا چاہتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: « اِتَّقُوْا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا فِيْ أَوْلَادِكُمْ »

"اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں عدل وانصاف کرو۔"

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

① متفق عليه

② صحيح البخاري:5376 وصحيح مسلم :2022

«إِنِّی لَا أَشْهَدُ عَلٰی جَوْرٍ» ''میں ظلم پر گواہ نہیں بن سکتا۔''[۱]

❻ اولاد کو گالی گلوچ، فحش گوئی اور بے ہودہ گفتگو کرنے سے منع کرنا چاہیے۔

کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: «مِنَ الْکَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَیْهِ، یَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ فَیَسُبُّ أَبَاهُ، وَیَسُبُّ أُمَّهُ فَیَسُبُّ أُمَّهُ»[۲]

''اپنے والدین کو گالیاں دینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ وہ کسی کے باپ کو گالیاں دیتا ہے تو اُس کے نتیجے میں وہ اِس کے باپ کو گالیاں دیتا ہے اور وہ کسی کی ماں کو گالیاں دیتا ہے تو وہ اِس کی ماں کو گالیاں دیتا ہے۔''

گویا کسی کے ماں باپ کو گالیاں دینا اپنے ماں باپ کو گالیاں دینے کے مترادف ہے اور یہ کبیرہ گناہوں میں شامل ہے۔

❼ باپ کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کو ماں کی فرمانبرداری کرنے اور اس سے اچھا سلوک کرنے کی تلقین کرے۔اسی طرح ماں اپنی اولاد کو یہ بات اچھی طرح سے سمجھائے کہ وہ اپنے باپ کی فرمانبرداری اور اس کا احترام کرے اور اس کی نافرمانی نہ کرے۔ ہم اس سے پہلے حضرت لقمان کی نصیحتوں کے ضمن میں یہ بات عرض کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے والدین سے خصوصا والدہ سے حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔اس کے علاوہ اور کئی آیات میں اللہ تعالیٰ نے والدین کے اس حق کی تاکید کی ہے اور والدین کو جھڑکنے بلکہ ان کے سامنے اف تک کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اسی طرح رسول اکرم ﷺ نے بھی کئی احادیث میں اطاعتِ والدین اور ان سے حسن سلوک کرنے کی تاکید کی ہے۔لہٰذا والدین پر لازم ہے کہ وہ اپنے بچوں کو والدین کی اطاعت کے بارے میں وقتاً فوقتاً آگاہ کرتے رہیں۔

❽ اولاد کو صفائی کا خیال رکھنے کی تلقین کریں اور انھیں اس بات کی تعلیم دیں کہ وہ اپنا جسم، اپنا لباس اور اپنا گھر صاف ستھرا رکھیں۔کھانے سے پہلے اور اس کے بعد اپنے ہاتھوں کو دھوئیں۔

❾ والدین جہاں بچوں کی دنیاوی تعلیم کا اہتمام کرتے ہیں وہاں ان پر لازم ہے کہ وہ ان کی دینی تعلیم کا بھی اہتمام کریں بلکہ دنیاوی تعلیم کی نسبت دینی تعلیم کی اہمیت زیادہ ہے۔کیونکہ دینی تعلیم سے آراستہ ہو کر اولاد اپنے والدین کیلئے دنیا کے علاوہ آخرت میں بھی نفع بخش ہوگی اور اخروی نفع ہی زیادہ ہمارے مدِ نظر رہنا چاہیے۔اس سلسلے میں سب سے پہلے بچوں کو قرآن مجید پڑھانا چاہیے۔اگر بچے پورا قرآن مجید حفظ کرلیں تو یہ تو بہت بڑی نعمت ہے

---

[۱] صحیح البخاری :2650، صحیح مسلم :1623

[۲] متفق علیه

کیونکہ والدین کو قیامت کے روز انہی بچوں کی وجہ سے تاج پہنایا جائے گا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث سے ثابت ہے۔اور اگر بچے پورا قرآن مجید حفظ نہ کر سکیں تو کم از کم آخری پارہ ضرور یاد کروانا چاہئے۔اس کے علاوہ بچوں کو رسول اللہ ﷺ کی کچھ احادیث بھی یاد کروائی جائیں، انھیں آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ بھی پڑھائی جائے اور اسلامی عقیدہ کی اہم معلومات اور دینی آداب وغیرہ سے بچوں کو آراستہ کیا جائے۔

⑩ والدین پر لازم ہے کہ وہ اپنی بچیوں کو بچپن ہی سے پردہ کرنے کی تعلیم دیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ﴾[1]

”اے نبی! اپنی بیویوں سے، اپنی بیٹیوں سے اور تمام مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں۔اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی۔پھر انھیں ستایا نہیں جائے گا۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات اور آپ کی صاحبزادیوں سمیت تمام خواتینِ اسلام کو حکم دیا ہے کہ وہ ایک بڑی چادر کے ذریعے سر سے لیکر پاؤں تک مکمل پردہ کیا کریں۔پھر اس کی حکمت یہ بیان فرمائی کہ اس سے ان کی پہچان ہو جائے گی کہ یہ شریف گھرانوں کی باعزت اور باحیا خواتین ہیں۔اس لئے کوئی شخص انھیں ستانے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔اس آیت سے معلوم ہوا کہ پردہ کرنا شرافت اور حیا کی علامت ہے اور اس کے برعکس بے پردگی بے حیائی کی علامت ہے!

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کی اولاد کو نیک، ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہمارے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

دوسرا خطبہ

برادران اسلام! تربیت اولاد کی اہمیت وضرورت اور تربیت اولاد کیلئے چند ضروری امور جن پر ہم نے پہلے خطبہ میں گفتگو کی ہے ان کے ساتھ ساتھ چند اور ضروری امور کو بھی بچوں کی تربیت میں مدنظر رکھنا چاہئے:

⑪ اولاد کو فارغ اوقات میں فلم بینی اور فضول ڈائجسٹ پڑھنے سے منع کرنا چاہئے کہ جس میں سوائے جھوٹ کے اور کچھ بھی نہیں ہوتا۔اس کے علاوہ اس سے اخلاق وکردار کا بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور بچے ضائع ہو جاتے

[1] الأحزاب 59:33

ہیں۔ فارغ اوقات کو ان فضول چیزوں میں ضائع کرنے کی بجائے بچوں کو ترجمہ وتفسیرِ قرآن مجید، رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی پاکیزہ زندگیوں کے واقعات کا مطالعہ کرنے کی طرف ترغیب دلانی چاہیے اور انھیں ان موضوعات پر مفید کتب مہیا کرنی چاہئیں تا کہ وہ انہی سے استفادہ کریں۔

⓬ اولاد کو بری صحبت سے بچانا از حد ضروری ہے کیونکہ زیادہ تر بچے بری صحبت سے ہی بگڑتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَالسُّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ، فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ يُّحْذِيَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا طَيِّبَةً، وَنَافِخُ الْكِيْرِ إِمَّا أَنْ يُحَرِّقَ ثِيَابَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيْحًا خَبِيْثَةً»①

''اچھے اور برے ساتھی کی مثال کستوری اٹھانے والے انسان اور بھٹی میں پھونکنے والے انسان کی طرح ہے۔ کستوری اٹھانے والا انسان یا تو آپ کو عطر ہدیۃً دے گا یا آپ اس سے خریدیں گے یا کم از کم آپ کو اس سے اچھی خوشبو ضرور آئے گی۔ اور بھٹی میں پھونکنے والا انسان یا آپ کے کپڑے جلا ڈالے گا یا کم از کم آپ کو اس سے بدبو ضرور آئے گی۔''

⓭ اولاد کو گانے سننے سے روکنا بھی بے حد ضروری امر ہے کیونکہ گانے سننے سے دل مردہ ہوجاتے ہیں اور اخلاق وعادات میں بگاڑ آجاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«لَيَكُوْنَنَّ مِنْ أُمَّتِيْ أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّوْنَ الْحِرَ وَالْحَرِيْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ»②

''میری امت میں ایسے لوگ ضرور آئیں گے جو زنا کاری، ریشم کا لباس، شراب نوشی اور موسیقی کو حلال سمجھ لیں گے۔''

ان چار چیزوں کو حلال سمجھنے سے مقصود یہ ہے کہ یہ حقیقت میں تو حلال نہیں ہیں لیکن لوگ انھیں حلال تصور کر لیں گے، اس سے ثابت ہوا کہ یہ حرام ہیں۔ اور موسیقی کس قدر بری چیز ہے اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے اسے زنا کاری اور شراب نوشی جیسے بڑے ہی بھیانک گناہوں کے ساتھ ذکر کیا ہے!

گانوں کی بجائے بچوں کو تلاوتِ قرآنِ مجید کرنے یا تلاوت سننے کی ترغیب دلانی چاہیے کہ اسی سے

① صحيح البخاري، كتاب الذبائح والصيد باب المسك :5534

② صحيح البخاري : كتاب الأشربة باب ما جاء فيمن يستحل الخمر ويسميه بغير اسمه

درحقیقت سکون نصیب ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾ ①

''خبردار! اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔''

⑫ اولاد کی اصلاح کیلئے عملی جدوجہد کے ساتھ ساتھ ایک اور چیز بڑی ہی اہم ہے اور وہ ہے ان کی اصلاح کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی صفات میں سے ایک صفت یہ ذکر کی ہے کہ وہ یوں دعا کرتے ہیں: ﴿رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا﴾ ②

''اے ہمارے رب! تو ہمیں ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔ اور ہمیں پرہیز گاروں کا پیشوا بنا۔'' یعنی ہمارے زیر کفالت افراد کو متقی بنا۔

خصوصا وہ والدین جن کی اولاد بگڑ چکی ہو انھیں تو ضرور بالضرور اولاد کی اصلاح کیلئے اللہ تعالیٰ سے بار بار دعائیں کرنی چاہئیں کیونکہ ہدایت دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور اولاد کے حق میں والد کی دعا ان دعاؤں میں سے ہے جنھیں رد نہیں کیا جاتا اور انھیں یقیناً قبول کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ يُسْتَجَابُ لَهُنَّ لَا شَكَّ فِيهِنَّ: دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ، وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ، وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ» ③

''تین دعاؤں کو بلا شک قبول کیا جاتا ہے: مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا اور اولاد کے حق میں والد کی دعا۔''

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کی اولاد کو نیک وصالح بنائے اور انھیں دنیا وآخرت میں ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔

① الرعد13 :28

② الفرقان25 :74

③ صحيح الجامع للألباني :3033

صلہ رحمی ...فضائل وفوائد

اہم عناصرِ خطبہ:

① صلہ رحمی کی تعریف
② قرآن مجید میں صلہ رحمی کی تاکید
③ صلہ رحمی کے فضائل
④ قطع رحمی کے نقصانات
⑤ صلہ رحمی کسے کہتے ہیں؟
⑥ صلہ رحمی میں ترتیب

پہلا خطبہ

برادران اسلام ! آپ کو یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ والدین کے حق کے بعد حقوق العباد میں رشتہ داروں کا حق سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے ۔ اس لئے آج کے خطبہ میں ہم صلہ رحمی یعنی رشتہ داروں سے حسن سلوک کے بارے میں چند گذارشات پیش کریں گے ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اللہ تعالیٰ کے حقوق کے ساتھ ساتھ اس کے بندوں کے حقوق بھی ادا کرنے کی توفیق دے ۔ آمین

سب سے پہلے ہم آپ کو یہ بتا دیں کہ صلہ رحمی سے مراد کیا ہے؟

لفظ (صلہ) تمام مکارم اخلاق کو شامل ہے ۔ خندہ پیشانی سے ملنا ، سلام کرنا ، نرم بات کہنا ، قصور وار سے درگذر کرنا ، خاطر داری وخاکساری سے پیش آنا ، دستور کے مطابق مدارت کرنا ، ناک منہ نہ چڑانا ، اچھا سلوک کرنا اوران پر مال خرچ کرنا ...... یہ سب خصائل صلہ رحمی میں شامل ہیں ۔

اور لفظ (رحم) کا اطلاق رشتہ پر ہوتا ہے اور ہر شخص کے رشتہ دار وہ ہوتے ہیں جن کا آپس میں نسب کا تعلق ہو خواہ وہ اس کے وارث ہوں یا نہ ہوں ، محرم ہوں یا غیر محرم ہوں ۔ یہی قول راجح ہے ۔ بعض نے کہا ہے کہ رحم سے مراد صرف محرم رشتہ دار ہیں لیکن اگر یہی مراد ہوں گے تو چچا اور ماموں کی اولاد خارج ہو جائے گی ۔

اس مختصر سی تمہید سے یہ معلوم ہوا کہ '' صلہ رحمی '' سے مراد اپنے رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنا اوران کی بد سلوکی پر انھیں درگذر کرنا ہے ۔

قرآن مجید میں صلہ رحمی کی تاکید

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے صلہ رحمی کی شدید تاکید کی ہے ۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ﴾ ①

''اور اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو اور قریبی رشتوں کے معاملہ میں بھی اللہ سے ڈرتے رہو۔''

اس آیتِ کریمہ میں قریبی رشتہ داروں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ اپنے عزیز واقارب کے حقوق ادا کرتے رہو اور ان کی حق تلفی قطعا نہ کرو۔ اور ان سے خوشگوار تعلقات قائم کرو۔ ان سے حسن سلوک کرو اور بدسلوکی سے بچو۔ اور ان میں سے جو شخص محتاج ہو اس کی مدد کرو۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى﴾ ②

''اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت بناؤ۔ والدین سے اچھا سلوک کرو۔ نیز قریبی رشتہ داروں سے بھی۔''

اور فرمایا:

﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى﴾ ③

''اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرو گے اور والدین سے اور قریبی رشتہ داروں سے اچھا برتاؤ کرو گے۔''

ان دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنا حق ذکر فرمایا، پھر والدین کا۔ اور پھر قریبی رشتہ داروں کا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حقوق میں سب سے اہم حق اللہ تعالیٰ کا حق ہے، پھر والدین کا حق اور اس کے بعد عزیز واقارب کا حق اہم ہے۔ اور ان کا حق یہ ہے کہ ان سے حسن سلوک کیا جائے، انہیں اذیت نہ دی جائے، ان سے بدسلوکی نہ کی جائے اور ان سے خوشگوار تعلقات قائم کئے جائیں۔

اور اللہ تعالیٰ رشتہ داروں کی امداد کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى﴾ ④

''بے شک اللہ تعالیٰ عدل کا، بھلائی کا اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے۔''

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں کو دینے یعنی ان کی امداد کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس لئے معاشرے کے خوشحال لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے خاندان کے غریب لوگوں کو بھوکا ننگا نہ چھوڑیں اور ہر طرح سے ان کی مدد

① النساء4:1 ② النساء4:36 ③ البقرة2:83 ④ النحل16:90

کریں۔لیکن کتنے ستم کی بات ہے کہ آج کل خاندان کے بعض افراد تو عیاشی سے زندگی بسر کرتے ہیں اور انہی کے کئی رشتہ دار روٹی کپڑے تک کو ترستے ہیں!

اسی طرح اللہ تعالیٰ رشتہ داروں کو ان کے حقوق دینے کا حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ ﴾ ①

''اور رشتہ داروں کا اور مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کرو۔''

اس آیتِ کریمہ میں رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔لہٰذا رشتہ داروں کو ان کے حقوق ادا کرنے چاہئیں اور اس سلسلے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں برتنی چاہیے۔

یاد رہے کہ صلہ رحمی کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک عقلمندوں کی صفت ہے۔ چنانچہ سورۃ الرعد میں جہاں اللہ تعالیٰ نے ان کی دیگر صفات ذکر فرمائی ہیں وہاں ان کی ایک صفت یہ بھی ذکر فرمائی ہے کہ وہ رشتے توڑنے کی بجائے انہیں جوڑتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ ﴾ ②

''اور اللہ تعالیٰ نے جس چیز کے جوڑنے کا حکم دیا ہے وہ اسے جوڑتے ہیں'' (یعنی رشتوں کو توڑتے نہیں بلکہ ان کو جوڑتے اور صلہ رحمی کرتے ہیں۔)

صلہ رحمی کے فضائل

(۱) صلہ رحمی سے رزق میں کشادگی اور عمر میں برکت آتی ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ وَيُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ» ③

''جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اس کے رزق میں فراوانی اور اس کے اجل (موت) میں دیر ہو وہ صلہ رحمی کرے۔''

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ صلہ رحمی کرنے سے رزق میں کشادگی آتی ہے اور عمر زیادہ ہوتی ہے۔اور

① بنی اسرائیل 26:17 ② الرعد 21:13

③ صحیح البخاری، الأدب، باب من بسط له فی الرزق لصلة الرحم:5986، صحیح مسلم، البر والصلة باب صلة الرحم:2557

جب اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ کسی بندے کی عمر بڑھ جائے تو اسے صلہ رحمی کرنے کی توفیق دیتا ہے۔جس طرح دنیا میں دیگر اسباب ہیں اسی طرح رزق واجل میں اضافے کا ایک سبب صلہ رحمی بھی ہے ۔بعض اہلِ علم کا کہنا ہے کہ عمر بڑھنے سے مراد عمر میں برکت اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی توفیق ہے۔یعنی صلہ رحمی کرنے والے انسان کو اللہ تعالیٰ نیک اعمال کرنے کی توفیق دیتا ہے جس سے اس کی زندگی بابرکت ہو جاتی ہے اور ضائع ہونے سے بچ جاتی ہے۔[1]

اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا یَرُدُّ الْقَدْرَ إِلَّا الدُّعَاءُ ، وَلَا یَزِیْدُ فِی الْعُمُرِ إِلَّا الْبِرُّ »[2]

”تقدیر کو سوائے دعا کے کوئی چیز رد نہیں کرتی ۔اور عمر میں سوائے نیکی کے کوئی چیز اضافہ نہیں کرتی ۔“ نیکی سے مراد والدین سے اور اسی طرح اپنے قرابت داروں سے نیکی کرنا ہے۔

(۲) صلہ رحمی کرنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا موجب ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”رحم رحمان سے نکلا ہے۔اللہ نے اس سے کہا:«مَنْ وَصَلَكِ وَصَلْتُهُ ، وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهُ» یعنی ”جس نے تجھے ملایا میں اسے ملاؤں گا۔اور جس نے تجھے توڑا میں اس سے قطع تعلقی کرونگا۔“[3]

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ:مَنْ وَصَلَنِیْ وَصَلَهُ اللّٰهُ ، وَمَنْ قَطَعَنِیْ قَطَعَهُ اللّٰهُ»[4]

”رحم عرش سے لٹکا ہوا ہے (اور) کہتا ہے: جو مجھے ملائے گا اللہ اس کو (اپنی رحمت سے) ملائے گا۔اور جو مجھے کاٹے گا اللہ اس کو (اپنی رحمت سے) کاٹے گا۔“

جبکہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

«أَنَا اللّٰهُ ، وَأَنَا الرَّحْمٰنُ ، خَلَقْتُ الرَّحِمَ ، وَشَقَقْتُ لَهَا اسْمًا مِنِ اسْمِیْ ، فَمَنْ وَصَلَهَا

---

[1] شرح صحیح مسلم للنووی:450/9

[2] أحمد:280/5، سنن ابن ماجة:90، 4022 وابن حبان:872:153/3، والحاکم:670/1 وقال:صحیح الإسناد۔وصححه الألبانی فی الصحیحة:154

[3] صحیح البخاری، الأدب باب من وصل وصله الله :5988

[4] صحیح البخاری، الأدب باب من وصل وصله الله :5989، مسلم، البر والصلة باب صلة الرحم:2555

وَصَلْتُهُ ، وَمَنْ قَطَعَهَا قَطَعْتُهُ ۔ أو قَالَ : بَتَتُّهُ»[①]

''میں اللہ ہوں اور میں رحمٰن ہوں ۔ میں نے رحم کو پیدا کیا اور میں نے اس کا نام اپنے نام سے نکالا ۔ لہٰذا جو شخص اسے ملائے گا میں اسے ملاؤں گا اور جو اسے کاٹے گا میں اسے کاٹوں گا۔''

یہ حدیث قدسی ہے اور اس میں اس بات کی صراحت ہے کہ لفظِ رحم اللہ کے اسم مبارک (رحمٰن) سے نکلا ہے ۔ اس لئے اللہ کے ہاں اس کے وصل وقطع (یعنی صلہ رحمی اور قطع رحمی) کی اہمیت انتہا درجے کی ہے ۔

(۳) صلہ رحمی کرنے سے خاندان میں محبت پیدا ہوتی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«تَعَلَّمُوْا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهٖ أَرْحَامَكُمْ ، فَإِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِيْ الْأَهْلِ ، مَثْرَاةٌ فِيْ الْمَالِ ، مَنْسَأَةٌ فِيْ الْأَثَرِ»[②]

''تم اپنا نسب معلوم کرلو تاکہ صلہ رحمی کرسکو کیونکہ صلہ رحمی سے گھر والوں میں محبت پیدا ہوتی ہے ، مال میں اضافہ ہوتا ہے اور اجل میں تاخیر ہوتی ہے۔''

اس حدیث میں صلہ رحمی کے تین فوائد بیان فرمائے ہیں اور ہر فائدہ بجائے خود ایک نفعِ عظیم اور ہر شخص کی اہم مراد ہے ۔ یعنی محبت ایک نادر چیز ہے ۔ اسی طرح آسودگی ہے کہ ہر شخص دولتمند ہونا چاہتا ہے۔ اسی طرح طولِ عمر ہے کہ ہر کوئی اس کا طلبگار ہے ۔ سو یہ سب مرادیں محض صلہ رحمی کرنے سے میسر آسکتی ہیں۔

(۴) صلہ رحمی کرنا ایمان کی علامت ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«....وَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ ..»[③]

''جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ صلہ رحمی کرے۔''

① أحمد: 194/1، والترمذي: 1907:315/4، الحاكم: 174/4، صححه الألباني في صحيح الترغيب والترهيب: 2528

② سنن الترمذي: 351/4: 1979، أحمد: 374/2، الحاكم: 178/4: صحيح الإسناد ووافقه الذهبي، الطبراني في الكبير: 98/18 عن العلاء بن خارجة وهو أقوى الطرق لهٰذا الحديث عند الحافظ ابن حجر في الفتح: 527/6 وصححه الألباني في صحيح الترغيب والترهيب: 2520

③ صحيح البخاري۔ الأدب باب إكرام الضيف: 6138

اس سے معلوم ہوا کہ صلہ رحمی علامتِ ایمان ہے۔

(۵) صلہ رحمی کرنا جنت میں لے جانے والے اعمال میں سے ہے

حضرت ابو ایوب الأنصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں داخل کردے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«تَعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا ، وَتُقِيْمُ الصَّلَاةَ ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ»[1]

''تو اللہ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنا۔ اور نماز قائم کر، زکاۃ ادا کر اور صلہ رحمی کر۔''

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے سائل کو جنت میں پہنچانے والے اعمال کے بارے میں آگاہ فرمایا۔ اور ان میں سے ایک عمل صلہ رحمی کو ذکر فرمایا۔

(٦) صلہ رحمی کرنا اللہ کو محبوب اعمال میں سے ہے

خثعم قبیلے کے ایک شخص کا بیان ہے کہ میں اپنے چند ساتھیوں سمیت رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور میں نے کہا: کیا آپ دعوی کرتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟

آپ ﷺ نے جواب دیا: ہاں.

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کونسا عمل اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ پر ایمان لانا.

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! پھر کونسا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: پھر صلہ رحمی کرنا.

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! پھر کونسا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: پھر نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔[2]

(۷) صلہ رحمی کرنے سے اللہ تعالیٰ گناہ معاف فرما دیتا ہے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ

[1] صحيح البخاري ـ الأدب باب فضل صلة الرحم :5983

[2] أبو يعلى ـ قال الألباني : صحيح ـ صحيح الترغيب والترهيب :2522

وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾[1]

''اور تم میں سے جو بزرگی اور کشادگی والے ہیں انہیں اپنے قرابت داروں، مسکینوں اور اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے قسم نہیں کھا لینی چاہئے بلکہ معاف کر دینا اور درگذر کر دینا چاہئے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے گناہ معاف فرما دے؟ وہ معاف کرنے والا، بڑا مہربان ہے۔''

یہ آیت دراصل اس وقت نازل ہوئی تھی جب ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی تھی اور بعض سادہ لوح مسلمان بھی اس فتنہ کی رو میں بہہ گئے تھے۔ ان میں سے ایک مسطح رضی اللہ عنہ تھے جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے قریبی رشتہ دار تھے اور چونکہ یہ محتاج تھے اس لئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ انہیں خرچہ وغیرہ دیا کرتے تھے لیکن جب یہ بھی تہمت لگانے والے لوگوں میں شامل ہو گئے تو آسمان سے وحی کے ذریعے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت نازل ہونے کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھائی کہ وہ اب مسطح رضی اللہ عنہ کو کچھ نہیں دیں گے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں عفو و درگذر کی تلقین کی گئی۔ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

«بَلٰى وَاللّٰهِ يَا رَبَّنَا إِنَّا لَنُحِبُّ أَنْ تَغْفِرَ لَنَا»[2]

''کیوں نہیں اے ہمارے رب! ہم یقیناً یہ چاہتے ہیں کہ تو ہمیں معاف کر دے۔'' اس کے بعد انہوں نے مسطح رضی اللہ عنہ کا خرچہ پہلے کی طرح جاری کر دیا۔

لہٰذا اس آیتِ کریمہ اور اس کے سببِ نزول سے ثابت ہوتا ہے کہ رشتہ داروں پر خرچ کرنے اور ان سے اچھا برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور وہ ایسا کرنے والے کے گناہ کو معاف فرما دیتا ہے۔

(۸) رشتہ داروں کو دینے سے دوگنا اجر ملتا ہے

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ، وَعَلٰى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ: صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ»[3]

''مسکین پر صدقہ کرنا صدقہ ہی ہے جبکہ رشتہ دار پر خرچ کرنا صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی ہے۔''

[1] النور 22:24

[2] صحیح البخاری، التفسیر، باب (إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ ......):4757

[3] سنن النسائی، الزکاۃ، باب الصدقة على الأقارب:2582، والترمذی، الزکاۃ باب ما جاء فی الصدقة على القرابة :658 وحسنه، وابن ماجه، الزکاۃ باب فضل الصدقة: 1844، وصححه الألبانی فی صحیح سنن ابن ماجه :1494

اور حضرت ام کلثوم بنت عقبۃ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ : اَلصَّدَقَةُ عَلَى ذِي الرَّحِمِ الْكَاشِحِ»[1]

''جو صدقہ کسی ایسے رشتہ دار کو دیا جائے جس نے باطن میں دشمنی چھپا رکھی ہو وہ اجر میں سب صدقات سے افضل ہوتا ہے۔''

''کاشح'' سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے اندر دشمنی چھپائے ہوئے ہو۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَا أَنْفَقَ الْمَرْءُ عَلَى نَفْسِهِ وَوَلَدِهِ وَأَهْلِهِ وَذِي رَحِمِهِ وَقَرَابَتِهِ فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ»[2]

''آدمی جو مال اپنے آپ پر، اپنی اولاد پر، اپنے گھر والوں پر اور اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرے وہ اس کیلئے صدقہ ہوتا ہے۔''

اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھے بغیر اپنی ایک لونڈی کو آزاد کر دیا تھا۔ جب ان کی باری آئی تو انھوں نے آپ ﷺ کو اس کے بارے میں آگاہ کیا۔ تو آنحضور ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے اسے آزاد کر دیا ہے؟ انھوں نے کہا: جی ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَمَا إِنَّكِ لَوْ أَعْطَيْتِهَا أَخْوَالَكِ كَانَ أَعْظَمَ لِأَجْرِكِ»[3]

''اگر تو نے وہ لونڈی اپنے ماموؤں (ننھیال) کو دے دی ہوتی تو تجھے اور زیادہ اجر ملتا۔''

یہ اس لئے کہ اہل قرابت پر صدقہ کرنے سے دو نیکیوں کا اجر ملتا ہے۔ ایک صدقہ کرنے کا اور دوسرا صلہ رحمی کرنے کا۔

صلہ رحمی کے ان عظیم فوائد کے پیش نظر ہمیں اس بات کی پوری کوشش کرنی چاہئے کہ اقرباء سے ہمارے تعلقات ہمیشہ خوشگوار رہیں اور ایک دوسرے سے ہم اچھا سلوک کرتے رہیں۔

---

[1] المعجم الكبير:3126:202/3 عن حكيم بن حزام ، وابن خزيمة:2386:78/4، والحاكم:564/1عن أبى أيوب الأنصارى، وقال الحاكم:صحيح على شرط مسلم، وصححه الألبانى فى صحيح الترغيب والترهيب:2535

[2] الطبرانى فى الأوسط:4896:74/7، وقال الألبانى:حسن لغيره:صحيح الترغيب والترهيب:1960

[3] صحيح البخارى :2594، صحيح مسلم :999

قطع رحمی کے نقصانات

(۱) قطع رحمی کرنا اللہ کی لعنت کا موجب ہے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ أَنْ يُوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْأَرْضِ أُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ﴾ ①

''اور جو اللہ کے عہد کو اس کی مضبوطی کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جس چیز کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے وہ اسے توڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اُن پر لعنت ہے اور ان کیلئے برا گھر ہے۔''

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ جب مخلوق کو پیدا کر چکا تو رحم (رشتہ داری) نے کھڑے ہو کر کہا: یہ قطع رحمی سے تیری پناہ میں آنے کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا: ہاں، کیا تجھے یہ بات پسند نہیں کہ میں اسے (اپنی رحمت سے) ملاؤں جو تجھے ملائے اور اسے (اپنی رحمت سے) کاٹ دوں جو تجھے کاٹے؟ اس نے کہا: کیوں نہیں! تو اللہ تعالیٰ نے کہا: بس یہ بات طے ہوگئی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اللہ کا یہ فرمان پڑھ لو:

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا أَرْحَامَكُمْ ☆ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمٰىٓ أَبْصَارَهُمْ ﴾ ②

''اور تم سے یہ بھی بعید نہیں کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد برپا کر دو اور رشتے ناطے توڑ ڈالو۔ یہ وہی لوگ ہیں جن پر اللہ کی لعنت ہے، اور جن کی سماعت اور آنکھوں کی روشنی چھین لی ہے۔''

(۲) قطع رحمی کرنے والا جنت سے محروم

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ» ③

''قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔''

---

① الرعد13 :25

② صحیح البخاری، الأدب باب من وصل وصله الله:5978، مسلم، البر والصلة :2554

③ صحیح البخاری، الأدب باب إثم القاطع:5984، صحیح مسلم، البر والصلة:2556

اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«......وَإِنَّ هٰذِهِ الرَّحِمَ شَجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ عَزَّ وَجَلَّ ، فَمَنْ قَطَعَهَا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ»①

''اور یہ رحم' رحمٰن سے نکلا ہے جو کہ عزت والا اور بزرگی والا ہے ۔لہٰذا جو آدمی اسے کاٹتا ہے (قطع رحمی کرتا ہے) اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کر دیتا ہے۔''

(۳) قطع رحمی کرنے والے کو دنیا میں ہی سزا مل جاتی ہے

حضرت ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا مِنْ ذَنْبٍ أَحْرٰى أَنْ يُّعَجِّلَ اللّٰهُ لِصَاحِبِهِ الْعَقُوْبَةَ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يُدَخِّرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْبَغْيِ وَقَطِيْعَةِ الرَّحِمِ»②

''بغاوت اور قطع رحمی ایسے گناہ ہیں کہ ان کی سزا دنیا میں ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جلدی مل جانے کے لائق ہے۔اور آخرت کی سزا اس کے علاوہ ہے۔''

(۴) قطع رحمی کرنے والے کے خلاف رحم کی فریاد

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''رحم رحمان سے مشتق ہے اور عرش سے لٹکا ہوا ہے ۔اور کہتا ہے : اے رب! مجھے قطع کیا گیا۔ اے رب! میرے ساتھ برا سلوک کیا گیا۔ اے رب! مجھ پر ظلم کیا گیا۔ اے رب! اے رب! تو اللہ تعالیٰ اسے جواب دیتا ہے: کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ میں اسے (اپنی رحمت سے) ملاؤں جو تجھے ملائے اور اسے (اپنی رحمت سے) کاٹ دوں جو تجھے کاٹے۔''③

(۵) قطع رحمی کرنے والے کا کوئی عمل قبول نہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

① أحمد والبزار، قال الألباني : صحيح ۔ صحيح الترغيب والترهيب:2532

② أحمد:36/5، الترمذی:2511:664/4، وأبو داؤد:4902:276/4، وابن ماجة:1408/2: 4211، وقال الترمذی:حدیث حسن صحیح، وصححه الألبانی فی صحیح الترغیب والترھیب:2537 والصحیحة: 918

③ أحمد:383/2، الحاكم:179/4 وصححه الألبانی فی صحیح الترغیب والترھیب: 2530

«إِنَّ أَعْمَالَ بَنِيْ آدَمَ تُعْرَضُ كُلَّ خَمِيْسٍ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ ، فَلَا يُقْبَلُ عَمَلُ قَاطِعِ رَحِمٍ »[1]
''سب لوگوں کے اعمال ہر شبِ جمعہ کو پیش کئے جاتے ہیں ۔تو قطع رحمی کرنے والے شخص کا عمل قبول نہیں کیا جاتا۔''

(۶) قطع رحمی کرنا اللہ کو ناپسندیدہ اعمال میں سے ہے

خثعم قبیلے کے ایک شخص کا کہنا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: اے اللہ کے رسول ! کونسا عمل اللہ کو سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا ۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! پھر کونسا ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر قطع رحمی کرنا۔میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! پھر کونسا ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر برائی کا حکم دینا اور نیکی سے منع کرنا۔[2]

برادران اسلام ! قطع رحمی کے ان نقصانات کے پیش نظر ہم سب کو اس سے پرہیز کرنا چاہئے اور حتی الامکان اپنے رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا چاہئے ۔

صلہ رحمی کسے کہتے ہیں؟

برادران اسلام ! صلہ رحمی کے فضائل اور قطع رحمی کے بھیانک نتائج کے بارے میں قرآنی آیات اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ کے بعد آیئے اب یہ بھی جان لیجئے کہ صلہ رحمی کس چیز کا نام ہے؟

صلہ رحمی کا ایک مفہوم عام لوگوں کے ذہنوں میں یہ ہے کہ اگر رشتہ دار صلہ رحمی کریں تو ان سے صلہ رحمی کی جائے ، اگر وہ اچھا برتاؤ کریں تو ان سے اچھا برتاؤ کیا جائے، اگر وہ احسان کریں تو ان سے احسان کیا جائے، اگر وہ ملنے آئیں تو ان سے ملنے کیلئے جایا جائے اور اگر وہ کچھ دیں تو انہیں دیا جائے ......حالانکہ یہ مفہوم بالکل غلط ہے کیونکہ یہ تو ایک طرح کا بدلہ ہے کہ اگر وہ حسن سلوک کریں تو ان سے حسن سلوک کیا جائے اور اگر وہ نہ کریں تو ان سے بھی نہ کیا جائے ۔صلہ رحمی کا یہ مفہوم درست نہیں ۔درست مفہوم یہ ہے کہ اگر وہ قطع رحمی کریں تو ان سے صلہ رحمی کی جائے ،اگر وہ بدسلوکی کریں تو ان سے اچھا سلوک کیا جائے اور اگر وہ نہ دیں تو تب بھی انہیں دیا جائے ۔الغرض یہ کہ رشتہ دار صلہ رحمی کریں یا نہ کریں دونوں صورتوں میں اپنی طاقت کے مطابق انسان اپنے

[1] أحمد:483/2وحسنه الألباني في صحيح الترغيب والترهيب:2538
[2] أبو يعلى ـ صححه الألباني في صحيح الترغيب والترهيب :2522

رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتا رہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِيءِ وَلٰكِنِ الْوَاصِلُ الَّذِيْ إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا»[1]

''صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو بدلے میں صلہ رحمی کرے۔ بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جس سے قطع رحمی کی جائے تو پھر بھی وہ صلہ رحمی کرے۔''

بدلے میں صلہ رحمی سے مراد یہ ہے کہ مثلاً رشتہ دار اس سے ملتا ہے تو یہ بھی اس سے ملتا ہے اور اگر وہ نہیں ملتا ہے تو یہ بھی اس سے نہیں ملتا ہے۔ جبکہ ہونا یہ چاہئے کہ اگر وہ نہ ملے تو بھی یہ اس سے میل ملاپ رکھے، تب جا کر یہ صلہ رحمی کرنے والا کہلائے گا۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے کچھ رشتہ دار ایسے ہیں جن سے میں صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے قطع رحمی کرتے ہیں، میں ان سے حسن سلوک کرتا ہوں اور وہ مجھ سے بدسلوکی کرتے ہیں، میں ان سے حوصلہ سے پیش آتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جاہلوں کا سا برتاؤ کرتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ، وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ ظَهِيْرٌ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلٰى ذٰلِكَ»[2]

''اگر تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تو نے کہا تو گویا تُو ان کے منہ میں گرم راکھ ڈالتا ہے اور جب تک تو اسی طرح کرتا رہے گا تیرے ساتھ اللہ کی طرف سے ہمیشہ ایک پشت پناہی کرنے والا رہے گا۔''

اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے خلیل حضرت محمد ﷺ نے خیر کی چند خصلتوں کی وصیت فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس شخص کی طرف نہ دیکھوں جو دنیاوی اعتبار سے مجھ سے بڑا ہو اور اس شخص کی طرف دیکھوں جو دنیاوی اعتبار سے مجھ سے چھوٹا ہو۔ اور آپ ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی کہ میں مسکینوں سے محبت کروں اور ان سے قریب رہوں۔ اسی طرح آپ ﷺ نے مجھے تاکیدی حکم دیا کہ میں صلہ رحمی کروں چاہے میرے رشتہ دار مجھ سے منہ کیوں نہ موڑ لیں۔ اور آپ ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی کہ میں اللہ کے دین کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کھاؤں اور یہ کہ میں حق بات کہہ دوں چاہے وہ کڑوی

---

① صحیح البخاری۔ الأدب باب لیس الواصل بالمکافیء:5991

② صحیح مسلم۔ البر والصلة :2558

کیوں نہ ہو۔ اسی طرح یہ وصیت بھی کی کہ میں (لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ) زیادہ سے زیادہ پڑھوں کیونکہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ ①

جبکہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی، میں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے فضیلت والے اعمال کے متعلق بتایئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يَا عُقْبَةُ! صِلْ مَنْ قَطَعَكَ، وَأَعْطِ مَنْ حَرَمَكَ، وَأَعْرِضْ عَمَّنْ ظَلَمَكَ - وفي رواية: وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ» ②

''اے عقبہ! اس سے صلہ رحمی کرو جو تم سے قطع رحمی کرے۔ اور اس کو دو جو تمھیں محروم رکھے۔ اور اس سے اعراض کرلو جو تم پر ظلم کرے۔ ایک روایت میں ہے کہ: اس سے درگذر کردو جو تم پر ظلم کرے۔''

رشتہ دار کافر بھی ہوں تو ان سے صلہ رحمی کرنی چاہیے

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک بنوفلاں کی آل واولاد میرے دوست نہیں ہیں بلکہ میرا دوست اللہ اور صلحا مومنین ہیں، لیکن میری ان سے رشتہ داری ہے جس کی وجہ سے میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں۔'' ③

یعنی وہ میرے رشتہ دار تو ہیں لیکن دوست نہیں کیونکہ وہ کافر ہیں لیکن رشتہ داری کی وجہ سے میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں۔

بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ (آل فلاں) سے ابولہب یا ابوسفیان یا حکم بن العاص یا عموماً سارے قبائلِ قریش یا خصوصاً بنو ہاشم یا آپ کے اعمام (چچے) مراد ہیں اور ظاہرِ حدیث بھی یہی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ بہ سبب مسلمان نہ ہونے کے مجھے ان سے دوستانہ محبت و پیار تو نہیں ہے مگر بہ سبب قرابت میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ صلہ رحمی کرنے کیلئے اسلام شرط نہیں ہے۔

اسی طرح حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ 'میری ماں' جو کہ عہدِ قریش (صلحِ حدیبیہ) میں مشرکہ تھی میرے پاس آئی۔ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میرے پاس میری ماں آئی ہے اور وہ

---

① الطبرانی وابن حبان وقال الألبانی: صحیح - صحیح الترغیب والترهیب :2525

② احمد والحاکم - قال الألبانی: صحیح - صحیح الترغیب والترهیب :2536

③ صحیح البخاری - الأدب باب تبل الرحم ببلالها :5990، صحیح مسلم:الإیمان :215

(کفر میں یا میرے مال میں) رغبت رکھتی ہے۔ تو کیا میں اس کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اپنی ماں سے صلہ رحمی کر۔''[1]

یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ قرابت دار خواہ کافر کیوں نہ ہوں ان سے نیکی کرنی چاہئے۔

دوسرا خطبہ

برادران اسلام! پہلے خطبہ میں ہم نے جو کچھ بیان کیا اُس کے ساتھ ساتھ صلہ رحمی کے متعلق چند اور مسائل بھی سماعت فرمالیں۔

صلہ رحمی میں ترتیب

یعنی قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کس ترتیب سے کرنی چاہئے اس بارے میں دو احادیث سماعت کیجئے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! «مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِيْ ؟» یعنی لوگوں میں حسن صحبت کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ قَالَ : (أُمُّكَ) آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں۔ اس نے دوبارہ سہ بارہ یہی پوچھا تو ہر بار آپ ﷺ نے یہی فرمایا کہ تیری ماں۔ چوتھی بار فرمایا: تیرا باپ۔ پھر فرمایا: «ثُمَّ أَدْنَاكَ فَأَدْنَاكَ» یعنی اس کے بعد جو تجھ سے (رشتہ میں) زیادہ قریب ہو۔''[2]

اور حضرت المقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ يُوْصِيْكُمْ بِأُمَّهَاتِكُمْ - ثَلَاثًا - إِنَّ اللّٰهَ يُوْصِيْكُمْ بِآبَائِكُمْ، إن الله يُوْصِيْكُمْ بِالْأَقْرَبِ فَالْأَقْرَبِ»[3]

''بے شک اللہ تعالیٰ تمھیں تمھاری ماؤں کے بارے میں وصیت کرتا ہے (کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرو) آپ ﷺ نے تین بار فرمایا اور اللہ تعالیٰ تمھیں تمھارے باپوں کے بارے میں بھی وصیت کرتا ہے (کہ ان کے ساتھ بھی حسن سلوک کرو۔) اسی طرح اللہ تعالیٰ تمھیں رشتہ داروں کے بارے میں بھی وصیت کرتا ہے کہ تم قربت کے لحاظ سے درجہ بدرجہ (ان کے ساتھ بھی نیکی کیا کرو۔)''

---

① صحیح البخاری: 5978، صحیح مسلم: 1003 ② صحیح مسلم: 2548

③ أحمد: 131/4، وابن ماجہ: 1207/2: 3661، وصححہ الحاکم: 167/4، والألبانی فی الصحیحۃ: 1666

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ قرابت داروں میں صلہ رحمی اور حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق ماں کا ہے۔ پھر اس کے بعد باپ ہے اور پھر رشتہ میں سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار مثلاً سگے بہن بھائی وغیرہ۔ پھر دوسرے رشتہ داروں کا مرتبہ ہے اور ان میں محرم رشتہ دار غیر محرم رشتہ داروں پر مقدم ہیں۔ جیسا کہ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

«بِرَّ أُمَّكَ وَأَبَاكَ ، وَأُخْتَكَ وَأَخَاكَ ، ثُمَّ أَدْنَاكَ فَأَدْنَاكَ»[1]

''ماں باپ سے صلہ رحمی کر اور بہن بھائی سے۔ پھر جو تجھ سے (رشتہ میں) زیادہ قریبی ہو اور پھر جو تجھ سے (رشتہ میں) زیادہ قریبی ہو۔''

رشتہ داروں پر خرچ کرنا

کسی رشتہ دار کا نان ونفقہ کسی رشتہ دار پر واجب نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کی کوئی خاص دلیل موجود نہیں ہے۔ اور صلہ رحمی کی احادیث عام ہیں، لہٰذا جو رشتہ دار نفقہ کا محتاج ہو وہ دیگر تمام رشتہ داروں میں صلہ کا زیادہ حقدار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا ﴾[2]

''کشادگی والے کو اپنی کشادگی سے خرچ کرنا چاہئے اور جس پر اس کے رزق کی تنگی کی گئی ہو اسے چاہئے کہ جو کچھ اللہ نے اسے دے رکھا ہے اسی میں سے (اپنی حیثیت کے مطابق) دے۔ کسی شخص کو اللہ تکلیف نہیں دیتا مگر اتنی ہی جتنی اسے طاقت دے رکھی ہے۔''

اور فرمایا: ﴿عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ﴾[3]

''خوشحال اپنے اندازے سے اور تنگ دست اپنی طاقت کے مطابق (خرچ کرے۔)''

خرچ کرنے میں ترتیب

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

① الحاکم:167/4، وذكره الحافظ فى الفتح:402/10وسكت عنه

② الطلاق 65: 7

③ البقرة 2:236

«إِذَا أَعْطَى اللّٰهُ أَحَدَكُمْ خَيْرًا فَلْيَبْدَأْ بِنَفْسِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ»①

''تم میں سے کسی کو جب اللہ تعالیٰ مال عطا کرے تو وہ پہلے اپنی جان پر اور اپنے گھر والوں پر خرچ کرے۔''

گھر والوں میں بیوی بچے بھی شامل ہیں۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ : أُمَّكَ وَأَبَاكَ ، وَأُخْتَكَ وَأَخَاكَ ، وَأَدْنَاكَ فَأَدْنَاكَ »②

''نفقہ اولاد سے شروع کر، پھر اپنے ماں باپ پر اور اپنے بہن بھائیوں پر خرچ کر۔ اور پھر جو نسبتاً زیادہ قریبی رشتہ دار ہوں (درجہ بدرجہ) ان پر خرچ کر۔''

اس حدیث میں اولاد کو ماں باپ، بہن بھائی اور باقی رشتہ داروں پر مقدم کیا گیا ہے۔

جبکہ حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«مَا أَطْعَمْتَ نَفْسَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ ، وَمَا أَطْعَمْتَ وَلَدَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ ، وَمَا أَطْعَمْتَ زَوْجَتَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ ، وَمَا أَطْعَمْتَ خَادِمَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ »③

''جو تم اپنے آپ کو کھلاتے ہو وہ تمھارے لئے صدقہ ہے۔ اور جو تم اپنی اولاد کو کھلاتے ہو وہ تمھارے لئے صدقہ ہے۔ اور جو تم اپنی بیوی کو کھلاتے ہو وہ تمھارے لئے صدقہ ہے۔ اور جو تم اپنے خادم کو کھلاتے ہو وہ تمھارے لئے صدقہ ہے۔''

اس حدیث میں نفقات کے اجر کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ترتیب نفقات بھی بیان کر دی گئی ہے اور اس میں خصوصی طور پر گھر والوں کا ذکر کیا ہے۔

اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى ، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ:أُمَّكَ وَأَبَاكَ ، وَأُخْتَكَ وَأَخَاكَ ، وَأَدْنَاكَ فَأَدْنَاكَ»④

''اوپر والا (خرچ کرنے والا) ہاتھ نیچے والے (مانگنے والے) ہاتھ سے بہتر ہے۔ اور تم خرچہ اس سے

---

① صحیح مسلم، الإمارة باب الناس تبع لقریش :1822

② الطبرانی فی الکبیر:186/10باسناد حسن وأصله فی الصحیحین

③ أحمد:131/4، وصححه الألبانی فی صحیح الترغیب والترهیب:1955

④ الطبرانی فی المعجم الکبیر:321:149/18، وصححه الألبانی فی صحیح الترغیب والترهیب:1956

شروع کرو جو تمھارے زیرِ پرورش ہو۔ تمھارے ماں باپ، تمھارے بہن بھائی اور پھر نسبتاً زیادہ قریبی رشتہ دار۔''

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تو ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے پاس ایک دینار ہے.

آپ ﷺ نے فرمایا: اسے اپنی جان پر خرچ کر.

اس نے کہا: میرے پاس ایک اور ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اسے اپنی بیوی پر خرچ کر.

اس نے کہا: میرے پاس ایک اور ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اسے اپنی اولاد پر خرچ کر.

اس نے کہا: میرے پاس ایک اور ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اسے اپنے خادم پر خرچ کر.

اس نے کہا: میرے پاس ایک اور ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: «أَنْتَ أَبْصَرُ بِهِ»①

''اب جہاں تو مناسب سمجھے وہاں خرچ کر۔''

ان تمام احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خرچ کرنے کیلئے انسان کو یہ ترتیب ملحوظ خاطر رکھنی چاہئے کہ سب سے پہلے اپنے آپ پر، پھر اپنے بیوی بچوں پر، پھر اپنے والدین پر، پھر اپنے قرابت داروں پر اور پھر اپنے خادم اور دوسرے لوگوں پر خرچ کرے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صلہ رحمی کی توفیق دے۔

① النسائی فی الکبری:34/2، ابو داؤد:1691:132/2، ابن حبان:126/8، الحاکم: 575/1وقال:صحیح علی شرط مسلم، وصححه الألبانی فی صحیح الترغیب والترهیب: 1958

ذکر اللہ ... فضائل وفوائد

اہم عناصر خطبہ:

① ذکر اللہ کا مفہوم
② کثرتِ ذکر الٰہی کا حکم
③ ذکر اللہ کے بعض فوائد
④ مجالس ذکر کے فضائل
⑤ ذکر اللہ کے بعض آداب

عزیزان گرامی !

ذکر اللہ افضل ترین اعمال اور بہترین عبادات میں سے ایک ہے ۔ بلکہ اعمال صالحہ کی روح ذکر اللہ ہے کیونکہ عمل اگر ذکر اللہ سے خالی ہوتو وہ اس جسم کی مانند ہے جس میں روح نہ ہو۔قرآن مجید کی آیات مبارکہ اور احادیث نبویہ میں اس کی اہمیت ، قدرومنزلت ، فضیلت اور اس کے فوائد وثمرات کو متعدد طریقوں سے واضح کیا گیا ہے ۔ چنانچہ کہیں ذکر اور ذکر کرنے والوں کے اجر وثواب کا تذکرہ کرکے اس کی ترغیب دلائی گئی ہے، کہیں کثرتِ ذکر الٰہی کا حکم دیا گیا ہے اور کہیں ذکر اللہ سے غفلت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے ....

اور اللہ رب العزت نے اپنے ذکر کو سب سے بڑی نیکی قرار دیا ہے ۔ اس کا فرمان ہے :

﴿وَلَذِكْرُ اللهِ أَكْبَرُ ﴾ [1] یعنی ’’ اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے ۔‘‘

اس سے ثابت ہوا کہ ذکر اللہ عبادات میں سب سے افضل عبادت ہے، کیونکہ تمام عبادات کا مقصد بھی ذکر اللہ ہی ہے،سو اس اعتبار سے ذکر اللہ تمام عبادات کی روح اور ان کی جان ہے .

اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«أَلا أُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ أَعْمَالِكُمْ، وَأَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيْكِكُمْ، وَأَرْفَعِهَا فِيْ دَرَجَاتِكُمْ، وَخَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ إِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ، وَخَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ أَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوْا أَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوْا أَعْنَاقَكُمْ ؟» [2]

’’ کیا میں تمہیں اس عمل کے بارے میں خبر نہ دوں جو اعمال میں سب سے افضل ہے؟ اور جو تمہارے بادشاہ (یعنی اللہ تعالیٰ) کے ہاں سب سے زیادہ پاکیزہ ہے؟ اور جو تمہارے درجات کو سب سے زیادہ بلند کرنے والا ہے؟ اور جو تمہارے لئے سونا چاندی خرچ کرنے سے بھی بہتر ہے؟ اور جو اِس سے بھی افضل ہے کہ تمہاری

[1] العنکبوت29 :45
[2] سنن الترمذی:3377- وصححه الألبانی

دشمن سے مڈبھیڑ ہو، پھر تم ان کی گردنیں اڑاؤ اور وہ تمہاری گردنیں اڑائیں؟''

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: کیوں نہیں۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«ذِكْرُ اللّٰهِ» ''وہ اللہ کا ذکر ہے۔''

ذکر اللہ کا مفہوم

ذکر کی دو قسمیں ہیں: ایک عام ذکر ہے جس میں ساری عبادات شامل ہیں مثلاً نماز، روزہ، حج، تلاوتِ قرآن، دعا اور تسبیحات وغیرہ۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والا اور اس کے قریب کرنے والا ہر لفظ اللہ کا ذکر ہے، چاہے علم کا حصول ہو، تعلیم ہو، امر بالمعروف یا نہی عن المنکر ہو۔

اور شیخ عبد الرحمٰن السعدی کہتے ہیں کہ جب 'ذکر اللہ' کہا جائے تو اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو اللہ کے قریب کردے، چاہے اس کا تعلق عقیدے سے ہو یا سوچ وفکر سے ہو۔ چاہے وہ دل کا عمل ہو یا بدن کا۔ خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف ہو یا حصولِ علمِ نافع ہو۔اور اس جیسی باقی ساری عبادات اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی ہیں۔

لہٰذا یہ تصور کرنا غلط ہے کہ ذکر صرف تسبیحات میں ہی منحصر ہے، ذکر ہر وہ عمل ہے جو قرآن وحدیث کے مطابق ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے انجام دیا جائے.

اور دوسرا ذکر خاص ہے۔ اس سے مراد وہ خاص دعائیں یا اذکار ہیں جن کے الفاظ اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوں اور ان کے اوقات اور تعداد متعین ہوں مثلاً فرض نمازوں کے بعد کے مسنون اذکار، صبح وشام کے اذکار اور مختلف مواقع کی خاص دعائیں وغیرہ۔ اور یہ جو دوسری قسم کا ذکر ہے اس میں ثابت شدہ اوقات، تعداد اور کیفیات کا خیال رکھنا ضروری امر ہے۔ ورنہ اگر کوئی شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح اور ثابت شدہ طریقۂ کار کو چھوڑ کر اپنی منشاء کے مطابق یا اپنے بزرگوں کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ذکر کرے گا تو اسے یقین ہونا چاہئے کہ وہ ذکر اللہ کی حقیقی برکات اور اس کے عظیم ثمرات وفوائد سے بہت دور چلا جائے گا۔

نیز یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ ذکر تین چیزوں کے ساتھ ہوتا ہے: زبان کے ساتھ، دل کے ساتھ اور ان دونوں کے ساتھ۔اور سب سے افضل اور سب سے زیادہ نفع بخش ذکر وہ ہے جو دونوں کے ساتھ ہو، یعنی زبان کو حرکت دیتے ہوئے اور دل میں اس کے معانی ومفاہیم کے بارے میں غور وفکر کرتے ہوئے مثلاً تسبیحات میں سے ''سبحان اللہ'' کا ذکر کرتے ہوئے زبان کو حرکت دینا اور دل میں یہ اعتقاد پختہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عیب سے پاک اور تمام نقائص سے مبرا ہے۔''الحمد للہ'' کا ذکر کرتے ہوئے زبان کو حرکت دینا اور دل

میں اللہ تعالیٰ کیلئے جذباتِ تشکر پیدا کرنا۔'' الله اکبر '' کا ذکر کرتے ہوئے زبان ہلانا اور دل میں اس کی بڑائی اور عظمت کا تصور کرنا۔اسی طرح '' لا إله إلا الله '' کا ورد کرتے ہوئے زبان ہلانا اور دل میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرنا....اس کے بعد دوسرے درجہ پر بقول ابن القیمؒ وہ ذکر ہے جو صرف دل کے ساتھ ہو، یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور نوازشوں کو یاد کرنا، اس کے اوامر ونواہی کے بارے میں سوچ وفکر کرتے ہوئے جذبۂ اطاعت پیدا کرنا، قدرتِ الٰہی کی نشانیوں کے بارے میں تدبر کرنا اور اس کی عظمت وکبریائی کو تسلیم کرنا وغیرہ۔ اس کے بعد تیسرے درجہ پر وہ ذکر ہے جو صرف زبان کے ساتھ ہو اور دل ودماغ اس کا ساتھ نہ دے رہا ہو.

اسی طرح یہ بات بھی انتہائی توجہ کے قابل ہے۔اور وہ یہ ہے کہ ساری کی ساری خیر وبھلائی اس ذکر میں ہے جو قرآن مجید یا صحیح احادیث سے ثابت ہو اور خصوصا وہ ذکر جو نبی کریم ﷺ خود فرماتے تھے، یا اس کی ترغیب دلاتے تھے وہی سب سے افضل ہے اور اسی میں سب سے زیادہ برکت ہے۔

کثرتِ ذکر اللہ کا حکم

☆ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اپنا ذکر کثرت سے کرنے کا حکم دیا ہے۔چنانچہ اس کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّأَصِيْلًا﴾ [1]

'' اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کیا کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کیا کرو۔ ''

☆ کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر صرف مخصوص اوقات میں ہی مطلوب نہیں ہے بلکہ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے اور حتی کہ لیٹے ہوئے بھی اس کا ذکر کرنا مستحب ہے اور اِسے عقلمندوں کی ایک صفت قرار دیا گیا ہے۔

جیسا کہ اس کا ارشاد ہے:﴿إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِيْ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ [2]

'' بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور لیل ونہار کی گردش میں ان عقل والوں کیلئے بہت سی نشانیاں ہیں جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں کے بل لیٹے ہوئے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو نے انھیں بے کار نہیں پیدا کیا ہے، تو ہر عیب سے پاک ہے، پس تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔''

---

[1] الأحزاب 33: 41-42 [2] آل عمران 3: 190-191

لہٰذا اگر ہم بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں عقلمندوں کی صف میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو ہمیں ان کی یہ صفت اختیار کرنی ہوگی کہ ہم ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد رکھیں، کھڑے ہوں یا بیٹھے ہوں، چلتے پھرتے ہوں یا لیٹے ہوئے ہوں، ہر حال میں اس کا ذکر جاری رکھیں اور ہماری زبان اس کے ذکرِ پاک سے تر رہے۔

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

«إِنَّ شَرَائِعَ الْإِسْلَامِ قَدْ كَثُرَتْ عَلَيَّ ، فَأَخْبِرْنِيْ بِشَيْءٍ أَتَشَبَّثُ بِهٖ»

''شریعت کے احکامات (میری کمزوری کی وجہ سے) مجھ پر غالب آ چکے ہیں، لہٰذا آپ مجھے کوئی (آسان سا) کام بتا دیں جس پر میں ہمیشہ عمل کرتا رہوں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا بِذِكْرِ اللّٰهِ»

''تمہاری زبان ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ تر رہے۔''[1]

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

(كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ أَحْيَانِهٖ)[2]

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد رکھتے تھے۔''

☆ بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو تلاشِ معاش کے دوران بھی کثرت سے اپنا ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔

اس کا فرمان ہے: ﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾[3]

''پھر جب نماز پڑھ لی جائے تو تم لوگ زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

☆ نہ صرف اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے اور تلاشِ معاش کے دوران بلکہ مسلمان جب کفار کے خلاف برسرِ پیکار ہوں اور میدانِ قتال میں دشمنانِ اسلام کے آمنے سامنے ہوں تو وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنا ذکر کثرت سے کرنے کا حکم دیا ہے۔

فرمان ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾[4]

---

① سنن الترمذی:3375۔وصححه الألبانی

② رواه البخاری معلقا : الأذان باب هل يتتبع المؤذن فاه ههنا وههنا، مسلم:373

③ الجمعة10:62 ④ الأنفال8 :45

”اے ایمان والو! جب دشمن کے کسی لشکر سے تمہاری مڈبھیڑ ہو تو تم ثابت قدم رہو اور اللہ کو خوب یاد رکھا کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔“

☆ کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے مردوں اور ذکر کرنے والی خواتین سے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقٰنِتِينَ وَالْقٰنِتَاتِ وَالصّٰدِقِينَ وَالصّٰدِقَاتِ وَالصّٰبِرِينَ وَالصّٰبِرَاتِ وَالْخٰشِعِينَ وَالْخٰشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحٰفِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحٰفِظَاتِ وَالذّٰكِرِينَ اللّٰهَ كَثِيرًا وَّالذّٰكِرَاتِ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّأَجْرًا عَظِيمًا﴾ [1]

”بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں، راست باز مرد اور راست باز عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں، روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں، بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، ان سب کیلئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔“

☆ نبی کریم ﷺ نے کثرت سے ذکر الٰہی کرنے والے شخص کو مستجاب الدعوات قرار دیا ہے:

«ثَلَاثَةٌ لَا يَرُدُّ اللّٰهُ دُعَاءَ هُمْ: اَلذَّاكِرُ اللّٰهَ كَثِيرًا، وَالْمَظْلُومُ، وَالْإِمَامُ الْمُقْسِطُ» [2]

”تین آدمیوں کی دعا اللہ تعالیٰ رد نہیں کرتا، کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والا، مظلوم اور انصاف کرنے والا حکمران۔“

یاد رہے کہ انسان کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والا اس وقت ہوتا ہے جب وہ صبح وشام کے مسنون اذکار ہمیشہ پڑھتا رہے۔ اس کے علاوہ مختلف اوقات وحالات کے مسنون اذکار اور دعائیں بھی پابندی کے ساتھ پڑھتا رہے مثلاً گھر اور مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کی دعائیں، کھانے پینے کی دعائیں، بیت الخلاء میں جانے اور اس سے نکلنے کی دعائیں، لباس پہننے کی دعا، وضو سے پہلے اور اس کے بعد کی دعائیں، فرض نمازوں کے بعد کے

---

① الأحزاب 33:35

② رواہ البیهقی فی شعب الإیمان ۔وحسنه الألبانی فی صحیح الجامع : 3064

اذکار وادعیہ وغیرہ۔ اسی طرح ان مخصوص اوقات وحالات کے علاوہ بھی تسبیحات، استغفار اور تلاوتِ قرآن مجید کا باقاعدہ اہتمام کرے تو وہ کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے خوش نصیبوں میں شامل ہوسکتا ہے۔

اور مسلمان کو یہ بات ہر وقت اپنے ذہن میں رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا کم ذکر کرنا منافقوں کی صفت ہے نہ کہ مسلمانوں کی۔ جیسا کہ اس کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ يُخَادِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوْا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَاءُ وْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيْلًا ﴾[1]

’’بے شک منافق اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور وہ انھیں دھوکے میں ڈالنے والا ہے۔ اور جب وہ نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی سستی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں، صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت ہی کم کرتے ہیں۔‘‘

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی دو صفات ذکر کی ہیں، ایک نماز کیلئے انتہائی سستی کی حالت میں کھڑا ہونا اور نماز بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی ہے۔ اور دوسری اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت کم کرنا۔ لہٰذا ایمان والوں کا فرض یہ ہے کہ وہ منافقوں کے برعکس نماز کیلئے چستی، خلوص اور محبتِ الٰہی کے ساتھ کھڑے ہوں اور اس میں اللہ کا ذکر کثرت سے کریں.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا:

«تِلْكَ صَلَاةُ الْمُنَافِقِ، يَجْلِسُ يَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتّٰى إِذَا كَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ، قَامَ فَنَقَرَهَا أَرْبَعًا، لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْهَا إِلَّا قَلِيْلًا»[2]

’’وہ منافق کی نماز ہے کہ بیٹھا سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان چلا جاتا ہے تو اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور چار ٹھونگیں مار لیتا ہے۔ اور اس میں اللہ کا ذکر تو بس برائے نام ہی کرتا ہے۔‘‘

ذکر اللہ کے بعض فوائد

ذکر اللہ کے فوائد بہت زیادہ ہیں جن میں سے چند ایک کا ہم تذکرہ کرتے ہیں:

① جو شخص اللہ تعالیٰ کو یاد رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے یاد رکھتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

---

① النساء4:142 ② صحیح مسلم :622

﴿ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ﴾ ①

''پس تم مجھے یاد رکھا کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور تم میری شکر گذاری کرتے رہو، ناشکری مت کرو۔''

② ذکر اللہ سے دلوں کو حقیقی سکون ملتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴾ ②

''جولوگ ایمان لاتے ہیں اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ یاد رکھو! دل اللہ کے ذکر سے ہی مطمئن ہوتے ہیں۔''

مالک بن دینارؒ کہتے ہیں: لذت حاصل کرنے والوں کو جو لذت ذکر اللہ سے ملتی ہے وہ کسی اور چیز سے نہیں ملتی، کیونکہ اعمال میں سب سے کم محنت اور سب سے زیادہ اجر والا عمل یہی ہے۔

اور حسن بصریؒ کہتے ہیں: تم حقیقی لذت اور مٹھاس تین چیزوں میں تلاش کرو: نماز، ذکر اور تلاوتِ قرآن۔ اگر ان میں تمہیں لذت محسوس ہو تو ٹھیک ہے ورنہ جان لو کہ (تمہارے دلوں کے) دروازے بند ہیں۔

③ ذکر الٰہی سے اللہ تعالیٰ کی معیت نصیب ہوتی ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالَى: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ، وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِيْ، فَإِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِيْ نَفْسِيْ، وَإِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَأٍ ذَكَرْتُهُ فِيْ مَلَأٍ خَيْرٍ مِّنْهُمْ، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ بِشِبْرٍ تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا، وَإِنْ أَتَانِيْ يَمْشِيْ أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً» ③

''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق اس سے سلوک کرتا ہوں اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ کسی جماعت میں مجھے یاد کرے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اسے یاد کرتا ہوں اور اگر وہ ایک بالشت میرے نزدیک ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے نزدیک ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ میرے نزدیک ہوتا ہے تو میں ایک کلا (دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے) اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ چلتا ہوا میرے پاس آئے تو میں دوڑ کر اس کی طرف جاتا ہوں۔''

---

① البقرۃ 2: 152 ② الرعد 13: 28

③ صحیح البخاری، التوحید، باب قول اللہ ﴿وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ﴾: 7405، صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ، باب الحث علی ذکر اللہ تعالیٰ: 2675

④ ذکر اللہ ہی شیطان اور اس کے وسوسوں سے بچا سکتا ہے

اللہ رب العزت نے شیطان کے دو وصف ذکر کیے ہیں: ﴿ اَلْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ﴾ یعنی ''وسوسے ڈالنے والا اور پیچھے ہٹ جانے والا'' اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شیطان ابن آدم کے دل پر ڈیرہ ڈالے رکھتا ہے۔ جب وہ غافل ہو جائے تو یہ وسوسے ڈالتا ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے لگ جائے تو یہ پیچھے ہٹ جاتا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ☆ إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ ﴾ ①

''اور اگر آپ کو کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کیجئے۔ یقیناً وہ خوب سننے والا اور سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ بے شک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں انھیں جب شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ لاحق ہوتا ہے تو وہ (اللہ کو) یاد کرنے لگتے ہیں، پھر وہ اچانک بصیرت والے بن جاتے ہیں۔''

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آنے لگے تو وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کریں، کیونکہ اس کے وسوسوں سے اللہ تعالیٰ ہی بچا سکتا ہے۔ اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے متقی لوگوں کی ایک صفت ذکر فرمائی ہے کہ جب انھیں شیطان کی طرف سے وسوسے لاحق ہوتے ہیں تو وہ فوراً اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں جس سے ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور وہ اس کے فتنوں سے بچ جاتے ہیں۔

حضرت حارث الأشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کو پانچ باتوں کا حکم دیا کہ وہ خود بھی ان پر عمل کریں اور بنو اسرائیل کو بھی ان پر عمل کرنے کا حکم دیں۔ چنانچہ انھوں نے لوگوں کو بیت المقدس میں جمع ہونے کو کہا جس سے مسجد لوگوں سے بھر گئی اور جو لوگ مسجد سے باہر تھے وہ ٹیلوں پر چڑھ گئے۔ پھر حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اپنا خطاب یوں شروع فرمایا:

اللہ نے مجھے اور آپ سب کو پانچ باتوں پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ تم صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت بناؤ، کیونکہ مشرک کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے اپنا خالص

① الأعراف7:200-201

مال (سونا چاندی) دے کر ایک غلام خرید کیا، پھر اس سے کہا کہ یہ ہے میرا گھر اور یہ ہے میرا کام، تم محنت کرو اور جتنی آمدنی ہو مجھے ادا کرتے رہو۔ تو وہ غلام محنت مزدوری تو کرتا ہو لیکن ادائیگی اپنے آقا کو چھوڑ کر کسی اور کو کرتا ہو۔ تو تم میں سے کون ہے جو اس طرح کے غلام کو پسند کرتا ہو؟

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا تم جب نماز پڑھو تو دورانِ نماز اللہ کے سوا کسی اور کی طرف متوجہ نہ ہوا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندے کی طرف متوجہ رہتا ہے جب تک وہ نماز میں کسی اور چیز کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔

تیسری بات یہ ہے کہ میں تمھیں روزے رکھنے کا حکم دیتا ہوں اور روزہ دار کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ جو ایک جماعت میں ہو اور اس کے پاس کستوری کی خوشبو ہو۔ تو جماعت کے تمام لوگوں کو اس کی خوشبو پسند ہوتی ہے۔ اسی طرح روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بھی اچھی ہوتی ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ میں تمھیں صدقہ کرنے کا حکم دیتا ہوں اور صدقہ کرنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ جسے دشمنوں نے قیدی بنا لیا ہو اور اسے قتل کرنے کیلئے بالکل تیار ہو چکے ہوں۔ تو وہ ان سے کہے کہ میں تمھیں تھوڑا یا زیادہ مال دے کر اپنی جان بچانا چاہتا ہوں۔ اِس طرح وہ اپنی جان بچانے میں کامیاب ہو جائے۔

پھر فرمایا: «وَآمُرُكُمْ أَنْ تَذْكُرُوا اللّٰهَ تَعَالىٰ ، فَإِنَّ مَثَلَ ذٰلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ خَرَجَ الْعَدُوُّ فِي أَثَرِهِ سِرَاعًا ، حَتّٰى إِذَا أَتىٰ عَلىٰ حِصْنٍ حَصِيْنٍ فَأَحْرَزَ نَفْسَهُ مِنْهُمْ ، كَذٰلِكَ الْعَبْدُ لَا يَحْرِزُ نَفْسَهُ مِنَ الشَّيْطَانِ إِلَّا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالىٰ »[1]

پانچویں بات یہ ہے کہ میں تمھیں اللہ کا ذکر کرنے کا حکم دیتا ہوں اور ذکر کرنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ جس کے پیچھے دشمن لگا ہوا ہو اور اچانک وہ ایک مضبوط قلعے میں داخل ہو کر اس سے اپنی جان بچا لے۔ اسی طرح بندہ ہے کہ وہ بھی اللہ کے ذکر کے ساتھ ہی اپنے آپ کو شیطان سے بچا سکتا ہے......''

نیز اس کی تائید نبی کریم ﷺ کی ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ نے ارشاد فرمایا:

«يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ إِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ ، يَضْرِبُ عَلىٰ مَكَانِ كُلِّ عُقْدَةٍ : عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ ، فَإِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ ، فَإِنْ تَوَضَّأَ

---

[1] أحمد، أبوداؤد الطيالسي، ابن خزيمة، مصنف عبد الرزاق، أبو يعلى، الحاكم وغيره ۔ وصححه الألباني في صحيح الجامع :1724

اِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ صَلّٰى اِنْحَلَّتْ عُقَدُهُ، فَأَصْبَحَ نَشِيْطًا طَيِّبَ النَّفْسِ، وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ»[1]

''تم میں سے کوئی شخص جب سو جاتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ کی جگہ پر مارتے ہوئے کہتا ہے۔ لمبی رات ہے، مزے سے سوئے رہو۔ پھر اگر وہ بیدار ہو جائے اور اللہ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ اور اگر اٹھ کر وضو کرے تو دوسری گرہ بھی کھل جاتی ہے۔ اور اگر نماز بھی پڑھے تو تمام گرہیں کھل جاتی ہیں پھر وہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ وہ ہشاش بشاش اور خوش مزاج ہوتا ہے، ورنہ بدمزاج اور سست ہوتا ہے۔''

⑤ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ان سات خوش نصیبوں میں سے ایک ہے جنہیں قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اپنے عرش کا سایہ نصیب کرے گا۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

«سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ : اَلْإِمَامُ الْعَادِلُ ، وَشَابٌّ نَشَأَ بِعِبَادَةِ اللّٰهِ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ، اِجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ : إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ»[2]

''سات افراد ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے (عرش کے) سائے میں جگہ دے گا اور اس دن اس کے (عرش کے) سائے کے علاوہ کوئی اور سایہ نہ ہوگا: عادل حکمران۔ وہ نوجوان جس کی نشو ونما اللہ کی عبادت کے ساتھ ہوئی۔ وہ آدمی جس کا دل مسجد سے لٹکا ہوا ہو۔ وہ دو آدمی جنہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے اللہ کی رضا کیلئے محبت کی، اسی پر اکٹھے ہوئے اور اسی پر جدا جدا ہوئے۔ وہ آدمی جس کو ایک عہدے پر فائز خوبصورت عورت نے دعوتِ (زنا) دی تو اس نے کہا: میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ وہ آدمی جس نے اس طرح خفیہ طور پر صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چل سکا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے اور وہ آدمی جس نے علیحدگی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔''

⑥ ذکر اللہ دلِ مومن کو زندگی بخشتا ہے

حضرت ابو موسی الأشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

① صحیح البخاری :1142، صحیح مسلم :776

② صحیح البخاری:660، صحیح مسلم :1031

«مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّهُ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُهُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَیِّتِ»①

''اس شخص کی مثال جو اپنے رب کا ذکر کرتا رہتا ہے ایسے ہے جیسے ایک زندہ شخص ہو۔ اور اُس شخص کی مثال جو اس کی یاد سے غافل رہتا ہے ایسے ہے جیسے ایک مردہ شخص ہو۔''

اور مسلم کی روایت میں ہے :«مَثَلُ الْبَیْتِ الَّذِیْ یُذْکَرُ اللّٰهُ فِیْهِ ، وَالْبَیْتِ الَّذِیْ لَا یُذْکَرُ اللّٰهُ فِیْهِ ، مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَیِّتِ»②

''اس گھر کی مثال جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے ایسے ہے جیسے زندہ ہو۔ اور اس گھر کی مثال جس میں اس کا ذکر نہیں کیا جاتا ایسے ہے جیسے مردہ ہو۔''

ان دونوں روایات سے معلوم ہوا کہ ذکر اللہ مومن کے دل کو زندگی بخشتا ہے اور ذکر اللہ سے غفلت اسے مردہ بنا دیتی ہے۔

⑦ ذکر اللہ قیامت کے روز ترازو کو اجر وثواب سے بھر دے گا

حضرت ابو مالک الأشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْإِیْمَانِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِیْزَانَ ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَآنِ (أَوْ تَمْلَأُ) مَا بَیْنَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ....»③

''پاکیزگی آدھا ایمان ہے۔''الحمد للہ'' ترازو کو (اجر وثواب سے) بھر دے گا اور''سبحان اللہ'' اور'' الحمد للہ'' یہ دونوں کلمات زمین وآسمان کے درمیانے خلاء کو (اجر وثواب سے) بھر دیتے ہیں......''

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ إِلَی الرَّحْمٰنِ ، خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ، ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ : سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ»④

''دو کلمے ایسے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کو انتہائی پیارے، زبان پر بہت ہلکے اور ترازو میں انتہائی وزنی ہیں : سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ''

ذکر اللہ کے ان عظیم ثمرات وفوائد کے پیش نظر ہمیں زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہئے اور اسکے ذکر کی ایک شکل یہ ہے کہ ہم تسبیحات کے ساتھ اپنی زبان کو تر رکھیں اور انھیں بار بار پڑھیں کیونکہ انکے فضائل بہت بڑے ہیں

---

① صحیح البخاری:6407
② صحیح مسلم : 779
③ صحیح مسلم :223
④ صحیح البخاری:7563

فضائلِ تسبیحات

① یہ تسبیحات اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب کلام ہیں

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أَحَبُّ الْكَلَامِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالىٰ أَرْبَعٌ ، لَا يَضُرُّكَ بِأَيِّهِنَّ بَدَأْتَ : سُبْحَانَ اللّٰهِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ »①

’’چار کلمات اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب ہیں۔ آپ پر کوئی حرج نہیں کہ ان میں سے جس سے چاہیں ابتداء کریں۔ اور وہ ہیں: سُبْحَانَ اللّٰهِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ‘‘

② یہ تسبیحات رسول اللہ ﷺ کو بھی سب سے زیادہ محبوب تھیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« لَأَنْ أَقُوْلَ سُبْحَانَ اللّٰهِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ »②

’’اگر میں سُبْحَانَ اللّٰهِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ کہوں تو یہ مجھے ہر اس چیز سے محبوب ہے جس پر سورج طلوع ہوا۔‘‘ (یعنی دنیا کی ہر چیز سے محبوب ہے)

③ جنت میں شجر کاری

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَقِيْتُ إِبْرَاهِيْمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ ، أَقْرِئْ أُمَّتَكَ مِنِّي السَّلَامَ ، وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ ، عَذْبَةُ الْمَاءِ ، وَأَنَّهَا قِيْعَانٌ ، غِرَاسُهَا : سُبْحَانَ اللّٰهِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ»③

’’اسراء و معراج کی رات میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی تو انھوں نے کہا: اے محمد! اپنی امت کو میری طرف سے سلام پہنچا دینا اور انہیں آگاہ کرنا کہ جنت کی مٹی بہت اچھی ہے، اس کا پانی انتہائی میٹھا اور اس کی زمین بالکل ہموار ہے اور (سُبْحَانَ اللّٰهِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ) کے ساتھ

---

① صحيح مسلم:2137 ② صحيح مسلم :2695

③ سنن الترمذی:3462- وصححه الألبانی

اس میں شجر کاری کی جاسکتی ہے۔''

اور ایک حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ شجر کاری کر رہے تھے کہ ان کے پاس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! کیا میں تمھیں اس سے بہتر شجر کاری نہ بتاؤں؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم «سُبْحَانَ اللّٰهِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ» کہا کرو، ہر ایک کے بدلے میں تمھارے لئے جنت میں ایک درخت لگا دیا جائے گا۔''[1]

④ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَا عَلَى الْأَرْضِ رَجُلٌ يَقُوْلُ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ، إِلَّا كُفِّرَتْ عَنْهُ ذُنُوبُهُ وَلَوْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ»[2]

''خطۂ زمین پر جو شخص بھی یہ کلمات کہے: لا إله إلا الله والله أكبر، وسبحان الله والحمد لله، ولا حول ولا قوة إلا بالله تو اس کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں چاہے وہ سمندر کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔''

⑤ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے پاس سے گذرے جس کے پتے خشک ہو چکے تھے، آپ نے اپنا عصا اس کو مارا تو اس کے خشک پتے جھڑ گئے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ لَتُسَاقِطُ مِنْ ذُنُوبِ الْعَبْدِ كَمَا تَسَاقَطَ وَرَقُ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ»[3]

''بے شک یہ کلمات (الحمد لله وسبحان الله، ولا إله إلا الله والله أكبر) بندے کے گناہوں کو ایسے جھاڑتے ہیں جیسا کہ اس درخت کے پتے جھڑ گئے ہیں۔''

⑥ اللہ تعالیٰ نے ان تسبیحات کو اپنے بندوں کیلئے چن لیا ہے اور ان پر بہت بڑا اجر وثواب مرتب کیا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وابو سعید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
«إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى مِنَ الْكَلَامِ أَرْبَعًا: سُبْحَانَ اللّٰهِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَاللّٰهُ

---

① سنن ابن ماجه:807- وصححه الألباني

② سنن الترمذی :3460- وحسنه الألبانی

③ سنن الترمذی :3533- وحسنه الألبانی

أَكْبَرُ ، فَمَنْ قَالَ:سُبْحَانَ اللّٰهِ كُتِبَ لَهُ عِشْرُونَ حَسَنَةً ، وَحُطَّتْ عَنْهُ عِشْرُونَ سَيِّئَةً ، وَمَنْ قَالَ : اَللّٰهُ أَكْبَرُ فَمِثْلُ ذٰلِكَ ، وَمَنْ قَالَ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَمِثْلُ ذٰلِكَ ، وَمَنْ قَالَ : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ مِنْ قِبَلِ نَفْسِهٖ كُتِبَتْ لَهُ ثَلَاثُونَ حَسَنَةً وَحُطَّ عَنْهُ ثَلَاثُونَ خَطِيْئَةً »①

’’بے شک اللہ تعالیٰ نے کلام میں سے چار (کلمات کو) چن لیا ہے:سُبْحَانَ اللّٰهِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ، وَلاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ۔لہٰذا جوشخص سبحان الله کہےاس کیلئے بیس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور اس کے بیس گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔اور جوشخص الله اکبر کہےاس کیلئے بھی اسی طرح۔اور جوشخص لا إله إلا الله کہےاس کیلئے بھی اسی طرح۔اور جوشخص اپنی طرف سے الحمد لله رب العالمین کہےاس کیلئے تیس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور اس کے تیس گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔‘‘

اپنی طرف سے الحمد لله رب العالمین کہنے سے مقصود یہ ہے کہ وہ کسی سبب کے بغیر الحمد لله رب العالمین کہےتو اس پر اسے زیادہ اجر وثواب ملے گا بہ نسبت اس کے کہ وہ کسی سبب کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے مثلاً کھانے پینے یا سونے سے بیدار ہونے کے بعد۔

⑦ تسبیحات ڈھال ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«خُذُوْا جُنَّتَكُمْ» ’’اپنی ڈھال لے لو۔‘‘ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! دشمن سے بچاؤ کیلئے ڈھال جو ہمارے سروں پر آ پہنچا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا:’’نہیں ،جہنم سے بچاؤ کیلئے ڈھال۔‘‘

پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«قُوْلُوْا: سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، فَإِنَّهُنَّ يَأْتِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُنْجِيَاتٍ وَمُقَدِّمَاتٍ، وَهُنَّ الْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ»②

’’تم یہ کلمات پڑھا کرو: سُبْحَانَ اللّٰهِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ، وَلاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ ، کیونکہ یہ قیامت کے دن (جہنم سے) نجات دہندہ اور (جنت کی طرف) آگے بڑھانے والے ہونگے اور یہی باقی رہنے والی نیکیاں ہیں۔‘‘

---

① مسند أحمد و مستدرك حاكم ۔ وصححه الألباني في صحيح الجامع : 1718

② الحاكم ۔ وصححه الألباني في صحيح الجامع:3214

⑧ یہ تسبیحات عرش کے اردگرد اپنے پڑھنے والے کا ذکر کرتی ہیں

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ مِمَّا تَذْكُرُونَ مِنْ جَلَالِ اللّٰهِ : اَلتَّسْبِيْحُ وَالتَّكْبِيْرُ وَالتَّهْلِيْلُ وَالتَّحْمِيْدُ ، يَنْعَطِفْنَ حَوْلَ الْعَرْشِ لَهُنَّ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحْلِ ، تَذْكُرُ بِصَاحِبِهَا ، أَمَا يُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَكُوْنَ لَهُ ، أَوْ لَا يَزَالُ لَهُ مَنْ يَذْكُرُ بِهِ»[1]

''وہ کلمات جن کے ذریعہ تم اللہ تعالیٰ کی بزرگی ذکر کرتے ہو، وہ یہ تسبیحات بھی ہیں: سُبْحَانَ اللّٰهِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ، وَلاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ۔ یہ عرش باری تعالیٰ کے اردگرد گھومتی ہیں اور ان سے شہد کی مکھیوں کی آواز کی طرح ایک آواز آتی ہے جس میں وہ اپنے پڑھنے والے کا تذکرہ کرتی ہیں ۔ تو کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی اس کا تذکرہ کرنے والا بنے؟''

⑨ تسبیحات میں سے ہر ایک صدقہ ہے

جیسا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے کچھ لوگوں نے آپ سے کہا: اے اللہ کے رسول!

«ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ بِالْأُجُورِ، يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي، وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ، وَيَتَصَدَّقُونَ بِفُضُولِ أَمْوَالِهِمْ»

یعنی ''مال والے لوگ اجر وثواب لے گئے، وہ ہماری طرح نمازیں بھی پڑھتے ہیں، روزے بھی رکھتے ہیں، اور اپنے بچے ہوئے مالوں کا صدقہ بھی کرتے ہیں''

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: « أَوَ لَيْسَ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مَا تَصَدَّقُونَ ؟ إِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةً ، وَكُلِّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةً ، وَكُلِّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةً ، وَكُلِّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةً ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ ، وَنَهْيٌ عَنْ مُنْكَرٍ صَدَقَةٌ . . . . »[2]

''کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے بھی صدقہ کرنے کا ذریعہ نہیں بنا دیا؟ بے شک ہر (سبحان الله) صدقہ ہے۔ ہر (الله اکبر) صدقہ ہے اور ہر (الحمد لله) صدقہ ہے۔ اور ہر (لا إله إلا الله) صدقہ ہے۔ نیکی کا ہر حکم صدقہ ہے اور ہر برائی سے روکنا صدقہ ہے...''

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

① سنن ابن ماجہ:3809۔ وصححہ الألبانی

② صحیح مسلم: 1006

« إِنَّهُ خُلِقَ كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْ بَنِي آدَمَ عَلَى سِتِّينَ وَثَلَاثِمِائَةِ مِفْصَلٍ، فَمَنْ كَبَّرَ اللّٰهَ، وَحَمِدَ اللّٰهَ، وَهَلَّلَ اللّٰهَ، وَسَبَّحَ اللّٰهَ، وَاسْتَغْفَرَ اللّٰهَ، وَعَزَلَ حَجَرًا عَنْ طَرِيقِ النَّاسِ، أَوْ شَوْكَةً أَوْ عَظْمًا عَنْ طَرِيقِ النَّاسِ، وَأَمَرَ بِمَعْرُوفٍ، أَوْ نَهٰى عَنْ مُنْكَرٍ، عَدَدَ تِلْكَ السِّتِّينَ وَالثَّلَاثِمِائَةِ السُّلَامٰى، فَإِنَّهُ يَمْشِي يَوْمَئِذٍ وَقَدْ زَحْزَحَ نَفْسَهُ عَنِ النَّارِ »[1]

''بنوآدم میں سے ہر انسان کو تین سو ساٹھ جوڑوں پر پیدا کیا گیا ہے۔ لہٰذا جو شخص ان کے بقدر الله اکبر، الحمد لله، لا إله إلا الله، سبحان الله، أستغفر الله کہے اور لوگوں کے راستے سے پتھر یا کانٹا یا ہڈی ہٹادے، اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے تو وہ یقین کرلے کہ اس دن اس نے اپنے آپ کو جہنم سے دور کرلیا۔''

⑩ یہ تسبیحات قیامت کے دن ترازو میں انتہائی وزنی ہوں گی

حضرت ابوسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی خوشی اور حیرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

« مَا أَثْقَلَهُنَّ فِي الْمِيزَانِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، وَالْوَلَدُ الصَّالِحُ يُتَوَفّٰى لِلْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فَيَحْتَسِبُهُ »[2]

''یہ کلمات (سُبْحَانَ اللّٰهِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ) ترازو میں کتنے وزنی ہیں! اسی طرح اگر مسلمان کی نیک اولاد فوت ہو جائے اور وہ اس پر صبر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کا طلبگار ہو۔''

برادران اسلام! تسبیحات کے علاوہ ذکر اللہ کا ایک حصہ صبح وشام کے اذکار بھی ہیں، لہٰذا ہم انھیں بھی باقاعدگی کے ساتھ پڑھیں کیونکہ ان کے فضائل بھی بہت زیادہ ہیں اور دن اور رات میں ان کی برکات انتہائی عظیم ہیں۔ تو لیجئے ان میں سے بعض اذکار اوران کے فضائل سماعت کیجئے:

صبح وشام کے بعض اذکار اوران کے فضائل

① آیة الكرسی (صبح وشام ایک ایک مرتبہ)

---

① صحيح مسلم: 1007

② سنن النسائی فی السنن الكبرى، وصححه الحاكم فی المستدرك ووافقه الذهبی

فضیلت: ارشاد نبوی ہے کہ: ”جو شخص اسے صبح کے وقت پڑھ لے اسے شام تک جنوں سے پناہ دے دی جاتی ہے۔ اور جو اسے شام کے وقت پڑھ لے اسے صبح ہونے تک جنوں سے پناہ دے دی جاتی ہے۔“[1]

② معوذات یعنی ”قرآن کی آخری تین سورتیں“ (صبح وشام تین تین مرتبہ)

فضیلت: رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی کو ارشاد فرمایا:

«قُلْ : قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ، وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ حِيْنَ تُمْسِي وَحِيْنَ تُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَكْفِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ »[2]

”تو قل هو الله أحد اور معوذتین (الفلق اور الناس) کو صبح وشام تین تین مرتبہ پڑھا کر۔ یہ تجھے ہر چیز سے کافی ہو جائیں گی“

③ سید الاستغفار: (صبح وشام ایک ایک مرتبہ)

«اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ ، خَلَقْتَنِيْ ، وَأَنَا عَبْدُكَ ، وَأَنَا عَلٰى عَهْدِكَ ، وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ ، أَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ ، أَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَأَبُوْءُ بِذَنْبِيْ ، فَاغْفِرْ لِيْ فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ »[3]

”اے اللہ! تو میرا پروردگار ہے، تیرے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔ تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں۔ اور میں اپنی طاقت کے مطابق تیرے عہد اور وعدے پر قائم ہوں۔ میں نے جو کچھ کیا اس کے شر سے میں تیری پناہ میں آتا ہوں۔ میں اپنے اوپر تیری نعمتوں کا اعتراف اور اپنے گناہ گار ہونے کا اعتراف کرتا ہوں۔ لہٰذا تو مجھے معاف کر دے کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں۔“

فضیلت: ارشاد نبوی ہے: ”جو شخص اسے شام کے وقت یقین کے ساتھ پڑھ لے اور اسی رات میں اس کی موت آ جائے تو وہ سیدھا جنت میں جائے گا۔ اسی طرح جو اسے صبح کے وقت یقین کے ساتھ پڑھ لے اور اسی دن اس کی موت آ جائے تو وہ بھی سیدھا جنت میں جائے گا۔“

④ (سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ) (صبح وشام سو مرتبہ)

فضیلت: ارشاد نبویؐ ہے: «مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ وَحِيْنَ يُمْسِي : سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ

---

① سنن النسائی ...... صحيح الترغيب والترهيب للألباني:662

② سنن أبي داؤد:5082 ، سنن الترمذي:3575...... صحيح الترغيب والترهيب :649

③ صحيح البخاري :6306 ، 6323

مِائَةَ مَرَّةٍ ، لَمْ يَأْتِ أَحَدٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهِ ، إِلَّا أَحَدٌ قَالَ مِثْلَ مَا قَالَ أَوْ زَادَ عَلَيْهِ »①

''جو شخص صبح وشام (سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ) سو مرتبہ پڑھ لے قیامت کے دن کوئی شخص اس سے افضل عمل نہیں لا سکے گا، سوائے اس شخص کے جو اسی آدمی کی طرح یا اس سے زیادہ عمل کرے۔''

صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ (مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ، فِي يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ ، حُطَّتْ عَنْهُ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ)②

''جو شخص دن میں ایک سو مرتبہ (سبحان اللہ وبحمدہ) پڑھ لے اس کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں خواہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔'' جب کہ ایک روایت میں ہے کہ ''جو شخص اسے صبح وشام سو سو مرتبہ پڑھتا ہے اس کے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں چاہے وہ سمند کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔''③

⑤ «بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ» (صبح وشام تین تین مرتبہ)

''اللہ کے نام کے ساتھ کہ جس کے نام کے ساتھ زمین وآسمان میں کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

فضیلت: ارشاد نبوی ہے:

''جو شخص اسے صبح وشام تین تین مرتبہ پڑھ لے اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔''④

⑥ «رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا ، وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا ، وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا» (صبح وشام تین تین مرتبہ)

''میں اللہ کو رب ماننے اور اسلام کو دین ماننے اور محمد ﷺ کو نبی ماننے پر راضی ہوں۔''

فضیلت: ارشاد نبوی ہے: ''جو شخص اسے صبح وشام تین تین مرتبہ پڑھ لے تو اللہ (کمال رحمت سے) اپنے ذمہ لے لیتا ہے کہ وہ اسے قیامت کے دن راضی کرے۔''⑤

---

① صحیح مسلم :2692 ② صحیح البخاری :6405

③ ابن حبان ، وقال الحاکم : صحیح علی شرط مسلم ووافقه الذهبی

④ سنن أبی داؤد:5089، ابن حبان ۔ صحیح الجامع الصغیر:5745 و6426

⑤ سنن أبی داؤد:5072 النسائی فی عمل الیوم واللیلة، أحمد، الحاکم : صحیح الإسناد ۔البوصیری : إسناده صحیح رجاله ثقات

جبکہ ایک روایت میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ قَالَ إِذَا أَصْبَحَ : رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا، وَبِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا، فَأَنَا الزَّعِيْمُ، لَآخُذَنَّ بِيَدِهٖ حَتّٰى أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ »①

'' جو شخص صبح کے وقت یہ دعا پڑھے تو میں اس کا ضامن ہوں کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے جنت میں لے جاؤں۔''

⑦ « لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ » (صبح کے وقت سو مرتبہ)

اور اسے پڑھنے کے **فضائل** بہت ہیں۔

ارشاد نبوی ہے: '' اسے سو مرتبہ پڑھنا دس گردنوں کو آزاد کرنے کے برابر ہے، اس کیلئے سو نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور اس کے سو گناہ معاف کردئے جاتے ہیں۔ اور یہ دعا شام ہونے تک اس کیلئے شیطان کے سامنے قلعہ بنی رہتی ہے۔''②

⑧ « سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ ، وَرِضَا نَفْسِهٖ ، وَزِنَةَ عَرْشِهٖ ، وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ » (صبح تین مرتبہ)

'' اللہ پاک ہے اور اپنی تعریف کے ساتھ ہے، اپنی مخلوق کی تعداد کے برابر، اپنے نفس کی رضا کے برابر، اپنے عرش کے وزن کے برابر اور اپنے کلمات کی سیاہی کے برابر۔''

فضیلت: حضرت جویریۃ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ وہ صبح کی نماز کے بعد اپنی جائے نماز پر بیٹھی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ان کے پاس سے گذر ہوا، پھر آپ ﷺ چاشت کے وقت واپس آئے تو وہ بدستور اپنے مصلی پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابھی تک تم اسی حال میں بیٹھی ہوئی ہو؟ انھوں نے کہا: جی ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمھارے پاس سے گذرنے کے بعد چار کلمات تین مرتبہ کہے تھے اگر ان کا اور جو ذکر تو نے اتنی دیر کیا اس کا وزن کیا جائے تو میرے چار کلمات کا وزن زیادہ ہوگا اور وہ ہیں:

« سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ ، وَرِضَا نَفْسِهٖ ، وَزِنَةَ عَرْشِهٖ ، وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ »③

⑨ « أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ » (صبح و شام تین تین مرتبہ)

'' میں ہر مخلوق کے شر سے اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں۔''

---

① الطبرانی ۔ صحیح الترغیب والترھیب:657

② صحیح البخاری :3293، صحیح مسلم:2691 ③ صحیح مسلم، أبوداؤد، ابن حبان وغیرہ

فضیلت: ارشادِ نبوی ہے: ''جو شخص یہ دعا پڑھتا ہے اسے صبح ہونے تک بچھو کا ڈسنا نقصان نہیں پہنچائے گا۔''①

اور ایک روایت میں ہے: ''جو شخص شام کو تین مرتبہ یہ دعا پڑھ لیتا ہے اسے اس رات کو بخار کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔''②

⑩ «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ، يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ » (صبح وشام دس دس مرتبہ)

فضیلت: ارشادِ نبوی ہے: ''جو شخص صبح کے وقت یہ دعا دس مرتبہ پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے، دس گناہ مٹا دیتا ہے، دس گردنیں آزاد کرنے کا اجر دیتا ہے اور اسے شیطان سے پناہ دے دیتا ہے۔''③

⑪ سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیات (آمَنَ الرَّسُوْلُ سے سورت کے آخر تک) (رات کو ایک مرتبہ)

فضیلت: رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«اَلْآيَتَانِ مِنْ آخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ ، مَنْ قَرَأَهُمَا فِيْ لَيْلَةٍ ، كَفَتَاهُ »

''جو شخص رات کو سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیات پڑھے تو یہ اسے ہر چیز سے کافی ہو جاتی ہیں۔''④

⑫ درود شریف (صبح وشام دس دس مرتبہ)

فضیلت: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ حِيْنَ يُصْبِحُ عَشْرًا وَحِيْنَ يُمْسِيْ عَشْرًا ، أَدْرَكَتْهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ »⑤

''جو آدمی صبح کے وقت دس مرتبہ اور شام کے وقت دس مرتبہ مجھ پر درود بھیجتا ہے، اسے قیامت کے دن میری شفاعت نصیب ہوگی۔''

یہ تھے صبح وشام کے بعض اذکار اور ان کے فضائل۔ ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ ہم انھیں روزانہ پابندی کے

---

① مسند أحمد ۔ صحيح الجامع الصغير:1324و6427

② صحيح الترغيب والترهيب: 652

③ احمد، نسائی، ابن حبان ۔ صحيح الترغيب والترهيب :660

④ صحيح البخاری :4008، صحيح مسلم :807

⑤ صحيح الجامع:6357

ساتھ پڑھتے رہیں تاکہ ہمیں بھی وہ فوائد نصیب ہوں جو نبی کریم ﷺ نے ان کے پڑھنے والوں کیلئے ذکر فرمائے ہیں۔

مجلسِ ذکر کے فضائل

یہ اذکارِ صبح وشام تو انسان انفرادی طور پر پڑھتا ہے اور ایک صورت اجتماعی ذکر کی بھی ہے۔اس سے مراد وہ مجلس ہے جس میں مثلا قرآن مجید کی تلاوت کی جائے ، یا درس قرآن یا درس حدیث دیا جائے ، یا قرآن مجید کی تعلیم دی جائے یا دیگر علومِ شریعت پڑھائے جائیں ، یا عموما اللہ کے دین کے بارے میں گفتگو کی جائے ۔اور ایسی مجلس یقیناً بابرکت ہوتی ہے ، اس میں فرشتے شریک ہوتے ہیں اور اس کے شرکاء کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنی آغوش میں لے لیتی ہے .

ارشاد نبوی ہے : «لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهُ»[1]

’’ جو لوگ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کیلئے بیٹھتے ہیں ، انھیں فرشتے گھیر لیتے ہیں ، رحمتِ باری تعالیٰ انھیں اپنی آغوش میں لے لیتی ہے ، ان پر سکونِ قلب نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے ان کا تذکرہ کرتا ہے۔‘‘

اور حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مسجد میں بیٹھے ہوئے چند لوگوں کے پاس آئے ، کہنے لگے : تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ انھوں نے کہا :

(جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللّٰهَ) ’’ہم یہاں بیٹھے اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے ہیں۔‘‘

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا : اللہ کی قسم تم صرف اسی لئے بیٹھے ہو؟

انھوں نے کہا : اللہ کی قسم ، ہم صرف اسی لئے بیٹھے ہیں .

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا : خبردار ! میں نے تم سے حلف اس لئے نہیں لیا کہ میں تمھیں جھوٹا سمجھتا ہوں ، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی طرح کچھ لوگوں کو مسجد میں بیٹھا ہوا دیکھا تو آپ نے پوچھا : تم کیوں بیٹھے ہو؟ انھوں نے کہا : ہم یہاں بیٹھے اللہ تعالیٰ کو یاد کر رہے ہیں اور اس نے ہمیں اسلام کی طرف جس طرح ہدایت دی ہے اس پر ہم اس کا شکر ادا کر رہے ہیں۔

---

[1] صحیح مسلم :2700

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم تم صرف اسی لئے بیٹھے ہو؟

انھوں نے کہا: اللہ کی قسم، ہم صرف اسی لئے بیٹھے ہیں.

تو آپ نے فرمایا: «أَمَا إِنِّي لَمْ أَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَّكُمْ ، وَلٰكِنَّهُ أَتَانِيْ جِبْرِيْلُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُبَاهِيْ بِكُمُ الْمَلَائِكَةَ»①

''یاد رکھنا! میں نے تم سے حلف اس لئے نہیں لیا کہ میں تمہیں جھوٹا سمجھتا ہوں، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ابھی میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے تھے، انھوں نے مجھے اطلاع دی کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے تم پر فخر کررہا ہے۔''

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ کے ایسے فرشتے ہیں جو چلتے پھرتے رہتے ہیں، ان کا اور کوئی کام نہیں سوائے اس کے کہ وہ مجالسِ ذکر کی تلاش میں رہتے ہیں۔ لہٰذا جب وہ کوئی ایسی مجلس پاتے ہیں جس میں اللہ کا ذکر ہو رہا ہو تو وہ بھی شرکائے مجلس کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو اپنے پروں سے ڈھانپ دیتے ہیں۔ (اور ان کی تعداد اس قدر زیادہ ہوتی ہے کہ) اس مجلس سے آسمانِ دنیا تک سارے فرشتے ہی فرشتے ہوتے ہیں۔ پھر جب وہ جدا جدا ہوتے ہیں تو آسمان کی طرف چلے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان کے حال کو زیادہ جانتا ہے: تم کہاں سے آئے ہو؟

وہ جواب دیتے ہیں: ہم زمین پر تیرے ان بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو تیری تسبیح، تیری بڑائی، تیری توحید اور تیری بزرگی بیان کرتے ہیں اور تجھ سے سوال کرتے ہیں.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ کس چیز کا سوال کرتے ہیں؟

فرشتے کہتے ہیں: وہ تجھ سے تیری جنت کا سوال کرتے ہیں.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انھوں نے میری جنت کو دیکھا ہے؟

وہ کہتے ہیں: نہیں اے ہمارے رب!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ جنت دیکھ لیتے تو پھر ان کی کیفیت کیا ہوتی!

فرشتے کہتے ہیں: اور وہ تیری پناہ بھی طلب کرتے ہیں.

اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے: کس چیز سے میری پناہ مانگتے ہیں؟

---

① صحیح مسلم: 2701

فرشتے جواب دیتے ہیں: تیری آگ سے اے ہمارے رب!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انھوں نے میری آگ کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں: نہیں.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ میری آگ کو دیکھ لیتے تو پھر ان کی حالت کیا ہوتی!

فرشتے کہتے ہیں: اور وہ تجھ سے مغفرت بھی طلب کرتے ہیں.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے انھیں معاف کردیا اور انھیں وہ چیز عطا کردی جس کا وہ سوال کرتے ہیں اور اس چیز سے پناہ دے دی جس سے وہ پناہ مانگتے ہیں.

فرشتے کہتے ہیں: اس مجلس میں فلاں بندہ بھی تھا جو انتہائی گنہگار ہے اور وہ گذر رہا تھا کہ ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اسے بھی معاف کردیا۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا شخص بھی محروم نہیں ہوتا۔'' ①

یہ فضیلت ہے اس مجلس کی جس میں اللہ رب العزت کو یاد کیا جاتا ہو، چاہے تسبیحات کے ساتھ یا تلاوتِ قرآن مجید کے ساتھ یا درس قرآن وحدیث کے ساتھ۔ اور جہاں تک تعلق ہے اس مجلس کا جس میں محض فضول گفتگو ہی ہو اور اس میں اللہ تعالیٰ کو یاد نہ کیا جاتا ہو تو اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوْا اللّٰهَ فِيْهِ وَلَمْ يُصَلُّوْا عَلىٰ نَبِيِّهِمْ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةً، فَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ» ②

''کوئی قوم جب کسی مجلس میں بیٹھتی ہے اور اس میں وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتی اور نہ ہی اس کے نبی ﷺ پر درود شریف پڑھتی ہے تو وہ مجلس اس کیلئے باعثِ حسرت وندامت ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ اگر چاہے گا تو انھیں عذاب دے گا اور اگر چاہے گا تو انھیں معاف کردے گا۔''

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَا مِنْ قَوْمٍ يَقُوْمُوْنَ مِنْ مَجْلِسٍ لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ تَعَالىٰ فِيْهِ إِلَّا قَامُوْا عَنْ مِثْلِ جِيْفَةِ حِمَارٍ وَكَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً» ③

''جو لوگ بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کئے بغیر کسی مجلس سے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو وہ ایسے ہے جیسے وہ کسی مردہ

---

① صحيح البخاري :6408، صحيح مسلم :2689- واللفظ لمسلم

② سنن الترمذي:3380-وصححه الألباني ③ سنن أبي داؤد :4855 -وصححه الألباني

گدھے کی لاش پر سے اٹھے ہوں اور یہ مجلس ان کیلئے باعث حسرت ہوگی ۔''

لہٰذا ہمیں فضول مجلسوں میں بیٹھنے سے پرہیز کرنا چاہئے اور صرف ان مجلسوں میں بیٹھنا چاہئے جن میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو۔اس کے کلام کی تلاوت ہو، اس کے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی احادیث مبارکہ کا تذکرہ ہو اور اس کے دین کے متعلق باتیں ہوں اور فضول گفتگو نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو ان لوگوں میں شامل فرمائے جو کثرت سے اس کا ذکر کرنے والے ہوں ۔

دوسرا خطبہ

برادران اسلام! ذکر اللہ کی اہمیت ، اس کے فضائل اور ثمرات وفوائد کے بارے میں کچھ گذارشات قرآن وحدیث کی روشنی میں آپ نے سماعت کیں۔اب یہ بھی جان لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر سے غفلت اختیار کرنے سے منع کیا ہے اور جو لوگ اس کے ذکر سے غافل رہتے ہیں ان کے بارے میں اس نے یہ واضح کردیا ہے کہ یہ لوگ یقیناً خسارے میں ہیں ۔ اس کا فرمان ہے:﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ ﴾[1]

''اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کریں ۔ اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی لوگ حقیقی معنوں میں خسارہ پانے والے ہونگے ۔''

لہٰذا کسی مسلمان کو اس کے ذکر سے، اس کے دین سے، اس کے احکام وفرائض سے اور اس کی حدود سے غافل نہیں ہونا چاہئے ، ورنہ وہ یہ بات رکھے کہ اس طرح وہ اپنا خسارہ ہی یقینی بنا رہا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِيْنَ ﴾[2]

''اور آپ اپنے رب کو اپنے دل میں صبح وشام یاد رکھا کیجئے ، عاجزی کے ساتھ، ڈرتے ہوئے اور بغیر اونچی آواز کے ۔اور غافلوں میں سے نہ ہو جایئے ۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے اور یہ حکم آپ ﷺ کی پوری امت کیلئے بھی ہے کہ وہ صبح وشام اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہیں اور غافلوں میں سے نہ ہوں ۔جس کا معنی یہ ہے کہ اگر وہ صبح وشام ذکر اللہ کا اہتمام نہیں کریں گے اور صبح وشام کے اذکار پابندی کے ساتھ نہیں پڑھیں گے تو وہ غافلوں کی صف میں

---

① المنافقون 63: 9 ② الأعراف 7: 205

شامل ہو جائیں گے۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر اللہ کے بعض آداب بھی بیان فرمائے ہیں جن کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اور وہ یہ ہیں:

۱۔ ذکر اللہ' اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور بڑائی کو یاد رکھتے ہوئے عاجزی اور انکساری کے ساتھ کیا جائے اور گڑگڑاتے اور روتے ہوئے اس کی تسبیح وتحمید بیان کی جائے۔

۲۔ ذکر اللہ، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اور دل پر اس کی خشیت کو طاری کرتے ہوئے کیا جائے۔

۳۔ ذکر اللہ اونچی آواز کی بجائے پست آواز میں کیا جائے تاکہ ریاکاری کا شبہ نہ ہو اور لوگوں سے اپنی تعریف سننے کی خواہش دل میں پیدا نہ ہو۔

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے، راستے میں لوگوں نے اونچی اونچی آواز سے ''اللہ اکبر' کہنا شروع کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَيُّهَا النَّاسُ! اِرْبَعُوْا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ، إِنَّكُمْ لَيْسَ تَدْعُوْنَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا، إِنَّكُمْ تَدْعُوْنَ سَمِيْعًا قَرِيْبًا وَهُوَ مَعَكُمْ»

''اے لوگو! تم اپنے آپ پر نرمی کرو، تم کسی بہرے یا غیر حاضر کو نہیں پکار رہے، بلکہ تم تو اس کو پکار رہے ہو جو خوب سننے والا اور انتہائی قریب ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔''

حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے پیچھے تھا اور ''لا حول ولا قوۃ الا باللہ'' پڑھ رہا تھا۔ تو آپ نے فرمایا:

«يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ! أَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى كَنْزٍ مِنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ؟»

''اے عبد اللہ بن قیس! میں تمہیں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانے کے بارے میں نہ بتاؤں؟''

میں نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا:

«قُلْ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ»

''تم لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا کرو۔''[1]

اِس حدیث میں ان لوگوں پر رد ہے جو اونچی آواز میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں یا ''مراقبہ'' کی حالت میں ''اللہ اللہ'' یا ''الا اللہ، الا اللہ'' یا ''ھو ھو'' کی ضربیں لگاتے ہیں۔

[1] صحیح البخاری :4202، صحیح مسلم :2704

ذکر کے اِس طریقۂ کار میں کئی قباحتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ طریقہ نہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے جو اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ ذکر کرنے والے تھے اور نہ ہی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے اور نہ تابعین کرامؒ سے۔ دوسری یہ کہ یہ اُس عاجزی وانکساری کے خلاف ہے جو ذکر اللہ میں مطلوب ہے۔ تیسری یہ کہ اس میں ریاکاری کا شبہ پیدا ہوتا ہے۔ اور چوتھی یہ کہ صرف ''الله الله ''یا''الا الله ، الا الله ''یا''هو هو'' کے ساتھ ذکر کرنا ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم سے قطعا ثابت نہیں ہے اور نہ ہی یہ اُس طرح ذو معنی ذکر ہے جس طرح'' لا إله إلا الله ''یا''سبحان الله ''وغیرہ ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو کثرت سے اپنا ذکر کرنے والوں میں شامل فرمائے اور اس کے برکات سے مستفید ہونے کی توفیق دے۔

شکر ...فضائل وفوائد

اہم عناصر خطبہ:

① شکر کی اہمیت ② اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں اور ان کا شکر

③ شکر کے فوائد وثمرات ④ ناشکری کے نقصانات

برادران اسلام ! اہل علم کا کہنا ہے کہ ایمان کے دو حصے ہیں : پہلا شکر اور دوسرا صبر۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی خوشی نصیب ہو تو وہ اس پر اس کا شکر ادا کرے اور جب کوئی آزمائش یا مصیبت نازل ہو تو وہ اس پر صبر وتحمل کا مظاہرہ کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ﴾ ①

''اس میں یقیناً کئی نشانیاں ہیں ہر اس شخص کیلئے جو انتہائی صبر کرنے والا اور بہت زیادہ شکر بجا لانے والا ہو۔''

اس آیتِ کریمہ میں '' صبار '' اور '' شکور '' مبالغہ کے صیغے ہیں، معنی یہ ہے کہ جو شخص نہایت درجے کا صابر اور بہت ہی زیادہ شکر کرنے والا ہو تو وہی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے درس عبرت حاصل کر سکتا ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ، إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ:إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ» ②

''مومن کا معاملہ بڑا عجیب ہے اور اس کا ہر معاملہ یقیناً اس کیلئے خیر کا باعث ہوتا ہے اور یہ خوبی سوائے مومن کے اور کسی کو نصیب نہیں ہوتی ۔ اگر اسے کوئی خوشی نصیب ہو تو وہ شکر ادا کرتا ہے، لہٰذا وہ اس کیلئے خیر کا باعث بن جاتی ہے اور اگر اسے کوئی غمی پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے اور یوں وہ بھی اس کیلئے باعث خیر بن جاتی ہے۔''

لہٰذا ہم میں سے ہر شخص پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنا ایمان ان دونوں حصوں کے ساتھ مکمل کرے، یعنی انتہائی شکر گذار اور نہایت صبر کرنے والا ہو۔

آج کے خطبۂ جمعہ میں ہم شکر کی اہمیت اور اس کے فوائد وثمرات کے بارے میں کچھ گذارشات عرض کریں

---

① سبا19:34

② صحیح مسلم:2999

گے اور ان شاء اللہ آئندہ خطبے میں ہمارا موضوع 'صبر' ہوگا۔

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ انتہائی شکر گذار تھے اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کیا کرتے تھے کہ

«. . . رَبِّ اجْعَلْنِيْ لَكَ شَكَّارًا ، لَكَ ذَكَّارًا ، لَكَ رَهَّابًا . . . »[1]

''اے میرے رب! مجھے اپنا انتہائی شکر گذار، بہت زیادہ ذکر کرنے والا اور نہایت ڈرنے والا بندہ بنا۔''

اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا:

«يَا مُعَاذُ ! وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأُحِبُّكَ ، وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأُحِبُّكَ ، فَقَالَ:أُوْصِيْكَ يَا مُعَاذُ:لَا تَدَعَنَّ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ تَقُوْلُ:اَللّٰهُمَّ أَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ »[2]

''اے معاذ! اللہ کی قسم میں آپ سے محبت کرتا ہوں، اللہ کی قسم میں آپ سے محبت کرتا ہوں اور اے معاذ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ تم ہر نماز کے بعد یہ کلمات کبھی نہ چھوڑنا: (اَللّٰهُمَّ أَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ) یعنی اے اللہ! اپنے ذکر، شکر اور خوبصورت عبادت پر میری مدد فرما۔''

اس حدیث شریف میں رسول اکرم ﷺ نے اپنے محبوب صحابی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو تاکیدی حکم دیا کہ وہ ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھیں جس میں اللہ تعالیٰ سے اس کے ذکر، شکر اور حسنِ عبادت کا سوال کیا گیا ہے اور آپ ﷺ خود اپنے لئے بھی یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

اور حضرت ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«عَرَضَ عَلَيَّ رَبِّيْ لِيَجْعَلَ لِيْ بَطْحَاءَ مَكَّةَ ذَهَبًا ، قُلْتُ : لَا يَا رَبِّ ، وَلٰكِنْ أَشْبَعُ يَوْمًا وَأَجُوْعُ يَوْمًا ، فَإِذَا جُعْتُ تَضَرَّعْتُ إِلَيْكَ وَذَكَرْتُكَ ، وَإِذَا شَبِعْتُ شَكَرْتُكَ وَحَمِدتُّكَ»[3]

''میرے رب نے مجھے پیش کش کی وہ وادیٔ بطحاء کو سونا بنا دے، لیکن میں نے کہا: نہیں میرے رب، میں ایک دن سیر ہونا چاہتا ہوں اور ایک دن بھوکا رہنا چاہتا ہوں۔ جب بھوک محسوس کرونگا تو گڑگڑا کر تیری طرف رجوع کرونگا اور تجھے یاد کرونگا۔ اور جب سیر ہوں گا تو تیرا شکر ادا کرونگا اور تیری تعریفیں بیان کرونگا۔''

لہٰذا ہمیں بھی آپ ﷺ کی طرح اللہ تعالیٰ کا شکر گذار ہونا چاہئے، اس لئے کہ اس نے ہمیں بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے اور ہم پر ان گنت احسانات کئے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ

---

[1] سنن أبی داؤد :1510 ، سنن ابن ماجه :3830۔ وصححه الألبانی

[2] سنن أبی داؤد :1522۔ وصححه الألبانی [3] سنن الترمذی : 2347وحسنه الألبانی

مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ۝ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ۝ وَآتَاكُم مِّن كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ الْإِنسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ﴾[1]

’’ اللہ ہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے مینہ برسایا، پھر اُس سے تمہارے کھانے کیلئے پھل پیدا کئے اور کشتیوں کو تمہارے زیرِ فرماں کیا تا کہ دریا (اور سمندر) میں اس کے حکم سے چلیں اور نہروں کو بھی تمہارے زیرِ فرماں کیا اور سورج اور چاند کو تمہارے لئے کام میں لگا دیا کہ دونوں (دن رات) ایک دستور پر چل رہے ہیں اور رات اور دن کو بھی تمہاری خاطر کام میں لگا دیا اور جو کچھ تم نے مانگا ہر چیز سے تمہیں عنایت کیا اور اگر اللہ کے احسان گننے لگو تو شمار نہ کر سکو، کوئی شک نہیں کہ انسان بڑا بے انصاف اور ناشکرا ہے۔‘‘

ان آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان پر اپنی متعدد نعمتوں کا تذکرہ کیا ہے مثلا بارش کا پانی، مختلف پھل، سورج اور چاند، دن اور رات وغیرہ۔ اس کے بعد فرمایا: ’’اس نے تمھیں وہ سب کچھ دیا جو تم نے مانگا اور اگر تم اس کے احسانات کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔‘‘

لہٰذا ان نعمتوں کے مقابلے میں انسان کا فرض یہ تھا کہ وہ اپنے محسن ومربی اور خالق ومالک کا شکر ادا کرتا، اس کے احکامات پر عمل کرتا، اس کی تعلیمات کو اپنا اوڑھنا بچھونا بناتا، اپنے آپ کو بس اسی کے سامنے جھکاتا، اسی سے امیدیں وابستہ کرتا، اسی کا خوف اپنے دل میں بساتا، اسی سے محبت کرتا اور اسی کو داتا، دستگیر اور غریب نواز تصور کرتا۔ لیکن افسوس کہ ﴿إِنَّ الْإِنسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ﴾ ’’انسان تو ہے ہی بے انصاف اور ناشکرا۔‘‘

اسی طرح اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں دیگر کئی مقامات پر اپنی متعدد نعمتوں کا تذکرہ کرنے کے بعد فرماتا ہے:

﴿لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ ’’تا کہ تم شکر بجالاؤ‘‘

مثلا اس کا فرمان ہے:

﴿وَمِن رَّحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾[2]

’’اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات اور دن کو بنایا تا کہ تم اس (رات) میں آرام کرو اور اس (دن) میں اس کا فضل (رزق) تلاش کرو اور تا کہ شکر ادا کرو۔‘‘

اسی طرح فرمایا: ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَن يُرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرَاتٍ وَلِيُذِيقَكُم مِّن رَّحْمَتِهِ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾[3]

---

[1] إبراهیم 14: 32-34 [2] القصص 28: 73 [3] الروم 30: 46

''اور اُسی کی نشانیوں میں سے ہے کہ ہواؤں کو بھیجتا ہے جو خوشخبری دیتی ہیں تا کہ تم کو اپنی رحمت کے مزے چکھائے اور تا کہ اسکے حکم سے کشتیاں چلیں اور تا کہ تم اُس کے فضل سے (روزی) طلب کرو اور تا کہ تم شکر کرو۔''

نیز فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ [1]

''اور وہی تو ہے جس نے دریا کو تمہارے اختیار میں کیا تا کہ تم اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے زیور (موتی وغیرہ) نکالو جسے تم پہنتے ہو اور تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں دریا میں پانی کو پھاڑتی چلی جاتی ہیں اور اس لئے بھی (دریا کو تمہارے اختیار میں کیا) کہ تم اللہ کے فضل سے (معاش) تلاش کرو اور تا کہ اُس کا شکر کرو۔''

نیز ارشاد ہے: ﴿وَاللَّهُ أَخْرَجَكُم مِّن بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْئًا وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ [2]

''اور اللہ ہی نے تمہیں تمہاری ماؤں کے شکم سے پیدا کیا کہ تم کچھ نہیں جانتے تھے اور اس نے تمہیں کان اور آنکھیں اور دل (اور ان کے علاوہ دیگر اعضاء) بخشے تا کہ تم شکر کرو۔''

یہ اور اس کے علاوہ دیگر کئی آیات جن میں اللہ تعالیٰ اپنی متعدد نعمتوں کا تذکرہ کرنے کے بعد فرماتا ہے: ﴿لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ ''تا کہ تم شکر بجالاؤ'' ان تمام سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اس کا شکر ادا کریں، اس کے احکامات پر عمل کریں اور اس کی نافرمانی سے اجتناب کریں تا کہ وہ انہیں اور زیادہ نعمتیں عطا کرے اور ان سے راضی ہو جائے۔

ہمیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ہر انسان سے قیامت کے روز نعمتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا کہ اس نے ان کا شکر ادا کیا تھا یا نہیں؟ ارشاد باری ہے:

﴿ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ﴾ [3]

''پھر اُس دن ضرور تم سے نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا۔''

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو میں نے تازہ کھجوروں اور پانی سے ان کی خاطر تواضع کی۔ بعد ازاں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (هَذَا مِنَ النَّعِيمِ الَّتِي تُسْأَلُونَ عَنْهُ) ''یہ ان نعمتوں میں سے ہیں جن کے بارے میں تم سے سوال کیا جائے گا۔'' [4]

---

[1] النحل16: 14 [2] النحل16: 78

[3] التكاثر102: 8 [4] مسند أحمد: 14678۔ الأرناؤط: إسناده صحيح على شرط مسلم

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما' ابو الہیثم الانصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے جو بہت کھجوروں اور بکریوں کے مالک تھے، وہ اُس وقت گھر پر نہیں تھے، مہمانوں نے ان کی بیوی سے ان کے متعلق پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ وہ پانی لینے کیلیے گئے ہوئے ہیں، تھوڑی دیر میں وہ بھی پانی کا مشکیزہ اٹھائے ہوئے پہنچ گئے۔ آتے ہی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چمٹ گئے اور کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، پھر وہ ان مہمانوں کو کھجوروں کے باغ میں لے گئے جہاں انھوں نے ایک چادر بچھائی، انھیں بٹھایا اور خود ایک کھجور کے درخت سے ایک گچھا توڑ کر لے آئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم تازہ کھجوریں ہی توڑ کر لے آتے؟''

ابو الہیثم رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے یہ پسند کیا کہ آپ اپنی مرضی سے اِس گچھے سے توڑ توڑ کر کھائیں۔

چنانچہ انھوں نے کھجوریں تناول کیں اور مشکیزے سے پانی پیا۔ بعد ازاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«هَذَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مِنَ النَّعِيمِ الَّتِي تُسْأَلُونَ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ظِلٌّ بَارِدٌ، وَرُطَبٌ طَيِّبٌ، وَمَاءٌ بَارِدٌ»[1]

''اللہ کی قسم! یہ ان نعمتوں میں سے ہیں جن کے بارے میں تم سے قیامت کے روز سوال کیا جائے گا، ٹھنڈا سایہ، اچھی اور پاکیزہ کھجوریں اور ٹھنڈا پانی۔''

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ مَا يُسْأَلُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ -- يَعْنِي الْعَبْدَ مِنَ النَّعِيمِ-- أَنْ يُقَالَ لَهُ: أَلَمْ نُصِحَّ لَكَ جِسْمَكَ وَنُرْوِيكَ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ؟»[2]

''قیامت کے روز بندے سے نعمتوں میں سے جس نعمت کے بارے میں سب سے پہلے سوال کیا جائے گا وہ یہ ہے کہ اس سے کہا جائے گا: کیا ہم نے تمھارے بدن کو صحت نہیں دی تھی؟ اور کیا تمھیں ٹھنڈا پانی سے سیراب نہیں کیا تھا؟''

ان تینوں احادیث سے ثابت ہوا کہ انسان اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں بطور غذا استعمال کرتا ہے ان کے بارے میں اس سے روزِ قیامت پوچھا جائے گا کہ تم نے ان کا شکر ادا کیا تھا یا نہیں؟ اور یہ ساری نعمتیں کھا پی کر تم نے اپنی جسمانی توانائیوں اور صحت وتندرستی کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کھپایا تھا یا ناشکری کرتے ہوئے اس کے

---

[1] سنن الترمذي: 2369- وصححه الألباني

[2] سنن الترمذي: 3358- وصححه الألباني

احکامات سے روگردانی کی تھی؟

پانی کی نعمت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ۞ أَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ ۞ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ﴾ ①

”بھلا دیکھو! تم جو پانی پیتے ہو کیا اسے بادل سے تم نے اتارا یا اتارنے والے ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے کھارا بنا دیں۔ تو تم شکر کیوں نہیں ادا کرتے؟“

ان آیات میں پانی جیسی عظیم نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے جو اسے پیدا کرنے والا اور بندوں پر اتارنے والا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ﴾ ②

”اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمھیں دے رکھی ہیں ان میں سے کھاؤ اور اگر تم اکیلے اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرتے ہو تو اس کا شکر ادا کرو۔“

اسی طرح فرمایا:

﴿فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ﴾ ③

”جو کچھ حلال اور پاکیزہ روزی اللہ نے تمھیں دے رکھی ہے اسے کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔“

ان دونوں آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے رزق حلال سے ہی کھانے کا حکم دیا ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر تم واقعتاً اللہ تعالیٰ کی ہی بندگی کرتے ہو اور صرف اسی کو معبود حقیقی مانتے ہو تو اس کے دیئے ہوئے رزق سے کھانے کے بعد اس کا شکر بجا لاؤ، اپنے آپ کو اسی کے سامنے جھکاؤ اور اسی کی عبادت کرو۔

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ اللَّهَ لَيَرْضَى عَنِ الْعَبْدِ أَنْ يَأْكُلَ الْأَكْلَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا، أَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا» ④

---

① الواقعۃ 56:68-70
② البقرۃ 2:172
③ النحل 16:114
④ صحیح مسلم: 2734

’’بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا بندہ جب کوئی کھانا کھائے یا پانی کا گھونٹ پیئے تو اس کا شکر ادا کرے۔‘‘

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بندہ جب کھانے پینے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے تو وہ اس سے راضی ہو جاتا ہے۔

یہ آیات اور احادیث تو وہ تھیں جو کھانے پینے کی نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے بارے میں ہیں۔ اسی طرح باقی نعمتوں کے متعلق بھی انسان سے سوال کیا جائے گا کہ تم نے ان کا شکر ادا کیا تھا یا نہیں؟

ارشاد نبوی ہے: «يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ:يَا ابْنَ آدَمَ !حَمَلْتُكَ عَلَى الْخَيْلِ وَالْإِبِلِ، وَزَوَّجْتُكَ النِّسَاءَ، وَجَعَلْتُكَ تَرْبَعُ وَتَرْأَسُ، فَأَيْنَ شُكْرُ ذٰلِكَ؟»[1]

’’اللہ تعالیٰ قیامت کے روز فرمائے گا: اے آدم کے بیٹے! میں نے تمھیں گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار کیا، تمھاری عورتوں سے شادی کی اور تمھیں رئیس قبیلہ بنا کر عیش وعشرت سے زندگی گذارنے کا موقع دیا۔ تو ان تمام نعمتوں کا شکر کہاں ہے؟‘‘

لہٰذا اُس دن کے پچھتاوے اور حسرت وندامت سے بچنے کیلئے ہم پر لازم ہے کہ آج ہی ہم اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تمام نعمتوں کی قدر کریں، اس کے شکر گذار اور فرمانبردار بندے بنیں اور ناشکری سے اجتناب کریں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَاذْكُرُونِيٓ أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ﴾[2]

’’پس تم مجھے یاد رکھو میں تمھیں یاد رکھوں گا اور تم میرا شکر ادا کرتے رہو اور ناشکری مت کرو۔‘‘

جبکہ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر بہت کم ادا کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ هُوَ الَّذِيٓ أَنشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْـِٔدَةَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ﴾[3]

’’آپ ان سے کہئے کہ اللہ ہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا اور تمھارے لئے کان، آنکھیں اور دل بنائے، مگر تم کم ہی شکر ادا کرتے ہو۔‘‘

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی سب سے بڑی نعمت ذکر فرمائی کہ وہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا،

---

[1] مسند أحمد ـ قال الأرناؤط : إسناده صحيح على شرط مسلم

[2] البقرة2 :152 [3] الملك67 :23

اور نہ صرف پیدا کیا بلکہ تمھیں سننے کیلئے کان اور دیکھنے کیلئے آنکھیں عطا کردیں اور ایک ایسا عضو دے دیا کہ اگر وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور اگر وہ فاسد ہو جائے تو سارا جسم فاسد ہو جاتا ہے یعنی دل۔

انسان کے جسم میں اللہ تعالیٰ نے اور بھی کئی اعضاء پیدا کئے ہیں لیکن یہاں اس نے بطور خاص تین اعضاء ذکر کئے ہیں : کان ، آنکھیں اور دل۔ معنی یہ ہے کہ انسان اپنی جسمانی ساخت اور جسم کے ایک ایک عضو کی بناوٹ پر اللہ تعالیٰ کا شکر گذار ہوتا ، تمام اعضائے جسم کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری میں لگاتا اور کسی عضو کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرتا ، خصوصا کانوں کے ذریعے جائز اور مباح گفتگو کو ہی سنتا ، پاکیزہ اور اچھے الفاظ کا ہی سماع کرتا اور ناجائز گفتگو اور ناپاک باتیں ان کے قریب نہ آنے دیتا اور آنکھوں کے ذریعے صرف جائز اور حلال چیزوں کو ہی دیکھتا اور ناجائز وحرام چیزوں کو دیکھنے سے پرہیز کرتا اور جس ذات نے آنکھیں عطا کی ہیں اُس کے حکم پر عمل کرتے ہوئے انھیں غیر محرم عورتوں سے جھکائے رکھتا اور اپنی نظروں کو آزاد چھوڑنے کی بجائے انھیں اللہ تعالیٰ کے حکم کا پابند بناتا۔ اسی طرح جس اللہ تعالیٰ نے اسے دل جیسا عظیم عضو عطا کیا اُس میں وہ بس اسی کی محبت کو بساتا ، اسے بس اسی کے خوف وخشیت کا مرکز بناتا اور اس کی نافرمانی کرکے اسے کالا سیاہ نہ کرتا.... لیکن صد افسوس کہ ﴿قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ﴾ "تم بہت کم شکرادا کرتے ہو۔"

نہ کانوں ، آنکھوں اور دل کا شکر ادا کیا اور نہ باقی اعضائے جسم کا۔

جبکہ ہمیں یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتا وہ شیطان کے اس عہد کو پورا کرتا ہے جو اس نے اللہ تعالیٰ سے اِس طرح کیا تھا:

﴿قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَن شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ﴾ [1]

"اس نے کہا: چونکہ تو نے مجھے گمراہ کر دیا اس لئے میں تیری سیدھی راہ پر ان کے گھات میں بیٹھا رہونگا ، پھر میں ان پر حملہ کرونگا ان کے آگے سے ، ان کے پیچھے سے ، ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے اور تو ان میں اکثر لوگوں کو شکر گذار نہ پائے گا۔"

شکر کے ثمرات وفوائد اور ناشکری کے نقصانات

اللہ تعالیٰ کی ان گنت نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے کئی ثمرات وفوائد ہیں اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ شکر

---

[1] الأعراف7 :16-17

کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مزید نعمتیں عطا کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾ ①

''اور جب تمھارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو تمھیں میں یقیناً اور زیادہ دونگا اور اگر ناشکری کرو گے تو پھر (یاد رکھنا) میرا عذاب بھی بڑا سخت ہے۔''

اس آیتِ کریمہ میں جہاں اللہ تعالیٰ نے شکر ادا کرنے پر اور زیادہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے وہاں اس نے ناشکری کرنے پر اپنے سخت عذاب سے بھی ڈرایا ہے۔ لہٰذا ہمیں ہر حال میں اپنے خالق ومالک کا شکر گذار ہونا چاہئے اور اس کی ناشکری سے قطعاً اجتناب کرنا چاہئے۔

ناشکری کا برا انجام ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ﴾ ②

''اللہ تعالیٰ ایک بستی کی مثال بیان کرتا ہے جس میں امن اور چین تھا اور ہر طرف سے اس کا رزق فراوانی کے ساتھ اس کے پاس پہنچ رہا تھا۔ پھر اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی، تو اللہ تعالیٰ نے اس (بستی والوں کے) کرتوتوں کے نتیجے میں ان پر بھوک اور خوف (کا عذاب) مسلط کر دیا۔''

اس آیتِ کریمہ سے ثابت ہوا کہ جب تک کسی ملک کے لوگ اللہ تعالیٰ کے شکر گذار بندے بنے رہتے ہیں تب تک وہ ملک امن وسلامتی کا گہوارہ بنا رہتا ہے، اس کے باشندوں کے پاس ہر طرف سے رزق پہنچتا ہے اور اس کی معیشت بابرکت ہو جاتی ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرتے ہوئے اس کے نافرمان بن جاتے ہیں تو امن وسلامتی کی نعمت چھن جاتی ہے، دشمن کا خوف مسلط ہو جاتا ہے، رزق اور معیشت میں بے برکتی آ جاتی ہے اور بھوک وپیاس کا عذاب ان کا مقدر بن جاتا ہے۔

اور اگر ہم آج بحیثیتِ مجموعی مسلمانوں کی حالت کا جائزہ لیں تو واضح طور پر نظر آتا ہے کہ خونِ مسلم پانی کی طرح بہہ رہا ہے، مسلمانوں کی معیشت برباد ہو چکی ہے اور بہت سارے مسلمان غربت کی چکی میں بری طرح پس رہے ہیں، بھوک وپیاس نے کئی مسلم ممالک میں ڈیرے لگا رکھے ہیں، دشمنانِ اسلام کا خوف اس قدر غالب ہے کہ ہم اپنے مسائل میں خود فیصلہ کرنے پر قادر نہیں اور ہم انہی کی طرف رجوع کرتے ہیں جو ہمارا گلا

---

① إبراهيم 7:14
② النحل 112:16

گھونٹ کر، تڑپا تڑپا کر ہمیں مارنا چاہتے ہیں۔ کبھی سوچا ہم نے کہ ذلت وخواری کے یہ بادل ہم پر کیوں چھا گئے؟ ہماری شان وشوکت کیوں لٹ گئی؟ ہماری عزت' ذلت میں کیوں تبدیل ہوگئی؟

یقیناً اس کی ایک ہی وجہ ہے اور وہ یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گذار بندے نہ بنے، ہم نے اس کے بے شمار احسانات کو بھلا ڈالا، اس کی لا تعداد نعمتیں استعمال کرکے ہم نے اس کے گھر کی طرف آنا گوارا نہ کیا، اس کے گھر کو چھوڑ کر ہم نے درباروں، مزاروں اور خانقاہوں کا رخ کر لیا، اُس سے محبت کرنے کی بجائے ہم نے فوت شدگان سے اندھی عقیدت پیدا کر لی، اُس سے مانگنے کی بجائے ہم نے دوسروں کے سامنے جھولی پھیلائی، صرف اسی سے امیدیں وابستہ کرنے کی بجائے ہم نے غیروں سے امیدیں وابستہ کر لیں، ہم نے اس کو چھوڑ کر غیروں کو داتا، دستگیر، غریب نواز اور غوث اعظم جیسے القاب دے دیئے ...الغرض یہ کہ اس کی شکر گذاری کی راہ کو چھوڑ کر ہم نے اس کی ناشکری کی راہ کو اختیار کر لیا، نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارا خالق ومالک ہم سے ناراض ہوگیا اور اس نے جو ان گنت نعمتیں ہمیں نوازی تھیں وہ خود ہمارے کرتوتوں کی وجہ سے اس نے ہم سے چھین لیں۔ (والعیاذ باللہ)

ناشکری کا یہی برا انجام اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر یوں بیان کرتا ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ جَنَّتَانِ عَن يَمِينٍ وَشِمَالٍ كُلُوا مِن رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ۝فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُم بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِّن سِدْرٍ قَلِيلٍ۝ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُم بِمَا كَفَرُوا وَهَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَفُورَ﴾[1]

''قوم سبا کیلئے ان کے مسکن میں ایک نشانی موجود تھی، اس کے دائیں بائیں دو باغ تھے، (ہم نے ان سے کہا:) اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو، یہ پاکیزہ اور صاف ستھرا شہر ہے اور رب معاف کرنے والا ہے۔ پھر انھوں نے سرتابی کی، چنانچہ ہم نے ان پر زور کا سیلاب چھوڑ دیا اور ان کے دونوں باغوں کو ایسے باغوں میں بدل دیا جس کے میوے بدمزہ تھے اور ان میں کچھ پیلو اور جھاؤ کے درخت اور تھوڑی سی بیریاں تھیں۔ ہم نے یہ سزا انھیں ان کی ناشکری کی وجہ سے دی تھی اور ہم ناشکروں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔''

قوم سبا کے مسکن میں ایک نشانی سے مراد بقول مولانا عبد الرحمن کیلانیؒ ایک تاریخی شہادت ہے اور وہ یہ ہے کہ جب تک کوئی قوم اللہ تعالیٰ کی فرمانبردار اور شکر گذار بن کر رہتی ہے، وہ پھلتی پھولتی اور ترقی کی منازل طے کرتی جاتی ہے۔ اور جب وہ اللہ کی نافرمانی اور ناشکری کرنے لگے تو اسے بتدریج زوال آنا شروع ہو جاتا ہے اور اگر وہ اپنا رویہ نہ بدلے تو اسے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جاتا ہے، یہی حال قوم سبا کا ہوا۔

---

[1] سبا34: 15-17

قوم سبا کا علاقہ آج کل یمن کا علاقہ کہلاتا ہے۔ ایک زمانہ تھا جب تہذیب وتمدن کے لحاظ سے اسی قوم کا طوطی نے خوب ترقی کی، اس علاقہ کے دوطرف پہاڑی سلسلے تھے، جگہ جگہ ان لوگوں نے بارش کا پانی روکنے اور ذخیرہ کرنے کیلئے بند بنا رکھے تھے اور دونوں طرف کے پہاڑوں کے دامن میں باغات کا سینکڑوں میں پھیلا ہوا سلسلہ موجود تھا اور انسان کو یوں معلوم ہوتا تھا کہ جس جگہ وہ کھڑا ہے اس کے دونوں طرف باغات ہی باغات ہیں۔

اس جنت نظیر علاقے میں انواع واقسام کے پھلوں کے درخت بھی تھے اور کھیتی بھی خوب پیدا ہوتی تھی، اسی کو اللہ تعالیٰ نے ﴿بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ﴾ کے الفاظ سے تعبیر فرمایا۔ یعنی سرسبزی، زرخیزی، فضا کا ہر وقت خوشبو میں معمور رہنا، موسم اور آب وہوا میں اعتدال، رزق کی فراوانی اور سامانِ عیش وعشرت کی بہتات ....یہ وہ نعمتیں تھیں جو اللہ نے عطا کر رکھی تھیں۔

پھر جب یہ قوم اپنی خوشحالی میں ہی مست ہوکر رہ گئی اور اپنے منعم حقیقی کو یکسر بھلا دیا تو آخر ان پر اللہ کی گرفت کا وقت آ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے سیلاب کا عذاب بھیج دیا، اوپر سے زور دار بارش برسا دی اور سارا قابلِ کاشت علاقہ زیرِ آب آ گیا، جس سے فصلیں اور کھیتیاں سب کچھ گل سڑ کر تباہ وبرباد ہوگیا، پھر کچھ مدت بعد زمین خشک ہوئی تو اس میں کوئی چیز بھی بار آور نہ ہوسکی، اب وہی زمین جو سونا اگلا کرتی تھی اس پر جھاڑ جھنکار، خار دار پودے، تھوہر کے درخت اور اسی قبیل کی دوسری چیزیں از خود پیدا ہوگئیں، لے دے کے اگر کوئی کھانے کی چیز وہاں اگی بھی تو وہ چند بیریوں کے درخت تھے جن سے وہ کسی حد تک اپنے پیٹ کی آگ بجھا سکتے تھے۔

قوم سبا کو جو سزا ملی وہ ان کی ناشکری کی وجہ سے ملی اور انہی کیلئے ہی مختص نہ تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿وَهَلْ نُجَازِيْ إِلَّا الْكَفُوْرَ﴾ کے مطابق جو قوم بھی اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کے بعد اپنے محسن حقیقی کو بھول جاتی ہے اور اس کا شکر ادا کرنے کے بجائے سرتابی کی راہ اختیار کرتی ہے، اللہ تعالیٰ کی سنت یہی ہے کہ وہ اس قوم کو ایسے ہی انجام سے دوچار کرتا ہے۔[1]

سامعین گرامی! اللہ تعالیٰ نے قوم سبا کا برا انجام ذکر کرکے دراصل دوسری تمام اقوام عالم کو تنبیہ کی ہے کہ اگر وہ بھی قوم سبا کی روش اختیار کریں گی تو یقیناً ان کا انجام بھی وہی ہوگا اور اگر وہ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کی اطاعت وفرمانبرداری کی راہ پر چلیں گی تو اللہ تعالیٰ کو کیا پڑی ہے کہ وہ خواہ مخواہ انھیں عذاب میں مبتلا کرے!

ارشاد باری ہے: ﴿مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا﴾[2]

---

[1] تیسیر القرآن از مولانا عبد الرحمٰن کیلانیؒ: 625/3 (کچھ تصرف کے ساتھ)
[2] النساء 4: 147

"اگر تم لوگ اللہ کا شکر ادا کرو اور (خلوص نیت سے) ایمان لے آؤ تو اللہ کو کیا پڑی ہے کہ تمھیں عذاب دے، (جبکہ) اللہ تعالیٰ تو بڑا قدر دان اور سب کچھ جاننے والا ہے۔"

اسی طرح اللہ تعالیٰ فرمان ہے: ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ۝إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ نَّجَّيْنَاهُم بِسَحَرٍ۝نِّعْمَةً مِّنْ عِندِنَا كَذَٰلِكَ نَجْزِي مَن شَكَرَ﴾[1]

"قومِ لوط نے بھی ڈرانے والوں کو جھٹلایا تو ہم نے ان پر پتھر برسائے، مگر لوط کے گھر والوں کو ہم نے بوقت سحر بچا کر نکال لیا۔ یہ ہماری طرف سے احسان تھا، ہم شکر گذاروں کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں۔"

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے شکر گذار بندوں کو عذاب سے بچا لیتا ہے اور یہی جزا ہے تمام شکر گذاروں کی۔ شکر یا احسان شناسی میں اللہ تعالیٰ نے یہ تاثیر بھی رکھی ہے کہ نہ صرف موجودہ بھلائی کو بحال رکھتی ہے بلکہ مزید بھلائیوں کو بھی اپنی طرف جذب کر لیتی ہے اور ناشکری یا احسان فراموشی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے احسان ناشناس سے پہلی نعمتیں بھی چھن جاتی ہیں اور حالات مزید بدتر ہو جاتے ہیں۔

اِس مضمون کی تفصیل کیلئے ہم یہاں تین احادیث آپ کے گوش گذار کرتے ہیں:

پہلی حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے: پہلا کوڑھی، دوسرا گنجا اور تیسرا اندھا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں آزمانا چاہا اور ان کی طرف ایک فرشتہ بھیج دیا جو سب سے پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور کہنے لگا: تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: اچھا رنگ اور خوبصورت جلد' کیونکہ لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو اس کا کوڑھ پن جاتا رہا۔ رنگ اچھا اور جلد خوبصورت ہو گئی۔ پھر فرشتے نے پوچھا: تمھیں کونسا مال پسند ہے؟ اس نے کہا: اونٹ۔ فرشتے نے ایک دس ماہ کی اونٹنی مہیا کر دی اور کہا: اللہ اس میں برکت دے گا۔

پھر وہ گنجے کے پاس آیا اور کہا: تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: یہی کہ میرا گنج جاتا رہے اور اچھے بال اگ آئیں۔ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا تو وہ ٹھیک ہو گیا اور اچھے بال اگ آئے۔ پھر اس سے پوچھا: تمھیں کونسا مال پسند ہے؟ اس نے کہا: گائیں، چنانچہ فرشتے نے اسے ایک حاملہ گائے مہیا کر دی اور کہا: اللہ اس میں برکت دے گا۔

پھر فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور پوچھا: تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: یہی کہ میری بینائی مجھ کو مل جائے اور میں لوگوں کو دیکھنے کے قابل ہو جاؤں۔ فرشتے نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی لوٹا

---

[1] القمر 54:33-35

دی۔ پھر اس سے پوچھا: تمہیں کونسا مال پسند ہے؟ اس نے کہا: بکریاں۔ چنانچہ فرشتے نے اسے ایک حاملہ بکری مہیا کر دی اور کہا: اللہ اس میں برکت دے گا۔

کچھ مدت گذرنے کے بعد کوڑھی کے پاس اونٹوں کا، گنجے کے پاس گائیوں کا اور اندھے کے پاس بکریوں کا بہت بڑا ریوڑ بن چکا تھا۔

اب فرشتہ پھر ان کے پاس (انسانی صورت میں) آیا، پہلے کوڑھی کے پاس گیا اور کہا: میں ایک محتاج آدمی ہوں، میرا سب سامان جاتا رہا، اب اللہ کی اور اس کے بعد تمھاری مدد کے بغیر میں کہیں پہنچ بھی نہیں سکتا، میں تم سے اُس اللہ کے نام پر سوال کرتا ہوں جس نے تیرا رنگ اچھا کر دیا، تیری جلد کو خوبصورت بنا دیا اور تجھے بہت سا مال دیا کہ تم ایک اونٹ مجھے دے دو تا کہ میں اپنے ٹھکانے پر پہنچ سکوں۔ وہ کہنے لگا: مجھ پر تو بہت سے لوگوں کے مالی حقوق ہیں۔ فرشتے نے کہا: ایسے لگتا ہے جیسے میں تجھے پہچانتا ہوں۔ تُو ایک کوڑھی نہ تھا کہ لوگ تجھ سے کرا[illegible] کرتے تھے اور تُو ایک محتاج تھا پھر اللہ نے تم پر مہربانی کی اور یہ سب کچھ[illegible]ا کیا؟ وہ کہنے لگا: واہ! مجھے تو یہ سب کچھ باپ دادا کی و[illegible] سے ملا ہے۔ فرشتے نے کہا: اگر تم نے جھوٹ بولا ہے تو اللہ تجھے تیری پہلی حالت میں لوٹا دے۔

پھر وہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے بھی بالکل ویسے ہی سوال وجواب ہوئے جیسے کوڑھی سے ہوئے تھے اور اسے بھی فرشتے نے بالآخر یہی کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمھیں پہلی حالت میں لوٹا دے۔

اس کے بعد فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور ویسے ہی سوال کیا جیسے کوڑھی اور گنجے سے کیا تھا، اندھا یہ سوال سن کر کہنے لگا: واقعی میں اندھا تھا اللہ نے مجھے بینائی بخشی، میں محتاج تھا اللہ نے مجھے مالدار بنا دیا، اب تم نے مجھ سے اسی اللہ کے نام پر سوال کیا ہے، جو کچھ چاہتے ہو لے لو، میں تمھیں روکوں گا نہیں۔

فرشتے نے کہا: (میں محتاج نہیں فرشتہ ہوں) اپنی بکریاں اپنے پاس ہی رکھو، اللہ تعالیٰ نے تم تین آدمیوں کو آزمایا تھا، اللہ تجھ سے تو خوش ہو گیا اور تیرے دونوں ساتھیوں (کوڑھی اور گنجے) سے ناراض ہوا۔[1]

<u>دوسری حدیث</u>: حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ یا عید الفطر میں کچھ عورتوں کے پاس سے گذرے تو آپ نے فرمایا:

«يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ! تَصَدَّقْنَ فَإِنِّي أُرِيتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ»

---

① صحيح البخاري: كتاب الأنبياء، باب حديث أبرص وأعمى وأقرع في بني إسرائيل: 3464، صحيح مسلم: 2964

''اے عورتوں کی جماعت ! تم صدقہ خیرات کیا کرو کیونکہ مجھے دکھایا گیا ہے کہ اہلِ جہنم کی اکثریت عورتوں کی ہے۔'' عورتوں نے کہا: اللہ کے رسول ! ایسا کیوں ہے؟

آپ نے فرمایا: «تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ»①

''تم لعنت بہت زیادہ بھیجتی ہو اور خاوند کی ناشکری کرتی ہو۔''

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میں نے جہنم میں دیکھا تو اس میں اکثریت عورتوں کی تھی جو 'کفر' کرتی ہیں۔''

پوچھا گیا کہ اللہ کے ساتھ 'کفر' کرتی ہیں؟ فرمایا: ''خاوند کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان ناشناس ہوتی ہیں، اگر آپ ان میں سے ایک پر ساری زندگی احسان کرتے رہیں، پھر وہ آپ سے کوئی (ناپسندیدہ) چیز دیکھ لے تو کہتی ہے: «مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ» ''میں نے تو آج تک تجھ سے کوئی خیر دیکھی ہی نہیں۔''②

اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى إِلَى امْرَأَةٍ لَا تَشْكُرُ لِزَوْجِهَا وَهِيَ لَا تَسْتَغْنِي عَنْهُ»③

''اللہ تبارک وتعالیٰ اس عورت کی طرف دیکھتا ہی نہیں جو اپنے خاوند کی شکر گزار نہ ہو حالانکہ وہ اس کے بغیر رہ نہیں سکتی۔''

ان تینوں احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر ایک خاتون اپنے خاوند کی ناشکری ہو تو اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے اور اسے اپنی نظر رحمت سے محروم کرتے ہوئے اسے جہنم میں بھیج دیتا ہے۔ تو اُس شخص کا کیا حال ہوگا جو اپنے معبود حقیقی کا ناشکرا ہو اور دن رات اس کی نافرمانی کرنے پر تلا ہوا ہو؟

<u>تیسری حدیث:</u>

حضرت ابو موسی الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« إِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ قَالَ اللّٰهُ لِمَلَائِكَتِهِ : قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِيْ ؟ فَيَقُوْلُوْنَ : نَعَمْ ، فَيَقُوْلُ: قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهِ ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ ، فَيَقُوْلُ: مَاذَا قَالَ عَبْدِيْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: حَمِدَكَ وَاسْتَرْجَعَ ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ : اِبْنُوا لِعَبْدِيْ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَسَمُّوهُ بَيْتَ الْحَمْدِ »④

---

① صحيح البخاري: 304، صحيح مسلم :79

② صحيح البخاري :29

③ صحيح الترغيب والترهيب للألباني: 1944، والصحيحة : 289

④ سنن الترمذي: 1021 ـ وحسنه الألباني

’’جب کسی آدمی کا بیٹا فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے پوچھتا ہے: تم نے میرے بندے کے بیٹے کو قبض کر لیا؟ وہ کہتے ہیں: جی ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم نے میرے بندے کے جگر گوشے کو فوت کر دیا؟ وہ کہتے ہیں: جی ہاں۔ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے: تب میرے بندے نے کیا کہا: وہ جواب دیتے ہیں کہ اس نے تیرا شکر ادا کیا اور (إنا لله وإنا إليه راجعون) پڑھا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم میرے بندے کیلئے جنت میں ایک گھر بنا دو اور اس کا نام رکھ دو: شکرانے کا گھر۔‘‘

اس حدیث میں بشارت ہے اس شخص کیلئے جو اپنے لختِ جگر کی جدائی کے وقت بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور (إنا لله وإنا إليه راجعون) پڑھتے ہوئے اس کی طرف رجوع کرے۔

شکر کیا ہے؟

شکر سے مراد احسانات اور نعمتوں کا دل اور زبان سے اعتراف کرنا اور احسان مند ہونا ہے اور اس میں احسان کرنے والے کی تعریف اور اس کی اطاعت بھی شامل ہے۔

ابن منظور کا کہنا ہے کہ ’’شکور‘‘ اس شخص کو کہتے ہیں جو اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہوئے اپنے رب کا شکر بجا لائے اور ان عبادات کو سرانجام دے جن کا اس نے اسے مکلّف بنایا ہے۔ ①

اور مناوی کہتے ہیں کہ شکر دو طرح کا ہوتا ہے: ایک زبان کے ساتھ یعنی نعمتیں دینے والے کی تعریف کرنا اور دوسرا تمام اعضاء کے ساتھ یعنی نعمتوں کے بدلے میں عطا کرنے والے کی فرمانبرداری کرنا۔

اور علامہ ابن القیم کہتے ہیں کہ شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اثر بندے کی زبان پر ظاہر ہو کہ وہ اس کی تعریف کرے اور اس کا ثنا خواں ہو اور دل پر بھی ظاہر ہو کہ اس میں محسن حقیقی کیلئے محبت پیدا ہو۔ اور اس کے تمام اعضائے بدن پر بھی ظاہر ہو کہ وہ انھیں اللہ تعالیٰ کے سامنے ہی جھکائے اور ان کے ذریعے اس کی اطاعت کرے، نافرمانی نہ کرے۔ ②

اور علامہ فیروز آبادی کہتے ہیں: شکر آدھا ایمان ہے اور پانچ اصولوں پر مبنی ہے:

① محسن کیلئے شکر گذار کی عاجزی وانکساری ② محسن سے محبت ③ محسن کے احسانات کا اعتراف ④ محسن کی تعریف ⑤ محسن کی نعمتوں کو اس کی ناراضگی میں استعمال نہ کرنا۔ ③

---

① لسان العرب:2305/4 ② مدارج السالكين :244/2

③ بصائر ذوى التمييز:334/3

شکر کی اہمیت

علامہ ابن القیمؒ کہتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے: شکر گذار اور ناشکرے۔ اس کا فرمان ہے: ﴿إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا﴾ [1]

”ہم نے یقیناً اسے راہ دکھلا دی، اب خواہ وہ شکر گذار رہے یا ناشکرا بن جائے۔“

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے شکر گذار بندوں کو بہترین بدلہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے:

﴿وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ﴾ [2]

نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام کی یہ صفت ذکر کی ہے کہ وہ انتہائی شکر گذار تھے: ﴿إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا﴾ [3]

اسی طرح اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دیگر کئی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی ذکر فرمائی ہے کہ وہ اپنے رب کی نعمتوں کا شکر بجالاتے تھے: ﴿شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهِ﴾ [4]

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے نبوت سے نوازا اور انھیں ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا تو انھیں حکم ملا کہ ﴿يَا مُوسَى إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسَالَاتِي وَبِكَلَامِي فَخُذْ مَا آتَيْتُكَ وَكُن مِّنَ الشَّاكِرِينَ﴾ [5]

”اے موسیٰ! میں نے آپ کو دیگر لوگوں پر پیغمبری اور اپنی ہمکلامی کے ساتھ امتیاز دیا ہے۔ لہٰذا جو کچھ میں نے آپ کو دیا ہے آپ اسے لے لیں اور شکر کرنے والوں میں شامل ہو جائیں۔“

بلکہ ہر انسان کو اللہ تعالیٰ کا پہلا تاکیدی حکم ہی یہ ہے کہ وہ اس کا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرے۔ اس کا فرمان ہے: ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ﴾ [6]

”ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق (اچھے سلوک کی) نصیحت کی ہے۔ اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے حمل میں رکھا اور اس کی دودھ چھڑائی دو برس میں ہے۔ کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گذاری کر۔ (تم سب کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔“

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو آگاہ فرمایا ہے کہ اگر وہ اس کا شکر بجالائیں گے تو وہ ان سے راضی ہو جائے

---

[1] الإنسان 76: 3 [2] آل عمران 3: 145 [3] الإسراء 17: 3 [4] النحل 16: 121

[5] الأعراف 7: 144 [6] لقمان 31: 14

گا..﴿وَإِن تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ ①﴾ ②

زبانی اور عملی شکر

اللہ تعالیٰ کا سچا شکر گذار بندہ وہ ہوتا ہے جو اس کا زبانی اور عملی دونوں طرح سے شکر ادا کرے۔ زبانی شکر سے مقصود یہ ہے کہ وہ اپنی زبان سے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ مختلف نعمتوں کے استعمال کے بعد اللہ تعالیٰ کیلئے تعریفی کلمات پڑھتے تھے جس سے آپ کا مقصود اُن نعمتوں کا شکر ادا کرنا ہوتا۔ مثلاً:

☆ بیدار ہونے کے بعد آپ
«اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُوْرُ» پڑھتے۔ ③

☆ کھانا کھانے کے بعد آپ «اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَطْعَمَنِيْ هٰذَا وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ» پڑھتے۔ ④

☆ پانی پیتے ہوئے تین سانس لیتے اور ہر سانس پر (الحمد لله) پڑھتے۔

☆ بیت الخلاء سے نکل کر یہ دعا پڑھتے:
«اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَذْهَبَ عَنِّي الْأَذٰى وَعَافَانِيْ» ⑤

☆ لباس پہن کر آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کا شکر یوں ادا کرتے:
«اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ هٰذَا وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ» ⑥

یہ اور ان کے علاوہ دیگر کئی دعائیں پڑھ کر نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کا زبانی شکر ادا کرتے، بلکہ آپ ﷺ ہر صبح وشام کو اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے اس کا شکر یوں ادا فرماتے:

☆ صبح کے وقت فرماتے: «اَللّٰهُمَّ مَا أَصْبَحَ بِيْ مِنْ نِعْمَةٍ أَوْ بِأَحَدٍ مِنْ خَلْقِكَ، فَمِنْكَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ، فَلَكَ الْحَمْدُ وَالشُّكْرُ»

☆ اور شام کے وقت فرماتے: «اَللّٰهُمَّ مَا أَمْسٰى بِيْ مِنْ نِعْمَةٍ أَوْ بِأَحَدٍ مِنْ خَلْقِكَ، فَمِنْكَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ، فَلَكَ الْحَمْدُ وَالشُّكْرُ»

اس دعا کی فضیلت بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو آدمی اسے صبح کے وقت پڑھ لے اس

---

① الزمر 39 : 7 ② عدة الصابرين لابن القيم : 118-121
③ متفق عليه ④ سنن أبي داؤد ، سنن الترمذي، سنن ابن ماجه ـ وحسنه الألباني
⑤ سنن ابن ماجه بسند ضعيف ⑥ سنن أبي داؤد ـ وحسنه الألباني

نے اس دن کا شکر ادا کر دیا اور جو اسے شام کے وقت پڑھ لے اس نے اس رات کا شکر ادا کر دیا۔''①

اور جہاں تک عملی شکر کا تعلق ہے تو اس سے مقصود اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کرنا اور اس کی نافرمانی سے اجتناب کرنا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِعْمَلُوْا آلَ دَاوُدَ شُكْرًا وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴾②

''اے آلِ داؤد! شکر کے طور پر عمل کرو اور میرے بندوں میں سے کم ہی شکر گذار ہیں۔''

جبکہ نبی کریم ﷺ نے عملی شکر کا بہترین نمونہ پیش کیا ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ رات کو (اتنا طویل) قیام فرماتے کہ آپ کے پاؤں مبارک پھٹنے لگتے، میں عرض کرتی: اے اللہ کے رسول! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف فرما دی ہیں؟ تو آپ ﷺ ارشاد فرماتے:

«اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا» ''کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنوں؟''③

محمد بن کعب القرظیؒ کہتے ہیں کہ شکر سے مراد اللہ تعالیٰ کا تقوی اور عمل صالح ہے۔

اور ابو عبد الرحمٰن السلمیؒ کہتے ہیں کہ نماز ادا کرنا شکر ہے، روزہ رکھنا شکر ہے اور ہر وہ خیر جو آپ اللہ کی رضا کیلئے کریں شکر ہے اور سب سے افضل شکر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنا ہے۔④

عملی شکر کی سب سے اہم شکل یہ ہے کہ بندہ محض اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرے اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے، صرف اسی کے سامنے جھکے اور اس کے علاوہ کسی کے سامنے نہ جھکے، بس اسی کے نام کی نذر مانے اور غیر اللہ کے نام کی نذر نہ مانے، بس اسی کو مدد کیلئے پکارے اور اسکے علاوہ کسی کو نہ پکارے، صرف اسی سے مانگے اور اس کے علاوہ کسی سے نہ مانگے... الغرض یہ کہ ہر قسم کی عبادت صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہی بجا لائے کیونکہ یہی اس کے شکر کا ایک لازمی تقاضا ہے۔ جیسا کہ اس کا فرمان ہے: ﴿وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ۞ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشَّاكِرِيْنَ ﴾⑤

''یقیناً آپ کی طرف بھی اور آپ سے پہلے (کے تمام انبیاء علیہم السلام) کی طرف بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر آپ نے شرک کیا تو بلا شبہ آپ کا عمل ضائع ہو جائے گا اور بالیقین آپ خسارہ پانے والوں میں ہو جائیں گے۔ بلکہ آپ اللہ ہی کی عبادت کیجئے اور اس کے شکر گذار بن کر رہئے۔''

---

① سنن أبی داؤد 5073، ابن حبان ۔ حسنه الشیخ ابن باز ② سبأ 34:13

③ صحیح البخاری:4837، صحیح مسلم :2820 ④ تفسیر ابن کثیر ⑤ الزمر 39:65

ان دونوں آیات کریمہ میں ذرا غور فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے شرک کا بدترین انجام ذکر فرمایا، پھر آپ ﷺ کو اللہ ہی کی عبادت کرنے کا حکم دیا، بعد ازاں انھیں شکر گذار بن کر رہنے کی تلقین فرمائی۔ گویا اللہ تعالیٰ کا شکر اسی صورت میں مکمل ہوگا کہ بندہ محض اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور شرک سے قطعی اجتناب کرے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنا شکر گذار اور مطیع وفرمانبردار بنائے۔

دوسرا خطبہ

شکر کی ضرورت واہمیت کے ساتھ ساتھ یہ بھی جان لیجئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی طرف سے شکر کا قطعا محتاج نہیں اور جو شخص بھی اس کا شکر ادا کرتا ہے وہ اپنے لئے کرتا ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور جو شخص اس کی ناشکری کرتا ہے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ أَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ وَمَن يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ﴾ ①

''ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی (جو یہ تھی کہ) اللہ کا شکر ادا کرتے رہو۔ جو شخص شکر کرتا ہے وہ اپنے لئے ہی کرتا ہے اور جو شخص ناشکری کرتا ہے (وہ یہ بات جان لے کہ) اللہ تعالیٰ یقیناً بے نیاز اور اپنی ذات میں محمود ہے۔''

نیز فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ﴾ ②

''اے لوگو! تم ہی اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ ہی (ہر چیز سے) بے نیاز اور تعریف کے لائق ہے۔''

آخر میں یہ بات بھی خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر اُس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک بندہ اُس کا شکر بجالانے کے ساتھ ساتھ اپنے محسن بھائیوں کا شکر بھی ادا نہ کرے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: «لَا يَشْكُرُ اللّٰهَ مَنْ لَّا يَشْكُرُ النَّاسَ» ③

''جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا۔''

لہٰذا ہمیں اپنے محسنین کا بھی شکر گذار ہونا چاہئے، ان کے احسانات کا اعتراف کرتے ہوئے حسب

---

① لقمان 31:12 ② فاطر 35:15

③ سنن أبي داؤد: 4811، سنن الترمذي: 1954- وصححه الألباني

استطاعت ان کا بدلہ دینا چاہئے، نیز ان کیلئے دعا گو بھی ہونا چاہئے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ صُنِعَ إِلَيْهِ مَعْرُوْفٌ فَقَالَ لِفَاعِلِهِ:جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا ، فَقَدْ أَبْلَغَ فِی الثَّنَاءِ»①

''جس شخص کے ساتھ نیکی کی جائے، پھر وہ نیکی کرنے والے کیلئے یہ دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اِس کا بہترین بدلہ دے تو اُس نے اس کی تعریف کا حق ادا کر دیا۔''

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنا شکر گذار بنائے اور ہمیں اپنے محسن بھائیوں کا شکر ادا کرنے کی بھی توفیق دے۔

① سنن الترمذی:2035۔و صححه الألبانی

صبر کے فوائد وثمرات

اہم عناصر خطبہ:

① صبر کا مفہوم ② صبر کی اہمیت

③ صبر کے بعض ثمرات وفوائد ④ مختلف آزمائشوں پر صبر:

☆ پیاروں کی جدائی پر صبر ☆ جسمانی تکلیفوں پر صبر

☆ لوگوں کی اذیتوں پر صبر ☆ حکمرانوں کے ظلم پر صبر

☆ بیٹیوں کی آزمائش پر صبر

⑤ صبر کی شرائط ⑥ صبر کی اقسام

برادران اسلام ! گذشتہ خطبۂ جمعہ میں ہم نے یہ عرض کیا تھا کہ ایمان کے دو حصے ہیں : پہلا شکر اور دوسرا صبر، پھر ہم ہے نے شکر کی اہمیت ، اس کے فضائل اور فوائد وثمرات کے بارے میں تفصیلی گفتگو کی تھی۔ جبکہ آج ہمارا موضوع سخن ایمان کا دوسرا حصہ یعنی ''صبر'' ہے۔

عربی زبان میں ''صبر'' کا معنی ہے: روکنا اور بند کرنا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُونَ وَجْهَهُ﴾ ①

''اور اپنے آپ کو ان لوگوں میں بند رکھیے جو صبح وشام اپنے رب کی رضا کو طلب کرتے ہوئے اسے پکارتے ہیں۔''

''صبر'' کے اسی لغوی معنی کو مدنظر رکھتے ہوئے بعض اہل علم نے اس کی تعریف یوں کی ہے:

(حَبْسُ النَّفْسِ عَنِ الْجَزَعِ وَالتَّسَخُّطِ ، وَحَبْسُ اللِّسَانِ عَنِ الشَّكْوَى ، وَحَبْسُ الْجَوَارِحِ عَنِ التَّشْوِيْشِ)

یعنی ''اپنے آپ کو گھبراہٹ اور ناگواری سے روکنا ، زبان پر حرفِ شکایت نہ لانا اور باقی اعضائے جسم کو الجھن اور پریشانی میں مبتلا ہونے سے بچانا۔''

گویا ''صبر'' سے مراد ہے : برداشت کرنا ، زبان پر حرفِ شکایت نہ لانا اور گھبراہٹ ، بے چینی اور مایوسی کا

---

① الکہف 28:18

اظہار نہ کرنا۔

ہمیں یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ ''صبر'' سب سے بڑی خیر ہے اور اس سے بہتر کوئی خیر نہیں۔ جیسا کہ حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے مال طلب کیا جو آپ ﷺ نے انہیں عطا کر دیا۔ انھوں نے پھر مانگا تو آپ نے پھر عطا کر دیا یہاں تک کہ جب آپ کے پاس مال ختم ہوگیا تو آپ نے فرمایا:

« مَا يَكُنْ عِنْدِيْ مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ أَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ، وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفُّهُ اللّٰهُ . . . وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ » ①

''میرے پاس جو خیر بھی ہوگی اسے میں تم سے بچا کر ذخیرہ نہیں کرونگا۔ اور جو شخص سوال کرنے سے بچے گا اسے اللہ تعالیٰ بچائے گا.... اور کسی شخص کو صبر سے زیادہ بہتر اور اس سے زیادہ وسیع عطیہ نہیں دیا گیا۔''

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ''صبر'' کا تذکرہ (مختلف افعال واسماء میں) سو سے زیادہ مرتبہ کیا ہے اور مختلف انداز سے اس کی ضرورت واہمیت کو واضح فرمایا ہے۔

☆ چنانچہ کہیں اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو صبر کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِل لَّهُمْ﴾ ②

''پس آپ صبر کیجئے جیسا کہ الوالعزم پیغمبر صبر کرتے رہے، اور ان (کفار) کے بارے میں جلدی نہ کیجئے۔''

☆ اور کہیں اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان سے یوں مخاطب ہوتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ ③

''اے ایمان والو! صبر کرو، پامردی دکھلاؤ، ہر وقت جہاد کیلئے تیار رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیابی حاصل کرسکو۔''

☆ اور کہیں اللہ تعالیٰ ''صبر'' کرنے والوں کو یوں بشارت دیتا ہے:

﴿وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ☆ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَى مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ﴾ ④

''اور ان عاجزی کرنے والوں کو بشارت دیجئے کہ جن کے دل اُس وقت دہل جاتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا

① صحیح البخاری: 1469، 6470، صحیح مسلم: 1053
② الأحقاف 46: 35
③ آل عمران 3: 200
④ الحج 22: 34-35

جاتا ہے۔اور جب کوئی مصیبت آتی ہے تو صبر کرتے ہیں۔اور نماز ہمیشہ پابندی کے ساتھ پڑھتے رہتے ہیں۔اور جو کچھ ہم نے انھیں دیا ہے اس سے خرچ کرتے رہتے ہیں۔‘‘

☆ اور کہیں اللہ تعالیٰ نماز اور صبر کو ایک ساتھ ذکر کر کے صبر کو بھی اتنا ہی اہم قرار دیتا ہے جتنی اہم نماز ہے:

﴿واسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ﴾ ①

’’اور صبر اور نماز کے ذریعے (اللہ تعالیٰ سے) مدد مانگو۔‘‘

☆ اور کہیں اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو اپنی معیت کا یوں یقین دلاتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾ ②

’’اے ایمان والو! تم صبر اور نماز کے ذریعے (اللہ تعالیٰ سے) مدد طلب کرو۔اور یقین کرلو کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔‘‘

☆ اور کہیں اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں سے اپنی محبت کا اظہار فرماتا ہے:

﴿وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ﴾ ③ ’’اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔‘‘

☆ اور کہیں اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو بشارت دیتا ہے کہ ان کا اجر وثواب ضائع نہیں ہوگا: ﴿إِنَّهُ مَن يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ﴾ ④

’’جو شخص اُس سے ڈرتا اور صبر کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ نیکوکار لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔‘‘

یہ دراصل حضرت یوسف علیہ السلام کی بات ہے جو انھوں نے اپنے ان بھائیوں سے کہی تھی جنھوں نے ان پر انتہائی ظلم کرتے ہوئے انھیں کنویں میں پھینک دیا تھا۔حضرت یوسف علیہ السلام نے اِس پر صبر کیا، پھر قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔آخر کار اللہ تعالیٰ نے ’’صبر‘‘ کے بدلے میں انھیں تختِ مصر پر بٹھا دیا اور ان کے بھائیوں کو ان کے دربار میں سوالی کے طور پر لا کھڑا کیا۔

☆ اور کہیں اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو بغیر حساب کے اجر وثواب دینے کا وعدہ فرماتا ہے:

﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ⑤

’’بلا شبہ صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بغیر حساب کے دیا جائے گا۔‘‘

☆ اور کہیں اللہ تعالیٰ مالی اور جسمانی آزمائشوں کا تذکرہ کرکے ایمان والوں کو صبر کی ترغیب دلاتا

---

① البقرة 2: 45 ② البقرة 2: 153 ③ آل عمران 3: 146
④ يوسف 12: 90 ⑤ الزمر 39: 10

ہے:﴿لَتُبْلَوُنَّ فِي أَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾ ①

''تمھیں اپنے اموال اور اپنی جانوں میں آزمائش پیش آکر رہے گی۔ نیز تمھیں ان لوگوں سے جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی، اور مشرکین سے بھی بہت سی تکلیف دہ باتیں سننا ہونگی۔ اور اگر تم صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تو بلاشبہ یہ بڑے حوصلے کا کام ہے۔''

ان تمام آیاتِ مبارکہ اور ان جیسی دیگر کئی آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ مومن کو صابر اور متحمل مزاج ہونا چاہئے۔ اسے پریشانیوں اور آزمائشوں میں بے صبری کا مظاہرہ کرنے کی بجائے مکمل طور پر برداشت سے کام لینا چاہئے اور اس سلسلے میں اسے انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگیوں کو سامنے رکھنا چاہئے جو مصائب وآلام میں صبر وتحمل کے پہاڑ بنے رہتے تھے حالانکہ ان پاکباز حضرات پر آزمائشیں بھی سب سے بڑی آتی تھیں، اس کے باوجود وہ صبر کا مظاہرہ بھی سب سے زیادہ کرتے تھے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: «أَشَدُّ النَّاسِ بَلاءً اَلْأَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ، يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلٰى حَسَبِ دِيْنِهِ، فَإِنْ كَانَ فِي دِيْنِهِ صُلْبًا اِشْتَدَّ بَلَاؤُهُ، وَإِنْ كَانَ فِي دِيْنِهِ رِقَّةٌ اُبْتُلِيَ عَلٰى قَدْرِ دِيْنِهِ، فَمَا يَبْرَحُ الْبَلَاءُ بِالْعَبْدِ حَتّٰى يَتْرُكَهُ يَمْشِي عَلَى الْأَرْضِ وَمَا عَلَيْهِ خَطِيئَةٌ» ②

''انبیاء علیہم السلام لوگوں میں سب سے زیادہ آزمائش میں مبتلا ہوتے ہیں۔ پھر وہ جو سب سے زیادہ اللہ کے قریب ہوتا ہے۔ اور ہر شخص کو اس کی دینداری کے مطابق آزمایا جاتا ہے۔ اگر وہ دینداری میں مضبوط ہو تو اس پر آزمائش بھی سخت آتی ہے۔ اور اگر وہ اس میں کمزور ہو تو اس کے مطابق ہی اسے آزمائش میں ڈالا جاتا ہے۔ اور آزمائشیں بندۂ مومن کو پریشان کئے رکھتی ہیں حتی کہ وہ زمین پر اس حالت میں چلتا ہے کہ وہ گناہوں سے پاک ہو چکا ہوتا ہے۔''

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سب سے بڑی آزمائشیں انبیاء علیہم السلام پر آئیں جن پر انھوں نے صبر وتحمل کے وہ اعلی نمونے پیش کئے جو آج بھی ہر مومن کیلئے لائقِ اتباع اور قابلِ قدر ہیں۔ ان نمونوں میں سے ایک عظیم الشان نمونہ حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کا ہے جو انھوں نے اپنی جسمانی تکلیفوں کو برداشت کرکے پیش کیا اور جو آج بھی ضرب المثل کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔

---

① آل عمران 3:186

② سنن الترمذي : 2398، سنن ابن ماجه :4023- وحسنه الألباني

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ ☆ ارْكُضْ بِرِجْلِكَ هَٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ ☆ وَوَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ☆ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِب بِّهِ وَلَا تَحْنَثْ إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا نِّعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ﴾ ①

''اور ہمارے بندے ایوب (علیہ السلام) کو یاد کیجئے جب انھوں نے اپنے رب کو پکار کر کہا: شیطان نے مجھے سخت تکلیف اور عذاب میں ڈال دیا ہے۔ (ہم نے انھیں کہا:) اپنا پاؤں مارو، یہ ہے ٹھنڈا پانی نہانے اور پینے کیلئے اور ہم نے انھیں ان کے اہل وعیال عطا کئے اور اپنی مہربانی سے ان کے ساتھ اتنے اور بھی دے دیئے، یہ اہلِ دانش کیلئے نصیحت ہے۔ اور (ہم نے کہا:) اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک مٹھا لو، اس سے مارو اور قسم نہ توڑو۔ ہم نے ایوب (علیہ السلام) کو صابر پایا، وہ بہترین بندے تھے جو ہر وقت (اللہ کی طرف) رجوع کرنے والے تھے۔''

نیز فرمایا: ﴿وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ☆ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِن ضُرٍّ وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَذِكْرَىٰ لِلْعَابِدِينَ﴾ ②

''اور ایوب (علیہ السلام) کو یاد کرو جب انھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے بیماری لگ گئی ہے اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ چنانچہ ہم نے انھیں ان کے اہل وعیال ہی نہیں بلکہ ان کے ساتھ اور بھی دے دیئے۔ یہ ہماری مہربانی تھی اور عبادت گذاروں کیلئے نصیحت۔''

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے حضرت ایوب علیہ السلام کی سخت تکلیف اور شدید بیماری کا ذکر کیا ہے جو آپ کیلئے بہت بڑی آزمائش بن گئی تھی۔ چنانچہ اولاد اور بیویوں میں سے سوائے ایک بیوی کے باقی سب نے ساتھ چھوڑ دیا، خوشحالی تنگ حالی میں تبدیل ہوگئی، بارہ سال اس شدید ابتلا میں گذر گئے مگر پیکرِ صبر واستقامت کی زبان پر ایک مرتبہ بھی حرفِ شکایت نہ آیا۔ دعا کرتے تو اس میں بھی کسی چیز کا مطالبہ نہیں۔ بس اتنا کہتے کہ ''اے میرے رب! میں بیمار ہوں اور تو ارحم الراحمین ہے۔''

اِس کڑے امتحان میں جب سیدنا حضرت ایوب علیہ السلام پوری طرح کامیاب ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی نوازشوں کی بارش کردی۔ انھیں حکم ہوا کہ زمین پر پاؤں مارو، بس پاؤں مارنے کی دیر تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ایک چشمہ رواں کردیا، آپ اس کے شفا بخش پانی میں غسل کرتے اور اسے پیتے رہتے۔ جسمانی بیماری جاتی رہی اور جو آل واولاد اِس ابتلاء سے پہلے تھی اللہ تعالیٰ نے اس سے دوگنی عطا فرمادی۔

① ص38: 41-44 ② الأنبیاء21: 83-84

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب حضرت ایوب علیہ السلام ننگے بدن نہا رہے تھے تو آپ پر سونے کی ٹڈیوں کی بارش ہونے لگی، آپ انھیں اپنے کپڑے میں اکٹھا کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں پکارا: ایوب! کیا میں نے تمھیں ان ٹڈیوں سے بے نیاز نہیں کردیا؟ تو انھوں نے کہا: اللہ! تیری عزت کی قسم، یہ تو ٹھیک ہے لیکن میں تیری رحمت سے تو بے نیاز نہیں ہوسکتا۔''[1]

یہ یقینی طور پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حضرت ایوب علیہ السلام کے بے مثال صبر وتحمل کا پھل تھا۔

یہ ایک نمونہ تھا صبرِ انبیاء علیہم السلام کے نمونوں میں سے، ورنہ تمام انبیاء علیہم السلام اسی طرح صبر واستقامت کے پیکر تھے۔ ارشاد باری ہے: ﴿ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِدْرِيسَ وَذَا الْكِفْلِ كُلٌّ مِّنَ الصَّابِرِينَ ﴾[2]

''اسماعیل (علیہ السلام)، ادریس (علیہ السلام) اور ذوالکفل (علیہ السلام) یہ سب صبر کرنے والوں میں سے تھے۔''

اور خود امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی انتہائی صابر تھے باوجود اس کے کہ آپ کی قوم نے آپ کو شدید تکلیفیں دیں، زبانی بھی اور جسمانی بھی۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا آپ پر کوئی دن یومِ احد سے بھی زیادہ سخت آیا؟ تو آپ نے فرمایا:

''مجھے تمھاری قوم کی طرف سے بہت اذیت پہنچی ہے اور سب سے بڑی اذیت مجھے یوم عقبہ کو پہنچی جب میں نے ابن عبد یالیل بن عبد کلال کو اسلام کی طرف دعوت دی تو اس نے قبول کرنے سے انکار کردیا۔ میں شدید غمزدہ تھا، لہٰذا میں منہ جھکائے ہوئے واپس چل دیا۔ اور مجھے اس وقت ہوش آیا جب میں قرن الثعالب (میقاتِ اہلِ نجد) کے قریب پہنچا۔ میں نے اپنا سر اٹھایا تو اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بادل مجھ پر سایہ فگن ہے، میں نے اس کی طرف دیکھا تو اس میں حضرت جبریل علیہ السلام نظر آئے۔ انھوں نے مجھے پکارا اور کہنے لگے:

''آپ کی قوم نے آپ سے جو کچھ کہا ہے اور آپ سے جو سلوک کیا ہے اسے اللہ تعالیٰ نے سن لیا ہے اور اس نے آپ کی طرف پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا ہے تاکہ آپ جو چاہیں اسے حکم صادر فرمائیں۔''

چنانچہ اس فرشتے نے مجھے پکارا اور سلام کرنے کے بعد کہا:

(يَا مُحَمَّدُ! ذٰلِكَ فِيمَا شِئْتَ، إِنْ شِئْتَ أَنْ أُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْأَخْشَبَيْنِ)

''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ جیسے چاہیں گے اسی طرح ہوگا۔ اگر آپ کی منشا ہو تو میں دونوں پہاڑوں کو آپس میں

---

[1] صحیح البخاری: 279

[2] الأنبیاء 21:85

ملا دوں اور یہ سب ان کے درمیان ہلاک ہو جائیں۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«بَلْ أَرْجُوْ أَنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا »①

''نہیں، بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ان لوگوں کو پیدا کرے گا جو صرف اسی کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔''

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کو بخار تھا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کو تو شدید بخار ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

« أَجَلْ ، إِنِّيْ أُوْعَكُ كَمَا يُوْعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ»

''کیوں نہیں، مجھے اتنا بخار ہوتا ہے جتنا تم میں سے دو آدمیوں کو ہوتا ہے۔''

میں نے کہا: اور آپ کو اجر بھی دوگنا ملتا ہے؟

آپ نے فرمایا: « أَجَلْ ، ذٰلِكَ كَذٰلِكَ» ''ہاں، یہ اسی طرح ہے۔''

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: « مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيْبُهُ أَذًى شَوْكَةٌ فَمَا فَوْقَهَا ، إِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا سَيِّئَاتِهٖ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا »②

''جس مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچے، کانٹا چبھنے سے یا اس سے بڑی تکلیف، تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو ایسے مٹا دیتا ہے جیسے ایک درخت اپنے پتے گراتا ہے۔''

صبر کے بعض ثمرات

صبر کے بعض ثمرات وفوائد ہم قرآن مجید کی بعض آیات کے حوالے سے عرض کر چکے ہیں۔ مثلاً یہ کہ صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی معیت نصیب ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے اور انھیں صبر کرنے کا اجرو ثواب بغیر حساب کے دیا جائے گا.... ان فوائد کے علاوہ صبر کے کچھ اور فوائد یہ ہیں:

① صبر کرنے والوں پر دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نوازشیں اور رحمتیں نازل ہوتی ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ

---

① صحیح البخاری :3231، صحیح مسلم :1795

② صحیح البخاری :5648، صحیح مسلم :2571

وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ☆ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ☆ أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ﴾ [1]

''اور ہم تمھیں ضرور آزمائیں گے، کچھ خوف و ہراس اور بھوک سے اور مال وجان اور پھلوں میں کمی سے۔اور آپ (اے محمد ﷺ!) صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجئے جنھیں جب کوئی مصیبت لاحق ہوتی ہے تو وہ کہتے ہیں: ہم یقیناً اللہ ہی کے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ایسے ہی لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی نوازشیں اور رحمت ہوتی ہے۔اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔''

ان آیات مبارکہ میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے کہ ہم تمھیں ضرور بالضرور آزمائیں گے اور ہماری طرف سے آزمائش کسی بھی طرح سے آسکتی ہے، دشمن کے خوف کے ساتھ، یا بھوک و پیاس کے ساتھ، مال میں کمی کے ساتھ، یا اپنے پیاروں کی جدائی کے ساتھ، یا پھلوں کے نقصان کے ساتھ ..... یا اس کے علاوہ کسی اور انداز سے ہم تمھیں ضرور آزمائشوں میں مبتلا کریں گے۔لیکن اگر تم صبر وتحمل کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھو گے، اپنے رب کی تقدیر پر رضا مندی کا اظہار کرو گے، گھبراہٹ اور بے چینی سے اجتناب کرو گے، کسی بھی آزمائش کی گھڑی میں (انا للہ وانا الیہ راجعون) پڑھتے ہوئے اس بات کا اعتراف کرو گے کہ''ہم خود بھی اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں اور ہم پر، ہماری اولاد پر اور ہمارے اموال پر بھی اسی کا حکم چلتا ہے اور ہم قیامت کے روز بھی اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔'' اور ان الفاظ کے ساتھ مشکل سے مشکل تر حالات کو برداشت کر لیتے ہو تو پھر یقین کر لو کہ تم ہی اللہ کی نوازشوں اور اس کی رحمتوں کے مستحق ہو اور تم ہی ہدایت یافتہ اور راہِ حق پر گامزن ہو۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد سنا:

«مَا مِنْ مُسْلِمٍ تُصِيبُهُ مُصِيبَةٌ فَيَقُولُ مَا أَمَرَهُ اللّٰهُ:إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ، اَللّٰهُمَّ أْجُرْنِي فِي مُصِيبَتِي وَأَخْلِفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا ، إِلَّا أَخْلَفَ اللّٰهُ لَهُ خَيْرًا مِّنْهَا»

''جس مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے، پھر وہ اللہ کے حکم کے مطابق (انا للہ وانا الیہ راجعون) پڑھے اور یہ دعا کرے کہ اے اللہ! مجھے میری مصیبت میں اجر دے اور اس کے بعد مجھے خیر نصیب کر' تو اللہ تعالیٰ اسے اس سے بہتر چیز عطا کرتا ہے۔''

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو میں نے سوچا کہ ابو سلمہ سے بہتر مسلمان کون ہوسکتا ہے؟ وہ تو سب سے پہلے مہاجر تھے۔ پھر میں نے یہی دعا پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے

---

[1] البقرة2: 155-157

بہتر شخص یعنی رسول اللہ ﷺ عطا کر دیئے۔ ①

آیت کریمہ اور حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ صبر کرنے والے لوگ ہی دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نوازشوں کے مستحق ہوتے ہیں اور انہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ مصیبتوں کا بہترین بدلہ عطا کرتا ہے۔

② آخرت میں صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ بہترین بدلہ دے گا۔ اس کا فرمان ہے:

﴿ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوا أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ ②

"اور ہم صبر کرنے والوں کو ان کا بدلہ ان کے اعمال سے کہیں زیادہ اچھا عطا کریں گے۔"

یہ بہترین بدلہ کیا ہوگا؟ جنت کے بالا خانے ہونگے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی صفات ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرماتا ہے:

﴿ أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا ﴾ ③

"یہی ہیں جنھیں صبر کے بدلے میں بالا خانے دئے جائیں گے اور وہاں آداب وتسلیمات کے ساتھ ان کا استقبال کیا جائے گا۔"

نیز فرمایا: ﴿ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّهُم مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ☆ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴾ ④

"اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کئے ہم انھیں یقیناً جنت کے بالا خانوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور عمل کرنے والوں کیلئے کیا ہی اچھا اجر ہے! جنھوں نے (مصائب میں) صبر کیا اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں۔"

عزیزان گرامی! یہ ہیں صبر کے بعض ثمرات۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نوازشیں اور رحمتیں اور آخرت میں جنت کے بالا خانے۔ لہٰذا ہمیں ہر پریشانی اور تمام مصائب وآلام میں صبر ہی کرنا چاہیئے۔

ہم صبر کیوں نہ کریں جبکہ ہمیں یہ بات معلوم ہے کہ ہر مصیبت وآزمائش' خواہ بڑی ہو یا چھوٹی' ہمارے اپنے گناہوں کی وجہ سے ہی آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ ﴾ ⑤

"اور تمہیں جو مصیبت آتی ہے تمھارے اپنے کرتوتوں کی وجہ سے آتی ہے۔ اور وہ بہت سے گناہوں کو تو

---

① صحیح مسلم: 918 ② النحل 16: 196 ③ الفرقان 25: 75
④ العنکبوت 29: 58-59 ⑤ الشوریٰ 42: 30

ویسے ہی معاف کر دیتا ہے۔''

اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ ہر قسم کی مصیبت پر' چاہے وہ کانٹا چبھنے کی شکل میں ہی کیوں نہ ہو، صبر کرنے والے شخص کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ مٹا دیتا ہے۔

جیسا کہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَا يُصِيْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ ، وَلَا هَمٍّ وَلَا حَزَنٍ، وَلَا أَذىً وَلَا غَمٍّ ، حَتَّى الشَّوْكَةُ الَّتِيْ يُشَاكُهَا ، إِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ»①

''مسلمان کو جب تھکاوٹ یا بیماری لاحق ہوتی ہے یا وہ حزن وملال اور تکلیف سے دوچار ہوتا ہے حتی کہ اگر ایک کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔''

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِي نَفْسِهِ وَوَلَدِهِ وَمَالِهِ حَتَّى يَلْقَى اللّٰهَ وَمَا عَلَيْهِ خَطِيْئَةٌ»②

''آزمائشیں مومن مرد اور مومنہ عورت کا پیچھا نہیں چھوڑتیں، کبھی جان میں، کبھی اولاد میں اور کبھی مال میں (کسی نہ کسی طرح آزمائشیں ہمیشہ اس کے ساتھ رہتی ہیں) یہاں تک کہ وہ جب اللہ تعالیٰ سے ملے گا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔''

سو آزمائشوں اور مصیبتوں کو اپنے گناہوں کا کفارہ تصور کرتے ہوئے ان پر صبر وتحمل ہی کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔

پیاروں کی جدائی پر صبر

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی آزمائشوں میں سے ایک آزمائش پیاروں کی جدائی کی صورت میں آتی ہے۔ سو اس پر بھی ہر مومن مرد اور مومنہ عورت کو صابر ہونا چاہئے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک صاحبزادی (حضرت زینب رضی اللہ عنہا) نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ ان کا ایک بچہ قریب المرگ ہے۔ لہٰذا آپ ان کے گھر تشریف لائیں۔

① صحيح البخاري:5641-5642، صحيح مسلم:2573

② سنن الترمذي : 2399- وصححه الألباني

آپ نے پیغامبر کو کہا کہ انہیں میری طرف سے سلام کہو اور آگاہ کرو کہ « إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطٰى ، وَكُلُّ شَيْئٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُّسَمًّى ، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ» ''اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہے جو کچھ اس نے لیا اور جو کچھ اس نے عطا کیا۔ اور ہر ایک کی موت کا وقت متعین ہے۔ لہٰذا اسے صبر کرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کی امید رکھنی چاہئے۔''

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے پیغامبر کو دوبارہ بھیجا اور آپ کو قسم دے کر ضرور بالضرور آنے کی درخواست کی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور چند دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ اپنی صاحبزادی کے گھر میں پہنچے۔

اُس بچے کو اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں رکھ دیا گیا ، اُس وقت وہ موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا تھا اور اِس طرح حرکت کر رہا تھا جیسے ایک پرانے مشکیزے میں حرکت ہوتی ہے۔ بچے کی یہ حالت دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہ نکلے۔ تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول ! یہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« هٰذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِ عِبَادِهِ ، وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ »[1]

''یہ وہ رحمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں ودیعت کردی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے انہی بندوں پر رحم کرتا ہے جو رحم دل ہوتے ہیں۔''

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ان کے معصوم سے بچے کی موت کے وقت صبر کرنے اور اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب طلب کرنے کی تلقین کی۔ اور آپ کا یہ حکم ہر مومن مرد اور مومنہ عورت کیلئے ہے۔ لہٰذا تمام مسلمانوں ، خاص طور پر خواتین اسلام کو ایسے مواقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سامنے رکھتے ہوئے صبر کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھنا چاہئے اور بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اونچی اونچی آواز سے رونے پیٹنے اور ماتم کرنے سے قطعی پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ اِس جیسے افعال کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

« لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ »[2]

''وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے رخساروں پر طمانچے مارے ، گریبانوں کو چاک کیا اور جاہلیت کے دعوی کے ساتھ پکارا یعنی واویلا کیا اور مصیبت کے وقت ہلاکت اور موت کو پکارا۔''

---

[1] صحیح البخاری :1284 ، صحیح مسلم :923

[2] البخاری : 1294 ، مسلم :103

اور حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر اس عورت سے لاتعلقی اور براءت کا اظہار فرمایا جو کسی مصیبت کے وقت اونچی آواز سے روئے ۔ اور جو کسی آزمائش میں اپنا سر منڈوائے اور کسی صدمے میں اپنے کپڑے پھاڑے ۔''①

نیز حدیثِ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ پیاروں کی جدائی کے وقت آنکھوں سے آنسو بہانا صبر کے منافی نہیں ، کیونکہ خود نبی کریم ﷺ کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ نکلے اور آپ نے اسے رحمت قرار دیا۔ اسی طرح آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم جب قریب المرگ تھے تو اس وقت بھی آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے ۔ اور آپ نے فرمایا تھا:

« إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ ، وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ، وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا، وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ»②

''بے شک آنکھیں اشکبار ہیں ، دل غمزدہ ہے اور ہم صرف وہی بات کرتے ہیں جو ہمارے رب کو راضی کرنے والی ہے۔ اور اے ابراہیم ! ہم تمھاری جدائی پر یقیناً غمگین ہیں ۔''

اور جہاں تک معصوم بچوں کی جدائی کا تعلق ہے تو اس پر تو ہرگز ہرگز بے صبری کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ ان کی موت ان کے والدین کیلئے باعثِ نجات اور جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے ۔

① حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« مَا مِنَ النَّاسِ مُسْلِمٌ يَمُوتُ لَهُ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ » ③

''لوگوں میں سے جس مسلمان کے تین نابالغ بچے فوت ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرتے ہوئے اسے بھی جنت میں داخل کر دیتا ہے ۔''

② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ مَّاتَ لَهُ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ كَانَ لَهُ حِجَابًا مِّنَ النَّارِ أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ» ④

''جس شخص کی اولاد میں سے تین نابالغ بچے فوت ہو جائیں تو وہ اس کیلئے جہنم سے پردہ بن جائیں گے (یا

① البخاری :1296، مسلم :104

② صحیح البخاری :1303 ، صحیح مسلم :2315

③ صحیح البخاری :1381

④ أخرجه البخاری معلقا ۔ كتاب الجنائز باب ما قيل في اولاد المسلمين

آپ ﷺ نے فرمایا:) وہ جنت میں داخل ہوگا۔‘‘

③ حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک خاتون رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! آپ کی احادیث بس مرد حضرات ہی سنتے ہیں، لہٰذا آپ ہمارے لئے بھی ایک دن خاص کردیں جس میں ہم آپ کے پاس حاضر ہوں اور آپ ہمیں وہ چیز سکھلائیں جو اللہ نے آپ کو سکھلائی ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

’’ٹھیک ہے، تم فلاں فلاں دن جمع ہوجایا کرو۔‘‘

چنانچہ جب وہ جمع ہوئیں تو آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی تعلیمات پہنچائیں۔ اور آپ نے فرمایا:

«مَا مِنْكُنَّ مِن امْرَأَةٍ تُقَدِّمُ بَيْنَ يَدَيْهَا مِنْ وَّلَدِهَا ثَلَاثَةً إِلَّا كَانُوْا لَهَا حِجَابًا مِّنَ النَّارِ»

’’تم میں سے جو عورت بھی اپنی اولاد میں سے تین بچے آگے بھیجے تو وہ اس کیلئے جہنم سے پردہ بن جائیں گے۔‘‘

ایک عورت نے کہا: اور دو بچے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ’’اور دو بچے بھی۔‘‘ ①

④ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالٰى: مَا لِعَبْدِي الْمُؤْمِنِ عِنْدِيْ جَزَاءٌ إِذَا قَبَضْتُ صَفِيَّهُ مِنَ الدُّنْيَا ثُمَّ احْتَسَبَهُ إِلَّا الْجَنَّةَ» ②

’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرا وہ مومن بندہ جس کا اہلِ دنیا میں سے کوئی محبوب فوت ہوجائے، پھر وہ صبر کرتے ہوئے مجھ سے اجر وثواب کا طلبگار ہو تو میرے پاس اس کیلئے سوائے جنت کے اور کوئی بدلہ نہیں۔‘‘

⑤ حضرت قرۃ بن ایاس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آتا تھا، اُس کے ساتھ اس کا ایک بیٹا بھی ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تمہیں اس سے محبت ہے؟ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! جس طرح میں اس سے محبت کرتا ہوں اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ سے محبت کرے۔

پھر (کچھ عرصہ بعد) اُس شخص نے آپ ﷺ کی مجلس میں آنا چھوڑ دیا۔ آپ نے پوچھا: فلاں آدمی کہاں ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: اس کا بیٹا فوت ہوچکا ہے۔ تو آپ ﷺ اُس کے باپ سے ملے اور تعزیت

---

① صحیح البخاری :1249، صحیح مسلم :2633

② صحیح البخاری :6424

کرنے کے بعد فرمایا:

«أَمَا تُحِبُّ أَن لَّا تَأْتِيَ بَابًا مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ إِلَّا وَجَدْتَّهُ يَنْتَظِرُكَ»

''کیا تمھیں یہ بات پسند نہیں کہ تم جنت کے جس دروازے پر آؤ اسے اپنا انتظار کرتے ہوئے پاؤ؟''

نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَا يَسُرُّكَ أَن لَّا تَأْتِيَ بَابًا مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ إِلَّا وَجَدْتَّهُ عِنْدَهُ يَسْعٰى يَفْتَحُ لَكَ» ①

''کیا تمھیں یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ تم جنت کے جس دروازے پر بھی آؤ اسے اپنے سامنے پاؤ اور وہ دوڑ کر تمھارے لیئے اس دروازے کو کھول دے؟''

⑥ حضرت ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« إِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ قَالَ اللّٰهُ لِمَلَائِكَتِهِ : قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِيْ ؟ فَيَقُولُونَ : نَعَمْ ، فَيَقُولُ : قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهِ؟فَيَقُولُونَ:نَعَمْ ، فَيَقُولُ:مَاذَا قَالَ عَبْدِيْ؟فَيَقُولُونَ:حَمِدَكَ وَاسْتَرْجَعَ ، فَيَقُولُ اللّٰهُ : اِبْنُوا لِعَبْدِيْ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَسَمُّوهُ بَيْتَ الْحَمْدِ »②

''جب کسی آدمی کا بیٹا فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے پوچھتا ہے: تم نے میرے بندے کے بیٹے کو قبض کر لیا؟ وہ کہتے ہیں: جی ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم نے میرے بندے کے جگر گوشے کو فوت کر دیا؟ وہ کہتے ہیں: جی ہاں۔ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے: تب میرے بندے نے کیا کہا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ اس نے تیرا شکر ادا کیا اور (انا للہ وانا الیہ راجعون) پڑھا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم میرے بندے کیلئے جنت میں ایک گھر بنا دو اور اس کا نام رکھ دو: شکرانے کا گھر۔''

ان احادیث کے پیش نظر معصوم بچوں کی وفات پر ان کے والدین کو صبر ہی کرنا چاہیئے اور انہیں اپنا غم اِس عظیم خوشخبری کے ساتھ ہلکا کرنا چاہیئے کہ یہی بچے روزِ قیامت ان کی نجات کا سبب بنیں گے اور جنت کے ہر دروازے پر ان کا استقبال کریں گے۔

خصوصا خواتین اسلام کو بچوں کی جدائی پر جزع فزع کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر پر رضامندی کا اظہار کرنا چاہیئے اور انہیں اس سلسلے میں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا وہ قصہ ہر وقت اپنے ذہنوں میں رکھنا چاہیئے جس میں انھوں نے صبر کا ایک ایسا نمونہ پیش کیا جو آج بھی ہر خاتون کیلئے قابل تقلید ہے۔

---

① سنن النسائی:1871 ، 2088۔ وصححه الألبانی

② سنن الترمذی :1021۔ وحسنه الألبانی

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا جو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے تھا بیمار ہو گیا ، پھر وہ اُس وقت فوت ہو گیا جب ابو طلحہ رضی اللہ عنہ گھر سے باہر تھے ۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنے گھر والوں سے کہا : جب تک میں خود ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو بیٹے کی موت کے بارے میں نہ بتاؤں اُس وقت تک کوئی اور ان سے اس بارے میں بات نہ کرے ۔

پھر انھوں نے اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر گھر کے ایک کونے میں رکھ دیا ۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ شام کو گھر واپس لوٹے تو انھوں نے آتے ہی بیٹے کے بارے میں پوچھا کہ وہ کیسا ہے؟ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا : وہ آرام کر رہا ہے اور شاید پہلے سے زیادہ راحت میں ہے ! اس کے بعد ام سلیم رضی اللہ عنہا نے انھیں کھانا پیش کیا ، پھر زیب وزینت اختیار کی ۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان سے صحبت کی اور جب انھوں نے دیکھا کہ وہ سیر ہو کر فارغ ہو چکے ہیں تو انھوں نے کہا : ابو طلحہ ! تمھارا کیا خیال ہے اگر کچھ لوگ کسی کو کوئی چیز ادھار پر دیں ، پھر وہ اُس سے اس چیز کی واپسی کا مطالبہ کریں تو کیا اسے یہ بات زیب دیتی ہے کہ وہ اس چیز کو واپس نہ لوٹائے ؟ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا : نہیں ۔ تو ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا : تب تم اپنے بیٹے کی موت پر صبر کرو ۔

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ جب ابو طلحہ رضی اللہ عنہ صبح کے وقت غسل کر کے گھر سے جانے لگے تو ام سلیم رضی اللہ عنہا نے انھیں بیٹے کی موت کی اطلاع دی]

ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ناراضگی کا اظہار کیا کہ تم نے مجھے پہلے اطلاع نہیں دی یہاں تک کہ میں جنبی ہو گیا ۔ بعد ازاں ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی اور آپ کو پورے واقعہ کی خبر دی ۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : «لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُّبَارِكَ لَكُمَا فِيْ لَيْلَتِكُمَا»

” شاید اللہ تعالیٰ تم دونوں کی رات میں برکت دے ۔“

سفیان (راویٔ حدیث) کہتے ہیں کہ ایک انصاری آدمی نے انہیں بتایا کہ میں نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کے نو بیٹے دیکھے جو سب کے سب حافظ قرآن تھے ۔ ①

عزیزان گرامی ! معصوم سے لختِ جگر کی وفات پر یہ ہے صبر وتحمل کا اعلیٰ نمونہ کہ اس صابرہ خاتون نے غم وافسوس کے آثار ہی اپنے اوپر طاری نہ ہونے دیئے ، بلکہ اس کے برعکس خاوند کیلئے زیب وزینت اختیار کی اور اسے مقاربت کا موقع دیا ۔ بعد ازاں انتہائی عمدہ اسلوب اختیار کرتے ہوئے اسے یہ بات سمجھائی کہ بیٹا ہمارے پاس اللہ کی امانت تھا جو اس نے واپس لے لی ہے ۔ پھر انھوں نے خود بھی صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا اور اپنے خاوند کو

① البخاری : الجنائز باب من لم یظهر حزنه عند المصيبة :1301 ، مسلم :2144

بھی اسی کی تلقین کی ......کاش اِس دور کی خواتین بھی ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اسی طرح صبر وتحمل کا مظاہرہ کریں اور ایسے مواقع پر بے صبری، سینہ کوبی اور اونچی اونچی آواز سے رونے پیٹنے سے پرہیز کریں!

جسمانی تکلیفوں پر صبر

مختلف آزمائشوں میں سے ایک آزمائش جسمانی بیماریوں کی شکل میں آتی ہے۔(نسأل الله العفو والعافية في الدنيا والآخرة) لہٰذا جو لوگ اس قسم کی آزمائش میں مبتلا ہوں انھیں بھی صبر وتحمل ہی کرنا چاہیے۔جیسا کہ حضرت ایوب علیہ السلام اپنی جسمانی بیماری میں' جو تقریبا بارہ تیرہ سال جاری رہی' صبر کرتے تھے اور اس دوران بار بار یہی دعا کرتے تھے کہ

﴿ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴾

''مجھے بیماری لگ گئی ہے اور تو سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی اور انھیں صحت وتندرستی جیسی عظیم نعمت سے نوازا۔

جسمانی بیماریوں میں مبتلا حضرات کو یہ بات ہمیشہ اپنے ذہنوں میں رکھنی چاہیے کہ بیماری سے شفا دینے والا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔ لہٰذا ہر وقت اسی کے سامنے عاجزی، انکساری اور محتاجی کا اظہار کرتے ہوئے اس سے عافیت کا سوال کرتے رہیں۔ نیز انھیں اپنے آپ کو رسول اکرم ﷺ کی اُس عظیم خوشخبری کے ساتھ تسلی دینی چاہیے جو آپ نے ایک بیمار عورت کو دی تھی۔

عطاء بن ابی رباح جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ایک شاگرد تھے، بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: کیا میں تمھیں ایک جنتی خاتون نہ دکھلاؤں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں۔تو انھوں نے فرمایا: یہ جو کالے رنگ کی عورت ہے، یہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی: مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے جس سے میں بے پردہ ہو جاتی ہوں۔ لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لئے دعا کیجئے۔تو آپ نے فرمایا:

«إِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ ، وَإِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ أَنْ يُعَافِيَكِ»

''اگر تم چاہو تو صبر کرو (اور اگر صبر کرو گی تو) تمھارے لئے جنت ہے۔اور اگر چاہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمھیں عافیت دے۔''

(اب اس خاتون نے سوچا کہ ایک طرف صبر کرنے پر آخرت میں جنت کی ضمانت ہے اور دوسری طرف

آپ ﷺ عافیت کیلئے دعا کرنے کی پیش کش فرما رہے ہیں اور اس میں جنت کی ضمانت نہیں ہے۔)

تو اس نے کہا: میں صبر ہی کرتی ہوں، تاہم میں مرگی کے دورہ میں بے پردہ ہو جاتی ہوں تو آپ بس یہ دعا کر دیجئے کہ میں کم از کم بے پردہ نہ ہوں۔

تو آپ ﷺ نے اس کے حق میں دعا فرمائی۔ ①

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ : إِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِيْ بِحَبِيْبَتَيْهِ فَصَبَرَ ، عَوَّضْتُهُ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ» يُرِيْدُ عَيْنَيْهِ ②

''بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب میں اپنے بندے کو اس کی آنکھوں کے ذریعے آزمائش میں ڈالتا ہوں (یعنی اس کی بینائی چھین لیتا ہوں) پھر وہ اس پر صبر کرتا ہے تو میں اس کی آنکھوں کے بدلے میں اسے جنت عطا کرتا ہوں۔''

لوگوں کی اذیتوں پر صبر

آزمائش بعض اوقات یوں بھی آتی ہے کہ لوگ خواہ مخواہ کسی مسلمان کو پریشان کرتے ہیں، جھوٹے الزامات لگاتے ہیں یا طعن وتشنیع کا نشانہ بناتے ہیں۔ یا برا بھلا کہتے ہیں اور مختلف القاب سے اس کا ذکر کرکے اس کی اذیت کا سبب بنتے ہیں۔ تو اِس قسم کی آزمائش میں بھی مسلمان کو صابر ہونا چاہئے اور اسے یہ بات اپنے ذہن میں رکھنی چاہئے کہ لوگوں نے تو امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کو بھی معاف نہیں کیا۔ کسی نے آپ کو ''مجنون'' کہا، کسی نے ''دیوانہ شاعر'' کہا اور کسی نے ''ساحر'' کہا۔ اور زبانی اذیتوں کے علاوہ آپ ﷺ کو جسمانی اذیتیں بھی پہنچائیں۔ لیکن آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر کہ ﴿فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ﴾ ③

''آپ ان کی باتوں پر صبر ہی کیجئے'' ہمیشہ صبر وتحمل کا ہی مظاہرہ کیا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے مال تقسیم کیا، ایک شخص نے کہا: یہ تقسیم اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والی نہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اُس شخص کی اِس بات کے بارے میں مطلع کیا۔ تب میں نے آپ کے چہرۂ انور پر غصے کے آثار دیکھے۔ پھر آپ نے فرمایا:

① صحیح البخاری :5652، صحیح مسلم :2576
② صحیح البخاری :5653
③ طٰہٰ 20: 130

« يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسٰى قَدْ أُوْذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ »①

''اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے، انھیں اِس سے بھی زیادہ اذیت پہنچائی گئی لیکن انھوں نے صبر کیا۔''

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« اَلْمُؤْمِنُ الَّذِيْ يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلٰى أَذَاهُمْ، أَعْظَمُ أَجْرًا مِنَ الْمُؤْمِنِ الَّذِيْ لَا يُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا يَصْبِرُ عَلٰى أَذَاهُمْ »②

''جو مومن لوگوں میں گھل مل جاتا ہے اور ان کی اذیتوں پر صبر کرتا ہے وہ اُس مومن سے زیادہ اجر وثواب کا مستحق ہے جو لوگوں سے الگ تھلگ رہتا ہے اور ان کی اذیتوں پر صبر نہیں کرتا۔''

حکمرانوں کے ظلم پر صبر

آزمائشوں میں سے ایک آزمائش رعایا پر حکمرانوں کے ظلم کی صورت میں آتی ہے۔ چنانچہ بعض اوقات وہ ٹیکسوں کے ظالمانہ نظام کو نافذ کرکے عوام پر ظلم کرتے ہیں۔ بعض اوقات بے گناہ لوگوں کو ناجائز مقدمات میں ملوث کرکے پریشان کرتے ہیں۔ بعض اوقات مجرم پیشہ لوگوں کو چھوٹ دے دیتے ہیں کہ وہ جیسے چاہیں، جب چاہیں اور جہاں چاہیں لوگوں کی عزتوں اور ان کے اموال کو لوٹیں اور ان کی جانوں سے کھیلتے رہیں۔ بعض اوقات اہل اور باصلاحیت افراد کو ان کے حقوق سے محروم کرکے سفارشوں اور رشوت کے ذریعے نا اہل لوگوں کو نوازا جاتا ہے اور بعض اوقات اربابِ اقتدار اور اصحابِ اختیار غریب عوام کا خون پسینہ چوستے ہوئے اپنی تجوریاں بھرنے پر ہی تلے رہتے ہیں.... سو اِس قسم کی آزمائشوں میں بھی انسان کو دامنِ صبر نہیں چھوڑنا چاہئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« مَنْ رَأٰى مِنْ أَمِيْرِهٖ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَصْبِرْ »③

''جو شخص اپنے حکمران سے کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو اس پر صبر کرے۔''

بیٹیوں کی آزمائش پر صبر

بعض اوقات انسان اپنی بیٹیوں کی وجہ سے بھی آزمائش میں مبتلا ہو جاتا ہے، مناسب تعلیم وتربیت نہ ہونے

① صحيح البخاری :3405، صحيح مسلم :1062

② سنن الترمذی :2507، سنن ابن ماجه :4032 ۔ وصححه الألبانی

③ صحيح مسلم : 1849

کی وجہ سے، یا ان کیلئے مناسب رشتے نہ ملنے کی وجہ سے، یا اولاد میں صرف بیٹیاں ہونے کی وجہ سے ....تو اس قسم کی آزمائش میں بھی والدین کو مکمل صبر وتحمل کا مظاہرہ کرنا چاہئے اور انہیں اپنے لئے باعثِ خیر وبرکت تصور کرتے ہوئے اور روزِ قیامت انھیں اپنے لئے باعثِ نجات سمجھتے ہوئے ان کی تعلیم وتربیت پر پوری توجہ دینی چاہئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنِ ابْتُلِيَ بِشَيْئٍ مِنَ الْبَنَاتِ فَصَبَرَ عَلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ»[1]

''جس شخص کو بیٹیوں کی وجہ سے کسی طرح سے آزمائش میں ڈالا جائے، پھر وہ ان پر صبر کرتا رہے تو وہ اس کیلئے جہنم سے پردہ بن جائیں گی۔''

اور صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ان کے پاس ایک عورت اپنی دو بیٹیاں اٹھائے ہوئے آئی، اس نے مجھ سے کچھ مانگا تو میرے پاس سوائے ایک کھجور کے اور کچھ نہ ملا۔ چنانچہ میں نے وہی کھجور اس کو دے دی۔ اس نے اس کے دو حصے کئے اور دونوں بیٹیوں کو آدھی آدھی کھجور دے دی اور خود اس نے کچھ نہ کھایا اور چلی گئی۔ پھر میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ کو اُس کے بارے میں بتایا۔ تب آپ نے ارشاد فرمایا:

«مَنِ ابْتُلِيَ مِنَ الْبَنَاتِ بِشَيْئٍ فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ»[2]

''جس شخص کو بیٹیوں کی وجہ سے کسی طرح آزمایا جائے، پھر وہ ان سے اچھا سلوک کرتا رہے تو وہ اس کیلئے جہنم سے پردہ بن جائیں گی۔''

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ» وَضَمَّ أَصَابِعَهُ

''جو آدمی دو بچیوں کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائیں تو قیامت کے روز وہ اور میں ایسے اکٹھے ہونگے جیسے یہ انگلیاں اکٹھی ہیں۔''[3]

---

① سنن الترمذی :1913۔ وصححه الألبانی

② البخاری:1418، 5995، مسلم :2629

③ صحیح مسلم :2631

صبر کی شروط

برادران اسلام ! آپ نے اب تک صبر کے فوائد اور مختلف آزمائشوں میں اس کی اہمیت وضرورت کے بارے میں ہماری چند گذارشات ساعت کیں ۔ اب سوال یہ ہے کہ صحیح معنوں میں صبر کیسے ہوتا ہے؟ صبر کے فوائد سے حقیقی معنوں میں مستفید ہونے کیلئے اس میں تین شرائط کا پایا جانا ضروری ہے :

❶ پہلی شرط یہ ہے کہ صابر محض اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے صبر کرے ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :﴿وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ﴾ ①

"اور جنھوں نے اپنے رب کی رضا کو طلب کرتے ہوئے صبر کیا ، نماز قائم کی اور ہم نے انھیں جو کچھ دے رکھا ہے اس سے پوشیدہ طور پر اور دکھلا کر خرچ کیا ۔ اور وہ برائی کا جواب بھلائی سے دیتے ہیں (یا گناہ کے بعد نیکی کرتے ہیں) تو انہی لوگوں کیلئے آخرت کا گھر ہے ۔"

نیز فرمایا :﴿وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ﴾ ② "اور اپنے رب کی خاطر ہی صبر کیجئے ۔"

❷ دوسری شرط یہ ہے کہ بندۂ مومن ہر قسم کی آزمائش میں اپنی زبان پر کوئی حرفِ شکایت نہ لائے اور کسی کے سامنے اللہ کا شکوہ نہ کرے ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

« قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:إِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِي الْمُؤْمِنَ وَلَمْ يَشْكُنِي إِلٰى عُوَّادِهِ أَطْلَقْتُهُ مِنْ إِسَارِيْ ، ثُمَّ أَبْدَلْتُهُ لَحْمًا خَيْرًا مِّنْ لَحْمِهِ ، وَدَمًا خَيْرًا مِّنْ دَمِهِ ، ثُمَّ يَسْتَأْنِفُ الْعَمَلَ » ③

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : میں جب اپنے بندۂ مومن کو آزمائش میں مبتلا کرتا ہوں اور وہ عیادت کیلئے آنے والوں کے سامنے میری شکایت نہیں کرتا تو میں اسے اپنی قید سے آزاد کر دیتا ہوں ، پھر اسے پہلے سے بہتر گوشت اور بہتر خون عطا کرتا ہوں ۔ پھر وہ نئے سرے سے عمل کرنا شروع کر دیتا ہے ۔"

❸ تیسری شرط یہ ہے کہ بندۂ مومن ابتدائے آزمائش سے ہی صبر کرے ، نہ یہ کہ ابتداء میں تو وہ خوب رو پیٹ لے اور پھر وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ یہ دعوی کرے کہ میں صابر ہوں ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گذرے جو ایک قبر کے پاس

---

① الرعد13 : 22 ② المدثر73 : 7

③ الحاکم:349/1: صحيح على شرط الشيخين ووافقه الذهبي

بیٹھی رو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«اِتَّقِی اللّٰهَ وَاصْبِرِیْ» ''تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور صبر کرو۔''

اس نے کہا: آپ جائیں اپنا کام کریں، آپ کو کیا معلوم کہ مجھ پر کتنی بڑی مصیبت آئی ہے!

پھر اسے بتایا گیا کہ وہ تو نبی کریم ﷺ تھے۔ تو وہ فورا آپ ﷺ کے دروازے پر پہنچی، اسے وہاں کوئی پہرے دار نہ ملا اور وہ سیدھی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگئی اور کہنے لگی: میں آپ کو نہیں پہچان سکی تھی (اس لئے مجھے معاف کردیں۔) آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُوْلٰی»[1]

''صبر تو ابتدائے صدمہ میں ہی ہوتا ہے۔''

تو یہ ہیں تین شرائط جن کی موجودگی میں ایک صابر ''صبر'' کا مکمل اجر وثواب اور اس کے فوائد وثمرات حاصل کرسکتا ہے۔

اِس کے ساتھ ہی یہ بھی جان لیجئے کہ آزمائشوں میں مبتلاء انسان اگر اللہ تعالیٰ کے سامنے دست بدعا ہوکر اس سے یہ سوال کرے کہ وہ اسے ان آزمائشوں سے نجات دے تو یہ صبر کے منافی نہیں بلکہ عین عبادت ہے۔ اور اس کا سب سے بڑا ثبوت انبیاء کرام علیہم السلام کا وہ طرز عمل ہے جو وہ مختلف مصائب وآلام میں اختیار کرتے تھے، چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو جب برادران یوسف علیہ السلام نے بتایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھیڑیے نے کھالیا ہے تو انھوں نے کہا: ﴿فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَّاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ﴾ پھر جب ان کے دوسرے بھائی کے بارے میں انھیں بتایا گیا کہ بادشاہ نے اسے چوری کے الزام میں گرفتار کرلیا ہے تو تب بھی انھوں نے یہی کہا: ﴿فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّأْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا﴾ اس کے بعد انھوں نے کہا: ﴿إِنَّمَا أَشْكُوْ بَثِّيْ وَحُزْنِيْ إِلَى اللّٰهِ﴾ ''میں اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ کے سوا کسی سے نہیں کرتا۔''

اسی طرح حضرت ایوب علیہ السلام بھی اپنے دورِ ابتلاء میں اللہ تعالیٰ کو ہی پکارتے رہے اور بار بار یہ دعا کرتے رہے: ﴿أَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ﴾

اور حضرت یونس علیہ السلام سمندر کی گہرائی اور مچھلی کے پیٹ میں یوں دعا کرتے رہے:

﴿لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ﴾

اس سے یہ ثابت ہوا کہ پریشانیوں اور آزمائشوں میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا قطعا صبر کے منافی نہیں بلکہ یہی

---

[1] صحیح البخاری: 1283، صحیح مسلم: 926

ہر مومن مرد اور مومنہ عورت سے مطلوب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی سے دعا کرے کہ وہ اسے تمام آزمائشوں سے نجات دے کیونکہ اس کے علاوہ کسی کے پاس اس کا اختیار نہیں۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿قُلْ مَن يُنَجِّيكُم مِّن ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً لَّئِنْ أَنجَانَا مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ☆ قُلِ اللَّهُ يُنَجِّيكُم مِّنْهَا وَمِن كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنتُمْ تُشْرِكُونَ﴾ ①

''کہہ دیجئے کہ بحر وبر کی تاریکیوں میں تمھیں کون نجات دیتا ہے؟ اس کو تم عاجزی سے اور چپکے چپکے پکارتے ہو کہ اگر اس نے ہمیں ان سے نجات دے دی تو ہم ضرور شکر کرنے والوں میں سے ہونگے۔ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی تمھیں اس مصیبت سے اور ہر شدت سے نجات دیتا ہے، پھر بھی تم اس کا شریک بناتے ہو۔''

اسی طرح اس کا ارشاد ہے: ﴿أَمَّن يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ أَإِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ﴾ ②

''بھلا کون ہے جو لاچار کی فریاد رسی کرتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے اور (کون) تمھیں زمین کا جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ تم کم ہی نصیحت حاصل کرتے ہو۔''

لہٰذا ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہم سب کو تمام مصائب وآلام اور ہر آزمائش سے محفوظ رکھے اور ہمیں دنیا وآخرت کی سعادت نصیب کرے۔ آمین

دوسرا خطبہ

پہلے خطبہ میں آپ نے ''صبر'' کی ضرورت واہمیت، فضیلت اور اس کے ثمرات وفوائد کے بارے میں ہماری چند گذارشات قرآن وحدیث کی روشنی میں سماعت کیں اور یہ وہ صبر تھا جو آزمائشوں اور مصیبتوں میں ہر مسلمان کو کرنا چاہئے۔ اِس کے علاوہ صبر کی دو قسمیں اور بھی ہیں:

پہلی قسم ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری پر ہر حال میں قائم رہنا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا ☆ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ☆ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا﴾ ③

''لہٰذا آپ اپنے رب کے حکم کے مطابق صبر کیجئے اور ان میں سے کسی گناہگار یا ناشکرے کی بات مت مانئے۔ اور صبح وشام اپنے رب کا نام ذکر کیجئے اور رات کو بھی اس کے حضور سجدہ کیجئے۔ اور رات کے طویل اوقات

① الأنعام 6: 63-64 ② النمل 27: 62 ③ الإنسان 76: 24-26

میں اس کی تسبیح کیجیے۔"

نیز فرمایا: ﴿وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ﴾ ①

"آپ کی طرف جو وحی کی جاتی ہے اس کی اتباع کیجیے اور صبر کیجیے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔"

اسی طرح اس کا فرمان ہے: ﴿رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ﴾ ②

"وہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا مالک ہے، لہٰذا اسی کی عبادت کیجیے اور اس کی عبادت پر ڈٹے رہیے۔"

نیز فرمایا: ﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ ③

"اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجیے اور خود بھی اس پر جمے رہیے۔"

اور دوسری قسم ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اجتناب کرنے پر ڈٹے رہنا۔

امام ابن القیمؒ کہتے ہیں:

"صبر کی تین قسمیں ہیں: اوامر الٰہی پر ہمیشہ عمل کرتے رہنا، اس کی نواہی سے ہمیشہ پرہیز کرنا اور قضاء وقدر پر ناراضگی کا اظہار نہ کرنا۔"④

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو صبر کی ان تینوں اقسام پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

---

① یونس10 : 109

② مریم19 : 65

③ طٰه20 : 132

④ مدارج السالکین:165/1

نمازنفل کے فضائل ومسائل (۱)

اہم عناصر خطبہ:

① نفل کا مفہوم ② نمازنفل کے فضائل

③ نمازنفل کے بعض مسائل ④ نمازنفل کی اقسام

⑤ فرائض سے پہلے اوران کے بعد مؤکدہ وغیر مؤکدہ سنتیں

⑥ نماز چاشت

برادران اسلام ! نماز اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے، نماز آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سکون پہنچاتی ہے اور نماز بے حیائی اور برائی سے منع کرتی ہے۔ آج کا خطبۂ جمعہ نمازِ نفل کے فضائل ومسائل اور اس کی بعض انواع کے بارے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو پابندی کے ساتھ فرائض ونوافل کو ادا کرنے کی توفیق دے۔

❶ نفل کا مفہوم:

نفل اس کام کو کہتے ہیں جو مسلمان پر فرض نہ ہو اور وہ اسے اپنی خوشی سے انجام دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ﴾[1]

''اور جو شخص اپنی خوشی سے زیادہ بھلائی کرے تو یہ اس کیلئے بہتر ہے''

اس مفہوم کے اعتبار سے نمازنفل میں ہر وہ نماز آتی ہے جو فرض نہ ہو۔ مثلا فرائض سے پہلے اور ان کے بعد دائمی سنتیں، نماز وتر، نماز چاشت اور تہجد وغیرہ۔

❷ نمازنفل کے فضائل

① نمازنفل فرض نمازوں کو مکمل اوران کے نقص کو پورا کرتی ہے۔

اگر فرض نمازوں میں کوئی کمی رہ جائے مثلا نماز مکمل خشوع وخضوع کے ساتھ نہ پڑھی جائے، یا اس کی بعض

---

① البقرة2: 184

سنتیں یا بعض مستحب امور چھوٹ جائیں تو نمازِ نفل فرض نمازوں کے اس طرح کے نقص کو پورا کردیتی ہے۔

حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَلَاتُهُ ، فَإِنْ كَانَ أَتَمَّهَا كُتِبَتْ لَهُ تَامَّةً ، وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ أَتَمَّهَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِمَلَائِكَتِهِ :اُنْظُرُوْا هَلْ تَجِدُوْنَ لِعَبْدِيْ مِنْ تَطَوُّعٍ فَتُكْمِلُوْنَ بِهَا فَرِيْضَتَهُ ، ثُمَّ الزَّكَاةُ كَذٰلِكَ ، ثُمَّ تُؤْخَذُ الْأَعْمَالُ عَلٰى حَسَبِ ذٰلِكَ»①

’’روزِ قیامت بندے سے جس چیز کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا وہ ہے اس کی نماز۔ اگر اس نے اسے مکمل کیا ہوگا تو وہ اس کیلئے مکمل لکھ دی جائے گی۔ اور اگر اس نے اسے مکمل نہیں کیا ہوگا تو اللہ تعالی فرشتوں کو حکم دے گا: ذرا دیکھو، میرے بندے نے کوئی نفل نماز بھی پڑھی تھی یا نہیں؟ (اگر نفل نماز پڑھی تھی تو) اس کے ذریعے اس کی فرض نمازوں کو مکمل کر دو۔ پھر زکاۃ کا اور اس کے بعد باقی تمام اعمال کا حساب بھی اسی طرح سے لیا جائے گا۔‘‘

یہ نمازِ نفل کا بہت بڑا فائدہ ہے کیونکہ ہم میں سے ہر شخص کی فرض نمازوں میں کوئی نہ کوئی کمی کوتاہی رہ ہی جاتی ہے خصوصا خشوع وخضوع میں۔ چنانچہ ہم اُس یکسوئی اور توجہ کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے جس کا ہم سے مطالبہ کیا گیا ہے۔ اور خشوع وخضوع ہی وہ چیز ہے جس کے ساتھ نماز میں لذت محسوس ہوتی ہے اور اسی سے نماز راحت وسکون کا بڑا ذریعہ بنتی ہے۔

② نمازِ نفل کے ذریعے درجات بلند ہوتے اور گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«عَلَيْكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ ، فَإِنَّكَ لَا تَسْجُدُ لِلّٰهِ سَجْدَةً إِلَّا رَفَعَكَ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً ، وَحَطَّ عَنْكَ بِهَا خَطِيْئَةً»②

’’تم زیادہ سے زیادہ سجدے کیا کرو، کیونکہ تم اللہ تعالی کی رضا کیلئے ایک سجدہ کرو گے تو وہ اس کے بدلے تمہارا ایک درجہ بلند کردے گا اور تمہارا ایک گناہ مٹا دے گا۔‘‘

---

① سنن أبی داؤد : 864 ، سنن ابن ماجه :1425۔وصححه الألبانی

② صحیح مسلم : 488

کثرتِ سجود سے مراد فرائض کے علاوہ نماز نفل کثرت سے پڑھنا ہے تاہم یہ بات ذہن میں رہے کہ نوافل کی ادائیگی میں بھی مسلمان کو نبی کریم ﷺ کا اسوۂ حسنہ اپنے سامنے رکھنا چاہیے، کیونکہ تمام تر خیر وبھلائی صرف اس عمل میں ہے جو نبی کریم ﷺ کی سنت طیبہ کے مطابق ہو۔ اور جو شخص نبی کریم ﷺ کی سنت مبارکہ کو مدنظر نہ رکھے اور آپ ﷺ سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے وہ گویا یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ سے زیادہ متقی اور پرہیز گار ہے حالانکہ آپ ﷺ سے زیادہ متقی اور پرہیز گار کوئی نہیں۔

③ کثرتِ نوافل نبی کریم ﷺ کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کے اسباب میں سے ایک سبب ہے

حضرت ربیعہ بن کعب الأسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس رات گذارتا تھا۔ ایک رات میں آپ کے پاس وضو کا پانی اور آپ کی ضرورت کی اشیاء لایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم سوال کرو'' میں نے کہا: میں آپ سے اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ میں جنت میں آپ کے ساتھ داخل ہوں! آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی اور سوال؟ میں نے کہا: بس یہی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: «فَأَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ» ①

''تم کثرتِ سجود کے ذریعے اپنے نفس پر میری مدد کرو۔''

اس حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے اپنے اس پیارے صحابی کو جو رسول اکرم ﷺ کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کا خواہشمند تھا اس بات کی وصیت فرمائی کہ وہ کثرت سے سجدے کرے۔ یعنی فرض نمازوں کو پابندی سے ادا کرنے کے ساتھ ساتھ وہ نوافل کثرت سے پڑھے جو نبی کریم ﷺ سے ثابت ہوں۔

④ نماز نفل جہاد کے بعد بدنی نوافل میں سب سے افضل عمل ہے

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«اِسْتَقِيْمُوْا وَلَنْ تُحْصُوْا وَاعْلَمُوْا أَنَّ خَيْرَ أَعْمَالِكُمْ الصَّلَاةُ، وَلَا يُحَافِظُ عَلَى الْوُضُوْءِ إِلَّا مُؤْمِنٌ» ②

''تم استقامت اختیار کرو۔ اور تم ہرگز اس کی طاقت نہیں رکھو گے۔ اور اس بات پر یقین کر لو کہ تمہارا بہترین عمل نماز پڑھنا ہے۔ اور ایک سچا مومن ہی ہمیشہ وضو کی حالت میں رہتا ہے۔''

---

① صحیح مسلم: 489

② سنن ابن ماجہ: 277۔ وصححہ الألبانی

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے نماز کو سب سے بہتر عمل قرار دیا ہے۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ کی سنت مبارکہ کو سامنے رکھتے ہوئے نماز کا خصوصی اہتمام کرنا چاہئے۔

⑤ نمازِ نفل گھر میں برکت لاتی ہے

نمازِ نفل کی ادائیگی کی بہترین جگہ اپنا گھر ہے۔ اس لئے اسے اپنے گھر میں ادا کرنا چاہئے، کیونکہ اس سے گھر میں برکت آتی ہے۔

جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِذَا قَضٰى أَحَدُكُمْ الصَّلَاةَ فِيْ مَسْجِدِهٖ فَلْيَجْعَلْ لِبَيْتِهٖ نَصِيبًا مِنْ صَلَاتِهٖ ، فَإِنَّ اللّٰهَ جَاعِلٌ فِيْ بَيْتِهٖ مِنْ صَلَاتِهٖ خَيْرًا»[①]

''تم میں سے کوئی شخص جب مسجد میں نماز پڑھے تو وہ اپنی نماز میں سے کچھ حصہ اپنے گھر کیلئے بھی رکھے، کیونکہ گھر میں کچھ نماز ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ گھر میں خیر وبھلائی لاتا ہے۔''

جبکہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«فَصَلُّوْا أَيُّهَا النَّاسُ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ، فَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهٖ إِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ»

''اے لوگو! تم اپنے گھروں میں بھی نماز پڑھا کرو، کیونکہ آدمی کی سب سے افضل نماز وہ ہے جسے وہ اپنے گھر میں ادا کرے، سوائے فرض نماز کے۔''

صحیح مسلم میں اس حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

«فَعَلَيْكُمْ بِالصَّلَاةِ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ، فَإِنَّ خَيْرَ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهٖ إِلَّا الصَّلَاةُ الْمَكْتُوْبَةُ»[②]

''تم اپنے گھروں میں بھی نماز ضرور پڑھا کرو، کیونکہ آدمی کی بہترین نماز وہ ہے جو وہ اپنے گھر میں پڑھے، سوائے فرض نماز کے۔''

اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«اِجْعَلُوْا فِيْ بُيُوْتِكُمْ مِنْ صَلَاتِكُمْ ، وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا»[③]

---

① صحیح مسلم :778
② صحیح البخاري:731، صحیح مسلم :781
③ صحیح البخاري:432، صحیح مسلم : 777

''تم کچھ نماز اپنے گھروں میں ادا کیا کرو اور انہیں قبرستان مت بناؤ۔''

⑥ نفلی عبادت بندے کی طرف اللہ تعالیٰ کی محبت کھینچ لاتی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ : مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ أَحَبَّ إِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُهُ عَلَیْهِ، وَ مَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ إِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ، وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ، وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِیْ لَأُعْطِیَنَّهُ وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِیْ لَأُعِیْذَنَّهُ»[①]

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو شخص میرے دوست سے دشمنی کرتا ہے میں اس کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔ اور میرا بندہ سب سے زیادہ میرا تقرب اس چیز کے ساتھ حاصل کر سکتا ہے جسے میں نے اس پر فرض کیا ہے۔ (یعنی فرائض کے ساتھ میرا تقرب حاصل کرنا ہی مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔) اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کر لیتا ہوں۔ پھر جب میں اس سے محبت کر لیتا ہوں تو میں اس کا کان جس کے ذریعے وہ سنتا ہے' اس کی آنکھ جس کے ذریعے وہ دیکھتا ہے' اس کا ہاتھ جس کے ذریعے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں جس کے ذریعے وہ چلتا ہے ان تمام اعضاء کو اپنی اطاعت میں لگا دیتا ہوں۔ اور اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اسے ضرور بالضرور عطا کروں گا۔ اور اگر وہ میری پناہ طلب کرے تو میں یقیناً اسے پناہ دوں گا۔''

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ فرائض پر ہمیشگی کرنے سے بندے کو اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہوتی ہے۔ فرائض کے بعد نفلی نماز، نفلی روزہ، صدقہ، نفلی حج اور اس کے علاوہ باقی نفلی عبادات پر ہمیشگی کرنے سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہوتا ہے۔

⑦ نفلی نماز سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا ہوتا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو (اتنا طویل) قیام فرماتے کہ آپ کے پاؤں مبارک پھٹنے لگتے۔ میں عرض کرتی، اے اللہ کے رسول! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی

---

① صحیح البخاری:6502

اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف فرما دی ہیں؟

تو آپ ﷺ ارشاد فرماتے: «اَفَلَا أَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا» ①

''کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟''

اسی طرح حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اتنا لمبا قیام فرمایا کہ آپ کے پاؤں مبارک پر ورم ہو گیا۔ آپ سے کہا گیا کہ اللہ تعالی نے آپ کی اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف کر دی ہیں، پھر بھی آپ اتنا لمبا قیام کرتے ہیں! تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«اَفَلَا أَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا» ''کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟'' ②

لہٰذا ہمیں بھی اللہ تعالی کی بے شمار نعمتوں اور اس کے ان گنت احسانات پر اس کا شکر گذار ہونا چاہئے اور شکر کا اظہار ہمیں بھی اسی طرح کرنا چاہئے جیسا کہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کرتے تھے۔

نمازِ نفل کے متعلق بعض مسائل

محترم حضرات! نمازِ نفل کے بعض فضائل کے بعد اب اس کے بعض مسائل بھی سن لیجئے۔

① نمازِ نفل بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی رات کی نماز کے بارے میں بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ رات کو نو رکعات پڑھتے جن میں نماز وتر شامل ہوتی۔ آپ ﷺ کھڑے ہو کر لمبا قیام فرماتے اور پھر بیٹھ کر بھی لمبی نماز پڑھتے اور جب آپ کھڑے ہو کر قراءت کرتے تو رکوع وسجود میں بھی قیام کی حالت سے جاتے۔ اور جب آپ بیٹھ کر قراءت کرتے تو رکوع وسجود بھی بیٹھ کر کرتے ...... ③

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی بیان فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی رات کی نماز میں بیٹھ کر قراءت کرتے ہوئے نہیں دیکھا یہاں تک کہ آپ ﷺ جب عمر رسیدہ ہو گئے تو بیٹھ کر قراءت فرماتے۔ یہاں تک کہ جب کسی سورت کی تیس چالیس آیات باقی ہوتیں تو آپ کھڑے ہو جاتے اور ان کی قراءت کر کے رکوع میں چلے جاتے۔ ④

---

① صحیح البخاری: 4873، صحیح مسلم: 2820

② صحیح البخاری: 4836، صحیح مسلم: 2819

③ صحیح مسلم: 730

④ صحیح البخاری: 1118، 1119، صحیح مسلم 1148

لیکن جب طاقت موجود ہو تو کھڑے ہو کر نماز پڑھنا افضل ہے۔جیسا کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«صَلَاةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا نِصْفُ الصَّلَاةِ»①

''کسی شخص کا بیٹھ کر نماز پڑھنا آدھی نماز ہے۔''

یعنی بیٹھ کر نماز پڑھنے سے اسے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی نسبت آدھا اجر ملتا ہے۔اس لئے مکمل اجر کے حصول کیلئے نماز نفل کھڑے ہو کر ہی پڑھنی چاہئے۔

اسی طرح حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنْ صَلّٰى قَائِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ، وَمَنْ صَلّٰى قَاعِدًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ، وَمَنْ صَلّٰى نَائِمًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَاعِدِ»②

''اگر وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو یہ افضل ہے۔اور جو شخص بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے اسے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کا آدھا اجر ملتا ہے۔اور جو آدمی لیٹ کر نماز پڑھتا ہے اسے بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا آدھا ثواب ملتا ہے۔''

④ حالتِ سفر میں سواری پر نفل نماز پڑھنا جائز ہے چاہے سفر لمبا ہو یا مختصر

سواری پر نفل نماز پڑھنا درست ہے چاہے وہ کار ہو یا جہاز ہو، کشتی ہو یا کوئی اور سواری ہو۔لیکن فرض نماز کیلئے سواری سے اترنا لازم ہے الا یہ کہ اس سے اترنا ناممکن ہو۔جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سفر کے دوران سواری کا رخ جس طرف بھی ہوتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر ہی نماز پڑھ لیتے تھے۔آپ رات کی نماز میں اپنے سر سے اشارہ کرتے۔ہاں البتہ فرض نمازیں سواری پر نہیں پڑھتے تھے۔اسی طرح نماز وتر بھی سواری پر ہی پڑھ لیتے تھے۔③

اسی طرح کی ایک حدیث حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے جو بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ سفر کی حالت میں آپ کی سواری کا رخ چاہے کسی طرف بھی ہوتا آپ رات کی نفل نماز

---

① صحیح مسلم :735 ② صحیح البخاری :1115

③ صحیح البخاری :999، 1000، 1095، 1089، 1105، صحیح مسلم :700

اپنی سواری کی پیٹھ پر بیٹھے ہوئے ہی پڑھ لیتے تھے۔[۱]

تاہم جب سواری پر نماز پڑھنی ہو تو نمازی کو چاہئے کہ وہ تکبیرِ تحریمہ کہتے ہوئے اپنا رخ قبلہ کی طرف کر لے۔جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب حالتِ سفر میں ہوتے اور نفل نماز پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو اپنی اونٹنی کا رخ قبلہ کی جانب کر لیتے ، پھر تکبیر تحریمہ کہتے ، اس کے بعد سواری کا رخ جس طرف بھی ہوتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے رہتے۔[۲]

③ نمازنفل اپنے گھر میں پڑھنا افضل ہے

نمازنفل مسجد میں ، گھر میں اور ہر پاکیزہ مقام (جیسے صحراء وغیرہ) پر پڑھی جا سکتی ہے لیکن گھر میں پڑھنا افضل ہے ، سوائے اس نفل نماز کے جس کی جماعت مشروع ہے مثلا نماز تراویح جسے مسجد میں باجماعت پڑھنا افضل ہے۔

چنانچہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«فَإِنَّ أَفْضَلَ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ »[۳]

’’ آدمی کی بہترین نماز وہ ہے جسے وہ اپنے گھر میں ادا کرے سوائے فرض نماز کے۔‘‘

④ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب نفلی عبادت وہ ہے جو ہمیشہ ادا کی جائے

اللہ تعالی کو اعمال میں سے سب سے محبوب عمل وہ ہے جسے اس کا کرنے والا ہمیشہ کرتا رہے اگر چہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میرے پاس بنو اسد کی ایک عورت بیٹھی تھی ، اسی دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کون ہے ؟ میں نے کہا : یہ فلاں عورت ہے، رات کو نہیں سوتی اور یہ اپنی نماز کا تذکرہ کر رہی تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَهْ ، عَلَيْكُمْ مَّا تُطِيْقُوْنَ مِنَ الْأَعْمَالِ ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا »

’’ٹھہر جاؤ ، تم اتنا عمل کیا کرو جتنا تمہاری طاقت میں ہو کیونکہ اللہ تعالی نہیں اکتا تا یہاں تک کہ تم خود اکتا جاؤ۔‘‘

---

① صحیح البخاری :1093 ، 1104 ، صحیح مسلم :701

② سنن أبی داؤد :1225-وحسنه الحافظ ابن حجر فی بلوغ المرام :228

③ صحیح البخاری :731 ، صحیح مسلم :781

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہی عمل سب سے زیادہ محبوب تھا جسے اس کا کرنے والا ہمیشہ کرتا رہے۔ ①

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ دو ستونوں کے درمیان ایک رسی باندھی ہوئی ہے۔ آپ نے پوچھا: یہ رسی کیسی ہے؟ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا:

یہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کیلئے ہے جو نماز پڑھتی ہیں اور جب تھک جاتی ہیں تو اسی رسی کا سہارا لے لیتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«لَا ، حُلُّوْهُ ، لِيُصَلِّ أَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ ، فَإِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ»

''نہیں، اسے کھول دو۔ اور تم میں سے ہر شخص اس وقت تک نماز پڑھے جب تک کہ وہ چست ہو۔ اور جب تھک جائے تو وہ بیٹھ جائے۔'' ②

جبکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّيْنَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ ، فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا، وَأَبْشِرُوْا ، وَاسْتَعِيْنُوْا بِالْغُدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ» ③

''دین (اسلام) یقیناً آسان ہے۔ اور جو شخص دین میں سختی کرے گا دین اس پر غالب آجائے گا۔ لہٰذا تم (افراط وتفریط سے بچتے ہوئے) درمیانی راہ اختیار کرو، قریب رہو اور خوش ہو جاؤ۔ اور صبح، شام اور کچھ رات کے حصے میں عبادت کر کے مدد طلب کرو۔''

دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«سَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا، وَاغْدُوْا وَرُوْحُوْا، وَشَيْئًا مِّنَ الدُّلْجَةِ، وَالْقَصْدَ الْقَصْدَ تَبْلُغُوْا» ④

''تم میانہ روی اختیار کرو۔ (اعتدال کے) قریب رہو۔ صبح کے وقت بھی عبادت کرو اور شام کے وقت (دوپہر کے بعد) بھی۔ اسی طرح رات کے کچھ حصے میں بھی عبادت کرو۔ اور میانہ روی ہی اختیار کرو تاکہ تم منزل مقصود تک پہنچ جاؤ۔''

ان تمام احادیث میں عمل صالح پر ہمیشگی کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اور ان میں اس بات کی دلیل بھی ہے

---

① صحیح البخاری: 1151، 785
② صحیح البخاری:1150، صحیح مسلم :784
③ صحیح البخاری :39
④ صحیح البخاری : 6463

کہ عبادت میں میانہ روی اختیار کی جائے اور سختی اور تشدد سے اجتناب کیا جائے۔

⑤ نمازِ نفل کبھی کبھی جماعت کے ساتھ پڑھی جاسکتی ہے

نمازِ نفل کبھی کبھی باجماعت ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب لمبی نماز پڑھائی یہاں تک کہ میں نے برا ارادہ کرلیا۔ان سے پوچھا گیا کہ کس چیز کا ارادہ کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ بیٹھ جاؤں اور چھوڑ کر چلا جاؤں۔ ①

اسی طرح حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک رات میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے سورۃ البقرۃ شروع کردی۔ میں نے دل میں کہا: شاید آپ سو آیات پڑھ کر رکوع کریں گے لیکن آپ نے قراءت جاری رکھی۔ میں نے دل میں کہا: شاید آپ اسے دو رکعات میں مکمل کریں گے لیکن آپ نے پھر بھی قراءت جاری رکھی۔ میں نے دل میں کہا: شاید اسے مکمل کرکے رکوع میں چلے جائیں گے لیکن آپ نے اسے ختم کرکے سورۃ النساء شروع کردی اور اسے بھی ختم کردیا۔ پھر آپ نے سورۃ آل عمران شروع کردی اور اسے بھی ختم کردیا۔آپ ٹھہر ٹھہر کر قراءت کررہے تھے۔ جب کسی تسبیح والی آیت سے گذرتے تو وہاں تسبیح پڑھتے اور جب سوال والی آیت سے گذرتے تو وہاں سوال کرتے۔ اور جب پناہ والی آیت سے گذرتے تو وہاں پناہ طلب کرتے ...... ②

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی نانی حضرت ملیکۃ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی جو انہوں نے خود تیار کیا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اس میں سے کچھ کھایا۔ پھر فرمایا:

«قُوْمُوْا فَأُصَلِّيَ لَكُمْ» ''کھڑے ہو جاؤ، میں تمہیں نماز پڑھاؤں۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک چٹائی بچھائی جو طویل عرصے سے پڑی سیاہ ہو چکی تھی۔ میں نے اسے پانی کے ساتھ دھو دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے ہوگئے۔ میں اور ایک یتیم (ہم دونوں) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف بنائی اور بوڑھی نانی جان ہمارے پیچھے کھڑی ہوگئیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو رکعات پڑھائیں اور پھر چلے گئے۔ ③

---

① صحیح البخاری :1135، صحیح مسلم :773 ② صحیح مسلم :772

③ صحیح البخاری:380، صحیح مسلم :658-واللفظ لمسلم

ان تمام احادیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ ماہِ رمضان المبارک کی نمازِ تراویح کے علاوہ بھی نفل نماز باجماعت پڑھی جاسکتی ہے لیکن اسے ہمیشہ کیلئے عادت بنانا درست نہیں ہے، کبھی کبھی ایسے کیا جاسکتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کی اکثر وبیشتر نفل نماز اکیلے ہی ہوتی تھی۔

نمازِ نفل کی بعض اقسام

حضرات! نمازِ نفل کے بعض فضائل ومسائل کے بعد اب آیئے اس کی بعض اقسام کا تذکرہ قدرے تفصیل کے ساتھ سن لیجئے۔

① فرائض کے ساتھ مؤکدہ سنتیں

نمازِ نفل کی سب سے پہلی قسم فرائض سے پہلے اور اس کے بعد مؤکدہ سنتوں کی ہے اور وہ بارہ رکعات ہیں جیسا کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ صَلّٰى اثْنَتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً فِيْ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ»

''جو شخص دن اور رات میں بارہ رکعات پڑھتا ہے اس کیلئے جنت میں ایک گھر بنا دیا جاتا ہے۔''

اور دوسری روایت میں اس حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

«مَا مِنْ عَبْدٍ مُّسْلِمٍ يُصَلِّيْ لِلّٰهِ كُلَّ يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَ فَرِيْضَةٍ إِلَّا بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ أَوْ بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ»

''جو مسلمان بندہ ہر دن اللہ تعالی کی رضا کیلئے بارہ رکعات نفل (جو کہ فرض نہیں) ادا کرتا ہے اللہ تعالی اس کیلئے جنت میں ایک گھر بنا دیتا ہے۔ یا اس کیلئے جنت میں ایک گھر بنا دیا جاتا ہے۔''

یہ حدیث بیان کر کے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

(مَاتَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ)

''میں نے جب سے ان بارہ رکعات کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث سنی ہے تب سے انہیں کبھی نہیں چھوڑا۔''①

ان بارہ رکعات کی تفصیل سنن الترمذی میں موجود ہے۔ چنانچہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول

① صحیح مسلم :728

اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ صَلّٰى فِيْ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ: أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ»①

''جو شخص دن اور رات میں بارہ رکعات پڑھتا ہے اس کیلئے جنت میں ایک گھر بنا دیا جاتا ہے: ظہر سے پہلے چار اور اس کے بعد دو، مغرب کے بعد دو، عشاء کے بعد دو اور فجر سے پہلے دو رکعات۔''

یاد رہے کہ ایک روایت میں ظہر کے بعد بھی چار رکعات پڑھنے کی فضیلت ذکر کی گئی ہے جیسا کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ حَافَظَ عَلٰى أَرْبَعِ رَكْعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَأَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ»

''جو آدمی ظہر سے پہلے چار رکعات اور اس کے بعد بھی چار رکعات پر ہمیشگی کرتا ہے اسے اللہ تعالی جہنم کی آگ پر حرام کر دیتا ہے۔''②

فرض نمازوں کی غیر مؤکدہ سنتیں

① عصر سے پہلے چار رکعات

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« رَحِمَ اللّٰهُ امْرَءًا صَلّٰى قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا »③

''اللہ تعالی اس شخص پر رحم فرمائے جس نے عصر سے پہلے چار رکعات ادا کیں۔''

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عصر سے پہلے چار رکعات پڑھنا سنت ہے لیکن یہ سنن مؤکدہ میں سے نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ان پر ہمیشگی نہیں کی۔

② مغرب سے پہلے دو رکعات

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اکرم ﷺ کی موجودگی میں غروب شمس کے بعد اور مغرب

① سنن الترمذی :415۔ وصححه الألبانی

② أحمد فی المسند: 6/326، سنن أبی داؤد : 1269، سنن الترمذی: 427 وقال:حدیث حسن ، والنسائی:1814، وابن ماجه :1160، وصححه الألبانی

③ سنن أبی داؤد :1271، الترمذی :430وقال :حدیث حسن ، وصححه الألبانی

کی نماز سے پہلے دو رکعات پڑھتے تھے۔ ①

دوسری روایت میں ان کا بیان ہے کہ ہم مدینہ منورہ میں تھے اور جب مؤذن اذان کہتا تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جلدی جلدی ستونوں کی طرف جاتے اور دو رکعات ادا کرتے یہاں تک کہ جب باہر سے آنے والا کوئی شخص مسجد کے اندر پہنچتا تو وہ یہ سمجھتا کہ مغرب کی نماز پڑھی جا چکی ہے کیونکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی تعداد یہ دو رکعات پڑھتی تھی۔ ②

ایک روایت میں ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مغرب سے پہلے دو رکعات ادا کیں۔ ③

یہ تمام احادیث اس بات کی دلیل ہیں کہ مغرب سے پہلے دو رکعات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی، فعلی اور تقریری سنت ہے۔

④ عشاء سے پہلے دو رکعات

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ ، بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ» قال في الثالثة : «لِمَنْ شَاءَ» ④

''ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے، ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ (پھر تیسری بار فرمایا:) جو چاہے پڑھے۔'' دو اذانوں سے مراد اذان اور اقامت ہے۔

فجر کی دو سنتوں کے متعلق بعض امور

فجر سے پہلے دو رکعات تمام سنن مؤکدہ میں سے سب سے زیادہ اہم ہیں اور ان کے متعلق چند ضروری امور یہ ہیں:

① نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان دو رکعات کا شدت سے اہتمام کرتے تھے جو ان کی عظمت کی دلیل ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نوافل میں جتنا اہتمام فجر کی دو رکعات کا کرتے تھے اتنا کسی اور نفل نماز کا نہیں کرتے تھے۔ ⑤

---

① صحيح مسلم :836 ② صحيح البخاري :625، صحيح مسلم :837

③ ابن حبان :457/3، برقم:1588- وقال شعيب الأرناؤط:إسناده على شرط مسلم

④ صحيح البخاري : 624 ⑤ صحيح البخاري : 1169، صحيح مسلم :724

② نبی کریم ﷺ نے خصوصی طور پر ان دو رکعات کی فضیلت بیان فرمائی جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا»①

''فجر کی دو رکعات دنیا اور اس کے اندر جو کچھ ہے اس سے بہتر ہیں۔''

③ فجر کی دوسنتوں میں تخفیف کرنا مسنون ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی فرض نماز سے پہلے دو رکعات میں اس قدر تخفیف فرماتے کہ میں (دل میں) یہ کہتی کہ پتہ نہیں آپ ﷺ نے سورت فاتحہ بھی پڑھی ہے یا نہیں!②

④ ان کا وقت اذان اور اقامت کے درمیان ہے جیسا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب مؤذن فجر کی اذان کہہ کر خاموش ہوتا اور صبح صادق ظاہر ہو جاتی تو نبی کریم ﷺ اقامت سے پہلے ہلکی سی دو رکعات پڑھتے تھے۔③

⑤ فجر کی دوسنتوں میں سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص کا پڑھنا مسنون ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی دو رکعات میں سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص پڑھتے تھے۔④

یا پہلی رکعت میں سورۃ البقرۃ کی آیت (۱۳۶) ﴿قُوْلُوْا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا ...﴾ اور دوسری رکعت میں سورت آل عمران کی آیت (۵۲) ﴿آمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾ پڑھتے تھے۔ جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی دو رکعتوں میں ﴿قُوْلُوْا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا ...﴾ اور ﴿تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾ پڑھتے تھے۔⑤

⑥ فجر کی سنتوں کے بعد لیٹنا مسنون ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب فجر کی سنتیں پڑھ لیتے تو اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جاتے تھے۔⑥

⑦ فجر کی سنتوں کی قضا: جس شخص کی فجر کی سنتیں رہ جائیں وہ فجر کی فرض نماز کے بعد یا سورج کے بلند ہونے کے بعد انہیں پڑھ سکتا ہے۔ حضرت قیس بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (مسجد میں) تشریف لائے۔ نماز کی اقامت کہی گئی۔ میں نے آپ ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی۔ پھر آپ ﷺ (گھر کو)

---

① صحیح مسلم :725
② صحیح البخاری :1171، صحیح مسلم :724
③ صحیح البخاری :618، صحیح مسلم :723
④ صحیح مسلم :726
⑤ صحیح مسلم :727
⑥ صحیح البخاری :1160، صحیح مسلم 736

جانے لگے تو آپ نے مجھے دیکھا کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

« مَهْلًا يَا قَيْسُ ! أَصَلَاتَانِ مَعًا ؟ » ''ٹھہر جاؤ قیس ! کیا دو نمازیں ایک ساتھ؟''

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں! آپ ﷺ نے فرمایا: « فَلَا إِذَنْ » ''تب کوئی بات نہیں۔''①

جبکہ حضرت قیس رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس نے فجر کی نماز ہونے کے بعد دو رکعات ادا کیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«صَلَاةُ الصُّبْحِ رَكْعَتَانِ» ''نمازِ فجر کی صرف دو رکعات ہیں''

ابن ماجہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: « أَصَلَاةُ الصُّبْحِ مَرَّتَيْنِ ؟ »

'' کیا تم نے فجر کی نماز دو مرتبہ ادا کی ہے؟''

اس نے کہا: میں نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں، اب وہی سنتیں میں نے ادا کی ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی۔②

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ لَّمْ يُصَلِّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيُصَلِّهِمَا بَعْدَ مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ»③

''جو شخص فجر کی دو رکعات نہ پڑھ سکا، وہ طلوعِ آفتاب کے بعد انہیں ادا کرلے۔''

اس کے علاوہ نبی کریم ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے کہ جب آپ سفر میں نماز فجر کے وقت سوئے رہ گئے تو آپ ﷺ نے فجر کی سنتیں بھی قضا کیں اور انہیں فرض نماز سے پہلے ادا کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرض نماز ادا فرمائی۔ اور یہ سورج کے بلند ہونے کے بعد تھا۔④

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ فجر کی سنتیں نیند کی وجہ سے نہیں پڑھ سکے تھے۔ اس لئے آپ ﷺ نے انہیں طلوعِ آفتاب کے بعد قضا کیا۔⑤

---

① سنن الترمذی :422- وصححه الألبانی

② سنن أبی داؤد : 1267 ، سنن ابن ماجه :1154 وصححه الألبانی

③ سنن الترمذی :423، ابن حبان :4272 وغيرهما - وصححه الألبانی

④ صحيح مسلم :681

⑤ سنن ابن ماجه : 1155- وصححه الألبانی

جمعہ سے پہلے اور اس کے بعد......

جمعہ سے پہلے مسلمان مطلق نفل نماز پڑھ سکتا ہے اور اس کی کوئی مقدار متعین نہیں کی گئی۔ بلکہ امام کے منبر پر آنے تک اسے نفل نماز اور ذکر وغیرہ میں مشغول رہنا چاہئے۔ جیسا کہ حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«لاَ يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ، وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهِ، أَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيْبِ بَيْتِهِ، ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ، ثُمَّ يُصَلِّي مَا كُتِبَ لَهُ، ثُمَّ يُنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الْإِمَامُ، إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى» ①

''جو آدمی جمعہ کے دن غسل کرے، حسب استطاعت پوری طہارت کرے اور تیل لگائے یا اپنے گھر والوں کی خوشبو لگائے، پھر (مسجد میں پہنچ کر) دو آدمیوں کو جدا جدا نہ کرے (جہاں جگہ مل جائے وہیں بیٹھ جائے) پھر وہ نماز ادا کرے جتنی اس کے (مقدر میں) لکھی گئی ہے۔ پھر جب امام خطبہ دے تو وہ خاموشی سے سنے تو دوسرے جمعہ تک اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔''

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«مَنِ اغْتَسَلَ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ، فَصَلّٰى مَا قُدِّرَ لَهُ، ثُمَّ أَنْصَتَ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ خُطْبَتِهِ ثُمَّ يُصَلِّيْ مَعَهُ، غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى وَفَضْلُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ» ②

''جو شخص غسل کرے، پھر نمازِ جمعہ کیلئے آئے اور (مسجد میں پہنچ کر) نماز ادا کرے جتنی اس کیلئے مقدر کی گئی ہے۔ پھر وہ خطیب کا خطبہ ختم ہونے تک خاموشی سے خطبہ سنتا رہے، پھر اس کے ساتھ نمازِ جمعہ ادا کرے تو دوسرے جمعہ تک اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور مزید تین دن کے بھی۔''

اگر نمازی مسجد میں تاخیر سے پہنچے اور وہ اس وقت مسجد میں داخل ہو جب امام منبر پر جا چکا ہو تو اسے اس حالت میں صرف ہلکی سی دو رکعات ہی تحیۃ المسجد کے طور پر پڑھنی چاہئیں۔ جیسا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبۂ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اسی دوران ایک شخص آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: اے فلان! کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حکم دیا کہ کھڑے ہو جاؤ اور دو رکعات پڑھو۔ ایک روایت میں فرمایا:

«إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ، وَلْيَتَجَوَّزْ فِيْهِمَا» ③

① صحيح البخاري :883 ② صحيح مسلم :857 ③ صحيح البخاري:931، مسلم :875

"تم میں سے کوئی شخص جب جمعہ کے روز اس وقت (مسجد میں) آئے کہ امام خطبہ دے رہا ہو، تو وہ دو رکعات ادا کرے اور ان میں تخفیف کرے۔"

جہاں تک جمعہ کے بعد نفل نماز کا تعلق ہے تو اس کے بعد چار رکعات کا پڑھنا سنت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيُصَلِّ بَعْدَهَا أَرْبَعًا»

"تم میں سے کوئی شخص جب نمازِ جمعہ پڑھ لے تو اس کے بعد چار رکعات پڑھے۔"

ایک اور روایت میں اس کے الفاظ یہ ہیں:

« مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُصَلِّيًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ أَرْبَعًا »

"تم میں سے کوئی شخص جب جمعہ کے بعد نماز پڑھنے والا ہو تو وہ چار رکعات پڑھے۔"

اس حدیث کے ایک راوی (سہیل) کا کہنا ہے کہ اگر تمہیں جلدی ہو تو دو رکعات مسجد میں اور دو رکعات گھر جا کر ادا کر لیا کرو۔[①]

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب نمازِ جمعہ ادا کر کے گھر کو لوٹتے تو دو رکعات پڑھتے، اس کے بعد فرماتے: رسول اللہ ﷺ بھی اسی طرح کرتے تھے۔[②]

فرض نماز کی اقامت کے بعد سنتوں کو چھوڑ دینا چاہیے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ »[③]

"جب نماز کی اقامت ہو جائے تو سوائے فرض نماز کے اور کوئی نماز نہیں ہوتی۔"

اور حضرت عبد اللہ بن مالک بن بحینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اقامت کے بعد دو رکعات نماز پڑھ رہا تھا۔ جب آپ ﷺ نماز (فجر) سے فارغ ہوئے تو لوگوں میں گھل مل گئے۔ اسی دوران آپ ﷺ نے اس شخص کو دیکھا تو فرمایا: «آلصُّبْحَ أَرْبَعًا ؟ آلصُّبْحَ أَرْبَعًا ؟» "کیا تم صبح کی چار رکعات پڑھتے ہو؟ کیا تم صبح کی چار رکعات پڑھتے ہو؟"[④]

---

① صحیح مسلم :881
② صحیح مسلم : 882
③ صحیح مسلم :710
④ صحیح البخاری :663، صحیح مسلم :711

جبکہ حضرت عبد اللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی مسجد میں اس وقت داخل ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ اس نے مسجد کے ایک کونے میں دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آملا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو فرمایا:

«يَا فُلَانُ ! بِأَيِّ الصَّلَاتَيْنِ اعْتَدَدْتَّ ؟ أَبِصَلَاتِكَ وَحْدَكَ أَمْ بِصَلَاتِكَ مَعَنَا ؟»

''اے فلان! تم نے دو نمازوں میں سے کونسی نماز کو شمار کیا ہے؟ اس نماز کو شمار کیا ہے جو تم نے اکیلے پڑھی ہے یا اس کو جو تم نے ہمارے ساتھ ادا کی ہے؟''①

فجر کی سنتوں اور وتر کے علاوہ باقی سنتوں کو بحالتِ سفر چھوڑ دینا سنت ہے

عاصم بن عمر بن الخطاب کہتے ہیں کہ میں مکہ کے راستے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ انہوں نے ہمیں نمازِ ظہر کی دو رکعات پڑھائیں، پھر ہم آپ کے ساتھ وہاں چلے گئے جہاں ہم نے پڑاؤ ڈالا ہوا تھا۔ آپ بھی بیٹھ گئے اور ہم بھی بیٹھ گئے۔ اسی دوران ان کی نظر اس جگہ کی طرف گئی جہاں انہوں نے نماز پڑھائی تھی، انہوں نے دیکھا کہ کچھ لوگ ابھی تک وہیں کھڑے ہوئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے پوچھا: یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ میں نے جواب دیا: یہ نفل نماز پڑھ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا: اگر مجھے نفل نماز پڑھنی ہوتی تو میں ظہر کی نماز پوری پڑھتا (قصر نہ کرتا۔) اے میرے بھتیجے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعات سے زیادہ نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ اللہ تعالی نے آپ کی روح قبض کر لی۔ پھر میں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی سفر کیا، لیکن آپ نے بھی دو رکعات سے زیادہ نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ اللہ تعالی نے آپ کی روح قبض کر لی۔ پھر میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی سفر کیا، لیکن آپ نے بھی دو رکعات سے زیادہ نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ اللہ تعالی نے آپ کی روح قبض کر لی۔ پھر میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی سفر کیا، لیکن انہوں نے بھی دو رکعات سے زیادہ نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ اللہ تعالی نے ان کی روح قبض کر لی۔

اور اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾②

''یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے۔''③

جہاں تک سنتِ فجر اور نمازِ وتر کا تعلق ہے تو سفر و حضر دونوں حالتوں میں انہیں نہیں چھوڑنا چاہئے کیونکہ

---

① صحیح مسلم :712 ② الأحزاب33 :12

③ صحیح البخاری : 1101، 1102، صحیح مسلم : 689۔ واللفظ لمسلم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سنتِ فجر کے متعلق بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔ [1]

اور سنتِ وتر کے متعلق حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کی حالت میں اپنی سواری پر ہی نماز پڑھ لیتے تھے، چاہے اس کا رخ کسی طرف ہوتا۔ آپ رات کی نماز میں اپنے سر سے اشارہ کرتے، ہاں البتہ فرض نمازیں سواری پر نہیں پڑھتے تھے۔ اور نماز وتر بھی سواری پر ہی پڑھ لیتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ پر نمازِ وتر پڑھ لیا کرتے تھے۔ [2]

آخر میں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو تمام نمازیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ادا کرنے کی توفیق دے۔ آمین

دوسرا خطبہ

اب نمازِ نفل کی ایک اور قسم (نمازِ چاشت) کے متعلق بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ ارشادات پیش خدمت ہیں۔

❶ نمازِ چاشت سنتِ مؤکدہ ہے ۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اسے پڑھتے رہے اور آپ نے اپنے بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس کا تاکیدی حکم دیا۔ اور ایک آدمی کو تاکیدی حکم پوری امت کیلئے تاکیدی حکم ہوتا ہے الا یہ کہ کسی شخص کیلئے اس کے خاص ہونے کی دلیل ثابت ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (أَوْصَانِيْ خَلِيْلِي ﷺ بِثَلاثٍ لَا أَدَعُهُنَّ حَتّٰى أَمُوْتَ] ، صِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ، وَرَكْعَتَيِ الضُّحٰى ، وَأَنْ أُوْتِرَ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ) [3]

''مجھے میرے خلیل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں کا تاکیدی حکم دیا ہے جنہیں میں مرتے دم تک نہیں چھوڑوں گا۔ ہر مہینے میں تین دن کے روزے، چاشت کی دو رکعات اور یہ کہ میں نمازِ وتر سونے سے پہلے پڑھوں۔''

بعینہ یہی وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کو بھی فرمائی۔ [4]

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں اس کا تاکیدی حکم دیا وہاں خود بھی اس پر عمل کیا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب یہ سوال کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ چاشت کی کتنی رکعات پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا: چار

---

① صحيح البخاري :1159 ، صحيح مسلم :724

② صحيح البخاري :999، 1000، 1095، 1098، 1105 ، صحيح مسلم :700

③ صحيح البخاري :1981، 1178 ، صحيح مسلم :721

④ صحيح مسلم :722

رکعات پڑھتے تھے اور کبھی کبھی زیادہ بھی پڑھ لیتے جتنی اللہ تعالیٰ چاہتا۔ [1]

۲ نمازِ چاشت کی فضیلت

پہلی حدیث: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ، فَكُلُّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةٌ ، وَكُلُّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ ، وَيُجْزِىءُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى » [2]

''تم میں سے ہر شخص کے ہر جوڑ پر ہر دن صدقہ کرنا ضروری ہے۔ پس ہر (سبحان اللہ) صدقہ ہے، ہر (الحمد للہ) صدقہ ہے، ہر (لا إلہ إلا اللہ) صدقہ ہے، ہر (اللہ اکبر) صدقہ ہے، نیکی کا ہر حکم صدقہ ہے، برائی سے روکنا صدقہ ہے اور ان سب سے چاشت کی دو رکعات ہی کافی ہو جاتی ہیں۔''

دوسری حدیث: حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«فِيْ الْإِنْسَانِ ثَلَاثُمِائَةٍ وَّسِتُّوْنَ مِفْصَلًا ، فَعَلَيْهِ أَنْ يَّتَصَدَّقَ عَنْ كُلِّ مِفْصَلٍ بِصَدَقَةٍ »

''ہر انسان میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اور اس پر لازم ہے کہ وہ ہر جوڑ کی جانب سے ایک صدقہ کرے۔''

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: اے اللہ کے نبی! کون اس کی طاقت رکھتا ہے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: «اَلنُّخَاعَةُ فِيْ الْمَسْجِدِ تَدْفِنُهَا ، وَالشَّيْءُ تُنَحِّيْهِ عَنِ الطَّرِيْقِ ، فَإِنْ لَّمْ تَجِدْ فَرَكْعَتَا الضُّحٰى تُجْزِئُكَ » [3]

''مسجد میں پڑی تھوک کو دفن کردو اور راستے پر پڑی چیز کو ہٹا دو۔ اگر تم یہ نہ پاؤ تو چاشت کی دو رکعتیں کافی ہو جائیں گی''

تیسری حدیث: حضرت نعیم بن ھمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : يَا ابْنَ آدَمَ ! لَا تُعْجِزْنِيْ مِنْ أَرْبَعِ رَكْعَاتٍ فِيْ أَوَّلِ النَّهَارِ ، أَكْفِكَ آخِرَهُ» [4]

---

[1] صحيح مسلم :719

[2] صحيح مسلم :720

[3] سنن أبي داؤد :5242 ، أحمد :354/5- وصححه الألباني

[4] سنن أبي داؤد :1289- وصححه الألباني

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! تم دن کے اول حصے میں چار رکعات مت چھوڑو، میں دن کے آخری حصے تک تمہیں کافی ہو جاؤں گا۔''

چوتھی حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ فجر کے بعد مسجد میں بیٹھے رہنے اور سورج کے بلند ہونے کے بعد نمازِ چاشت کے پڑھنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ صَلَّى الْفَجْرَ فِيْ جَمَاعَةٍ، ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللّٰهَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، كَانَتْ لَهُ كَأَجْرِ حَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ »[1]

''جس شخص نے نمازِ فجر باجماعت ادا کی، پھر طلوعِ آفتاب تک بیٹھا اللہ کا ذکر کرتا رہا، پھر دو رکعتیں پڑھیں تو اسے یقینی طور پر مکمل حج وعمرہ کا ثواب ملے گا۔''

❸ **نمازِ چاشت کا وقت** ایک نیزے کے برابر سورج کے بلند ہونے سے لے کر زوالِ آفتاب سے کچھ پہلے تک جاری رہتا ہے۔ تاہم بہتر یہ ہے کہ اسے سورج کی دھوپ کی گرمی کے وقت پڑھا جائے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«صَلَاةُ الْاَوَّابِيْنَ حِيْنَ تَرْمَضُ الْفِصَالُ »[2]

''اوابین کی نماز اس وقت پڑھی جائے جب دھوپ سخت گرم ہو جائے۔''

لہٰذا جو شخص اسے نیزے کے برابر سورج کے بلند ہونے کے بعد پڑھے اس پر کوئی حرج نہیں۔ اور جو اسے سخت گرمی کے وقت زوال کا ممنوع وقت شروع ہونے سے پہلے پڑھے تو وہ زیادہ بہتر ہے۔[3]

❹ **نمازِ چاشت کی کم از کم رکعات** دو ہیں اور زیادہ سے زیادہ آٹھ۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعات کے پڑھنے کا تاکیدی حکم دیا ہے اور اس کی فضیلت بھی بیان فرمائی ہے جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ذکر کر کے ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل بھی آپ کو بتا دیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعات پڑھتے تھے اور کبھی کبھی زیادہ بھی پڑھ لیتے جتنی اللہ چاہتا۔ اس کے علاوہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ چاشت کی چھ رکعات پڑھیں۔[4]

---

① الترمذی :586- وصححه الألبانی

② صحیح مسلم :748

③ مجموع فتاوی ابن باز :395/11

④ الطبرانی فی الأوسط:1065، 1066، 1067، سنن الترمذی فی الشمائل:245، وصححه الألبانی فی الإرواء :463

جبکہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتحِ مکہ کے دن سورج کے بلند ہونے کے بعد ان کے گھر میں آٹھ رکعات پڑھیں اوران کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی ہلکی نماز پڑھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا تاہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع وسجود مکمل کرتے تھے۔ ①

آخر میں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کے مطابق کثرت سے نوافل پڑھنے کی توفیق دے اورہمیں اپنی نمازوں میں خشوع وخضوع نصیب فرمائے۔ آمین

① صحیح البخاری:1103، صحیح مسلم :336

نمازنفل کے فضائل ومسائل (۲)

اہم عناصر خطبہ:

① تہجد کا مفہوم ② نمازتہجد کا حکم

③ نمازتہجد کے بعض فضائل ④ نمازتہجد کا سب سے افضل وقت

⑤ نمازتہجد کی رکعات ⑥ نمازتہجد کے بعض آداب

⑦ نماز وتر ⑧ قیام اللیل کیلئے معاون اسباب

محترم حضرات ! گذشتہ خطبۂ جمعہ میں ہم نے نمازنفل کے فضائل ومسائل کے علاوہ اس کی بعض اقسام ذکر کی تھیں اور آج کا خطبہ بھی اسی موضوع کی ایک کڑی ہے۔ لہٰذا آج ہم ان شاء اللہ تعالیٰ نماز تہجد کے فضائل وآداب اوراسی طرح نماز وتر کے بعض فضائل ومسائل قدرے تفصیل کے ساتھ ذکر کریں گے۔

❶ نمازِ تہجد سنت مؤکدہ ہے

نمازِ تہجد کی عظمت واہمیت کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو حکم دیا:

﴿ يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ☆ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ☆ نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ☆ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ﴾[1]

’’ اے کپڑا اوڑھنے والے ! رات کا تھوڑا حصہ چھوڑ کر باقی قیام کیجئے ، رات کا آدھا حصہ یا اس سے کچھ کم کر لیجئے ، یا اس سے زیادہ کیجئے اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کیجئے۔‘‘

اسی طرح فرمایا:﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰ أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا﴾[2]

’’ اور رات کو تہجد ادا کیجئے ، یہ آپ کیلئے زائد کام ہے۔ ممکن ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز کردے۔‘‘

اسی طرح فرمایا:﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا ☆ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا ☆ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّأَصِيلًا ☆ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ﴾[3]

---

① المزمل: 1-4 ② الإسراء17: 79 ③ الإنسان76: 23-26

''ہم نے ہی آپ پر یہ قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے۔ لہٰذا آپ اپنے رب کے حکم کے مطابق صبر کیجئے۔ اور ان میں سے کسی گنہگار یا ناشکرے کی بات نہ مانئے۔ اور صبح وشام اپنے رب کا نام ذکر کیجئے۔ اور رات کو بھی اس کے حضور سجدہ کیجئے۔ اور رات کے طویل اوقات میں اس کی تسبیح کیجئے۔''

ان تمام آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو رات کے وقت اس کے سامنے سجدہ ریز ہونے اور اس کی تسبیح بیان کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ اس حکم پر عمل کرتے ہوئے طویل رات تک قیام فرماتے اور اس پر ہمیشگی فرماتے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نماز تہجد سنت مؤکدہ ہے۔

بلکہ نبی کریم ﷺ اس نماز کا اتنا اہتمام فرماتے کہ آپ کے پاؤں مبارک پر ورم آ جاتا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ رات کو (اتنا طویل) قیام فرماتے کہ آپ کے پاؤں مبارک پھٹنے لگتے۔ میں عرض کرتی: اے اللہ کے رسول! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف فرما دی ہیں؟ تو آپ ﷺ ارشاد فرماتے: « أَفَلَا أَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا » ''کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟''①

اور حضرت عبد اللہ بن رواحۃ رضی اللہ عنہ نے چند اشعار میں آپ کے قیام کی کیفیت یوں بیان کی:

وَفِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ يَتْلُو كِتَابَهُ   إِذَا انْشَقَّ مَعْرُوفٌ مِنَ الْفَجْرِ سَاطِعُ
يَبِيْتُ يُجَافِي جَنْبَهُ عَنْ فِرَاشِهِ   إِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْكَافِرِيْنَ الْمَضَاجِعُ

''اور ہم میں ایک ایسے اللہ کے رسول ﷺ ہیں جو اس وقت کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں جب صبح صادق کی روشنی پھیلتی ہے۔ اور آپ رات اس حالت میں گذارتے ہیں کہ آپ کا پہلو بستر سے دور رہتا ہے جبکہ کافر اس وقت اپنی گہری نیند میں مست ہوتے ہیں۔''

لہٰذا ہمیں بھی آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے رات کو نماز تہجد کا اہتمام کرنا چاہئے۔

❷ نماز تہجد کے فضائل

① نمازِ تہجد دخولِ جنت کے بڑے اسباب میں سے ایک ہے

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ بڑی تیزی کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی طرف بڑھے (اور آپ کا استقبال کیا) اور ہر جانب یہ آواز لگائی گئی کہ

---

① صحيح البخاری:4837، صحيح مسلم :2820

رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے ہیں ۔ چنانچہ میں بھی لوگوں میں شامل ہو گیا تا کہ آپ کو دیکھ سکوں ۔ پھر جب میں نے آپ کا چہرۂ انور دیکھا تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا نہیں ہو سکتا ۔ اور میں نے آپ ﷺ سے جو سب سے پہلی حدیث سنی وہ یہ تھی : «يَا أَيُّهَا النَّاسُ ! أَفْشُوْا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوْا الطَّعَامَ، وَصِلُوْا الْأَرْحَامَ، وَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ، تَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ»[1]

’’ اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ ، کھانا کھلاؤ ، صلہ رحمی کرو اور رات کو اس وقت نماز پڑھا کرو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں ۔ (اگر یہ کام کرو گے تو) جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے ۔‘‘

اور کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

أَلْهَتْكَ لَذَّةُ نَومَةٍ عَنْ خَيرِ عَيْشٍ مَعَ الْخَيْرَاتِ فِي غُرَفِ الْجِنَانِ
تَعِيْشُ مُخَلَّدًا لَا مَوتَ فِيْهَا وَتَنْعَمُ فِي الْجِنَانِ مَعَ الْحِسَانِ
تَيَقَّظْ مِنْ مَنَامِكَ إِنَّ خَيْرًا مِنَ النَّومِ التَّهَجُّدُ بِالْقُرْآنِ

’’ تجھے نیند کی لذت نے اس بہترین زندگی سے غافل کر دیا ہے جو جنت کے بالا خانوں میں خوب سیرت عورتوں کے ساتھ ہو گی ، تم وہاں ہمیشہ رہو گے اور وہاں موت نہیں آئے گی ۔ تم جنت میں خوبصورت عورتوں کے ساتھ عیش کرو گے ۔ (لہٰذا) اپنی نیند سے بیدار ہو جاؤ ، کیونکہ نمازِ تہجد میں قرآن پڑھنا سونے سے کہیں بہتر ہے ۔‘‘[2]

④ قیام اللیل جنت کے بالا خانوں میں درجات کی بلندی کا ایک سبب ہے ۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ فِي الْجَنَّةِ غُرَفًا يُرٰى ظَاهِرُهَا مِنْ بَاطِنِهَا، وَبَاطِنُهَا مِنْ ظَاهِرِهَا، أَعَدَّهَا اللّٰهُ تَعَالٰى لِمَنْ أَطْعَمَ الطَّعَامَ، وَأَلَانَ الْكَلَامَ، وَتَابَعَ الصِّيَامَ، وَأَفْشَى السَّلَامَ، وَصَلّٰى بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ»[3]

---

① سنن ابن ماجه: 1334، 3251، سنن الترمذي: 2485، 1984 والحاكم : 13/3، واحمد: 451/5- وصححه الألباني في الصحيحة :569 وإرواء الغليل: 239/3

② قيام الليل للمروزي: 90، التهجد وقيام الليل لابن ابى الدنيا :317

③ أحمد :343/5، ابن حبان (موارد الظمآن): 641، الترمذي (عن علي رضي الله عنه): 2527، وحسنه الألباني في صحيح سنن الترمذي وصحيح الجامع :2119

''بے شک جنت میں ایسے بالا خانے ہیں کہ جن کا بیرونی منظر اندر سے اور اندرونی منظر باہر سے دیکھا جا سکتا ہے۔ انھیں اللہ تعالیٰ نے اس شخص کیلئے تیار کیا ہے جو کھانا کھلاتا ہو، بات نرمی سے کرتا ہو، مسلسل روزے رکھتا ہو اور رات کو اس وقت نماز پڑھتا ہو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں۔''

③ قیام اللیل پر ہمیشگی کرنے والے متقین اور محسنین میں سے ہیں جو کہ اللہ کی رحمت اور اس کی جنت کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَّعُيُونٍ۝آخِذِينَ مَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِينَ۝ كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ۝وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾ ①

''بلا شبہ متقی (اس دن) باغات اور چشموں میں ہونگے۔ جو کچھ ان کا رب ان کو دے گا وہ لے لیں گے۔ وہ اس دن کے آنے سے پہلے نیکوکار تھے۔ وہ رات کو کم سویا کرتے تھے اور سحری کے وقت مغفرت مانگا کرتے تھے۔''

④ اللہ تعالیٰ نے عباد الرحمٰن کی صفات کے ضمن میں قیام اللیل کرنے والوں کی یوں تعریف فرمائی:

﴿وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا﴾ ②

''اور جو اپنے رب کے حضور سجدہ اور قیام میں رات گذارتے ہیں۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے بعض اوصاف ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

﴿الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝الصَّابِرِينَ وَالصَّادِقِينَ وَالْقَانِتِينَ وَالْمُنْفِقِينَ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ﴾ ③

''(اس کے بندے دعا کرتے ہوئے) کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے ہیں۔ لہٰذا ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا لے۔ یہ لوگ صبر کرنے والے، سچ بولنے والے، فرمانبردار، خرچ کرنے والے اور رات کے آخری حصے میں استغفار کرنے والے ہیں۔''

⑤ اللہ تعالیٰ نے قیام اللیل کرنے والوں کے ایمانِ کامل کی شہادت یوں دی:

﴿إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۝ تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ☆ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ ④

① الذاریات 51:15، 18 ② الفرقان 25: 64 ③ آل عمران 16:3-17

④ السجدہ 32:15-17

''ہماری آیات پر تو وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب انہیں ان کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدہ میں گر جاتے ہیں اور اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے۔ ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں۔ وہ اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں۔ اور ہم نے انہیں جو رزق دیا ہے اس سے خرچ کرتے ہیں۔ پس کوئی نہیں جانتا کہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کیلئے کیا چیزیں ان کیلئے چھپا کر رکھی گئی ہیں۔ یہ ان کاموں کا بدلہ ہوگا جو وہ کیا کرتے تھے۔''

⑥ اللہ تعالیٰ نے قیام کرنے والوں کو ان لوگوں کے برابر قرار نہیں دیا جو قیام نہیں کرتے اور اس نے ان ایمان والوں کو اصحابِ علم قرار دیا ہے جو رات کو قیام کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کا مرتبہ دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ بڑا بیان کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَائِمًا يَّحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُوْ رَحْمَةَ رَبِّهٖ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾ [1]

''کیا (یہ بہتر ہے) یا جو شخص رات کے اوقات سجدہ اور قیام کی حالت میں عبادت کرتے گذارتا ہے، آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہے۔ ان سے پوچھئے کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ مگر ان باتوں سے سبق تو وہی حاصل کرتے ہیں جو عقل والے ہیں۔''

⑦ قیام اللیل گناہوں کو مٹاتا اور برائیوں سے روکتا ہے

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَإِنَّهُ دَأْبُ الصَّالِحِيْنَ قَبْلَكُمْ ، وَهُوَ قُرْبَةٌ إِلٰى رَبِّكُمْ ، وَمُكَفِّرٌ لِلسَّيِّئَاتِ ، وَمَنْهَاةٌ لِلْآثَامِ» [2]

''تم قیام اللیل ضرور کیا کرو کیونکہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کی عادت تھی، اس سے تمہیں تمہارے رب کا تقرب حاصل ہوتا ہے، یہ گناہوں کو مٹانے والا اور برائیوں سے روکنے والا ہے۔''

⑧ فرض نماز کے بعد قیام اللیل سب سے افضل نماز ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ تہجد کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

---

① الزمر 9:39

② سنن الترمذی: 3549، الحاکم: 308/1، البیہقی: 502/2، وحسنہ الألبانی فی صحیح سنن الترمذی، وإرواء الغلیل: 452

«أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ : شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ ، وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ : صَلَاةُ اللَّيْلِ»[1]

''رمضان کے بعد سب سے افضل روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں، اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل رات کی نماز ہے۔''

⑨ مومن کا شرف قیام اللیل میں ہے

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے:

(يَا مُحَمَّدُ!عِشْ مَا شِئْتَ فَإِنَّكَ مَيِّتٌ ، وَأَحْبِبْ مَنْ شِئْتَ فَإِنَّكَ مُفَارِقُهُ ، وَاعْمَلْ مَا شِئْتَ فَإِنَّكَ مَجْزِيٌّ بِهِ)ثُمَّ قَالَ : يَا مُحَمَّدُ ! شَرَفُ الْمُؤْمِنِ قِيَامُ اللَّيْلِ ، وَعِزُّهُ اسْتِغْنَاؤُهُ عَنِ النَّاسِ)

''اے محمد! آپ جتنا عرصہ چاہیں زندہ رہیں، آخر کار آپ پر موت ہی آنی ہے۔ اور جس سے چاہیں محبت کر لیں، آخر کار آپ اس سے جدا ہونے والے ہیں ۔ اور آپ جو چاہیں عمل کریں، آپ کو اس کا بدلہ ضرور دیا جائے گا۔'' پھر انہوں نے کہا: ''اے محمد! مومن کا شرف قیام اللیل میں ہے۔ اور اس کی عزت لوگوں سے بے نیاز ہونے میں ہے۔''[2]

⑩ قیام اللیل کے عظیم ثواب کی بناء پر قیام کرنے والا قابلِ رشک ہے، کیونکہ قیام دنیا اور اس کے اندر جو کچھ ہے اس سے بہتر ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«لَا حَسَدَ إِلَّا فِيْ اثْنَتَيْنِ : رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ»[3]

''صرف دو آدمی ہی قابلِ رشک ہیں۔ ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن دیا (اسے حفظ کرنے کی توفیق دی) اور وہ اس کے ساتھ دن اور رات کے اوقات میں قیام کرتا ہے۔ دوسرا وہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا اور وہ اسے دن اور رات کے اوقات میں خرچ کرتا ہے۔''

---

① صحیح مسلم: 1163

② الحاكم:4/325- وصححه ووافقه الذهبی، وحسن إسناده المنذری فی الترغیب والترهیب : 1/640 وحسنه الألبانی فی الصحیحة: 831

③ صحیح مسلم : 815

⑪ قیام اللیل میں قراءتِ قرآن کرنا بہت بڑی غنیمت ہے

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ قَامَ بِعَشْرِ آيَاتٍ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ، وَمَنْ قَامَ بِمِائَةِ آيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْقَانِتِيْنَ، وَمَنْ قَامَ بِأَلْفِ آيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْمُقَنْطِرِيْنَ»①

''جو شخص دس آیات کے ساتھ قیام کرتا ہے وہ غافلوں میں نہیں لکھا جاتا۔ اور جو شخص سو آیات کے ساتھ قیام کرتا ہے وہ فرمانبرداروں میں لکھ دیا جاتا ہے۔ اور جو شخص ایک ہزار آیات کے ساتھ قیام کرتا ہے اسے اجر وثواب کے خزانے حاصل کرنے والوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔''

⑫ قیام اللیل کا سب سے افضل وقت رات کا آخری تہائی حصہ ہے

نمازِ تہجد کا سب سے افضل وقت رات کا آخری تہائی حصہ ہے تاہم رات کے ابتدائی حصے میں، درمیانے حصے میں اور اس کے آخری حصے میں بھی تہجد پڑھنا جائز ہے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینے میں اس قدر روزے چھوڑتے کہ ہم یہ گمان کرتے کہ آپ نے اس میں سرے سے روزے رکھے ہی نہیں۔ اور کسی مہینے میں اتنے روزے رکھتے کہ ہم یہ گمان کرتے کہ آپ نے کبھی روزہ چھوڑا ہی نہیں۔ اور رات کے جس حصہ میں آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا چاہتے ضرور دیکھ لیتے۔ اور جس حصہ میں آپ کو سوئے ہوئے دیکھنا چاہتے دیکھ لیتے۔②

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اس مسئلہ میں آسانی ہے اور کوئی مسلمان رات کے کسی حصے میں جب بآسانی قیام اللیل کر سکتا ہو تو وہ کر لے۔ تاہم رات کے آخری تہائی حصے میں کرنا افضل ہے۔

جیسا کہ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«أَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ الْآخِرِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُوْنَ مِمَّنْ يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْ تِلْكَ السَّاعَةِ فَكُنْ»③

---

① سنن أبی داؤد: 1398، وابن خزیمه: 1142:181/2، وصححه الألبانی فی صحیح سنن ابی داؤد والصحیحة :643

② صحیح البخاری :1141

③ سنن الترمذی :3579، سنن أبی داؤد:1277، سنن النسائی:572۔ وصححه الألبانی

''اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب رات کے آخری حصے کا وسط ہوتا ہے، لہٰذا اگر تم اس بات کی طاقت رکھو کہ اس وقت اللہ کا ذکر کرنے والوں میں شامل ہو جاؤ تو ایسا ضرور کرنا۔''

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الآخِرُ ، فَيَقُوْلُ : مَنْ يَّدْعُوْنِيْ فَأَسْتَجِيْبَ لَهُ ؟ مَنْ يَّسْأَلُنِيْ فَأُعْطِيَهُ ؟ مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِيْ فَأَغْفِرَ لَهُ» وفي رواية لمسلم:«فَلَا يَزَالُ كَذٰلِكَ حَتّٰى يُضِيْءَ الْفَجْرُ»①

''ہمارا رب جو بابرکت اور بلند وبالا ہے جب ہر رات کا آخری تہائی حصہ باقی ہوتا ہے تو وہ آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے۔ پھر کہتا ہے: کون ہے جو مجھ سے دعا مانگے تو میں اس کی دعا کو قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اسے عطا کروں؟ اور کون ہے جو مجھ سے معافی طلب کرے تو میں اسے معاف کر دوں؟''
مسلم کی ایک روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے: ''پھر وہ بدستور اسی طرح رہتا ہے یہاں تک کہ فجر روشن ہو جائے۔''

اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ فِي اللَّيْلِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللّٰهَ خَيْرًا مِّنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ»②

''بے شک ہر رات کو ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ جس میں کوئی مسلمان بندہ جب اللہ تعالیٰ سے دنیا وآخرت کی کوئی بھلائی طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اسے وہ بھلائی ضرور عطا کرتا ہے۔''

اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«أَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللّٰهِ صَلَاةُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ، وَأَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوُدَ، وَكَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهُ، وَيَنَامُ سُدُسَهُ، وَيَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا، وَلَا يَفِرُّ إِذَا لَاقٰى»③

''اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں۔ وہ آدھی رات سوتے تھے اور اس کا تیسرا حصہ قیام کرتے تھے اور اس کا چھٹا

① صحيح البخاري :1145، 6321، 7494، صحيح مسلم :758
② صحيح مسلم :757 ③ صحيح البخاري:1131، 1979، صحيح مسلم :1159

حصہ سو جاتے تھے ۔ اور ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن روزہ چھوڑ دیتے تھے۔ اور جب (دشمن سے) ملاقات کرتے تو راہِ فرار اختیار نہ کرتے ۔"

❹ رکعاتِ نمازِ تہجد

نماز تہجد یا قیام اللیل کیلئے کوئی ایک عدد خاص نہیں کیا گیا ۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:((صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى ، فَإِذَا خَشِيَ أَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلّٰى رَكْعَةً وَّاحِدَةً تُوْتِرُ لَهُ مَا قَدْ صَلّٰى)) ①

"رات کی نفل نماز دو دو رکعات ہے ۔ لہٰذا تم میں سے کسی شخص کو جب صبح کے طلوع ہونے کا اندیشہ ہو تو وہ ایک رکعت ادا کرلے جو اس کی نماز کو وتر (طاق) بنا دے گی ۔"

تاہم افضل یہ ہے کہ گیارہ یا تیرہ رکعات سے زیادہ نہ پڑھی جائیں ، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا اپنا عمل یہی تھا۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نماز عشاء سے (جسے لوگ العتمة یعنی رات کی نماز کہتے ہیں) فارغ ہو کر فجر کی نماز تک گیارہ رکعات پڑھتے تھے ۔ ہر دو رکعات کے بعد سلام پھیرتے اور آخر میں ایک رکعت وتر پڑھ لیتے .... ②

اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ رمضان میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کیسے تھی ؟ تو انہوں نے کہا:

(مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى إِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً ....) ③

"رسول اللہ ﷺ رمضان میں اور اس کے علاوہ باقی تمام مہینوں میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے...."

جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

(كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً) ④

"رسول اللہ ﷺ رات کو تیرہ رکعات پڑھتے تھے ۔"

① صحيح البخاري :990، صحيح مسلم :749
② صحيح مسلم :736
③ صحيح البخاري :1147، صحيح مسلم :738
④ صحيح مسلم :764

⑤ قیام اللیل کے آداب

① سوتے وقت قیام اللیل کی نیت کرے اور نیند کے ذریعے اطاعت کیلئے طاقت کے حصول کا ارادہ کرے تاکہ اس کی نیند پر بھی اسے ثواب حاصل ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«مَا مِنِ امْرِیءٍ تَكُوْنُ لَهُ صَلَاةٌ بِلَيْلٍ فَغَلَبَهُ عَلَيْهَا نَوْمٌ إِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ أَجْرَ صَلَاتِهِ ، وَكَانَ نَوْمُهُ صَدَقَةً عَلَيْهِ»[①]

''جو شخص رات کو نماز پڑھنے کا عادی ہو، لیکن (کسی رات) اس پر نیند غالب آجائے تو اس کیلئے اس کی نماز کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے اور اس کی نینداس کیلئے صدقہ ہوتی ہے۔''

اسی طرح حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ أَتٰى فِرَاشَهُ وَهُوَ يَنْوِیْ أَنْ يَقُوْمَ يُصَلِّیْ مِنَ اللَّيْلِ فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ حَتّٰى أَصْبَحَ كُتِبَ لَهُ مَا نَوٰى ، وَكَانَ نَوْمُهُ صَدَقَةً عَلَيْهِ مِنْ رَبِّهٖ عَزَّ وَجَلَّ»[②]

''جو شخص اپنے بستر پر اس نیت کے ساتھ آئے کہ وہ رات کو اٹھ کر نماز پڑھے گا، پھر اس پر نیند غالب آگئی یہاں تک کہ اس نے صبح کر لی تو اس کیلئے اس کی نیت کے مطابق اجر لکھ دیا جاتا ہے اور اس کی نیند اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کیلئے صدقہ ہوتی ہے۔''

② بیدار ہوتے وقت نیند کے آثار ختم کرنے کی غرض سے اپنا ہاتھ منہ پر پھیرے، پھر (بیدار ہونے کی) دعا پڑھے اور اس کے بعد مسواک کرکے یہ دعا پڑھے:

(لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ)[③]

''اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کیلئے ساری بادشاہت ہے اور اسی کیلئے تمام تعریفیں ہیں۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے، تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں اور اللہ پاک ہے۔ اور اللہ سب سے بڑا ہے۔ اور اللہ کی توفیق کے بغیر نہ کسی برائی سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ کچھ کرنے کی۔ اے میرے اللہ! مجھے معاف کردے۔''

---

① سنن النسائی :1784، سنن أبی داؤد :1314، المؤطأ :117/1- وصححه الألبانی

② سنن النسائی :687- وصححه الألبانی ③ صحيح البخاری:1154

کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''جو شخص رات کو بیدار ہو، پھر یہ دعا پڑھے تو اس کے بعد وہ جو دعا بھی کرتا ہے اسے قبول کیا جاتا ہے۔''

③ رات کی نفل نماز کا آغاز دو ہلکی سی رکعات سے کرے۔ وضو کے بعد کی اس نماز کو اہل علم 'تحیۃ الوضوء' کا نام دیتے ہیں۔ اور یہ نبی کریم ﷺ کے قول وفعل سے ثابت ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو نماز پڑھنے کی غرض سے کھڑے ہوتے تو اپنی نماز کا آغاز دو ہلکی پھلکی رکعات سے کرتے۔ ①

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَفْتَتِحْ صَلَاتَهُ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ» ②

''تم میں سے کوئی شخص جب رات کے قیام کیلئے کھڑا ہو تو دو ہلکی پھلکی رکعات سے اپنی نماز کا افتتاح کرے۔''

④ نمازِ تہجد گھر میں پڑھنا مستحب ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ اپنے گھر میں ہی تہجد پڑھتے تھے۔

اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«.. فَعَلَيْكُمْ بِالصَّلَاةِ فِي بُيُوتِكُمْ، فَإِنَّ خَيْرَ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الصَّلَاةُ الْمَكْتُوبَةُ» ③

''لہٰذا تم پر لازم ہے کہ تم اپنے گھروں میں ہی نماز پڑھا کرو کیونکہ آدمی کی بہترین نماز وہ ہے جسے وہ اپنے گھر میں ادا کرے سوائے فرض نماز کے۔''

⑤ قیام اللیل بغیر انقطاع کے ہمیشہ جاری رکھنا چاہئے۔ اور بہتر یہ ہے کہ مسلمان چند معلوم رکعات پر ہیشگی کرے۔ اگر وہ ہشاش بشاش ہو تو ان میں لمبا قیام کرے اور اگر اس میں سستی ہو تو ہلکا قیام کرے۔ اور اگر وہ رکعات اس سے فوت ہو جائیں تو وہ انہیں قضا کرے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«خُذُوْا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيْقُوْنَ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا، وَإِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ مَا دُوْوِمَ عَلَيْهِ وَإِنْ قَلَّ» ④

''تم اپنی طاقت کے مطابق ہی عمل کیا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک نہیں اکتاتا جب تک تم خود نہ اکتا

---

① صحیح مسلم : 767　② صحیح مسلم :768

③ صحیح البخاری:731، صحیح مسلم :781

④ صحیح البخاری :1970، صحیح مسلم :782- واللفظ له

جاؤ اور اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب عمل وہ ہے جس پر ہمیشگی کی جائے چاہے وہ کم کیوں نہ ہو۔''

اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا:

«يَا عَبْدَ اللّٰهِ ! لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ ، كَانَ يَقُوْمُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ»①

''اے عبد اللہ! تم فلاں آدمی کی طرح نہ بنو کہ وہ رات کو قیام کرتا تھا پھر اس نے قیام اللیل کو چھوڑ دیا۔''

⑥ اگر اس پر اونگھ طاری ہو تو اسے قیام اللیل ترک کرکے سو جانا چاہئے یہاں تک کہ اس سے اونگھ کے آثار ختم ہو جائیں اور وہ ہشاش بشاش ہو جائے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَرْقُدْ حَتّٰى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلّٰى وَهُوَ نَاعِسٌ لَعَلَّهُ يَذْهَبُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهُ»②

''تم میں سے کسی شخص کو جب حالتِ نماز میں اونگھ آئے تو وہ سو جائے یہاں تک کہ اس سے نیند کے آثار ختم ہو جائیں، کیونکہ تم میں سے کوئی شخص جب حالتِ اونگھ میں نماز جاری رکھے تو ہو سکتا ہے کہ وہ استغفار کرنا چاہتا ہو لیکن وہ اپنے آپ کو برا بھلا کہنا شروع کر دے۔''

⑦ اس کیلئے مستحب ہے کہ وہ قیام اللیل کیلئے اپنے اہلِ خانہ کو بھی بیدار کرے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو قیام کرتے، پھر جب وتر پڑھنا چاہتے تو مجھے بھی ارشاد فرماتے:

«قُوْمِيْ ، فَأَوْتِرِيْ يَا عَائِشَةُ»③

''اے عائشہ! اٹھو اور وتر پڑھ لو۔''

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلّٰى ، ثُمَّ أَيْقَظَ امْرَأَتَهُ فَصَلَّتْ ، فَإِنْ أَبَتْ نَضَحَ فِيْ وَجْهِهَا الْمَاءَ ، وَرَحِمَ اللّٰهُ امْرَأَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ ، ثُمَّ أَيْقَظَتْ زَوْجَهَا ، فَإِنْ أَبٰى نَضَحَتْ فِيْ وَجْهِهِ الْمَاءَ»④

---

① صحيح البخاري :1152، صحيح مسلم :1159

② صحيح البخاري : 212، صحيح مسلم :786

③ صحيح البخاري :997، صحيح مسلم :744

④ سنن النسائي:1610، ابن ماجه :1336، ابو داؤد :1308۔ وصححه الألباني

''اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحمت فرمائے جو رات کو بیدار ہوا اور اس نے نماز پڑھی، پھر اس نے اپنی بیوی کو بھی جگایا اور اس نے بھی نماز پڑھی۔ اگر اس نے انکار کیا تو اس نے اس کے چہرے پر پانی چھڑکا۔ اور اللہ تعالیٰ اس عورت پر رحمت فرمائے جو رات کو بیدار ہوئی اور اس نے نماز پڑھی، پھر اس نے اپنے خاوند کو بھی جگایا اور اس نے بھی نماز پڑھی۔ اگر اس نے انکار کیا تو اس نے اس کے چہرے پر پانی چھڑکا۔''

اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دونوں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِذَا اسْتَيْقَظَ الرَّجُلُ مِنَ اللَّيْلِ وَأَيْقَظَ امْرَأَتَهُ فَصَلَّيَا رَكْعَتَيْنِ، كُتِبَا مِنَ الذَّاكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَالذَّاكِرَاتِ»[1]

''جب ایک شخص رات کو بیدار ہو اور وہ اپنی بیوی کو بھی جگائے، پھر وہ دو رکعات ادا کریں تو انہیں اللہ تعالیٰ کا زیادہ ذکر کرنے والوں اور ذکر کرنے والیوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔''

اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس رات کے وقت آئے اور آپ نے فرمایا: (أَلَا تُصَلِّيَانِ؟) ''تم دونوں نماز نہیں پڑھتے؟'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں، وہ جب چاہے گا تو ہمیں اٹھا دے گا۔ میں نے جب یہ بات کہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے اور مجھے کوئی جواب نہ دیا تاہم جب آپ پیٹھ پھیر رہے تھے تو اس وقت میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے اپنا ہاتھ اپنی ران پر مارا اور فرمایا: (وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا) ''انسان اکثر باتوں میں جھگڑالو واقع ہوا ہے۔''[2]

اگر قیام اللیل کا اتنا زیادہ اجر وثواب نہ ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی اور اپنے چچا زاد کے پاس ایسے وقت میں نہ جاتے جسے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے آرام کیلئے بنایا ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے آرام و سکون پر قیام اللیل کی فضیلت کو ترجیح دی تا کہ وہ دونوں اسے حاصل کر سکیں۔

اسی طرح حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھبراہٹ کی حالت میں بیدار ہوئے اور آپ نے ارشاد فرمایا:

«سُبْحَانَ اللّٰهِ ! مَاذَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْخَزَائِنِ! وَمَاذَا أَنْزَلَ مِنَ الْفِتَنِ ! أَيْقِظُوْا صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ - يُرِيْدُ أَزْوَاجَهُ حَتّٰى يُصَلِّيْنَ - ، رُبَّ كَاسِيَةٍ فِيْ الدُّنْيَا عَارِيَةٌ فِيْ الْآخِرَةِ»[3]

---

① سنن ابن ماجه : 1335 ، سنن أبي داؤد :1309- وصححه الألباني

② صحيح البخاري:1127، صحيح مسلم :775 ③ صحيح البخاري :115 ، 1126، 6218

"سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے کتنے خزانے نازل فرمائے ہیں اور کتنے فتنے اتارے ہیں! ان حجروں والیوں کو جگا دو یعنی آپ کی ازواج مطہرات کو تاکہ وہ نماز پڑھ لیں۔ دنیا میں لباس پہننے والی کئی عورتیں قیامت کے دن برہنہ ہونگی۔"

⑧ نماز تہجد پڑھنے والا شخص حسبِ طاقت اس میں قرآن مجید کی قراءت کرے اور غور وفکر کے ساتھ کرے۔ اور اسے اختیار ہے چاہے تو اونچی آواز سے کرے اور چاہے تو پست آواز سے کرے۔ تاہم اگر اونچی آواز سے قراءت کرنا اسے چست رکھنے کا باعث ہو، یا اس کے پاس کوئی ایسا شخص ہو جو اس کی قراءت سن رہا ہو، یا اس سے فائدہ اٹھا رہا ہو تو پھر قراءت جہراً کرنا افضل ہے۔ اور اگر اس کے قریب کوئی اور شخص بھی تہجد پڑھ رہا ہو، یا اس کی اونچی آواز سے کسی کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اس حالت میں قراءت سراً (پست آواز کے ساتھ) کرنا افضل ہے اور اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو وہ جیسے چاہے قراءت کرے۔ تاہم درمیانی آواز میں افضل ہے۔

چنانچہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (نماز میں) کھڑا ہوا۔ آپ نے سورۃ البقرۃ کی قراءت فرمائی۔ آپ جب رحمت والی آیت سے گذرتے تو رک جاتے اور (رحمت کا) سوال کرتے اور جب عذاب والی آیت سے گذرتے تو رک کر اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا اور وہ بھی اتنا ہی لمبا تھا جتنا قیام تھا۔ آپ رکوع میں یہ دعا بار بار پڑھتے رہے: (سُبْحَانَ ذِیْ الْجَبَرُوْتِ ، وَالْمَلَکُوْتِ ، وَالْکِبْرِیَاءِ ، وَالْعَظَمَةِ) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام ہی کے بقدر سجدہ کیا اور اس میں بھی یہی دعا پڑھتے رہے۔ پھر آپ دوسری رکعت کیلئے کھڑے ہوئے تو اس میں سورۃ آل عمران کی تلاوت فرمائی۔ اس کے بعد ہر رکعت میں ایک ایک سورت پڑھتے رہے۔ ①

اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ نے چار رکعات پڑھیں اور ان میں سورۃ البقرۃ، سورۃ آل عمران، سورۃ النساء، سورۃ المائدۃ اور سورۃ الأنعام کو پڑھا۔ ②

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ایک شخص نے بتایا کہ وہ ایک ہی رکعت میں پوری مفصل سورتوں کو پڑھتا ہے۔ تو انہوں نے کہا: تم اشعار کی طرح قرآن کو انتہائی تیزی کے ساتھ پڑھتے ہو! میں ان ملتی جلتی سورتوں کو جانتا ہوں جن کو ملا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے، پھر انھوں نے بیس سورتیں ذکر کیں۔ ③

---

① سنن أبی داؤد : 873، سنن النسائی :1049۔ وصححہ الألبانی

② سنن أبی داؤد :774۔ وصححہ الألبانی

③ صحیح البخاری :775، صحیح مسلم :822

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: تم قرآن مجید کو شعروں کی طرح انتہائی تیزی کے ساتھ پڑھتے ہو! بے شک کئی لوگ ایسے ہیں جو قرآن مجید کو پڑھتے ہیں لیکن قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترتا۔ اور جب قرآن دل میں اتر جائے اور اس میں راسخ ہو جائے تو وہ اس کیلئے نفع بخش ہوتا ہے۔ اور نماز کا سب سے افضل حصہ رکوع وسجود والا حصہ ہے...... ①

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیام میں صبح ہونے تک ایک ہی آیت بار بار پڑھتے رہے اور وہ ہے: ﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ ②

یہ تمام احادیث مبارکہ اس بات کی دلیل ہیں کہ رات کی نفل نماز میں اپنی جسمانی اور ایمانی طاقت کے مطابق اور جتنی اللہ تعالیٰ بندے کو توفیق دے، اسے مختلف سورتوں کو پڑھنا چاہیے۔

رہی یہ بات کہ قیام اللیل میں قراءت جہرا ہو یا سرا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز میں قراءت کے بارے میں سوال کیا گیا کہ آپ جہرا پڑھتے یا سرا؟ تو انہوں نے جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں عمل کیا کرتے تھے، کبھی جہرا اور کبھی سرا۔ ③

اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''اے ابو بکر! آپ نماز پڑھ رہے تھے تو میں آپ کے پاس سے گذرا اور آپ کی آواز پست تھی۔''

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں جس سے سرگوشی کر رہا تھا بس اسی کو سنا رہا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اِرْفَعْ قَلِيْلًا) ''اپنی آواز تھوڑی سی اونچی کر لیا کرو۔''

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں آپ کے پاس سے گذرا تو آپ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کی آواز اونچی تھی! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں سوئے ہوئے لوگوں کو جگا رہا تھا اور شیطان کو بھگا رہا تھا! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اِخْفِضْ قَلِيْلًا) ''اپنی آواز ذرا پست رکھا کرو۔'' ④

⑨ نمازِ تہجد کا اختتام نمازِ وتر کے ساتھ کرے جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

① صحيح مسلم :822
② سنن ابن ماجه :1350 ۔ وحسنه الألباني
③ أحمد :149/6، ابو داؤد : 1437 ، الترمذي:2924، النسائي:1662، ابن ماجه:1354 ۔ وصححه الألباني
④ سنن أبي داؤد :1329 ، سنن الترمذي:447۔ وصححه الألباني

« اِجْعَلُوْا آخِرَ صَلَاتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا » ''تم رات کی آخری نماز وتر بناؤ۔''

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ (مَنْ صَلّٰى مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَجْعَلْ آخِرَ صَلَاتِهِ وِتْرًا (قَبْلَ الصُّبْحِ) فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَأْمُرُ بِذٰلِكَ)

''جو شخص رات کو نفل نماز پڑھے وہ اس کے آخر میں (صبح ہونے سے پہلے) نمازِ وتر پڑھے ، کیونکہ رسول اللہ ﷺ اس کا حکم دیا کرتے تھے۔''[۱]

⑩ اپنی نیند اور اپنے قیام دونوں پر اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کا طلبگار رہو

ایک مرتبہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ نے آپس میں اعمال صالحہ کا مذاکرہ کیا تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عبد اللہ (ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کا نام) آپ قرآن کیسے پڑھتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں ہمیشہ دن رات پڑھتا رہتا ہوں۔ اور اے معاذ ! آپ کیسے پڑھتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میں رات کے ابتدائی حصے میں سوتا ہوں ، پھر بیدار ہو کر قرآن پڑھتا ہوں جتنا اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ یوں میں اپنی نیند پر بھی اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید رکھتا ہوں اور اپنے قیام پر بھی .....ایک روایت میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ قرآن کیسے پڑھتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: میں بیٹھے ہوئے ، کھڑے ہوئے ، اپنی سواری پر ہر حال میں اور دن اور رات میں ہر وقت پڑھتا رہتا ہوں۔ اس پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں رات کو سوتا بھی ہوں اور قیام بھی کرتا ہوں۔ یوں میں نیند اور قیام دونوں پر اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کی امید رکھتا ہوں۔[۲]

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو نماز تہجد پڑھنے کی توفیق دے۔ آمین

دوسرا خطبہ

محترم حضرات ! جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ نماز تہجد کا اختتام نماز وتر کے ساتھ کرنا چاہئے تو آیئے اب نماز وتر کے متعلق بھی چند ضروری گذارشات سماعت کر لیجئے۔

❶ نمازِ وتر سنتِ مؤکدہ ہے اور وتر رات کی نفل نماز کا حصہ ہے۔ اور اس کی (کم از کم) ایک رکعت ہے جس کے ساتھ رات کی نفل نماز کا اختتام ہوتا ہے۔

---

① صحیح البخاری :998، صحیح مسلم :751

② صحیح البخاری :4341، صحیح مسلم :1733

حضرت ابو ایوب الأنصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
«اَلْوِتْرُ حَقٌّ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ ، فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ یُّوْتِرَ بِثَلَاثٍ فَلْیَفْعَلْ ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ یُّوْتِرَ بِوَاحِدَۃٍ فَلْیَفْعَلْ »[۱]

’’نمازِ وتر ہر مسلمان پر حق ہے، لہٰذا جو شخص تین وتر پڑھنا چاہے وہ تین پڑھ لے۔ اور جو شخص ایک وتر پڑھنا چاہے وہ ایک پڑھ لے۔‘‘

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
«اَلْوِتْرُ لَیْسَ بِحَتْمٍ کَصَلَاتِکُمُ الْمَکْتُوْبَۃِ ، وَلٰکِنْ سُنَّۃٌ سَنَّھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ»[۲]
’’وتر فرض نماز کی طرح ضروری نہیں ، بلکہ یہ تو نبی کریم ﷺ کی ایک سنت ہے۔‘‘

❷ وتر کی فضیلت:

وتر کی بڑی فضیلت ہے جیسا کہ حضرت خارجہ بن حذافۃ العدوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ نے ارشاد فرمایا:
«إِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْ أَمَدَّکُمْ بِصَلَاۃٍ وَھِیَ خَیْرٌ لَّکُمْ مِّنْ حُمُرِ النَّعَمِ ، وَھِیَ الْوِتْرُ ، فَجَعَلَھَا لَکُمْ فِیْمَا بَیْنَ الْعِشَاءِ إِلٰی طُلُوْعِ الْفَجْرِ»[۳]
’’بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک نماز زائد عطا کی ہے جو کہ سرخ اونٹوں سے بہتر ہے اور وہ ہے نمازِ وتر۔ اسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے عشاء اور فجر کے درمیان رکھ دیا ہے۔‘‘

❸ نمازِ وتر کا وقت:

① نمازِ عشاء کے بعد طلوعِ فجر تک پوری رات نمازِ وتر کا وقت ہے جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حضرت ابو بصرہ الغفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ زَادَکُمْ صَلَاۃً وَھِیَ الْوِتْرُ ، فَصَلُّوْھَا فِیْمَا بَیْنَ صَلَاۃِ الْعِشَاءِ إِلٰی صَلَاۃِ الْفَجْرِ»[۴]

① سنن أبی داؤد:1422 ، سنن النسائی:1712 ، سنن ابن ماجه:1190۔ وصححه الألبانی
② سنن الترمذی :454، سنن النسائی :1677 ، وغیرهما ۔ وصححه الألبانی
③ سنن أبی داؤد:1418 ، الترمذی:452، ابن ماجه:1168 ، والحاکم:306/1، وصححه ووافقه الذهبی
④ أحمد :397/6، 180/2، 206 ، 208۔ وصححه الألبانی فی إرواء الغلیل: 258/2

’’ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک نماز زیادہ عطا کی ہے اور وہ ہے نمازِ وتر۔ لہٰذا تم اسے نمازِ عشاء اور نمازِ فجر کے درمیان کسی وقت پڑھ لیا کرو۔‘‘

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ وتر کا وقت نمازِ عشاء اور نمازِ فجر کے درمیان ہے چاہے کوئی شخص نمازِ عشاء اپنے وقت پر ادا کرے یا اسے مغرب کے ساتھ جمع تقدیم کر کے پڑھے، کیونکہ وتر کا وقت نمازِ عشاء کے بعد سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔

اور حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ فَلَمْ يُوْتِرْ، فَلَا وِتْرَ لَهُ»①

’’جس شخص کی صبح اس حالت میں ہوئی کہ اس نے نمازِ وتر نہیں پڑھی تو اب اس کی نماز وتر نہیں۔‘‘

اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ فَقَدْ ذَهَبَ كُلُّ صَلَاةِ اللَّيْلِ وَالْوِتْرُ، فَأَوْتِرُوْا قَبْلَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ»②

’’جب فجر طلوع ہو جائے تو رات کی ساری نماز کا اور اسی طرح نمازِ وتر کا وقت چلا جاتا ہے، لہٰذا تم طلوعِ فجر سے پہلے وتر پڑھ لیا کرو۔‘‘

ان تمام احادیث کو سامنے رکھ کر یہ بات کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ وتر کا وقت نمازِ عشاء کے بعد شروع ہوتا ہے اور فجر صادق کے طلوع ہونے پر ختم ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے بعد کسی کے قول کی کوئی حیثیت نہیں۔

② جس شخص کو رات کے آخری حصہ میں بیدار نہ ہونے کا اندیشہ ہو اس کیلئے سونے سے پہلے وتر پڑھنا مستحب ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

(أَوْصَانِيْ خَلِيْلِيْ ﷺ بِثَلَاثٍ لَا أَدَعُهُنَّ حَتّٰى أَمُوْتَ] صِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَرَكْعَتَيِ الضُّحٰى، وَأَنْ أُوْتِرَ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ)

’’مجھے میرے خلیل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں کا تاکیدی حکم دیا ہے جنہیں میں مرتے دم تک نہیں چھوڑوں گا اور وہ ہیں ہر مہینے میں تین دن کے روزے، چاشت کی دو رکعات اور یہ کہ میں نمازِ وتر سونے سے پہلے پڑھوں۔‘‘③

اس سے معلوم ہوا کہ وتر کا معاملہ لوگوں کے احوال اور ان کی طاقت پر موقوف ہے۔ اس کی ایک اور دلیل حضرت

---

① ابن حبان ـ الإحسان: 2408:168/6، ابن خزیمہ: 1092:148/2، والحاكم: 301/1 وصححه ووافقه الذهبي، وصححه الألباني في تحقيق ابن خزيمة

② سنن الترمذي: 469ـ وصححه الألباني ③ البخاري: 1981، 1178، مسلم: 721

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جو بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تم وتر کس وقت پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا: عشاء کے بعد رات کے ابتدائی حصہ میں۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تم کس وقت پڑھتے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا: رات کے آخری حصے میں۔ تب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أَمَّا أَنْتَ يَا أَبَا بَكْرٍ فَأَخَذْتَ بِالْوُثْقٰى ، وَأَمَّا أَنْتَ يَا عُمَرُ فَأَخَذْتَ بِالْقُوَّةِ»①

''اے ابو بکر! تم نے مضبوطی کو پکڑا ہے، اور اے عمر! تم نے قوت کو پکڑا ہے''

یعنی رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عمل کو مستحسن اور مضبوط قرار دیا کیونکہ وہ احتیاط سے کام لیتے اور نیند کی وجہ سے وتر کے فوت ہونے کے اندیشے کے پیشِ نظر اسے سونے سے پہلے پڑھ لیتے۔ اور چونکہ نیند کو قربان کر کے نماز کیلئے بیدار ہونا ایک مشکل امر ہے اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے یوں دادِ تحسین دی کہ تم نے طاقت، ہمت اور پختہ ارادے کا ثبوت دیا ہے۔

③ جس شخص کو بیدار ہونے کا یقین ہو اس کیلئے وتر رات کے آخری حصہ میں پڑھنا افضل ہے جیسا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« مَنْ خَافَ أَنْ لَّا يَقُوْمَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوْتِرْ أَوَّلَهُ ، وَمَنْ طَمِعَ أَنْ يَقُوْمَ آخِرَهُ فَلْيُوْتِرْ آخِرَ اللَّيْلِ ، فَإِنَّ صَلَاةَ آخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُوْدَةٌ، وَذٰلِكَ أَفْضَلُ »②

''جس شخص کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ رات کے آخری حصہ میں نہیں اٹھ سکے گا تو وہ رات کے ابتدائی حصہ ہی میں وتر پڑھ لے۔ اور جو رات کے آخری حصہ میں اٹھنے کا خواہشمند ہو تو وہ آخری حصہ ہی میں پڑھے، کیونکہ رات کے آخری حصے کی نماز میں رحمت کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ افضل ہے۔''

اور آخرِ شب میں وتر پڑھنے کی فضیلت ایک اور حدیث سے بھی ثابت ہوتی ہے جسے ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں اور یہاں دوبارہ اس کی یاددہانی کراتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ ، فَيَقُوْلُ : مَنْ يَّدْعُوْنِيْ فَأَسْتَجِيْبَ لَهُ ؟ مَنْ يَّسْأَلُنِيْ فَأُعْطِيَهُ ؟ مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِيْ فَأَغْفِرَ لَهُ» وفي رواية لمسلم: «فَلَا يَزَالُ كَذٰلِكَ حَتّٰى يُضِيْءَ الْفَجْرُ»③

① سنن ابن ماجه :1202 - وأبو داؤد : 1434 من حديث أبي قتادة - وصححه الألباني

② صحيح مسلم : 755 ③ صحيح البخاري :1145، 6321، 7494، صحيح مسلم :758

”ہمارا رب جو بابرکت اور بلند وبالا ہے ہر رات کا جب آخری تہائی حصہ باقی ہوتا ہے تو وہ آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے۔ پھر کہتا ہے: کون ہے جو مجھ سے دعا مانگے تو میں اس کی دعا کو قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اسے عطا کروں؟ اور کون ہے جو مجھ سے معافی طلب کرے تو میں اسے معاف کردوں؟“ مسلم کی ایک روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے: ”پھر وہ بدستور اسی طرح رہتا ہے یہاں تک کہ فجر روشن ہو جائے۔“

④ اگر کوئی شخص تہجد کیلئے بیدار ہونے کا ارادہ کرکے سوئے، پھر وہ بیدار نہ ہو سکے تو اسے نماز تہجد (وتر سمیت) جتنی وہ پڑھنے کا عادی تھا، اس پر ایک رکعت بڑھا کر اشراق سے لیکر زوال تک کسی وقت قضاء کر لینی چاہئے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب کوئی نماز شروع فرماتے تو اسے ہمیشہ جاری رکھتے اور جب آپ ﷺ پر نیند غالب آجاتی یا آپ کو کوئی تکلیف ہوتی جس سے آپ قیامِ لیل نہ کر پاتے تو دن کے وقت آپ ﷺ بارہ رکعات پڑھ لیتے .... [1]

اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهِ أَوْ نَامَ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ فَقَرَأَهُ بَيْنَ صَلاَةِ الْفَجْرِ وَصَلاَةِ الظُّهْرِ كُتِبَ لَهُ كَأَنَّمَا قَرَأَهُ مِنَ اللَّيْلِ» [2]

”جو شخص اپنا ورد یا اس کا کچھ حصہ نیند کی وجہ سے نہ پڑھ سکے اور اسے نماز فجر اور نمازِ ظہر کے درمیان پڑھ لے تو وہ اس کیلئے ایسے ہی لکھ دیا جاتا ہے جیسا کہ اس نے اسے رات کو پڑھا۔“

❹ رکعاتِ نماز وتر

نبی کریم ﷺ سے نماز وتر کی متعدد کیفیات ورکعات ثابت ہیں:

① گیارہ رکعات: ہر دو رکعتوں کے بعد سلام اور آخر میں ایک وتر۔ [3]

② تیرہ رکعات: ہر دو رکعتوں کے بعد سلام اور آخر میں ایک وتر۔ [4]

③ نو رکعات: ان میں آٹھ رکعات ایک ہی تشہد کے ساتھ اور پھر ایک وتر۔ [5]

---

① صحیح مسلم: 746　② صحیح مسلم: 747

③ صحیح مسلم: 736　④ صحیح البخاری 992، صحیح مسلم: 736

⑤ صحیح مسلم: 746

④ سات رکعات: اور یہ دو طرح سے ثابت ہیں۔ ایک ہی تشہد کے ساتھ۔ [1]

اور چھ رکعات ایک ہی تشہد کے ساتھ اور پھر ایک وتر۔ [2]

⑤ پانچ رکعات: ایک ہی تشہد کے ساتھ۔ [3]

⑥ تین رکعات: اور یہ دو طرح سے ثابت ہیں۔ دو رکعات کے بعد سلام اور پھر ایک وتر۔ [4]

اور تینوں رکعات ایک ہی تشہد کے ساتھ، کیونکہ اگر تین رکعات دو تشہد کے ساتھ ہوں تو اس سے مغرب کے ساتھ تشبیہ لازم آتی ہے جس سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَا تُوْتِرُوْا بِثَلَاثٍ، أَوْتِرُوْا بِخَمْسٍ أَوْ بِسَبْعٍ، وَلَا تَشَبَّهُوْا بِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ» [5]

''تم تین رکعات نمازِ وتر نہ پڑھو، بلکہ پانچ یا سات رکعات پڑھو اور اسے مغرب کی طرح نہ پڑھو۔''

⑦ ایک رکعت جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«اَلْوِتْرُ رَكْعَةٌ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ»

''نمازِ وتر رات کے آخری حصے میں ایک ہی رکعت ہے'' [6]

برادرانِ اسلام! آج کا خطبۂ جمعہ رات کی نفل نماز کے متعلق تھا جس میں ہم نے نمازِ تہجد اور نمازِ وتر کے فضائل ومسائل کا تفصیل سے تذکرہ کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں فرائض کی پابندی کے ساتھ ساتھ نوافل خاص طور پر نمازِ تہجد اور فرائض سے پہلے اور ان کے بعد والی سنتوں کو ہمیشہ پڑھنے کی توفیق دے۔ آمین

---

① صحيح مسلم:746، سنن النسائی :1718، سنن ابن ماجه :1192

② ابن حبان :2441- وهو صحيح

③ سنن أبی داؤد : 1422، سنن النسائی:1712، ابن ماجه : 1195- وصححه الألبانی

④ صحيح البخاری:991عن ابن عمر موقوفا ، ابن حبان :2433 - وهو صحيح

⑤ ابن حبان:2429، الدار قطنی:24/2، البيهقی:31/3، وصححه الحاكم ووافقه الذهبی، وقال الحافظ فی الفتح :481/2: إسناده علی شرط الشيخين

⑥ صحيح مسلم :752

یومِ جمعہ ......اہمیت ، فضائل اور احکام وآداب

اہم عناصر خطبہ :

☆ یوم جمعہ کی اہمیت ☆ نمازِ جمعہ کی اہمیت اور فضیلت

☆ آدابِ جمعہ ☆ جمعہ کیلئے جلدی آنے کا تاکیدی حکم

☆ تحیۃ المسجد ☆ خطبہ جمعہ کے دوران خاموش رہنے کا تاکیدی حکم

☆ جمعہ کے روز ایک مبارک گھڑی ☆ نمازِ جمعہ کے بعد نمازِ سنت

☆ یومِ جمعہ کو روزہ کیلئے یا شبِ جمعہ کو تہجد کیلئے خاص کرنے کا حکم

☆ سورۃ الکہف کی تلاوت کی فضیلت ☆ رسول اللہ ﷺ پر کثرت سے درود

☆ نماز جمعہ کا پانا

پہلا خطبہ

برادران اسلام ! ہفتہ بھر کے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے ۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آج کے خطبہ میں ہم اس عظیم الشان دن کی اہمیت ، فضیلت اور اس کے احکام وآداب بیان کریں ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو سنتِ نبویہ سے محبت کرنے اور اس کی پیروی کرنے کی توفیق دے ۔

یومِ جمعہ کی اہمیت

اللہ تعالیٰ نے باقی امتوں کو اس دن کی برکات سے محروم رکھا ، صرف اِس امت پر اس نے خصوصی فضل وکرم فرمایا اور اس نے اس کی اس دن کی طرف راہنمائی فرمائی اور اسے اس کی برکات سے نوازا ۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

«نَحْنُ الْآخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ، بَیْدَ أَنَّهُمْ أُوْتُوْا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَأُوْتِیْنَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ ، وَهٰذَا یَوْمُهُمُ الَّذِیْ فُرِضَ عَلَیْهِمْ فَاخْتَلَفُوْا فِیْهِ ، فَهَدَانَا اللّٰهُ لَهُ ، فَهُمْ لَنَا فِیْهِ تَبَعٌ ، فَالْیَهُوْدُ غَدًا ، وَالنَّصَارٰی بَعْدَ غَدٍ»[1]

[1] صحیح البخاری:3486 ، صحیح مسلم :855

’’ہم آخر میں آئے ہیں لیکن قیامت کے روز ہم سبقت لے جائیں گے، تاہم انہیں (پہلی امتوں کو) ہم سے پہلے کتاب دی گئی اور ہمیں ان کے بعد دی گئی۔ اور یہی (یومِ جمعہ) ہی وہ دن ہے کہ جو ان پر فرض کیا گیا تو انہوں نے اس کے متعلق آپس میں اختلاف کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہماری اس کیلئے خاص طور پر راہنمائی فرمائی۔ تو وہ اس میں ہمارے تابع ہیں، لہٰذا یہودیوں کا (عید کا) دن کل (ہفتہ کو) اور نصاریٰ کا اس سے اگلے دن (اتوار کو) آئے گا۔‘‘

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أَضَلَّ اللّٰهُ عَنِ الْجُمُعَةِ مَنْ كَانَ قَبْلَنَا ، فَكَانَ لِلْيَهُوْدِ يَوْمُ السَّبْتِ ، وَكَانَ لِلنَّصَارٰى يَوْمُ الْأَحَدِ ، فَجَاءَ اللّٰهُ بِنَا ، فَهَدَانَا اللّٰهُ لِيَوْمِ الْجُمُعَةِ ، فَجَعَلَ الْجُمُعَةَ وَالسَّبْتَ وَالْأَحَدَ ، وَكَذٰلِكَ هُمْ تَبَعٌ لَنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، نَحْنُ الْآخِرُوْنَ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا ، وَالْأَوَّلُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، اَلْمَقْضِيُّ لَهُمْ قَبْلَ الْخَلَائِقِ»①

’’اللہ تعالیٰ نے ہم سے پہلے لوگوں کو جمعہ سے محروم رکھا، چنانچہ یہودیوں کیلئے ہفتہ اور نصاریٰ کیلئے اتوار کا دن تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ ہمیں لے آیا اور اس نے ہماری یومِ جمعہ کی طرف راہنمائی فرمائی۔ اور اس نے (ایام کی ترتیب اس طرح بنائی کہ) پہلے جمعہ، پھر ہفتہ اور اس کے بعد اتوار۔ اور اسی طرح وہ قیامت کے روز بھی ہمارے پیچھے ہی ہونگے۔ ہم دنیا میں آئے تو آخر میں ہیں لیکن قیامت کے روز ہم پہلے ہونگے۔ اور تمام امتوں میں سب سے پہلے ہمارے درمیان فیصلہ کیا جائے گا۔‘‘

اور رسول اللہ ﷺ نے یومِ جمعہ کو سب سے افضل دن قرار دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ ، فِيْهِ خُلِقَ آدَمُ ، وَفِيْهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ ، وَفِيْهِ أُخْرِجَ مِنْهَا ، وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ إِلَّا فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ»②

’’سب سے بہتر دن، جس کا سورج طلوع ہوا، جمعہ کا دن ہے۔ اس میں حضرت آدم (علیہ السلام) کو پیدا کیا گیا اور اسی میں انہیں جنت میں داخل کیا گیا۔ اور اسی دن انہیں جنت سے نکالا گیا۔ اور قیامت بھی جمعہ کے دن ہی قائم ہوگی۔‘‘

اسی طرح حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ : فِيْهِ خُلِقَ آدَمُ ، وَفِيْهِ أُهْبِطَ ، وَفِيْهِ تِيْبَ عَلَيْهِ ، وَفِيْهِ مَاتَ ، وَفِيْهِ تَقُوْمُ السَّاعَةُ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا وَهِيَ مُسِيْخَةٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ حِيْنِ تُصْبِحُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ شَفَقًا مِنَ السَّاعَةِ ، إِلَّا الْجِنَّ وَالْإِنْسَ ، وَفِيْهِ سَاعَةٌ لَا يُصَادِفُهَا

① صحيح مسلم :856 ② صحيح مسلم :854

عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ يُصَلِّي يَسْأَلُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حَاجَةً إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ »①

''سب سے بہتر دن' جس کا سورج طلوع ہوا' جمعہ کا دن ہے، اس میں حضرت آدم (علیہ السلام) کو پیدا کیا گیا، اور اسی میں انہیں زمین پر اتارا گیا، اور اسی دن ان کی توبہ قبول کی گئی، اور اسی دن ان کا انتقال ہوا، اور اسی دن قیامت قائم ہوگی، اور ہر جانور جمعہ کے دن صبح سے لے کر طلوعِ آفتاب تک قیامت سے ڈرتے ہوئے اس کا منتظر رہتا ہے، سوائے جن وانس کے، اور جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ عین اسی گھڑی میں جو مسلمان بندہ نماز پڑھ رہا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ سے جس چیز کا سوال کرے، تو اللہ تعالیٰ اسے وہ چیز عطا کر دیتا ہے۔''

اور حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمُ الْجُمُعَةِ:فِيْهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيْهِ قُبِضَ، وَفِيْهِ النَّفْخَةُ، وَفِيْهِ الصَّعْقَةُ»②

''تمہارے دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے، اسی میں حضرت آدم (علیہ السلام) کو پیدا کیا گیا، اسی میں ان پر موت آئی، اسی میں صور پھونکا جائے گا اور اسی میں زوردار چیخ کی آواز آئے گی...''

بلکہ ایک حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یومِ جمعہ کو عید کا دن قرار دیا ہے۔

جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ هٰذَا يَوْمُ عِيْدٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ لِلْمُسْلِمِيْنَ، فَمَنْ جَاءَ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ، وَإِنْ كَانَ طِيْبٌ فَلْيَمَسَّ مِنْهُ، وَعَلَيْكُمْ بِالسِّوَاكِ»

''بے شک یہ عید کا دن ہے جسے اللہ تعالیٰ نے صرف مسلمانوں کیلئے (عید کا دن) بنایا ہے، لہٰذا جو شخص نمازِ جمعہ کیلئے آئے وہ غسل کرے۔ اور اگر عطر موجود ہو تو ضرور لگا لے۔ اور تم پر مسواک کرنا لازم ہے۔''③

ایک اور حدیث میں پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یومِ جمعہ کو تمام دنوں کا سردار قرار دیا ہے اور اسے یومِ عید الاضحیٰ اور یومِ عید الفطر سے بھی افضل بیان فرمایا۔

حضرت ابولبابہ بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« إِنَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ سَيِّدُ الْأَيَّامِ، وَأَعْظَمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ، وَهُوَ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ يَوْمِ الْأَضْحٰى وَيَوْمِ الْفِطْرِ، فِيْهِ خَمْسُ خِلَالٍ:خَلَقَ اللّٰهُ فِيْهِ آدَمَ، وَأَهْبَطَ اللّٰهُ فِيْهِ آدَمَ إِلَى

---

① سنن أبي داؤد :1046۔ وصححه الألباني ② سنن أبي داؤد :1047۔ وصححه الألباني

③ سنن ابن ماجه : 1098۔ وصححه الألباني

الْأَرْضِ ، وَفِيْهِ تَوَفَّى اللّٰهُ آدَمَ ، وَفِيْهِ سَاعَةٌ لَا يَسْأَلُ اللّٰهَ فِيْهَا الْعَبْدُ شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ مَا لَمْ يَسْأَلْ حَرَامًا ، وَفِيْهِ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ، مَا مِنْ مَلَكٍ مُقَرَّبٍ ، وَلَا سَمَاءٍ ، وَلَا أَرْضٍ ، وَلَا رِيَاحٍ ، وَلَا جِبَالٍ ، وَلَا بَحْرٍ ، إِلَّا وَهُنَّ يُشْفِقْنَ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ»[1]

''بے شک یومِ جمعہ تمام ایام کا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عظمت والا ہے۔اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عید الأضحیٰ اور عید الفطر سے بھی زیادہ فضیلت والا ہے۔اور اس کی پانچ خصوصیات ہیں: (پہلی یہ کہ) اللہ تعالیٰ نے اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔اور (دوسری یہ کہ) اللہ تعالیٰ نے اسی دن انہیں زمین کی طرف اتارا۔اور (تیسری یہ کہ) اللہ تعالیٰ نے اسی دن انہیں فوت کیا۔اور (چوتھی یہ کہ) اس میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ اس میں بندہ اللہ تعالیٰ سے جس چیز کا سوال کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عطا کرتا ہے بشرطیکہ وہ حرام کا سوال نہ کرے۔اور (پانچویں یہ کہ) اسی دن قیامت قائم ہوگی۔اور مقرب فرشتے، آسمان، زمینیں، ہوائیں، پہاڑ اور سمندر...سب کے سب یومِ جمعہ سے ڈرتے ہیں۔''

ان تمام احادیث مبارکہ میں جہاں رسول اللہ ﷺ نے یومِ جمعہ کی اہمیت وفضیلت بیان فرمائی وہاں اس کی خصویات کی بھی نشاندہی فرمائی۔اور وہ بالاختصار یہ ہیں:

(۱) یومِ جمعہ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا (۲) اسی دن انہیں جنت میں داخل کیا (۳) اسی دن انہیں زمین پر اتارا (۴) اسی دن ان کی توبہ قبول کی (۵) اسی دن ان کی موت آئی (۶) اس دن میں ایک گھڑی ایسی ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے (۷) اور اسی دن صور میں پھونکا جائے گا اور قیامت قائم ہوگی۔

نمازِ جمعہ کی ادائیگی کا تاکیدی حکم اور اسے چھوڑنے والے کیلئے سخت وعید

جمعہ کے روز سب سے اہم عبادت نمازِ جمعہ ہے اور یہ ہر مکلّف، مستطیع پر فرض عین ہے۔اس کی فرضیت قرآن مجید سے ثابت ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾[2]

''اے ایمان والو! جمعہ کے دن جب نماز کیلئے اذان کہی جائے تو ذکر الٰہی کی طرف جلدی آنے کی کوشش کرو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔اگر تم جانو تو یہی بات تمہارے لئے بہتر ہے۔''

---

[1] سنن ابن ماجہ:1084۔ وصححہ الألباني

[2] الجمعة 9:62

اور رسول اللہ ﷺ نے اسے ادا کرنے کا تاکیدی حکم دیا ہے۔ جیسا کہ حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«اَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ فِیْ جَمَاعَةٍ إِلَّا أَرْبَعَةً: عَبْدٌ مَمْلُوْكٌ، أَوِ امْرَأَةٌ، أَوْ صَبِیٌّ، أَوْ مَرِيْضٌ»①

''نمازِ جمعہ باجماعت ادا کرنا ہر (مکلّف) مسلمان پر حق اور واجب ہے، سوائے چار افراد کے۔ ایک غلام جو کسی کی ملکیت ہو، دوسری عورت، تیسرا بچہ اور چوتھا مریض۔''

اس حدیث میں نمازِ جمعہ کو جہاں ہر مکلّف مسلمان پر واجب قرار دیا گیا ہے وہاں چار افراد کو اس سے مستثنیٰ بھی کیا گیا ہے اور وہ ہیں: غلام، عورت، نابالغ بچہ اور وہ مریض جو نمازِ جمعہ کیلئے مسجد میں جانے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ اسی طرح مسافر پر بھی جمعہ فرض نہیں ہے۔ اور اس پر امت کا اجماع ہے۔

اسی طرح اس حدیث میں اس بات کی دلیل بھی ہے کہ نمازِ جمعہ باجماعت ادا کرنا فرض ہے۔ لہٰذا اسے انفرادی طور پر ادا کرنا درست نہیں۔ اور جس شخص کی نمازِ جمعہ فوت ہو جائے وہ ظہر کی چار رکعات ادا کرے۔

اور نمازِ جمعہ کو بغیر کسی شرعی عذر کے چھوڑنے والے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ نے سخت وعید سنائی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو الجعد الضمری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ تَرَكَ ثَلَاثَ جُمَعٍ تَهَاوُنًا بِهَا، طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰی قَلْبِهٖ»②

''جو آدمی غفلت کی بناء پر تین جمعے چھوڑ دے، اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر ثبت کر دیتا ہے۔''

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ، أَوْ لَيَخْتِمَنَّ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ، ثُمَّ لَيَكُوْنَنَّ مِنَ الْغَافِلِيْنَ»③

''لوگ نمازِ جمعہ چھوڑنے سے باز آجائیں، ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہریں لگا دے گا، پھر وہ غافلوں میں سے ہو جائیں گے۔''

اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نمازِ جمعہ سے پیچھے رہنے والے لوگوں کے متعلق فرمایا:

---

① سنن أبی داؤد:1067۔وصححه الألبانی ② سنن أبی داؤد:1052۔وصححه الألبانی

③ صحیح مسلم:865

«لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ رَجُلًا يُّصَلِّيْ بِالنَّاسِ، ثُمَّ أُحَرِّقَ عَلٰى رِجَالٍ يَتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَةِ بُيُوْتَهُمْ»①

''میرا دل چاہتا ہے کہ میں ایک آدمی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے، پھر میں ان لوگوں کو ان کے گھروں سمیت آگ لگا دوں جو نمازِ جمعہ سے پیچھے رہتے ہیں۔''

آدابِ جمعہ

(۱) غسل جمعہ: یومِ جمعہ کے آداب میں غسل کو خاص اہمیت حاصل ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے اور اسے ہر بالغ پر واجب قرار دیا ہے۔ لہٰذا اس دن غسل، صفائی، خوشبو اور اچھے لباس کا خاص طور پر اہتمام کرنا چاہئے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَّأْتِيَ الْجُمُعَةَ ، فَلْيَغْتَسِلْ»②

''تم میں سے کوئی شخص جب جمعہ کیلئے آنے کا ارادہ کرے تو وہ غسل کر لے۔''

اور حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ»③

''روزِ جمعہ کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے۔''

اور جناب عکرمہؒ بیان کرتے ہیں کہ عراق کے کچھ لوگ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے: آپ کا کیا خیال ہے کہ یومِ جمعہ کا غسل واجب ہے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، واجب تو نہیں ہے لیکن غسل کرنا بہتر اور باعثِ خیر ہے اور اس سے غسل کرنے والے کو زیادہ پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ اور میں آپ کو بتاتا ہوں کہ یہ غسل کیسے شروع ہوا تھا؟ در اصل لوگ اونی لباس پہنتے تھے اور بہت محنت مزدوری کرتے تھے اور اپنی پیٹھوں پر سامان وغیرہ اٹھاتے تھے۔ اس وقت ان کی مسجد چھوٹی اور بہت تنگ تھی۔ اور ایک دن جبکہ گرمی زوروں پر تھی اور لوگوں کو اونی لباس میں شدید پسینہ آیا ہوا تھا اور ان سے ایسی بو آ رہی تھی کہ جس سے وہ ایک دوسرے کیلئے اذیت کا سبب بن رہے تھے۔

---

① صحیح مسلم: 652 ② صحیح البخاری: 877، صحیح مسلم: 844

③ صحیح البخاری: 879، صحیح مسلم: 846

رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے بھی لوگوں کے پسینے کی بو محسوس فرمائی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَيُّهَا النَّاسُ! إِذَا كَانَ هٰذَا الْيَوْمُ فَاغْتَسِلُوْا ، وَلْيَمَسَّ أَحَدُكُمْ مَا يَجِدُ مِنْ دُهْنِهِ وَطِيْبِهِ»

''اے لوگو! جب یہ دن آئے تو غسل کر لیا کرو۔ اور تم میں سے ہر ایک اپنی استطاعت کے مطابق تیل اور خوشبو ضرور لگائے۔''

پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو مال دے دیا جس سے انہوں نے اون چھوڑ کر دوسرا لباس پہننا شروع کر دیا اور سخت محنت مزدوری سے انہیں نجات مل گئی۔ مسجد کی توسیع کر دی گئی اور وہ بو جوان کے پسینوں سے پھوٹتی تھی اور جوان کیلئے اذیت کا سبب بنتی تھی، ختم ہو گئی۔ ①

(۲) عطر لگانا (۳) گردنیں نہ پھلانگنا

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ ، وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهِ ، أَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيْبِ بَيْتِهِ ، ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ ، ثُمَّ يُصَلِّيْ مَا كُتِبَ لَهُ ، ثُمَّ يُنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الْإِمَامُ ، إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى» ②

''جو آدمی جمعہ کے دن غسل کرے، حسب استطاعت پوری طہارت کرے اور تیل لگائے یا اپنے گھر کی عطر لگائے، پھر (مسجد میں پہنچ کر) دو آدمیوں کو جدا جدا نہ کرے (جہاں جگہ مل جائے وہیں بیٹھ جائے) پھر وہ نماز ادا کرے جتنی اس کے (مقدر میں) لکھی گئی ہے، پھر جب امام خطبہ دے تو وہ خاموشی سے سنے تو دوسرے جمعہ تک اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔''

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنِ اغْتَسَلَ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ ، فَصَلّٰى مَا قُدِّرَ لَهُ ، ثُمَّ أَنْصَتَ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ خُطْبَتِهِ ، ثُمَّ يُصَلِّيْ مَعَهُ ، غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى وَفَضْلُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ» ③

''جو شخص غسل کرے، پھر نمازِ جمعہ کیلئے آئے اور (مسجد میں پہنچ کر) نماز ادا کرے جتنی اس کیلئے مقدر کی گئی ہے۔ پھر وہ خطیب کا خطبہ ختم ہونے تک خاموشی سے خطبہ سنتا رہے، پھر اس کے ساتھ نمازِ جمعہ ادا کرے تو دوسرے جمعہ تک اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور مزید تین دن کے بھی۔''

① سنن أبي داؤد :353- وحسنه الألباني ② صحيح البخاري:883 ③ صحيح مسلم:857

ان دونوں احادیث میں جہاں غسل جمعہ، خوشبو لگانے، گردنیں نہ پھلانگنے، خطبۂ جمعہ خاموشی سے سننے اور نماز جمعہ پڑھنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے وہاں ان سے یہ مسئلہ بھی واضح ہو گیا ہے کہ نمازِ جمعہ سے قبل کوئی سنت نماز نہیں ہے۔ بلکہ امام کے منبر پر جانے سے پہلے مسجد میں آنے والے شخص کیلئے مشروع یہ ہے کہ وہ حسب توفیق جتنی چاہے نماز (نفل) پڑھ لے۔ اس میں تحیۃ المسجد کے دو نفل بھی شامل ہیں۔ جہاں تک خطبہ شروع ہونے کے بعد مسجد میں پہنچنے والے شخص کا تعلق ہے تو وہ صرف دو رکعات تحیۃ المسجد ہی پڑھے گا اور اس کے بعد خطیب کا خطبہ توجہ سے سنے گا۔ (ہم اس بارے میں وارد احادیث بعد میں ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ)

اسی طرح حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ غَسَّلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْتَسَلَ ، وَبكَّرَ وَابْتَكَرَ ، وَمَشٰى وَلَمْ يَرْكَبْ ، وَدَنَا مِنَ الْإِمَامِ ، فَاسْتَمَعَ وَلَمْ يَلْغُ ، كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عَمَلُ سَنَةٍ ، أَجْرُ صِيَامِهَا وَقِيَامِهَا»[1]

''جس شخص نے جمعہ کے روز غسل کرایا اور خود غسل کیا، اور نماز کے اول وقت میں آیا اور خطبۂ جمعہ شروع سے سنا۔ اور چل کر آیا اور سوار نہیں ہوا۔ اور امام کے قریب بیٹھ کر غور سے خطبہ سنا اور اس دوران کوئی لغو حرکت نہیں کی تو اسے ہر قدم پر ایک سال کے روزوں اور ایک سال کے قیام کا اجر ملے گا۔''

جمعہ کیلئے جلدی آنے کی فضیلت

نمازِ جمعہ کیلئے مسجد میں جلدی آنا چاہئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾[2]

'' اے ایمان والو! جمعہ کے دن جب نماز کیلئے اذان کہی جائے تو ذکر الٰہی کی طرف دوڑ کر آؤ اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔ اگر تم جانو تو یہی بات تمہارے لئے بہتر ہے۔''

اس آیتِ کریمہ میں جہاں نمازِ جمعہ کیلئے جلدی آنے کا حکم دیا گیا ہے وہاں اذانِ جمعہ کے بعد خرید وفروخت سے منع بھی کیا گیا ہے۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ اذان (ثانی) کے بعد خرید وفروخت کرنا حرام ہے۔

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جمعہ کیلئے جلدی آنے کی بڑی فضیلت ذکر فرمائی ہے۔

جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] سنن أبی داؤد: 345، سنن ابن ماجه: 1087 - وصححه الألبانی

[2] الجمعة 62: 9

«مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ، ثُمَّ رَاحَ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دُجَاجَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ»[1]

’’جس شخص نے جمعہ کے دن غسل جنابت جیسا غسل کیا، پھر وہ نماز جمعہ کیلئے مسجد میں چلا گیا تو اس نے گویا ایک اونٹ کی قربانی کی۔ اور جو آدمی دوسری گھڑی میں گیا اس نے گویا ایک گائے قربان کی۔ اور جو تیسری گھڑی میں پہنچا اس نے گویا سینگوں والے ایک مینڈھے کی قربانی کی۔ اور جو چوتھی گھڑی میں گیا اس نے گویا ایک مرغی کی قربانی کی۔ اور جو پانچویں گھڑی میں گیا اس نے گویا ایک انڈے کی قربانی کی۔ پھر جب امام منبر کی طرف چل نکلے تو فرشتے (مسجد میں) حاضر ہو کر ذکر (خطبہ) سنتے ہیں۔‘‘

اس حدیث کے پیش نظر ہمیں بھی جمعہ کی پہلی گھڑی میں مسجد میں آنا چاہئے تاکہ ہمیں اونٹ کی قربانی کا ثواب مل سکے۔

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ كَانَ عَلَى كُلِّ بَابٍ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ الْمَلَائِكَةُ يَكْتُبُونَ الْأَوَّلَ فَالْأَوَّلَ، فَإِذَا جَلَسَ الْإِمَامُ طَوَوُا الصُّحُفَ، وَجَاؤُوا يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ ....»[2]

’’جب جمعہ کا دن آتا ہے تو مسجد کے ہر دروازے پر فرشتے پہنچ جاتے ہیں جو آنے والوں کے نام باری باری لکھتے ہیں (یعنی جو پہلے آتا ہے اس کا نام پہلے اور جو اس کے بعد آتا ہے اس کا نام بعد میں لکھتے ہیں) پھر جب امام منبر پر بیٹھ جاتا ہے تو وہ اپنے صحیفوں کو لپیٹ کر خطبہ سننے مسجد میں آ جاتے ہیں۔‘‘

محترم حضرات! اگر ہم بھی یوم جمعہ کو فرشتوں کے صحیفوں میں نام لکھوانا چاہتے ہیں تو ہمیں امام کے منبر پر جانے (دوسری اذان) سے پہلے مسجد میں پہنچنا چاہئے۔ ورنہ یہ بات یاد رہے کہ اگر ہم امام کے منبر پر جانے کے بعد مسجد میں پہنچیں گے تو نہ ہمیں قربانی کا ثواب ملے گا اور نہ ہی ہمارا نام فرشتوں کے صحیفوں میں لکھا جائے گا۔

تحیۃ المسجد کا تاکیدی حکم

نمازِ جمعہ کیلئے مسجد میں پہنچنے کے بعد سب سے پہلا کام تحیۃ المسجد کی ادائیگی ہے، چاہے نمازی خطبہ شروع

[1] صحیح البخاری: 881، صحیح مسلم: 850
[2] صحیح البخاری: 929، صحیح مسلم: 850

ہونے سے پہلے مسجد میں آئے یا اس کے منبر پر جانے کے بعد۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

«دَخَلَ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ فَقَالَ : صَلَّيْتَ ؟ قَالَ : لَا ، قَالَ : فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ»①

یعنی ایک آدمی جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہوا۔ اس وقت نبی کریم ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تم نے نماز پڑھی ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''دو رکعت نماز پڑھو۔''

وفي رواية لمسلم : «جَاءَ سُلَيْكٌ الْغَطَفَانِيُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَخْطُبُ ، فَجَلَسَ ، فَقَالَ لَهُ : يَا سُلَيْكُ ! قُمْ ، فَارْكَعْ رَكْعَتَيْنِ ، وَتَجَوَّزْ فِيهِمَا ، ثُمَّ قَالَ: إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ ، وَلْيَتَجَوَّزْ فِيهِمَا »②

یعنی حضرت سلیک الغطفانی رضی اللہ عنہ جمعہ کے روز اس وقت آئے جب رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ وہ آ کر بیٹھ گئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے سلیک! کھڑے ہو جاؤ اور دو ہلکی پھلکی رکعات ادا کرو۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص جب جمعہ کے دن اس وقت آئے جبکہ امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ دو رکعت نماز ادا کرے۔ اور انہیں ہلکی پھلکی پڑھے۔''

لہٰذا رسول اللہ ﷺ کا خطبہ روک کر اس شخص کو تحیۃ المسجد کی ادائیگی کا حکم دینا اس بات کی دلیل ہے کہ تحیۃ المسجد کا پڑھنا لازمی امر ہے۔

دورانِ خطبہ خاموش رہنے کی خصوصی تاکید

خطیب کے خطبہ کے دوران مکمل خاموشی اختیار کرنا واجب ہے حتی کہ کسی بولنے والے شخص کو خاموش رہنے کا حکم دینا بھی لغو قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ : أَنْصِتْ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ»

''جب تم نے جمعہ کے دن امام کے خطبہ کے دوران اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص سے یوں کہا کہ خاموش رہو، تو تم نے لغو حرکت کی۔''③

---

① صحیح البخاری:931، صحیح مسلم :875

② صحیح مسلم:875

③ صحیح البخاری:934، صحیح مسلم :851

خطبہ کے دوران خاموش رہنا اس قدر ضروری امر ہے کہ اس میں گفتگو کرنے کی وجہ سے جمعہ کا اجر ضائع ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خطبۂ جمعہ کے دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہوئے سورۃ الملک پڑھی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اللہ تعالیٰ کے بڑے ایام (جن میں بڑے بڑے واقعات رونما ہوئے تھے) یاد کرائے۔ اسی دوران حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے میری طرف آنکھ کا اشارہ کیا اور کہنے لگے: یہ سورۃ (الملک) کب نازل ہوئی؟ میں نے تو اسے آج پہلی مرتبہ سنا ہے!

چنانچہ میں نے انہیں اشارہ کر کے کہا کہ خاموش رہو... پھر جب لوگ نماز پڑھ کر چلے گئے تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آپ سے یہ پوچھا تھا کہ یہ سورت کب نازل ہوئی، لیکن آپ نے مجھے کچھ نہیں بتایا؟ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: آج آپ کو آپ کی نماز سے کچھ نہیں ملا سوائے اس لغو بات کے جو آپ نے کی۔ یہ سن کر حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سیدھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے اور انہیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی بات سے آگاہ کیا۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (صَدَقَ أُبَیّ) یعنی "ابی رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے۔"[1]

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لغو حرکت یا بے ہودہ گفتگو کرنے والے شخص کے بارے میں فرمایا کہ اسے جمعہ کا اجر نہیں ملے گا اور اس کی نماز' نمازِ ظہر شمار ہوگی۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«مَنِ اغْتَسَلَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَمَسَّ مِنْ طِیْبِ امْرَأَتِهٖ إِنْ کَانَ لَهَا، وَلَبِسَ مِنْ صَالِحِ ثِیَابِهٖ، ثُمَّ لَمْ یَتَخَطَّ رِقَابَ النَّاسِ، وَلَمْ یَلْغُ عِنْدَ الْمَوْعِظَةِ، کَانَتْ کَفَّارَةً لِمَا بَیْنَهُمَا، وَمَنْ لَغَا وَتَخَطّٰی رِقَابَ النَّاسِ، کَانَتْ لَهٗ ظُهْرًا»[2]

"جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا اور اگر اس کی بیوی کے پاس عطر تھی تو اس نے اس سے کچھ خوشبو لگائی، اچھے کپڑے پہنے، پھر لوگوں کی گردنوں کو نہیں پھلانگا اور خطبہ کے دوران کوئی بے ہودہ حرکت نہیں کی تو اس کا یہ جمعہ اگلے جمعہ تک اس کے گناہوں کا کفارہ ہوگا۔ اور جس شخص نے بے ہودہ حرکت کی اور لوگوں کی گردنوں کو پھلانگا تو اس کا یہ جمعہ نمازِ ظہر شمار ہوگا۔"

برادرانِ اسلام! ایک اور حدیث مکمل توجہ کے ساتھ سنئے اور فیصلہ کیجئے کہ اس میں لوگوں کی جن تین قسموں کا تذکرہ کیا گیا ہے ان میں سے آپ کس قسم سے تعلق رکھتے ہیں؟

---

① سنن ابن ماجه :1111- وصححه الألبانی

② سنن أبی داؤد :347- وصححه الألبانی

عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«يَحْضُرُ الْجُمُعَةَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ: رَجُلٌ حَضَرَهَا يَلْغُوْ وَهُوَ حَظُّهُ مِنْهَا، وَرَجُلٌ حَضَرَهَا يَدْعُوْ، فَهُوَ رَجُلٌ دَعَا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ، إِنْ شَاءَ أَعْطَاهُ، وَإِنْ شَاءَ مَنَعَهُ، وَرَجُلٌ حَضَرَهَا بِإِنْصَاتٍ وَسُكُوْنٍ، وَلَمْ يَتَخَطَّ رَقَبَةَ مُسْلِمٍ، وَلَمْ يُؤْذِ أَحَدًا، فَهِيَ كَفَّارَةٌ إِلَى الْجُمُعَةِ الَّتِي تَلِيْهَا وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، وَذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ: ﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا﴾» ①

''نمازِ جمعہ کیلئے آنے والے لوگ تین قسم کے ہوتے ہیں: ایک وہ شخص ہے جو نمازِ جمعہ کیلئے آتا ہے اور اس دوران وہ لغو (بے ہودہ) بات یا کام کرتا ہے تو اسے صرف بے ہودگی ہی ملتی ہے۔ دوسرا وہ آدمی ہے جو جمعہ کیلئے حاضر ہوتا ہے اور اس کا مقصد صرف دعا کرنا ہوتا ہے تو یہ ایسا آدمی ہے جو اللہ تعالیٰ سے محض دعا ہی کرتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کی دعا قبول کرلے اور چاہے تو اسے رد کردے۔ اور تیسرا وہ آدمی ہے جو جمعہ کیلئے حاضر ہو کر پر سکون رہتا ہے اور خاموشی اور توجہ کے ساتھ خطیب کا خطبہ سنتا ہے اور کسی مسلمان کی گردن کو نہیں پھلانگتا اور نہ ہی کسی کو اذیت پہنچاتا ہے۔ تو اسی شخص کا جمعہ آنے والے جمعہ تک بلکہ مزید تین دن (یعنی مکمل دس دن تک) اس کیلئے کفارہ بنتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (ترجمہ) ''جو شخص ایک نیکی لاتا ہے اس کیلئے اس جیسی دس نیکیوں کا اجر ہے۔''

جمعہ کے روز ایک مبارک گھڑی

جمعہ کے روز ایک ایسی مبارک گھڑی آتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ دعا کرنے والے آدمی کی دعا قبول فرماتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یومِ جمعہ کا ذکر کیا اور پھر ارشاد فرمایا:

«فِيْهِ سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ يَسْأَلُ اللّٰهَ تَعَالَى شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ» وَأَشَارَ بِيَدِهِ يُقَلِّلُهَا. ②

''اس میں ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ اس میں ایک مسلمان بندہ نماز پڑھ رہا ہو اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے جس چیز کا سوال کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے وہ چیز عطا کردیتا ہے۔''

---

① سنن أبي داؤد :1113 وصححه الألباني

② صحيح البخاري :935، صحيح مسلم :852

اور آپ ﷺ نے اس گھڑی کا تذکرہ کرتے ہوئے ہاتھ کے اشارے سے اسے بہت ہی مختصر گھڑی بتایا۔
وہ مبارک گھڑی کونسی ہے؟ اس سلسلے میں دو قسم کی روایات ذکر کی گئی ہیں۔ ایک روایت جس کے راوی حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ ہیں، اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس مبارک گھڑی کے بارے میں ارشاد فرمایا: «هِيَ مَا بَيْنَ أَنْ يَّجْلِسَ الْإِمَامُ إِلىٰ أَنْ تُقْضَى الصَّلَاةُ »[1]
''وہ (مبارک گھڑی) امام کے منبر پر بیٹھنے سے نماز ختم ہونے کے درمیان ہوتی ہے۔''
اور دوسری روایت کے راوی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ہیں جو بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «يَوْمُ الْجُمُعَةِ ثِنْتَا عَشْرَةَ ـ يُرِيْدُ سَاعَةً ـ لَا يُوْجَدُ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ شَيْئًا إِلَّا آتَاهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ، فَالْتَمِسُوْهَا آخِرَ سَاعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ»[2]
''جمعہ کے روز بارہ گھڑیاں ہوتی ہیں۔ (اور ان میں ایک گھڑی ایسی ہوتی ہے کہ) اس میں کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ سے جس چیز کا بھی سوال کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عطا کر دیتا ہے۔ لہٰذا تم اسے عصر کے بعد آخری گھڑی میں تلاش کرو۔''

اور حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں کہا: ہم اللہ کی کتاب (تو راۃ) میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ جمعہ کے روز ایک ایسی گھڑی آتی ہے کہ جس میں کوئی مومن نماز پڑھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا سوال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ گھڑی مختصر سی ہوتی ہے؟ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ نے سچ فرمایا ہے، وہ گھڑی واقعتاً مختصر سی ہوتی ہے۔ پھر میں نے پوچھا: وہ گھڑی کونسی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: «هِيَ آخِرُ سَاعَةٍ مِنْ سَاعَاتِ النَّهَارِ» ''وہ دن کی گھڑیوں میں سے آخری گھڑی ہے'' میں نے کہا: وہ گھڑی نماز کی گھڑی تو نہیں ہوتی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں، بے شک ایک بندہ جب نماز پڑھ لیتا ہے اور پھر وہ نماز کیلئے ہی بیٹھا رہتا ہے تو اس کا بیٹھنا نماز ہی تصور کیا جاتا ہے۔''[3]

جبکہ سنن سعید بن منصور میں ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے متعدد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جمع ہوئے اور انہوں نے آپس میں یوم جمعہ کی اس مبارک گھڑی کے بارے میں مذاکرہ کیا۔ اور جب انہوں نے

[1] صحیح مسلم :853
[2] سنن أبي داؤد :1048- وصححه الألباني
[3] سنن ابن ماجه :1139- وصححه الألباني

مجلس برخاست کی تو وہ سب اس بات پر متفق تھے کہ وہ گھڑی یومِ جمعہ کی آخری گھڑی ہے۔ ①

ان مختلف روایات کی بناء پر اس مبارک گھڑی کی تحدید میں علماء کے درمیان بھی شدید اختلاف پایا جاتا ہے حتی کہ حافظ ابن حجرؒ نے اس کے بارے میں فتح الباری میں چالیس اقوال ذکر کئے ہیں۔ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ یہ گھڑی متعین ہی نہیں ہے اور اسے لیلۃ القدر کی طرح مخفی رکھا گیا ہے تاکہ اللہ کے بندے اسے تلاش کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ دعا کریں۔

جبکہ پہلی روایت کو سامنے رکھتے ہوئے بعض علماء کا کہنا ہے کہ یہ مبارک گھڑی امام کے منبر پر بیٹھنے سے نمازِ جمعہ کے ختم ہونے کے دوران کسی وقت آتی ہے۔اور دوسری روایات کو سامنے رکھتے ہوئے کچھ علماء کا کہنا ہے کہ یہ گھڑی جمعہ کے روز عصر کے بعد آتی ہے۔اور جناب سعید بن جبیرؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہی قول نقل کیا ہے اور اسی وجہ سے وہ (سعید بن جبیرؒ) عصر کے بعد غروبِ آفتاب تک کسی سے کوئی بات نہیں کرتے تھے اور یہ وقت ذکر اور دعا میں گذارتے تھے۔ ②

امام ابن القیم الجوزیہؒ نے انہی دو اقوال کو راجح قرار دیا ہے کیونکہ یہ دونوں اقوال صحیح احادیث پر مبنی ہیں۔اور ان میں سے دوسرے قول کو زیادہ راجح بتایا ہے۔ ③

جبکہ بعض علماء ان دونوں روایات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ کبھی یہ گھڑی امام کے منبر پر بیٹھنے سے نمازِ جمعہ کے ختم ہونے کے دوران آتی ہے اور کبھی عصر کے بعد آتی ہے۔لہٰذا ان دونوں اوقات میں اس کی امید رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہئے۔واللہ اعلم

نمازِ جمعہ کے بعد نمازِ سنت

عزیزانِ گرامی! ہم اس سے پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ نمازِ جمعہ سے پہلے کوئی سنت نماز نہیں ہے۔اور جہاں تک نمازِ جمعہ کے بعد سنتوں کا تعلق ہے تو اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کے فعل سے یہ ثابت ہے کہ آپ دو رکعات ادا فرماتے تھے۔جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا ، وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ فِيْ بَيْتِهِ ، وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ ، وَكَانَ لَا يُصَلِّيْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ ۔ ④

① زاد المعاد: 379/1 ② زاد المعاد: 382/1 ③ زاد المعاد: 378/1

④ صحيح البخاری: 937، صحيح مسلم: 882

رسول اللہ ﷺ ظہر سے پہلے دو رکعتیں، اس کے بعد دو رکعتیں، مغرب کے بعد دو رکعتیں اپنے گھر میں، عشاء کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ اور نمازِ جمعہ کے بعد آپ ﷺ کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے یہاں تک کہ آپ نماز ختم کر کے (گھر) چلے جاتے۔ پھر آپ ﷺ دو رکعات ادا کرتے۔

یہ تو ہے آپ ﷺ کا اپنا فعل۔ جبکہ امت کیلئے آپ کا ارشاد یہ ہے کہ جو شخص نمازِ جمعہ کے بعد نماز پڑھنا چاہے تو وہ چار رکعات پڑھے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُصَلِّيًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ أَرْبَعًا»①

''تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے بعد نماز پڑھنا چاہے تو وہ چار رکعات پڑھے۔''

وفی روایة عنه: «إِذَا صَلَّيْتُمْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَصَلُّوْا أَرْبَعًا» قال سهيل: فَإِنْ عَجِلَ بِكَ شَيْءٌ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ فِي الْمَسْجِدِ، وَرَكْعَتَيْنِ إِذَا رَجَعْتَ②

''جب تم جمعہ کے بعد نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو چار رکعات پڑھو۔'' سہیل (راویٔ حدیث) کہتے ہیں کہ اگر تمہیں کسی کام کی جلدی ہو تو دو رکعات مسجد میں پڑھ لو اور دو رکعات گھر میں لوٹ کر پڑھ لو۔

ان تمام روایات کی بناء پر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ نمازِ جمعہ کے بعد اگر کوئی شخص مسجد میں نماز پڑھنا چاہے تو وہ چار رکعات پڑھے۔ اور اگر اسے جلدی ہو تو دو رکعات مسجد میں پڑھ لے اور دو گھر جا کر پڑھ لے۔ اور اگر وہ چاہے تو مسجد میں نماز نہ پڑھے اور اپنے گھر پہنچ کر دو رکعات ادا کر لے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کرتے تھے۔

بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ چنانچہ جنابِ نافعؒ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ نماز جمعہ پڑھنے کے بعد گھر چلے جاتے تھے اور وہاں دو رکعات پڑھتے تھے اور اس کے بعد کہتے تھے: رسول اللہ ﷺ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔③

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ یومِ جمعہ کو مسجد میں جاتے، پھر چند رکعات پڑھتے جن میں لمبا قیام کرتے، پھر امام کے سلام پھیرنے کے بعد گھر کو لوٹ جاتے اور دو رکعات ادا کرتے۔ اس کے بعد کہتے: رسول اللہ ﷺ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔④

جبکہ سنن ابو داؤد میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ جمعہ کے روز (نماز جمعہ کے بعد) اپنی جگہ پر کھڑے ہوئے دو رکعتیں پڑھ رہا ہے تو انہوں نے اسے دھکا دیا اور فرمایا: کیا تم جمعہ کی چار

① صحیح مسلم: 881　② صحیح مسلم: 881　③ صحیح مسلم: 882

④ أخرجه احمد وصححه سنده الألبانی فی ارواء الغلیل: 91/3

رکعات پڑھتے ہو؟ ①

جناب ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اعتراض مسجد میں دو رکعت پڑھنے پر نہیں، بلکہ اس بات پر تھا کہ اس نے سلام پھیرنے کے فوراً بعد اسی جگہ پر سنت شروع کر دی جہاں اس نے فرض نماز ادا کی تھی۔ جس سے یوں لگا کہ جیسے وہ جمعہ کی چار رکعتیں پڑھ رہا ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں یومِ جمعہ کی برکات سے مستفید ہونے کی توفیق دے۔

دوسرا خطبہ

محترم حضرات! آیئے اب یومِ جمعہ کے حوالے سے بعض مخصوص احکامات بھی سماعت کر لیجئے۔

(۱) یومِ جمعہ کو روزہ کیلئے اور شبِ جمعہ کو قیام کیلئے خاص کرنا

ہفتہ بھر کے دنوں میں صرف جمعہ کے دن کو روزہ کیلئے، اور پورے ہفتہ کی راتوں میں صرف جمعہ کی رات کو تہجد کیلئے خاص کرنا درست نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«لَا تَخْتَصُّوْا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِنْ بَيْنِ اللَّيَالِيْ وَلَا تَخُصُّوْا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِنْ بَيْنِ الْأَيَّامِ، إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ فِيْ صَوْمٍ يَصُوْمُهُ أَحَدُكُمْ» ②

"باقی راتوں کو چھوڑ کر صرف جمعہ کی رات کو قیام کیلئے خاص نہ کرو۔ اسی طرح باقی دنوں کو چھوڑ کر صرف جمعہ کے دن کو روزہ کیلئے خاص نہ کرو۔ ہاں اگر کوئی شخص روزہ رکھنے کا عادی ہو اور وہ جمعہ کے دن آجائے تو (کوئی حرج نہیں)"

اور محمد بن عباد کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سوال کیا' جبکہ وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے' کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف یومِ جمعہ کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا تھا؟ تو انہوں نے فرمایا: اِس گھر کے رب کی قسم! ہاں آپ نے منع فرمایا تھا۔ ③

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«لَا يَصُوْمُ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا يَوْمًا قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ» ④

---

① سنن أبي داؤد:1127۔ وصححه الألباني ② مسلم :1144

③ صحيح البخاري : 1984، صحيح مسلم :1143 ④ صحيح البخاري :1985، صحيح مسلم :1144

''تم میں سے کوئی شخص صرف یومِ جمعہ کا روزہ نہ رکھے۔ ہاں اگر (اس کے ساتھ) اس سے ایک روز پہلے یا ایک روز بعد کا بھی روزہ رکھے تو (کوئی حرج نہیں)۔''

اور حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ یومِ جمعہ کو ان کے پاس آئے جبکہ انھوں (حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا) نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کیا تم نے کل بھی روزہ رکھا تھا؟'' انھوں نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم آنے والی کل کا روزہ رکھنے کا ارادہ رکھتی ہو؟ انھوں نے کہا: نہیں۔ تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تب تم ابھی روزہ کھول دو۔''①

یہ تمام احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ صرف یومِ جمعہ کا روزہ رکھنا درست نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص جمعرات کا روزہ رکھ کر جمعہ کا روزہ بھی رکھ لے، یا جمعہ کا روزہ رکھ کر ہفتہ کا روزہ بھی رکھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲) یومِ جمعہ کو سورۃ الکہف کی تلاوت

جمعہ کے روز یا جمعہ کی رات سورۃ الکہف کی تلاوت کا اہتمام خصوصی طور پر کرنا چاہیے، کیونکہ احادیث مبارکہ میں اس کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْكَهْفِ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ ، أَضَاءَ لَهُ مِنَ النُّوْرِ فِيْمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ»②

''جس شخص نے جمعہ کی رات سورۃ الکہف کی تلاوت کی تو اس کے سامنے اس کے اور خانہ کعبہ کے درمیان مسافت کے برابر نور آجاتا ہے۔''

اور دوسری روایت میں ارشاد فرمایا:

«مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْكَهْفِ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ ، أَضَاءَ لَهُ مِنَ النُّوْرِ مَا بَيْنَ الْجُمُعَتَيْنِ»③

''جو آدمی یومِ جمعہ کو سورۃ الکہف پڑھتا ہے تو اس کیلئے اگلے جمعہ تک نور ہی نور ہو جاتا ہے۔''

---

① صحیح البخاری: 1986

② صحیح الجامع: 6471

③ صحیح الجامع للألبانی: 6470

(۳) نبی کریم ﷺ پر کثرت سے درود

اسی طرح جمعہ کی رات اور جمعہ کے روز رسول اللہ ﷺ پر زیادہ سے زیادہ درود پڑھنا چاہئے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے۔

جیسا کہ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کی بعض خصوصیات ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

«... فَأَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيْهِ ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ . قَالَ: قَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرِمْتَ؟قَالَ: يَقُوْلُوْنَ:بَلَيْتَ ، فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ »①

"لہٰذا تم اس دن مجھ پر زیادہ درود پڑھا کرو، کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا جبکہ (قبر میں آپ کا جسدِ اطہر) تو بوسیدہ ہو جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا: بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر یہ بات حرام کردی ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔"

اور حضرت ابو امامۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«صَلَاةُ أُمَّتِي تُعْرَضُ عَلَيَّ فِيْ كُلِّ يَوْمِ جُمُعَةٍ ، فَمَنْ كَانَ أَكْثَرَهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً كَانَ أَقْرَبَهُمْ مِنِّيْ مَنْزِلَةً »②

"میری امت کا درود مجھ پر ہر جمعہ کو پیش کیا جاتا ہے۔پس جو شخص مجھ پر زیادہ درود پڑھے گا وہ سب سے زیادہ میرے قریب ہوگا۔"

اللہ رب العزت نے مومنوں کو اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ پر درود پڑھنے اور سلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾③

"بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھی بھیجتے رہا کرو۔"

---

① سنن أبي داؤد :1047- وصححه الألباني

② أخرجه البيهقي:362/3برقم :6089بسند لا باس به

③ الأحزاب33: 56

جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! سلام کا طریقہ تو ہمیں اللہ تعالیٰ نے سکھلا دیا ہے، ہم درود کیسے بھیجیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یوں کہا کرو:

«اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ»[①]

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: «اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ»[②]

سب سے افضل درود یہی درود ہے جو کہ درود ابراہیمی کہلاتا ہے اور جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھلایا تھا۔ اس کے مختلف الفاظ مختلف روایات میں موجود ہیں۔ اور درود کے سب سے زیادہ بابرکت الفاظ بھی وہی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبانِ مبارک سے سکھلائے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے بغیر نہیں بولتے تھے۔ لہٰذا انھیں چھوڑ کر کسی اور شخص کے بنے ہوئے درود کے الفاظ کو نہ بہتر قرار دیا جا سکتا ہے اور نہ ان کے پڑھنے کی کوئی فضیلت ہے۔

درود بھیجنے کی فضیلت میں کئی احادیث ثابت ہیں۔ یہاں ہم صرف تین احادیث ذکر کرتے ہیں:

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدَةً ، صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ بِهَا عَشْرًا»[③]

''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔''

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدَةً، صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ، وَحَطَّ عَنْهُ عَشْرَ خَطِیْئَاتٍ، وَرَفَعَ عَشْرَ دَرَجَاتٍ»[④]

''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، اس کے دس گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کے دس درجات بلند کرتا ہے۔''

---

① صحیح البخاری: 3370
② صحیح البخاری: 3369
③ صحیح مسلم: 409
④ صحیح الجامع: 6359

۳۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ حِيْنَ يُصْبِحُ عَشْرًا ، وَحِيْنَ يُمْسِيْ عَشْرًا ، أَدْرَكَتْهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ »①

''جو آدمی صبح کے وقت دس مرتبہ اور شام کے وقت دس مرتبہ مجھ پر درود بھیجتا ہے، اسے قیامت کے دن میری شفاعت نصیب ہوگی۔''

(۴) نمازِ فجر میں (السجدۃ) اور (الدہر) کی قراءت

یومِ جمعہ کو نمازِ فجر کی پہلی رکعت میں سورتِ فاتحہ کے بعد سورۃ السجدۃ اور دوسری رکعت میں سورۃ الدہر کا پڑھنا مسنون ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں ﴿ألم تنزيل﴾ اور ﴿هَلْ أَتٰى عَلَى الْإِنْسَانِ﴾ پڑھتے تھے۔②

(۵) نمازِ جمعہ میں (الأعلیٰ) اور (الغاشیۃ) یا (الجمعۃ) اور (المنافقون) کی قراءت

یومِ جمعہ کو نمازِ جمعہ کی پہلی رکعت میں سورتِ فاتحہ کے بعد سورۃ الأعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورۃ الغاشیۃ یا پہلی رکعت میں سورۃ الجمعۃ اور دوسری رکعت میں سورۃ المنافقون کا پڑھنا مسنون ہے۔ جیسا کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین میں اور نمازِ جمعہ میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى﴾ اور ﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ﴾ پڑھتے تھے۔ اور جب ایک دن میں عید اور جمعہ اکٹھے ہو جاتے تو پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں نمازوں میں انہی سورتوں کی قراءت کرتے۔③

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یومِ جمعہ کو نمازِ فجر میں ﴿ألم تنزيل السجدة﴾ اور ﴿هَلْ أَتٰى عَلَى الْإِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ﴾ پڑھتے۔ اور نمازِ جمعہ میں سورۃ الجمعہ اور سورۃ المنافقون کی قراءت کرتے۔④

اور ابن ابی رافع روایت کرتے ہیں کہ خلیفہ مروان جب مکہ مکرمہ میں گئے تو انہوں نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا جانشین مقرر کیا۔ چنانچہ انہوں نے ہمیں جمعہ کی نماز پڑھائی اور پہلی رکعت میں سورۃ الجمعۃ اور دوسری میں سورۃ المنافقون پڑھی۔ نماز کے بعد میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ملا اور میں نے کہا: آج آپ

---

① صحیح الجامع:6357
② صحیح البخاری:891، صحیح مسلم:880
③ صحیح مسلم:878
④ صحیح مسلم:879

نے وہ سورتیں پڑھی ہیں جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں پڑھا کرتے تھے۔ تو حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمعہ کے دن یہی دو سورتیں پڑھتے ہوئے سنا تھا۔[1]

نمازِ جمعہ کیسے پائی جا سکتی ہے؟

نمازِ جمعہ کو پانے کیلئے ضروری ہے کہ نمازی امام کے ساتھ کم از کم آخری رکعت پا لے۔ اور اگر وہ آخری رکعت نہیں پاتا بایں صورت کہ وہ امام کے ساتھ دوسری رکعت کے رکوع کے بعد شامل ہوتا ہے تو اسے امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑے ہو کر صرف دو رکعات نہیں بلکہ ظہر کی چار رکعات پڑھنی ہونگی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْجُمُعَةِ رَكْعَةً فَلْيُصَلِّ إِلَيْهَا أُخْرٰى»[2]

''جو شخص نمازِ جمعہ کی ایک رکعت (امام کے ساتھ) پالے، وہ اس کے ساتھ ایک اور رکعت کو ملائے۔''

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ أَوْ غَيْرِهَا ، فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ »[3]

''جو آدمی نمازِ جمعہ یا کسی اور نماز کی ایک رکعت (امام کے ساتھ) پالے، تو اس نے نماز (باجماعت کا ثواب) حاصل کر لیا۔''

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

«إِذَا أَدْرَكْتَ رَكْعَةً مِنَ الْجُمُعَةِ فَأَضِفْ إِلَيْهَا أُخْرٰى ، فَإِذَا فَاتَكَ الرُّكُوْعُ فَصَلِّ أَرْبَعًا»[4]

''جب تم جمعہ کی ایک رکعت کو پالو تو اس کے ساتھ ایک اور رکعت کو ملا لینا، اور جب تم سے (دوسری رکعت کا) رکوع فوت ہو جائے تو تم چار رکعات پڑھنا۔''

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

«إِذَا أَدْرَكْتَ مِنَ الْجُمُعَةِ رَكْعَةً فَأَضِفْ إِلَيْهَا أُخْرٰى ، وَإِنْ أَدْرَكْتَهُمْ جُلُوْسًا فَصَلِّ أَرْبَعًا »[5]

① صحيح مسلم :877

② سنن ابن ماجه :1121۔ وصححه الألبانی

③ النسائی:557، ابن ماجه :1123۔ وصححه الألبانی

④ أخرجه ابن ابی شيبة والطبرانی والبيهقی، وصححه الألبانی فی إرواء الغليل :82/3

⑤ أخرجه البيهقی ۔ إرواء الغليل :82/3

"جب تمہیں جمعہ کی ایک رکعت مل جائے تو تم اس کے ساتھ ایک اور رکعت ملا لینا۔ اور جب تم ان کے ساتھ تشہد میں ملو تو تم چار رکعات پڑھ لینا۔"

ان تمام دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز جمعہ کا ثواب پانے کیلئے ضروری ہے کہ کم از کم ایک رکعت امام کے ساتھ ملے۔ اور جس شخص کو ایک رکعت بھی نہیں ملتی اور وہ دوسری رکعت کے رکوع کے بعد امام کے ساتھ شامل ہوتا ہے تو اس سے نماز جمعہ کا ثواب فوت ہو جاتا ہے اور اس صورت میں امام کے سلام پھیرنے کے بعد اسے چار رکعات پڑھنی ہوں گی۔

اللہ ہم سب کو دین حنیف پر عمل کرنے کی توفیق دے اور ہمیں دنیا وآخرت میں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین

موت ایک اٹل حقیقت

اہم عناصرِ خطبہ:

① موت سے کسی کو چھٹکارا نہیں
② موت کی یاد
③ موت سے غفلت کیوں؟
④ موت کی سختیاں
⑤ نیک اور بد کی موت میں فرق
⑥ موت کی کیفیت کے متعلق حضرت براء رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث
⑦ اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے

پہلا خطبہ

برادران اسلام! موت ایک اٹل حقیقت ہے جس سے کسی کو مفر نہیں اور یہ وہ قانون الٰہی ہے کہ جس سے نہ انبیاء، نہ اولیاء اور نہ ہی شاہ وگدا مستثنیٰ ہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے:

اَلْمَوْتُ قَدْحٌ كُلُّ نَفْسٍ شَارِبُهُ　　وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُهُ

موت ہر زندہ پر آتی ہے۔ بڑے پر بھی اور چھوٹے پر بھی۔ مرد پر بھی اور عورت پر بھی۔ نیک پر بھی اور برے پر بھی۔ مالدار پر بھی اور غریب پر بھی ...اور جس پر آتی ہے وہ نہ تو خود اس سے بچ سکتا ہے اور نہ اس کے ارد گرد بیٹھے ہوئے اس کے ورثاء اس کو اس سے بچا سکتے ہیں ..... الغرض یہ کہ کسی کو اس سے چھٹکارا نہیں۔ کوئی طاقتور ہو تب بھی اور کوئی کمزور ہو جب بھی، ہر حال میں اسے اس کا ذائقہ چکھنا ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس میں دوٹوک فیصلہ سناتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ ☆ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾[1]

''اور آپ سے پہلے کسی انسان کو بھی ہم نے ہمیشگی نہیں دی۔ کیا آپ فوت ہو گئے تو وہ ہمیشہ کیلئے زندہ رہیں گے؟ ہر جاندار کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔''

یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! نہ تو آپ سے پہلے کسی انسان کو ہمیشہ کیلئے زندہ رکھا گیا اور نہ ہی آپ ہمیشہ زندہ رہنے

---

① الأنبیاء21:34-35

والے ہیں، بلکہ ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔

اور سچ ہے کہ

لَوْ كَانَ فِي الدُّنْيَا بَقَاءُ لَمَا مَاتَ خَيْرُ الْمُرْسَلِيْنَ مُحَمَّدُ

یعنی اگر دنیا میں کسی کیلئے بقاء ہوتی تو افضل الرسل حضرت محمد ﷺ دنیا سے رخصت نہ ہوتے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

(أُرْسِلَ مَلَكُ الْمَوْتِ إِلٰى مُوْسٰى فَلَمَّا جَاءَهُ صَكَّهُ، فَرَجَعَ إِلٰى رَبِّهٖ فَقَالَ: أَرْسَلْتَنِيْ إِلٰى عَبْدٍ لَا يُرِيْدُ الْمَوْتَ، قَالَ: ارْجِعْ إِلَيْهِ فَقُلْ لَّهُ يَضَعُ يَدَهُ عَلٰى مَتْنِ ثَوْرٍ فَلَهُ بِمَا غَطّٰى يَدُهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةٌ، قَالَ: أَيْ رَبِّ، ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: ثُمَّ الْمَوْتُ. قَالَ: فَالْآنَ)[1]

''موت کے فرشتے کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجا گیا، چنانچہ وہ جب ان کے پاس آیا تو انھوں نے اسے تھپڑ رسید کر دیا (اور اس کی ایک آنکھ پھوڑ ڈالی۔مسلم) وہ اپنے رب کے پاس واپس لوٹا اور کہا: تو نے مجھے اُس بندے کی طرف بھیجا جو موت کا خواہشمند نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے (اس کی آنکھ اسے واپس لوٹائی اور) کہا: جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ ایک بیل کی پیٹھ پر اپنا ہاتھ رکھے، پھر جتنے بال اس کے ہاتھ کے نیچے آئیں ان میں سے ہر بال کے بدلے اُس کیلئے ایک سال مزید ہے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! اس کے بعد پھر کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر موت۔ تو انھوں نے کہا: پھر تو موت ابھی منظور ہے۔''

اِس حدیث سے ثابت ہوا کہ موت سے قطعا چھٹکارا نہیں ہے چاہے کوئی کتنی لمبی عمر کیوں نہ پائے۔

حضرات! موت ایسی چیز ہے جو اپنے وقتِ مقررہ پر ہی آتی ہے۔ نہ ایک لحہ پہلے آتی ہے اور نہ ایک لحہ تاخیر سے آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا إِذَا جَآءَ أَجَلُهَا وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾[2]

''اور جب کسی کا مقررہ وقت آ جاتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ ہرگز مہلت نہیں دیتا۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اس سے اللہ تعالیٰ بخوبی باخبر ہے۔''

کسی انسان کو نہ موت کا وقت معلوم ہے اور نہ اسے یہ پتہ ہے کہ یہ کہاں آئے گی۔ اپنی موت کے مقررہ وقت پر کوئی جس حالت میں ہوگا اور جہاں ہوگا اسے موت آکر رہے گی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ

---

[1] صحیح البخاری: 1339، 3407، صحیح مسلم: 2372 [2] المنافقون 63:11

إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ ①

''کوئی (بھی) نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کچھ کرے گا؟ اور نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ وہ کس زمین پر مرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت جاننے والا اور نہایت باخبر ہے۔''

یعنی کسی کو کچھ پتہ نہیں کہ اسے موت کہاں آئے گی؟ گھر میں یا گھر سے باہر؟ اپنے وطن میں یا دیارِ غیر میں؟ جوانی میں یا بڑھاپے میں؟ اپنی آرزوؤں اور خواہشات کی تکمیل کے بعد یا پہلے؟ کسی کو کچھ معلوم نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ﴾ ②

''تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمھیں آ پکڑے گی، گو تم مضبوط قلعوں میں ہو۔''

اور موت سے کوئی شخص راہِ فرار اختیار نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ ③

''کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگ رہے ہو وہ تمھیں پہنچ کر رہے گی۔ پھر تم سب اس ذات کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے جو ہر چھپی ہوئی اور ہر ظاہر چیز کو جاننے والا ہے۔ اور وہ تمھیں تمھارے کئے ہوئے تمام کاموں کے متعلق خبردار کرے گا۔''

عزیزانِ گرامی! جو آیات ہم نے اب تک ذکر کی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ موت ایک ایسی اٹل حقیقت ہے کہ جس سے کسی کو چھٹکارا نہیں۔ اور یہ اپنے اس مقررہ وقت پر ہی آتی ہے جس کا کسی کو علم نہیں۔ اور ہر حال میں آ کر رہتی ہے چاہے کوئی اسے پسند کرے یا نہ کرے۔ لہٰذا ہر انسان کو موت سے پہلے کا وقت غنیمت تصور کرنا چاہئے اور اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری میں ہی لگانا چاہئے تاکہ جب اس کی موت آئے تو اس کا پروردگار اس سے راضی ہو۔ ورنہ اگر انسان اپنی زندگی مستی اور عیش پرستی میں گذار دے اور اس دوران اس دھوکے میں پڑا رہے کہ ابھی نیکی اور توبہ کرنے کو بہت وقت پڑا ہے اور پھر اسی حالت میں اس کی موت آ جائے تو اس سے بڑھ کر سیاہ بختی اور محرومیٔ قسمت اور کیا ہو گی؟

ارشادِ باری ہے: ﴿وَأَنفِقُوا مِن مَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ الصَّالِحِينَ﴾ ④

''اور جو کچھ ہم نے تمھیں دے رکھا ہے اس میں سے موت کے آنے سے پہلے (ہماری راہ میں) خرچ کر

---

① لقمان 34:31 ② النساء 4: 78 ③ الجمعة 62: 8 ④ المنافقون 63: 10

لو۔ (ورنہ جب موت آجائے گی تو وہ کفِ افسوس ملتے ہوئے) کہے گا: اے میرے رب! مجھے تو نے تھوڑی دیر کیلئے مہلت کیوں نہ دی کہ میں اس میں صدقہ کر لیتا اور نیک لوگوں میں سے ہو جاتا۔''

گویا موت کے وقت نیکی کرنے کی خواہش اور نیک لوگوں میں سے ہو جانے کی تمنا کسی کام نہیں آئے گی۔ اس لئے وہ وقت آنے سے پہلے ہی انسان کو نیکی اور توبہ کر لینی چاہئے۔

موت کی یاد

برادرانِ اسلام! موت کو ہر دم یاد رکھنا چاہئے اور کبھی اس سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔ اور ہر انسان کو اپنے ان رشتہ داروں اور دوستوں کے متعلق سوچنا چاہئے کہ جو کل تک دنیا میں اس کے ساتھ تھے اور آج مٹی کے ڈھیر تلے دب چکے ہیں۔ بڑی حیرت ہوتی ہے اس شخص پر جو اپنے کندھوں پر کئی جنازے اٹھا چکا ہو، اپنے ہاتھوں کئی فوت شدگان کو دفن کر چکا ہو، اپنی آنکھوں سے قبرستان کے کئی خوفناک مناظر دیکھ چکا ہو، اپنے کانوں سے کئی لوگوں کی اچانک موت کے واقعات سن چکا ہو اور پھر بھی اپنی موت سے غافل ہو!

امام ابن قدامہ نے موت کی یاد کے حوالے سے لوگوں کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے:

ایک وہ انسان ہے جو کہ دنیاوی کاموں میں بری طرح مشغول رہتا ہے اور دنیا کی طلب میں دن رات ایک کر دیتا ہے۔ ایسا شخص موت سے غافل رہتا ہے اور اگر کبھی اسے موت یاد بھی آتی ہے تو وہ اس سے نفرت کرتا ہے۔

دوسرا وہ انسان ہے جو کہ موت کو زیادہ سے زیادہ یاد کرتا ہے اور موت کو یاد کر کے اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے وہ کثرت سے توبہ کرتا رہتا ہے۔ ایسا شخص موت سے محبت کرنے والا ہوتا ہے اور اگر اس کے دل میں کبھی موت کو ناپسند کرنے کا خیال آتا بھی ہے تو وہ محض اس لئے ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو گناہ گار تصور کرتا ہے اور مزید نیکیاں کمانے کا خواہشمند ہوتا ہے۔ اور اس کی تمنا یہ ہوتی ہے کہ اس کی موت اس حالت میں آئے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو۔ تو اس تمنا کے پورا ہونے تک اگر وہ موت کو ناپسند کرتا ہو تو اور بات ہے ورنہ عام حالات میں موت اسے پسند ہی ہوتی ہے۔

اور تیسرا انسان وہ ہے جو کہ موت کو ہر دم یاد رکھتا ہے اور کسی بھی لمحے اس سے غافل نہیں ہوتا۔ ایسا شخص اللہ تعالیٰ سے جلد ملاقات کرنے کا متمنی ہوتا ہے تاکہ وہ دنیا کی پریشانیوں سے نجات پا کر جلد از جلد نعمتوں والے گھر میں جا پہنچے۔

ان تینوں میں سے سب سے بہتر شخص تیسرا ہے، اس کے بعد دوسرا اور سب سے بدتر انسان پہلا ہے جو کہ موت سے مکمل طور پر غافل رہتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتَ، فَإِنَّهُ لَمْ يَذْكُرْهُ أَحَدٌ فِيْ ضَيْقٍ مِّنَ الْعَيْشِ إِلَّا وَسَّعَهُ عَلَيْهِ»①

''لذتوں کو ختم کردینے والی چیز یعنی موت کو زیادہ سے زیادہ یاد کیا کرو، کیونکہ جو شخص بھی اسے تنگ حالی میں یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے خوشحال بنا دیتا ہے۔''

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا کہ اچانک ایک انصاری آیا، اس نے نبی کریم ﷺ کو سلام کہا، پھر کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! مومنوں میں سب سے افضل کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: «أَحْسَنُهُمْ أَخْلَاقًا»

''ان میں جو سب سے اچھے اخلاق والا ہو۔''

اس نے پھر پوچھا: مومنوں میں سب سے زیادہ عقلمند کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَكْثَرُهُمْ لِلْمَوْتِ ذِكْرًا وَأَحْسَنُهُمْ لِمَا بَعْدَهُ اسْتِعْدَادًا، أُولَئِكَ الْأَكْيَاسُ»

''ان میں جو سب سے زیادہ موت کو یاد کرنے والا ہو اور جو موت کے بعد آنے والے مراحل کیلئے سب سے زیادہ تیاری کرنے والا ہو وہی لوگ زیادہ عقلمند ہیں۔''②

الدقاق کا کہنا ہے کہ جو شخص موت کو زیادہ یاد کرتا ہے اس کا تین طرح سے اکرام کیا جاتا ہے: ایک یہ کہ اسے جلدی توبہ کرنے کی توفیق مل جاتی ہے۔ دوسرا یہ کہ جتنا ملتا ہے اسے اتنے پر قناعت نصیب ہوتی ہے۔ اور تیسرا یہ کہ اسے عبادت میں لذت اور نشاط محسوس ہوتی ہے۔ اور جو شخص موت کو بھلا دیتا ہے اسے تین طرح سے سزا دی جاتی ہے: ایک یہ کہ اسے جلدی توبہ کرنے کی توفیق نہیں ملتی۔ دوسرا یہ کہ جتنا آتا ہے اس پر قناعت نصیب نہیں ہوتی۔ اور تیسرا یہ کہ عبادت میں سستی اور بے دلی محسوس ہوتی ہے۔

اور اللہ رب العزت کے اس فرمان: ﴿ اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیَاةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴾③

''(اللہ وہ ہے) جس نے موت وحیات کو پیدا کیا تاکہ تمھیں آزمائے کہ تم میں عمل کے اعتبار سے کون زیادہ

---

① شعب الإيمان، صحيح ابن حبان۔ صحيح الجامع للألباني:1211

② سنن ابن ماجه :4259۔ وصححه الألباني

③ الملك 67: 2

اچھا ہے۔"

کے متعلق السدی کا کہنا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تم میں کون زیادہ موت کو یاد کرنے والا، اس کی تیاری کرنے والا اور اس سے ڈرنے والا ہے۔

جو چیز موت اور آخرت کی یاد دلاتی ہے اور دنیا سے بے رغبت کر دیتی ہے وہ ہے قبرستان کی زیارت۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ کی قبر پر گئے تو آپ خود بھی روئے اور جو آپ کے ساتھ تھے آپ نے انھیں بھی رلایا۔ پھر فرمایا:

«اِسْتَأْذَنْتُ رَبِّیْ فِیْ أَنْ أَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ یُؤْذَنْ لِیْ ، وَاسْتَأْذَنْتُهُ فِیْ أَنْ أَزُوْرَ قَبْرَهَا فَأَذِنَ لِیْ ، فَزُوْرُوْا الْقُبُوْرَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ»①

"میں نے اپنے رب سے والدہ کیلئے استغفار کی اجازت طلب کی لیکن مجھے اجازت نہیں ملی۔ پھر میں نے والدہ کی قبر پر آنے کی اجازت طلب کی تو اجازت مل گئی۔ لہٰذا تم قبرستان کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ (قبریں) موت کی یاد دلاتی ہیں۔"

اس لئے انسان کو گاہے بگاہے قبرستان میں ضرور جانا چاہئے تا کہ اسے عبرت حاصل ہو اور وہ اپنے انجام کو یاد کر کے راہِ راست پر آجائے۔ یا اگر وہ پہلے ہی راہِ راست پر چل رہا ہے تو موت کو یاد کر کے استقامت کے ساتھ اسی راہِ راست پر چلتا رہے۔

پتھر دلوں کا علاج

پتھر دل لوگ اگر اپنے دل نرم کرنا چاہتے ہوں تو ان کیلئے ضروری ہے کہ وہ:

۱۔ جن گناہوں میں منہمک ہوں انھیں فوراً چھوڑ دیں اور دینی مجلسوں میں حاضر ہوں۔

۲۔ موت کو زیادہ سے زیادہ یاد کیا کریں۔ وہ موت جو لذتوں کو ختم کر دیتی ہے، پیاروں سے جدا کر دیتی ہے اور بچوں کو یتیم بنا دیتی ہے۔

۳۔ جن لوگوں کی موت کا وقت قریب ہو اور وہ سکراتِ موت میں مبتلا ہوں ان کے پاس بیٹھیں۔ اس سے بھی پتھر دل نرم ہو جاتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

① صحیح مسلم، الجنائز باب استئذان النبی ﷺ ربه عز وجل فی زیارة قبر أمه:976

«لَيْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَايَنَةِ، إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ أَخْبَرَ مُوْسٰى بِمَا صَنَعَ قَوْمُهُ فِي الْعِجْلِ فَلَمْ يُلْقِ الْأَلْوَاحَ، فَلَمَّا عَايَنَ مَا صَنَعُوْا أَلْقَى الْأَلْوَاحَ فَانْكَسَرَتْ»①

''کسی خبر کا سننا اس کو دیکھنے کی مانند نہیں ہوتا۔ اسی لئے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسی علیہ السلام کو ان کی قوم کے بارے میں خبر دی کہ اس نے بچھڑے کو معبود بنا لیا ہے تو انہوں نے اپنی تختیاں نہ پھینکیں، لیکن جب انہوں نے جا کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو (غصے سے) تختیاں پھینک دیں جس سے وہ ٹوٹ گئیں۔''

یعنی جن لوگوں کی موت کا وقت قریب ہوا نھیں دیکھنا، قبروں پر جانا اور میت کو غسل دینے، کفن پہنانے اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے بعد اس کی تدفین کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھنا، محض خبریں سننے کی بہ نسبت زیادہ مؤثر اور عبرتناک ہے۔

موت سے غفلت کیوں ؟

موت اور موت کے بعد آنے والے تمام مراحل کٹھن اور انتہائی خوفناک ہیں۔ اس لئے سچا مومن جب بھی موت اور قبر کا تصور اپنے ذہن میں لاتا ہے تو اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور وہ اس کے خوف سے کانپ اٹھتا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ جیسے ایک انسان کو پر خطر سفر طے کرنا ہو تو وہ سفر شروع کرنے سے پہلے ہر وقت اس کے متعلق سوچ وبچار میں پڑا رہتا ہے اور ہر ممکن حد تک اس کے خطرات کو کم کرنے کی تگ ودو میں لگا رہتا ہے۔ بالکل اسی طرح آخرت کا سفر ہے جس کا آغاز موت سے ہوتا ہے اور اس کی پہلی منزل قبر ہے.. جی ہاں! ایک تنگ وتاریک کوٹھڑی کہ جہاں کوئی دوست کام آئے گا نہ رشتہ دار ساتھ دیں گے...

کہا احباب نے ہر دفن کے وقت　　اب ہم وہاں کا کیا حال جانیں
لحد تک آپ کی تعظیم کر دی　　آگے آپ کے نامہ اعمال جانیں

پھر اس کے بعد آنے والی تمام منزلیں اس سے بھی زیادہ سنگین ...تو ایسے پر خطر سفر سے آخر ہم لوگ کیوں غافل ہیں؟ موت کا تصور ہمیں کیوں نہیں جھنجھوڑتا؟ موت کو یاد کر کے ہم خوابِ غفلت سے کیوں بیدار نہیں ہوتے؟ بظاہر اس کے دو اسباب ہیں: **ایک دنیا کی محبت اور دوسرا جہالت**

چنانچہ دنیا کی محبت اور اس کی لذتوں اور شہوتوں میں ہم اس قدر غرق ہو چکے ہیں کہ کبھی اس بارے میں سوچا ہی نہیں کہ جس طرح ہمارے باپ دادا اس دنیا کو چھوڑ کر چلے گئے اسی طرح ہمیں بھی اسے الوداع کہنا ہے۔

---

① مسند أحمد:2447:260/4، صحيح ابن حبان :6213- وهو حديث صحيح

لیکن صد افسوس ! ہمارے سامنے ہر وقت دنیاوی خواہشات کی ایک لمبی چوڑی فہرست رہتی ہے جس کو پورا کرنا ہمارا مقصدِ حیات ہوتا ہے ۔ اور جب تک ان میں سے چند خواہشات پوری ہوتی ہیں تب تک زندگی کا بڑا حصہ گذر چکا ہوتا ہے اور مزید خواہشات جنم لے چکی ہوتی ہیں ۔ اور ابھی بہت ساری خواہشات نامکمل ہوتی ہیں کہ فرشتۂ اجل دروازے پر آ پہنچتا ہے ۔ تب سوائے پچھتاوے اور افسوس کے اور کچھ ہاتھ نہیں آتا ۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«لَا يَزَالُ قَلْبُ الْكَبِيرِ شَابًّا فِي اثْنَتَيْنِ : فِي حُبِّ الدُّنْيَا ، وَطُوْلِ الْأَمَلِ»①

''دو چیزیں ایسی ہیں جن کے بارے میں عمر رسیدہ انسان کا دل ہمیشہ جوان رہتا ہے : دنیا سے محبت اور لمبی لمبی امیدیں ۔''

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«يَكْبُرُ ابْنُ آدَمَ وَيَكْبُرُ مَعَهُ اثْنَانِ : حُبُّ الْمَالِ ، وَطُوْلُ الْعُمُرِ»②

''ابنِ آدم جیسے جیسے بڑا ہوتا ہے اس کے ساتھ دو چیزیں بھی بڑی ہوتی رہتی ہیں : مال کی محبت اور لمبی زندگی کی خواہش ۔''

حالانکہ ابن آدم ذرا سا سوچے تو اسے یقین ہو جائے کہ اس کی موت نے تو اسے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے ۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مربع لکیر کھینچی ، پھر اس کے عین درمیان میں ایک اور لکیر کھینچی جو ایک جانب سے باہر کو جا رہی تھی ۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درمیان والی لکیر کی دونوں جانب چھوٹی چھوٹی اور لکیریں کھینچیں ۔ پھر ارشاد فرمایا:

« هٰذَا الْإِنْسَانُ ، وَهٰذَا أَجَلُهُ مُحِيْطٌ بِهٖ ، وَهٰذَا الَّذِيْ هُوَ خَارِجٌ:أَمَلُهُ ، وَهٰذِهِ الْخُطَطُ الصِّغَارُ:الْأَعْرَاضُ ، فَإِنْ أَخْطَأَهُ هٰذَا نَهَشَهُ هٰذَا ، وَإِنْ أَخْطَأَهُ هٰذَا نَهَشَهُ هٰذَا»③

''یہ (درمیان والی لکیر) انسان ہے اور یہ (مربع لکیر) اس کی موت ہے جس نے اسے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے ۔ اور یہ جو لکیر باہر کو نکل رہی ہے یہ اس کی امیدیں ہیں ۔ اور یہ جو درمیان والی لکیر کی دونوں جانب چھوٹی چھوٹی لکیریں ہیں یہ اس کو پیش آنے والی غیر دائمی پریشانیاں ہیں ۔ اگر وہ اس (پریشانی) سے بچ جائے تو یہ اسے آدبوچتی ہے اور اگر وہ اس سے بچ جائے تو ایک اور پریشانی اسے ڈس لیتی ہے ۔''

لہٰذا موت سے غافل ہونے کی بجائے ہمیشہ موت کو یاد رکھنا چاہئے اور دنیا میں یوں رہنا چاہئے جیسا کہ

① صحیح البخاری:6420 ② صحیح البخاری:6421 ③ صحیح البخاری:6417

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور ارشاد فرمایا:

«كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ»

''دنیا میں ایک اجنبی یا ایک مسافر کی طرح رہو۔''

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے:

«إِذَا أَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ، وَإِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ، وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ، وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ»[1]

''جب شام ہو جائے تو صبح کا انتظار مت کرو اور جب صبح ہو جائے تو شام کا انتظار مت کرو۔ اور تندرستی کی حالت میں اتنا عمل کر لو کہ جو بیماری کی حالت میں بھی کافی ہو جائے۔ اور اپنی زندگی میں اس قدر نیکیاں کما لو کہ جو موت کے بعد بھی تمہارے لئے نفع بخش ہوں۔''

مسند احمد وغیرہ میں اس حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

«كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ، وَعُدَّ نَفْسَكَ مِنْ أَهْلِ الْقُبُوْرِ»[2]

''دنیا میں ایک اجنبی یا ایک مسافر کی طرح رہو اور اپنے آپ کو قبر والوں میں شمار کرو۔''

ایک اور روایت میں یوں ارشاد فرمایا:

«يَا ابْنَ آدَمَ! اِعْمَلْ كَأَنَّكَ تَرَى اللّٰهَ، وَعُدَّ نَفْسَكَ مَعَ الْمَوْتٰى، وَإِيَّاكَ وَدَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ»[3]

''اے ابن آدم! تم عمل یوں کرو کہ جیسے تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو۔ اور اپنے آپ کو فوت شدگان میں شمار کرو۔ اور مظلوم کی بد دعا سے بچو۔''

جہاں تک موت سے غفلت کا دوسرا سبب (یعنی جہالت) کا تعلق ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ بہت سارے لوگ اپنی جوانی سے دھوکہ کھا جاتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ موت جوانی میں نہیں بڑھاپے میں آتی ہے۔ اور یہی سمجھ کر وہ موت سے غافل ہو جاتے ہیں حالانکہ اگر وہ اپنے محلے میں بوڑھے لوگوں کی گنتی کریں تو شاید وہ دس سے بھی کم ہوں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ زیادہ تر لوگ بڑھاپے تک پہنچنے سے پہلے ہی وفات پا جاتے ہیں۔

جبکہ کئی لوگ اپنی تندرستی سے دھوکہ کھا جاتے ہیں اور ان کا خیال یہ ہوتا ہے کہ موت تو بیماری کی حالت میں

---

[1] صحیح البخاری، الرقاق باب قول النبی ﷺ (کن فی الدنیا کأنك غریب......):6416

[2] الصحیحة للألبانی:1157 [3] المرجع السابق

آتی ہے حالانکہ اگر وہ اپنے آس پاس رہنے والے لوگوں کا جائزہ لیں تو انھیں معلوم ہوگا کہ کتنے لوگ صحتمند ہونے کے باوجود اچانک اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔تو کیا ان جیسی اچانک موت ان پر نہیں آسکتی ؟

موت کی سختیاں

اللہ تعالیٰ نے موت کی سختیوں کا ذکر چار آیاتِ قرآنیہ میں کیا ہے :

۱۔﴿وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ﴾ ①

''موت کی سختی حق کے ساتھ آ چکی۔''

۲۔﴿وَلَوْتَرٰى إِذِ الظَّالِمُوْنَ فِيْ غَمَرَاتِ الْمَوْتِ﴾ ②

''اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے''

۳۔﴿فَلَوْ لَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ﴾ ③

''پس جبکہ روح نرخرے تک پہنچ جائے۔''

۴۔﴿كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ﴾ ④

''ہرگز نہیں ، جب روح ہنسلی تک پہنچ جائے گی۔''

جس وقت انسان پر موت آتی ہے وہ لمحہ آسان نہیں بلکہ انتہائی مشکل اور زندگی کا سب سے سخت لمحہ ہوتا ہے۔اس کی سب سے بڑی دلیل رسول اللہ ﷺ کی موت ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ (کی وفات کے وقت) آپ کے سامنے پانی سے بھرا ہوا ایک پیالہ رکھا ہوا تھا ، آپ پانی میں اپنے ہاتھ داخل کرتے اور اپنے چہرے پر پھیرتے ہوئے فرماتے:(لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ إِنَّ لِلْمَوْتِ لَسَكَرَاتٍ) ''اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ، یقیناً موت کی سختیاں ہوتی ہیں'' پھر آپ نے اپنے ہاتھوں کو اوپر اٹھایا اور فرمانے لگے : (فِي الرَّفِيْقِ الْأَعْلٰى) یہاں تک کہ آپ کی روح قبض کر لی گئی اور آپ کے ہاتھ ڈھیلے پڑ گئے۔ ⑤

یہ حالت تھی رسول اللہ ﷺ کی حالانکہ آپ تو انسانوں میں سب سے افضل انسان اور انبیاء علیہم السلام میں اللہ کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔لہٰذا ذرا سوچئے تو سہی کہ موت کے وقت میری اور آپ کی کیا حالت ہو گی ! اگر

① ق19:50 ② الأنعام93:6 ③ الواقعة83:56 ④ القيامة26:75

⑤ صحيح البخاري :4449

پیغمبروں کے سردار حضرت محمد ﷺ کو بھی موت کی سختیوں کا احساس ہو رہا تھا تو کوئی اور انسان موت کی ان سختیوں سے کیونکر بچ سکتا ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ (مَاتَ النَّبِيُّ ﷺ وَإِنَّهُ لَبَيْنَ حَاقِنَتِيْ وَذَاقِنَتِيْ ، فَلَا أَكْرَهُ شِدَّةَ الْمَوْتِ لِأَحَدٍ أَبَدًا بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ)

جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو (آپ کا سر مبارک) میری ٹھوڑی اور ہنسلی کے درمیان تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کا سر مبارک میری گردن اور میرے سینے کے درمیان تھا] اور جب سے میں نے آپ کی موت کو دیکھا ہے اس کے بعد میں کسی کی موت کی سختی کو ناپسند نہیں کرتی۔ ①

یعنی آپ ﷺ کی موت کی سختی کو دیکھ کر مجھے اب کسی اور کی موت کی سختی پر کوئی تعجب نہیں ہوتا۔

رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ کی امت میں سب سے اونچا مرتبہ آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد تابعین رحمہ اللہ کا ہے۔ تو آیئے ذرا دیکھیں کہ موت کے وقت ان صلحاءِ امت کے احساسات کیا تھے :

① حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ پر موت کی گھڑی آئی تو کہنے لگے : کیا کوئی ہے جو اس گھڑی کیلئے عملِ صالح کر لے؟ کیا کوئی ہے جو اس دن کیلئے کچھ کما لے؟ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے رونا شروع کر دیا۔ ان کی بیوی نے کہا: آپ تو صحابیٔ رسول ہیں، آپ کیوں روتے ہیں؟ انھوں نے کہا: میں کیوں نہ روؤں جبکہ مجھے کچھ پتہ نہیں کہ میرے کس گناہ پر میری پکڑ ہو جائے!

② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے موت کے وقت رونا شروع کر دیا تو کسی نے پوچھا: کیوں روتے ہیں؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں دنیا کو چھوڑنے کے غم میں نہیں رو رہا بلکہ اس لئے رو رہا ہوں کہ ابھی میں ایک لمبے سفر پر روانہ ہونے والا ہوں اور میرا سفر خرچ بہت کم ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ میں جنت میں جاؤں گا یا جہنم میں!

③ حضرت عطاء السلمی رحمہ اللہ کی موت کا وقت قریب آیا تو ان سے کسی نے پوچھا: آپ کیا محسوس کرتے ہیں؟ تو کہنے لگے: موت میری گردن میں ہے، قبر میرے سامنے ہے، روزِ قیامت مجھے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا ہے اور پھر پل صراط سے گذرنا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ ان تمام مراحل میں میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا! یہ کہہ کر انھوں نے رونا شروع کر دیا اور اتنے روئے کہ بے ہوش ہو گئے۔ پھر جب افاقہ ہوا تو دعا کرتے ہوئے کہنے لگے: اے اللہ! تو میرے حال پر رحم فرما اور قبر میں آسانی فرما اور موت کا لمحہ آسان کر دے۔

④ حضرت محمد بن المنکدر رحمہ اللہ نے موت کے وقت رونا شروع کیا تو آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کیوں رو رہے

① صحيح البخاري:4446

ہیں؟ تو انھوں نے کہا: میں اپنے کسی گناہ پر نہیں رو رہا بلکہ اس لئے رو رہا ہوں کہ میں نے کہیں کوئی کام ہلکا سمجھ کر نہ کرلیا ہو اور وہ اللہ کے ہاں بہت بڑا ہو۔

⑤ حضرت سفیان الثوریؒ نے موت کی گھڑی میں کہا: موت کی سختی سے زیادہ سخت موقع مجھ پر کبھی نہیں آیا اور مجھے خطرہ ہے کہ کہیں اس سخت مرحلے میں مجھ پر مزید سختی نہ کی جائے۔

عزیزان گرامی! اب وقت آچکا کہ غفلت کی نیند میں سویا ہوا انسان بیدار ہو جائے اور موت کے کڑوے گھونٹ کو پینے کا وقت آنے سے پہلے ..... سانس اور حرکاتِ قلب بند ہو جانے سے پہلے ...... اور قبر کا سفر شروع کرنے سے پہلے غافل اپنی غفلت سے خبردار ہو جائے۔

جب موت نے انبیاء ورسل علیہم السلام اور اولیاء و متقین کو معاف نہیں کیا تو ہم کون ہیں کہ موت کو یاد نہیں کرتے؟ اور اس کی تیاری نہیں کرتے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيمٌ ☆ أَنتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُونَ﴾ ①

''کہہ دیجئے! وہ بہت بڑی خبر ہے جس سے تم اعراض کرتے ہو۔''

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''مجھے تین باتوں نے ہنسایا ہے اور تین باتوں نے رونے پر مجبور کیا ہے۔ جن تین باتوں نے مجھے ہنسایا ہے وہ ہیں: دنیا کو طلب کرنے والا انسان جبکہ وہ خود موت کو مطلوب ہے۔ اور ایک غافل انسان جبکہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے اس سے غافل نہیں۔ اور ایسا انسان جو منہ بھر کر ہنستا ہے اور اسے یہ پتہ نہیں ہوتا کہ اس نے اس طرح اللہ تعالیٰ کو راضی کیا ہے یا ناراض؟ اور جن تین باتوں نے مجھے رونے پر مجبور کیا ہے وہ ہیں: اپنے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کی جدائی۔ اور موت کی سختیوں کے وقت قریب المرگ انسان کا شدید خوف۔ اور اس دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا جب ہر خفیہ چیز ظاہر ہو جائے گی اور انسان کو کچھ پتہ نہ ہوگا کہ اس کا ٹھکانا جنت ہے یا جہنم؟''

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''کیا میں تمھیں ان دو دنوں اور ان دو راتوں کے متعلق نہ بتاؤں کہ ان جیسے دن اور رات کبھی کسی نے نہیں دیکھے؟ دو دنوں میں سے پہلا دن وہ ہے جب تمھارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ اس کی رضا یا اس کی ناراضگی کو لے کر آئے گا۔ اور دوسرا دن وہ ہے جب تمھیں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا، پھر تمھیں تمھارا نامہ اعمال تمھارے دائیں ہاتھ میں یا تمھارے بائیں ہاتھ میں پکڑا دیا جائے گا۔ اور دو راتوں میں سے پہلی رات وہ ہے جو کہ میت کو قبر میں گذارنی ہے اور دوسری رات وہ ہے جس کی صبح کو قیامت قائم ہوگی۔''

① ص:38 67-68

نیک اور بد کی موت میں فرق

جس طرح نیک اور بد کی زندگی اور اللہ کے فرمانبردار اور اس کے نافرمان کی زندگی ایک جیسی نہیں ہوتی اسی طرح ان دونوں کی موت بھی ایک جیسی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَن نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَّحْيَاهُم وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴾[1]

''کیا برے کام کرنے والوں کا یہ گمان ہے کہ ہم انہیں ان لوگوں جیسا کریں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے؟ کیا ان کا مرنا جینا ایک جیسا ہوگا؟ برا ہے وہ فیصلہ جو وہ کر رہے ہیں۔''

یعنی اگر ان مجرموں کا یہ خیال ہے کہ ان کا اور ایمان والوں اور عمل صالح کرنے والوں کا مرنا جینا ایک جیسا ہوگا تو یقینی طور پر ان کا یہ خیال برا ہے، کیونکہ ان کی موت وحیات میں بہت فرق ہے...اور یہ فرق کیا ہے؟ اس بارے میں متعدد قرآنی آیات اور احادیثِ نبویہ موجود ہیں۔ ان میں سے چند ایک آپ بھی سماعت فرمالیں:

نیک اور صالح انسان کی موت کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ یوں بیان فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۝ وَادْخُلِي جَنَّتِي﴾[2]

''اے اطمینان والی روح! تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل، اس طرح کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے خوش۔ پھر میرے بندوں میں داخل ہوجا اور میری جنت میں چلی جا۔''

یہ عظیم خوشخبری مومن کو اس کی موت کے وقت دی جاتی ہے۔ گویا اس کی موت آسان ہوتی ہے اور اس حالت میں اس پر آتی ہے کہ جب وہ اللہ سے اور اللہ اس سے راضی ہوتا ہے۔ جبکہ اللہ کے نافرمان کی موت اس حالت میں آتی ہے کہ فرشتۂ موت اسے موت کے وقت اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی خبر سناتا ہے اور اس کی روح کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے: تو اللہ تعالیٰ کے غضب کی طرف چلی جا۔

برے اور نافرمان انسان کی موت کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ﴾[3]

---

[1] الجاثية45: 21 [2] الفجر89: 27-30 [3] الأنعام6: 93

''اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا کر انہیں کہہ رہے ہوتے ہیں : اپنی جانیں نکالو ، آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی کیونکہ تم اللہ پر جھوٹ بولتے تھے اور تم اللہ کی آیات سے تکبر کرتے تھے ۔''

اس آیت میں غور فرمائیں کہ ظالم کی موت کتنی بری اور کس قدر سخت ہوتی ہے کہ فرشتے اس کی جان نکالنے پر تیار نہیں ! وہ اسی کو حکم دیتے ہیں کہ تم اپنی جان خود نکالو ! اور موت کے وقت ہی اسے عذابِ الٰہی کی دھمکی سنا دیتے ہیں !

اور کافر کی موت کا نقشہ اللہ تعالیٰ نے یوں کھینچا ہے :

﴿ فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ﴾ ①

''پس ان کی کیسی (درگت) ہوگی جبکہ فرشتے ان کی روح قبض کرتے ہوئے ان کے چہروں اور سرینوں پر ماریں گے ۔''

جبکہ سورۃ النحل میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمانبرداروں اور نافرمانوں کی موت کے فرق کو یوں واضح کیا ہے :

سب سے پہلے نافرمانوں کی موت کے متعلق فرمایا :

﴿الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ فَأَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِن سُوءٍ بَلَىٰ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ۝فَادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ﴾ ②

''وہ جو (نافرمانی کرکے) اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں فرشتے جب ان کی جان قبض کرنے لگتے ہیں تو وہ نیاز مندی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم تو کوئی برا کام نہیں کرتے تھے ۔ (تو ان سے کہا جاتا ہے) کیوں نہیں ! اللہ تمھارے عملوں کو خوب جاننے والا ہے ۔ لہٰذا تم ہمیشہ کیلئے جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ ، پس کیا ہی برا ٹھکانا ہے غرور کرنے والوں کا !''

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبردار اور نیک لوگوں کی موت کا تذکرہ یوں فرماتا ہے :

﴿الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ ③

''وہ جن کی جانیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ پاک صاف ہوں فرشتے انہیں کہتے ہیں : تمھارے لئے سلامتی ہی سلامتی ہے ، جاؤ جنت میں چلے جاؤ اپنے ان اعمال کے سبب جو تم کرتے تھے ۔''

ان آیات سے ثابت ہوا کہ نیک لوگوں کو ان کی موت کے وقت فرشتے سلامتی اور جنت کی عظیم خوشخبری

---

① محمد 27:47 ② النحل 16:28-29 ③ النحل 16:32

سناتے ہیں جبکہ نافرمانوں کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے غضب کی سخت وعید سناتے ہیں ۔ یہی بنیادی فرق ہے نیک اور بد کی موت میں ۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''فرشتے حاضر ہوتے ہیں ، پھر اگر مرنے والا نیک ہوتو وہ کہتے ہیں: اے پاک روح جو پاک جسم میں تھی نکل ،تُو قابلِ ستائش حالت میں نکل اور تجھے آرام اور عمدہ روزی کی خوشخبری ہو اور اس بات کی کہ اللہ تجھ پر راضی ہے ۔ فرشتے یہ باتیں بار بار اسے کہتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اس کی روح نکل جاتی ہے ۔ پھر اسے آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے تو پوچھا جاتا ہے: یہ کون ہے؟ وہ کہتے ہیں: یہ فلاں بن فلاں ہے ۔تو کہا جاتا ہے: اس پاک روح کو خوش آمدید جو پاک جسم میں تھی ،تم قابلِ ستائش حالت میں اندر آجاؤ ۔اور تمھیں آرام اور عمدہ روزی کی خوشخبری ہو اور اس بات کی کہ اللہ تم پر راضی ہے ۔ فرشتے اسے بار بار یہ خوشخبریاں سناتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس آسمان پر پہنچ جاتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ ہے (یعنی علیین میں)

اور اگر مرنے والا برا ہوتو فرشتہ کہتا ہے: اے وہ ناپاک روح جو ناپاک جسم میں تھی نکل ،تُو قابلِ مذمت حالت میں نکل ۔ اور تجھے جہنم اور پیپ اور طرح طرح کے عذاب کی خوشخبری ہو، پھر اس سے یہ بات بار بار کہی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی روح نکل جاتی ہے ، پھر اسے آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے اور اس کیلئے جب آسمان کا دروازہ کھلوایا جاتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے: اس ناپاک روح کو کوئی خوش آمدید نہیں جو ناپاک جسم میں تھی، تم قابلِ مذمت حالت میں واپس پلٹ جاؤ اور تمھارے لئے آسمانوں کے دروازے نہیں کھولے جا سکتے ۔ پھر اسے واپس بھیج دیا جاتا ہے اور پھر وہ قبر میں آجاتی ہے ۔''[1]

حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ أَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهُ ، وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهُ»

''جو شخص اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہو اللہ اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے ۔ اور جو شخص اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہو اللہ اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے ۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اگر اس سے مراد موت کو ناپسند کرنا ہے تو اسے تو ہم سب ناپسند کرتے ہیں!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَيْسَ كَذٰلِكَ ، وَلٰكِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا حَضَرَهُ الْمَوْتُ بُشِّرَ بِرِضْوَانِ اللّٰهِ وَكَرَامَتِهِ ، فَلَيْسَ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا أَمَامَهُ ، فَأَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ ، وَأَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهُ ، وَإِنَّ

[1] سنن ابن ماجه :4262- وصححه الألباني

الْكَافِرَ إِذَا حَضَرَ بُشِّرَ بِعَذَابِ اللّٰهِ وَعُقُوْبَتِهٖ ، فَلَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَهَ إِلَيْهِ مِمَّا أَمَامَهُ ، فَكَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ ، وَكَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهُ »[1]

''نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ جب مومن کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو اسے اللہ کی رضا کی خوشخبری دی جاتی ہے اور اسے یہ بتایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انتہائی کریم ہے۔ اس لئے اسے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے سوا کوئی اور چیز زیادہ محبوب نہیں ہوتی۔ اور وہ اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور اللہ اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے۔ اور جب کافر کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو اسے اللہ کی ناراضگی اور اس کے عذاب کی خوشخبری دی جاتی ہے، اس لئے اسے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے سوا کوئی اور چیز زیادہ ناپسندیدہ نہیں ہوتی۔ اور وہ اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔''

موت کی کیفیت کے متعلق حضرت براء رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کا جنازہ لے کر نکلے، ہم قبرستان میں پہنچے تو ابھی اس کیلئے لحد تیار نہیں کی گئی تھی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ قبلہ رخ ہو کر بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے اردگرد یوں پرسکون ہو کر بیٹھ گئے جیسے ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس سے آپ زمین میں کچھ کرید رہے تھے۔ اِس دوران آپ ﷺ کبھی آسمان کی طرف دیکھتے اور کبھی زمین پر دیکھتے۔ آپ ﷺ نے تین بار اوپر نیچے دیکھا، پھر فرمانے لگے: ''تم عذابِ قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کیا کرو۔'' آپ ﷺ نے تین بار فرمایا، پھر آپ ﷺ نے تین بار یہ دعا کی:

«اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ»

''اے اللہ! میں عذابِ قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں''

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک بندۂ مومن جب دنیا سے منقطع ہو کر آخرت کی طرف جانے لگتا ہے تو آسمان سے سفید چہرے والے فرشتے اس کی طرف نازل ہوتے ہیں۔ اُن کے چہرے سورج کی طرح روشن ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ جنت کے کفنوں میں سے ایک کفن اور جنت کی خوشبوؤں میں سے ایک خوشبو ہوتی ہے۔ وہ اس سے حدِ نگاہ تک دور بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت (علیہ السلام) آتا ہے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ کر کہتا ہے: اے پاک روح! تو اللہ کی مغفرت اور اس کی رضا کی طرف نکل۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اس کی

---

[1] صحیح البخاری:6507، صحیح مسلم :2684

روح یوں نکلتی ہے جیسے مشکیزے سے پانی کا ایک قطرہ بہہ نکلتا ہے۔ پھر وہ (فرشتہ) اسے وصول کر لیتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب اس کی روح نکلتی ہے تو زمین وآسمان کے درمیان اور اسی طرح آسمان پر جتنے فرشتے ہوتے ہیں سب اس کی نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں ،آسمان کے دروازے اس کیلئے کھول دئے جاتے ہیں اور ہر دروازے پر متعین فرشتے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اس کی روح کو ان کے راستے سے اوپر لے جایا جائے] پھر جب ملک الموت اس کی روح کو قبض کر لیتا ہے تو وہ فرشتے جو اس کیلئے جنت سے کفن اور خوشبو لے کر آتے ہیں اور دور بیٹھے ہوتے ہیں وہ پلک جھپکتے ہی اس کے پاس آجاتے ہیں اور ملک الموت سے اس کی روح کو لے لیتے ہیں اور اسے جنت کے کفن اور خوشبو میں لپیٹ دیتے ہیں۔ یہی معنی ہے اللہ کے اس فرمان کا: ﴿تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ﴾[1] یعنی ''اس کی روح ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے قبض کر لیتے ہیں اور وہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے۔''

اور اس کی روح سے زمین پر پائی جانے والی سب سے اچھی کستوری کی خوشبو پھوٹ نکلتی ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر وہ اسے لے کر (آسمان کی طرف) اوپر جاتے ہیں اور وہ جتنے فرشتوں کے پاس سے گذرتے ہیں سب کہتے ہیں: یہ کتنی پاکیزہ روح ہے! تو وہ جواب دیتے ہیں: یہ فلاں بن فلاں ہے۔ وہ اسے سب سے اچھے نام کے ساتھ ذکر کرتے ہیں جس کے ساتھ وہ اس کا دنیا میں تذکرہ کرتے تھے یہاں تک کہ وہ اسے لے کر آسمانِ دنیا (پہلے آسمان) پر پہنچ جاتے ہیں۔ فرشتے اس کیلئے دروازہ کھلواتے ہیں، چنانچہ ان کیلئے دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ پھر ہر آسمان پر اللہ کے سب سے مقرب فرشتے اسے الوداع کہنے کیلئے دوسرے آسمان تک اس کے ساتھ جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ اسے ساتویں آسمان تک لے جاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے کی کتاب علیین میں لکھ دو: ﴿وَمَا أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ ☆ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ☆ يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ﴾[2]

''تجھے کیا پتہ کہ علیین کیا ہے! وہ تو لکھی ہوئی کتاب ہے، مقرب فرشتے اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔''

لہٰذا اس کی کتاب علیین میں لکھ دی جاتی ہے۔ پھر کہا جاتا ہے: اسے زمین کی طرف لوٹا دو کیونکہ میں نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ میں نے انھیں اسی سے پیدا کیا ہے، میں انھیں اسی میں لوٹاؤں گا اور ایک بار پھر انھیں اسی سے اٹھاؤں گا۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک کافر بندہ (ایک روایت میں فاجر کا لفظ ہے) جب دنیا سے منقطع ہو کر آخرت کی طرف جانے لگتا ہے تو آسمان سے سخت دل اور مضبوط اور سیاہ چہروں والے فرشتے اس کی طرف نازل

---

[1] الأنعام 6:61 [2] المطففین 83:19-21

ہوتے ہیں۔ان کے ساتھ جہنم کا ایک ٹاٹ ہوتا ہے۔ وہ اس سے حد نگاہ تک دور بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت (علیہ السلام) آتا ہے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ کر کہتا ہے: اے ناپاک روح! تو اللہ کی ناراضگی اور اس کے غضب کی طرف نکل۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی روح اس کے جسم میں ادھر ادھر جاتی ہے تو ملک الموت اسے یوں کھینچتا ہے جیسے گوشت بھوننے والی سیخ کو تر اُون سے کھینچا جائے۔ اس سے اس کی رگیں اور آنتیں ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہیں۔ پھر زمین و آسمان کے درمیان اور اسی طرح آسمان پر جتنے فرشتے ہوتے ہیں سب اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اور آسمان کے دروازے اس کیلئے بند کر دئے جاتے ہیں۔ اور ہر دروازے پر متعین فرشتے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اس کی روح کو ان کے راستے سے اوپر نہ لے جایا جائے ۔ پھر جب ملک الموت اس کی روح کو قبض کر لیتا ہے تو وہ فرشتے جو اس کیلئے جہنم سے ٹاٹ لے کر آتے ہیں اور دور بیٹھے ہوتے ہیں وہ پلک جھپکتے ہی اس کے پاس آ جاتے ہیں اور ملک الموت سے اس کی روح کو لے لیتے ہیں اور اسے اس ٹاٹ میں لپیٹ دیتے ہیں۔ اس کی روح سے زمین پر پائی جانے والے کسی مردہ جانور کی سب سے گندی بد بو پھوٹ نکلتی ہے۔ پھر وہ اسے لے کر (آسمان کی طرف) اوپر جاتے ہیں اور وہ جتنے فرشتوں کے پاس سے گذرتے ہیں وہ سب کہتے ہیں: یہ کتنی ناپاک روح ہے! تو وہ جواب دیتے ہیں: یہ فلاں بن فلاں ہے۔ وہ اسے سب سے برے نام کے ساتھ ذکر کرتے ہیں جس کے ساتھ دنیا میں اس کا تذکرہ کیا جاتا تھا یہاں تک کہ وہ اسے لے کر آسمانِ دنیا (پہلے آسمان) پر پہنچ جاتے ہیں ۔ تو فرشتے اس کیلئے دروازہ کھلواتے ہیں لیکن اس کیلئے دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ پھر رسول اکرم ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ﴿لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ﴾[1]

یعنی ''ان کیلئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے اور وہ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے سوراخ میں داخل ہو جائے۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اس کی کتاب سجین (سب سے نچلی زمین) میں لکھ دو۔ پھر کہا جاتا ہے: اسے زمین کی طرف لوٹا دو کیونکہ میں نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ میں نے انھیں اسی سے پیدا کیا ہے، میں انھیں اسی میں لوٹاؤں گا اور ایک بار پھر انھیں اسی سے اٹھاؤں گا۔ تو اس کی روح کو آسمان سے زمین کی طرف پھینک دیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کے جسم میں واپس آ جاتی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

﴿وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ﴾[2]

---

[1] الأعراف 7:40 [2] الحج 22:31

''اور اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا گویا آسمان سے گر پڑا، اب یا تو اسے پرندے اچک لے جائیں گے یا ہوا کسی دور دراز جگہ پر پھینک دے گی...''①

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو نیک لوگوں کی موت نصیب کرے اور ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔

دوسرا خطبہ

حضرات محترم!

پہلے خطبہ میں ہم نے موت کے متعلق چند گذارشات تفصیل سے عرض کی ہیں۔ ان گذارشات کی روشنی میں ہم پر لازم ہے کہ ہم ہر لحظہ موت کیلئے تیار رہیں اور موت سے غافل نہ ہوں۔ اگر کوئی انسان اب تک موت سے غافل رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے کرتے اس نے زندگی کا بڑا حصہ گذار لیا ہے تو وہ فوراً توبہ کر لے اور صراط مستقیم پر آجائے۔ اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ﴾②

''کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس میں کوئی نصیحت حاصل کرنا چاہتا تو حاصل کر لیتا اور تمہارے پاس نذیر (ڈرانے والا) آچکا۔''

'نذیر' سے بعض مفسرین نے قرآن مجید مراد لیا ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ اس سے مراد رسول (ﷺ) ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے چالیس سال کی عمر مکمل ہونے کے بعد سفید بالوں کا نمودار ہونا مراد ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ﴾③

''یہاں تک کہ وہ اپنی پختگی اور چالیس سال کی عمر کو پہنچا تو کہنے لگا: اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام کی ہے۔''

لہٰذا جس شخص نے علمائے کرام (جو کہ انبیاء علیہم السلام کے ورثاء ہیں) کی وعظ ونصیحت کو سنا، اُدھر اس کے سر اور چہرے میں بڑھاپے کا ظہور ہوا اور وہ چالیس سال کی عمر کو پہنچ گیا، پھر بھی اس نے توبہ نہ کی، نیک عمل کر کے

---

① سنن أبی داؤد، الحاکم، الطیالسی، الآجری، أحمد۔صحیح الجامع للألبانی:1676
② فاطر35:37 ③ الاحقاف46:15

آخرت کیلئے تیار نہ ہوا اور اسی حالت میں اچانک اس کی موت آگئی اور مزید مہلت نہ ملی تو وہ کسی اور کو ملامت کرنے کی بجائے اپنے آپ کو ہی ملامت کرے، کیونکہ اب اللہ تعالیٰ کے حقوق بجا نہ لانے کا اس کیلئے کوئی عذر باقی نہیں رہا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَعْذَرَ اللّٰهُ إِلَى امْرِیءٍ أَخَّرَ أَجَلَهُ حَتّٰى بَلَّغَهُ سِتِّيْنَ سَنَةً »①

''اس شخص کیلئے اللہ تعالیٰ نے کوئی عذر نہیں چھوڑا جس کی موت کو اس نے اتنا مؤخر کیا کہ وہ ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ گیا۔''

اگر کوئی انسان اللہ کے فضل وکرم سے اب تک صراط مستقیم پر چلتا رہا ہے اور اپنے گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا رہا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے پر امید رہے اور اپنے آپ کو سنوارنے کی مزید کوشش کرتا رہے۔ کیونکہ اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ الزَّمَنَ الطَّوِيْلَ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ ، ثُمَّ يُخْتَمُ لَهُ عَمَلُهُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ الزَّمَنَ الطَّوِيْلَ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ، ثُمَّ يُخْتَمُ لَهُ عَمَلُهُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ»②

''بے شک ایک آدمی لمبے عرصے تک اہلِ جنت والا عمل کرتا رہتا ہے، پھر اس کا خاتمہ جہنمیوں کے کسی عمل پر ہو جاتا ہے۔ اور ایک آدمی لمبے عرصے تک جہنم والوں کے عمل کرتا رہتا ہے، پھر اس کا خاتمہ اہلِ جنت کے کسی عمل پر ہو جاتا ہے۔''

اور حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کا (کسی جنگ میں) آمنا سامنا ہوا اور دونوں فوجوں میں شدید لڑائی ہوئی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قیامگاہ کی طرف لوٹ آئے اور دوسرے لوگ اپنے ٹھکانوں کی طرف چلے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم میں ایک شخص ایسا تھا کہ اس کے سامنے مشرکین میں سے جو بھی آتا وہ اس پر حملہ آور ہوتا اور اپنی تلوار سے اس کا کام تمام کر دیتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی بہادری دیکھی تو اس کے متعلق کہا: جس طرح آج اس شخص نے شجاعت وبہادری کے کارنامے دکھائے ہیں اس طرح ہم میں سے کسی نے بھی نہیں دکھائے!

① صحیح البخاری: 6419 ② صحیح مسلم :2651

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «أَمَا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ» ’’خبردار! وہ جہنمی ہے۔‘‘
تو لوگوں میں سے ایک شخص کہنے لگا: آج میں اس کے ساتھ ہی رہونگا (تاکہ دیکھ سکوں کہ یہ جہنمی کیوں ہے۔) یہ کہہ کر وہ اس کے ساتھ نکل گیا، وہ جہاں رکتا یہ بھی رک جاتا اور وہ جہاں تیز چلتا یہ بھی تیز چلنے لگتا۔ آخر کار وہ شخص شدید زخمی ہوگیا۔ چنانچہ وہ صبر نہ کرسکا اور اس نے اپنی موت کیلئے جلد بازی کرتے ہوئے تلوار کا قبضہ زمین پر ٹکایا اور اس کی نوک اپنے دونوں پستانوں کے درمیان رکھ کر اپنے بدن کا پورا بوجھ اس پر ڈال دیا۔ یوں اس نے اپنے آپ کو ہلاک کردیا۔ اس کا یہ انجام دیکھتے ہی تعاقب کرنے والا صحابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: (أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ) میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔
آپ ﷺ نے پوچھا: بات کیا ہے؟ اس نے کہا: آپ نے جب یہ فرمایا تھا کہ فلاں آدمی جہنمی ہے تو لوگوں پر یہ بات بڑی گراں گذری تھی۔ اس پر میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ آج میں اس کا تعاقب کرونگا اور تمھیں بتاؤنگا کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ چنانچہ میں اس کے پیچھے نکل گیا یہاں تک کہ جب وہ شدید زخمی ہوا تو اس نے موت کیلئے جلد بازی کی۔ تلوار کا قبضہ زمین پر ٹکایا اور اس کی نوک اپنے سینے پر رکھ کر اپنے جسم کا پورا وزن اس پر ڈال دیا۔ یوں وہ خودکشی کرکے ہلاک ہوگیا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
«إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِيْمَا يَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ فِيْمَا يَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ» وفی روایة للبخاری : «وَإِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيْمِ» ①
’’بے شک ایک آدمی بظاہر اہلِ جنت والا عمل کرتا ہے حالانکہ وہ اہلِ جہنم میں سے ہوتا ہے۔ اور ایک آدمی بظاہر اہلِ جہنم والا عمل کرتا ہے اور درحقیقت وہ اہلِ جنت میں سے ہوتا ہے۔ اور اعمال کا دار ومدار خاتموں پر ہوتا ہے۔‘‘
’’اعمال کا دار ومدار خاتمہ پر ہے‘‘ اس سے مقصود یہ ہے کہ جس عمل پر انسان کا خاتمہ ہوتا ہے موت کے بعد اسی کے مطابق اس سے سلوک کیا جاتا ہے۔ اگر ایمان اور عمل صالح پر خاتمہ ہوا تو قبر میں اس سے اچھا سلوک کیا جاتا ہے، اس کی قبر کو جنت کا باغ بنا دیا جاتا ہے اور روزِ قیامت اسے ایمان اور عمل صالح پر ہی اٹھایا جائے گا۔ اور اگر اس کا خاتمہ (نعوذ باللہ) کفر یا فسق وفجور پر ہوتا ہے تو قبر میں اس سے اچھا سلوک نہیں کیا جاتا بلکہ اس کی قبر کو جہنم کا ایک گڑھا بنا دیا جاتا ہے اور روزِ قیامت اسے کفر یا فسق وفجور پر ہی اٹھایا جائے گا۔ جیسا کہ رسول

① صحیح البخاری : 2898، 6607، صحیح مسلم :112

اللہ ﷺ کا ارشادگرامی ہے: «مَنْ مَّاتَ عَلٰی شَیْءٍ بَعَثَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ»①

''جس عمل پر انسان کا خاتمہ ہوتا ہے اسی پر اللہ تعالیٰ اسے (روزِ قیامت) اٹھائے گا۔''

اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ كَانَ آخِرَ كَلَامِهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ»②

''جس شخص کی آخری بات لا إله إلا الله ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ، خُتِمَ لَهُ بِهَا، دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ صَامَ يَوْمًا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ، خُتِمَ لَهُ بِهَا، دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ، خُتِمَ لَهُ بِهَا، دَخَلَ الْجَنَّةَ»③

''جس شخص نے محض اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کیلئے لا إله إلا الله کہا اور اسی پر اس کا خاتمہ ہوگیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور جس شخص نے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ایک دن کا روزہ رکھا اور اسی پر اس کا خاتمہ ہوگیا تو وہ بھی جنت میں داخل ہوگا۔ اور جس شخص نے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر صدقہ کیا اور اسی پر اس کا خاتمہ ہوگیا تو وہ بھی جنت میں داخل ہوگا۔''

یہی وجہ ہے کہ پیارے نبی حضرت محمد ﷺ ہمیشہ اطاعت وفرمانبرداری اور ایمان اور عمل صالح پر ثابت قدمی کی دعا کرتے رہتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ اکثر یہ دعا فرماتے تھے:

«يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى طَاعَتِكَ»

''اے دلوں کو پھیرنے والے! میرا دل اپنی اطاعت پر ثابت رکھنا۔''

تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ اکثر یہ دعا فرماتے ہیں، کیا آپ کو کوئی خدشہ ہے؟

آپ ﷺ نے جواب دیا: «وَمَا يُؤْمِنُنِيْ وَإِنَّمَا قُلُوْبُ الْعِبَادِ بَيْنَ أُصْبُعَيِ الرَّحْمٰنِ، إِنَّهُ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُّقَلِّبَ قَلْبَ عَبْدٍ قَلَّبَهُ»④

① رواه الحاكم وقال: صحيح على شرط مسلم - صحيح الجامع للألباني: 6543

② سنن أبي داؤد: 3116 - وصححه الألباني

③ مسند أحمد: 38/350: 23324 - وهو حديث صحيح لغيره كما قال محقق المسند وصححه الألباني في صحيح الترغيب والترهيب: 985

④ أحمد: 41/151: 24604، 43/230: 26133 - وهو صحيح لغيره

''اے عائشہ! مجھے کونسی چیز بے خوف کر سکتی ہے جبکہ بندوں کے دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں، وہ جب کسی کے دل کو پھیرنا چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔''

حضرات! جب رسول اللہ ﷺ کو خوف تھا تو ہمیں بالأولی خوف ہونا چاہئے اور خصوصا سوءِ خاتمہ سے ہمیں ڈرتے رہنا چاہئے، کیونکہ جو شخص ڈرتا ہے وہی اپنی اصلاح کی کوشش کرتا ہے۔ اور جو شخص اپنی اصلاح کی کوشش مسلسل کرتا رہتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے ہدایت کی اور صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رہنے کی دعا بھی کرتا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اعمالِ صالحہ پر قائم رہنے کی توفیق دیتا ہے اور اسے حسن خاتمہ نصیب کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ خَافَ أَدْلَجَ ، وَمَنْ أَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ ، أَلا إِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ غَالِيَةٌ ، أَلا إِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ الْجَنَّةُ »①

''جس شخص کو خوف ہوتا ہے وہ رات بھر چلتا رہتا ہے اور جو آدمی رات بھر چلتا رہتا ہے وہ منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ خبردار! اللہ تعالیٰ کا سودا مہنگا ہے اور اللہ تعالیٰ کا سودا جنت ہے۔''

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو اپنی فرمانبرداری پر ثابت رکھے۔ وہی ہمیں کافی ہے اور بہترین کارساز ہے۔

① سنن الترمذی:2450۔ وصححه الألبانی

قبر......آخرت کی سب سے پہلی منزل

اہم عناصر خطبہ:

① قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل
② قبر کا میت کو دبوچنا
③ قبر میں میت سے سوال وجواب
④ عذابِ قبر کا ثبوت قرآن وحدیث سے
⑤ عذابِ قبر کی مختلف شکلیں
⑥ قبر کیلئے تیاری
⑦ نیک عمل قبر کا ساتھی
⑧ عذابِ قبر سے نجات دینے والے بعض اعمال

برادران اسلام!

یہ بات ہر ایک کو معلوم ہے کہ ہر نفس کے چار دور ہوتے ہیں:

پہلا دور: ماں کے پیٹ میں، جہاں نفس بند رہتا ہے اور وہاں تنگی اور تین اندھیروں کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

دوسرا دور: دنیا، جس میں نفس کی نشو ونما ہوتی ہے اور اسی میں وہ خیر وشر کماتا ہے۔ یہ دوسرا دور پہلے دور کی بہ نسبت زیادہ وسیع ہوتا ہے۔

تیسرا دور: قبر یا عالم برزخ۔ اور یہ دور دوسرے دور کی بہ نسبت زیادہ وسیع ہوتا ہے۔

چوتھا دور: آخری ٹھکانا، جنت یا جہنم۔ ان دو ٹھکانوں کے سوا کوئی اور ٹھکانا نہیں ہوگا۔ اللهم أدخلنا الجنة وأجرنا من النار۔

آج کے خطبہ میں ہمارا موضوع تیسرا دور (قبر یا عالمِ برزخ) ہے۔

قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے

انسان کے سفرِ آخرت کا آغاز اس کی موت سے ہوتا ہے اور ہم موت کے بارے میں ایک خطبہ گذشتہ جمعۃ المبارک کو عرض کر چکے ہیں۔ پھر موت کے بعد اس سفر کی پہلی منزل قبر ہے جس کے تصور سے ہی مومن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے غلام 'ہانی' کا بیان ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ آپ کی داڑھی مبارک تر ہو جاتی۔ ان سے کہا گیا کہ جب جنت و دوزخ کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو آپ اتنا نہیں روتے جتنا قبر پر کھڑے ہو کر روتے ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا: میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے:

«إِنَّ الْقَبْرَ أَوَّلُ مَنَازِلِ الْآخِرَةِ، فَإِنْ نَجَا مِنْهُ أَحَدٌ فَمَا بَعْدَهُ أَيْسَرُ مِنْهُ، وَإِنْ لَّمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَشَدُّ مِنْهُ»①

''بے شک قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔ اگر انسان اس میں نجات پا گیا تو بعد میں آنے والی منزلیں اس سے زیادہ آسان ہوں گی۔ اور اگر وہ اس میں نجات نہ پا سکا تو بعد میں آنے والی منزلیں اس سے زیادہ سخت ہوں گی۔''

قبر کا میت کو دبوچنا اگرچہ میت نیک کیوں نہ ہو

تدفین کے بعد میت کو اس کی قبر دباتی ہے چاہے وہ نیک اور صالح کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا:

«هٰذَا الَّذِيْ تَحَرَّكَ لَهُ الْعَرْشُ، وَفُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَشَهِدَهُ سَبْعُوْنَ أَلْفًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ، لَقَدْ ضُمَّ ضَمَّةً ثُمَّ فُرِّجَ عَنْهُ»②

''یہ جس کیلئے رحمٰن کا عرش حرکت میں آ گیا، جس کیلئے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے اور اس کے جنازہ میں ستر ہزار فرشتوں نے شرکت کی اسے قبر میں دبوچا گیا، پھر اسے چھوڑ دیا گیا۔''

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ لِلْقَبْرِ ضَغْطَةً لَوْ نَجَا مِنْهَا أَحَدٌ لَنَجَا مِنْهَا سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ»③

''بے شک قبر (میت کو) دبوچتی ہے۔ اگر اس سے کوئی محفوظ رہتا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ضرور محفوظ رہتے۔''

---

① سنن الترمذی : 2308، وابن ماجہ :4267-وصححہ الألبانی

② سنن النسائی :2055- وصححہ الألبانی

③ أخرجہ البغوی واحمد - وصححہ الألبانی فی الصحیحۃ : 1695

یاد رہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو قبر کے دبوچنے کے سبب کے بارے میں الحکیم الترمذیؒ نے ذکر کیا ہے کہ وہ پیشاب سے بچنے میں کوتاہی کرتے تھے۔ اسی وجہ سے قبر نے انہیں دبوچا۔ مولانا عطاء اللہ حنیفؒ نے التعلیقات السلفیة میں الحکیم الترمذیؒ کا یہ قول نقل کرنے کے بعد سنن بیہقی کا حوالہ دیا ہے اور انہوں نے ابو القاسم السعدیؒ سے نقل کیا ہے کہ قبر ہر نیک وبد کو دبوچتی ہے۔ لیکن مسلمان اور کافر میں فرق یہ ہے کہ کافر کو ہمیشہ اس سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور مومن کو جب قبر میں دفنایا جاتا ہے تو اسے قبر دبوچتی ہے، پھر وہ اس کیلئے کھلی ہو جاتی ہے۔[1]

قبر میں میت سے فرشتوں کے سوالات

اہل السنة والجماعة کا عقیدہ ہے کہ قبر میں میت سے سوالات کئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بے شک میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور نیک آدمی کو اس کی قبر میں بے خوف وخطر بٹھا کر اس سے پوچھا جاتا ہے: تم کس حالت میں تھے؟ وہ کہتا ہے: میں اسلام کی حالت میں تھا۔

اسے کہا جاتا ہے: یہ شخص کون ہے؟ وہ کہتا ہے: محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ ہمارے پاس اللہ کی نشانیاں لے کر آئے تو ہم نے ان کی تصدیق کی۔

اس سے کہا جاتا ہے: کیا تم نے اللہ کو دیکھا ہے؟

وہ کہتا ہے: نہیں یہ تو کسی کے لائق ہی نہیں کہ وہ اللہ کو دیکھے۔

پھر جہنم کی آگ کی طرف اس کیلئے ایک چھوٹا سا سوراخ کیا جاتا ہے تو وہ جہنم کی طرف دیکھتا ہے جس کے شعلے ایک دوسرے کو کھا رہے ہوتے ہیں۔ اسے کہا جاتا ہے: دیکھو! اللہ تعالیٰ نے تمھیں کیسے بچا لیا ہے!

پھر جنت کی طرف اس کیلئے ایک چھوٹا سا سوراخ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ جنت کی شادابی اور اس کی نعمتوں کو دیکھتا ہے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے: یہ تمھارا ٹھکانا ہے کیونکہ تم ایمان پر تھے، اسی پر تمھاری موت آئی اور اسی پر تمھیں ان شاء اللہ تعالیٰ اٹھایا جائے گا۔

اور برے آدمی کو اس کی قبر میں خوف اور رعب کی حالت میں بٹھایا جاتا ہے۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے: تم کس حالت میں تھے؟ وہ کہتا ہے: مجھے کچھ پتہ نہیں۔

---

[1] التعلیقات السلفیة علی سنن النسائی :234-235

پھر اس سے پوچھا جاتا ہے: یہ شخص کون ہے؟ وہ کہتا ہے: میں نے لوگوں سے سنا، جو وہ کہتے تھے میں نے بھی وہی کہا۔

پھر اس کیلئے جنت کی طرف ایک چھوٹا سا سوراخ کیا جاتا ہے تو وہ جنت کی شادابی اور اس کی نعمتوں کو دیکھتا ہے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے: دیکھو اللہ تعالیٰ نے کیسے اس کو تم سے پھیر دیا ہے! اس کے بعد جہنم کی آگ کی طرف اس کیلئے ایک چھوٹا سا سوراخ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ جہنم کی طرف دیکھتا ہے جس کے شعلے ایک دوسرے کو کھا رہے ہوتے ہیں۔ تو اسے کہا جاتا ہے: یہ تمھارا ٹھکانا ہے، تم شک پر تھے اور اسی پر تمھاری موت آئی اور اسی پر تمھیں ان شاء اللہ تعالیٰ اٹھایا جائے گا۔"[1]

میت کو اس کا ٹھکانا صبح وشام دکھایا جاتا ہے

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ، إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ، يُقَالُ: هَذَا مَقْعَدُكَ حَتَّى يَبْعَثَكَ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»[2]

"بے شک تم میں سے کوئی شخص جب مر جاتا ہے تو اس پر اس کا ٹھکانا صبح وشام پیش کیا جاتا ہے۔ اگر وہ اہلِ جنت میں سے ہے تو اہلِ جنت کا ٹھکانا۔ اور اگر وہ اہلِ جہنم میں سے ہے تو اہلِ جہنم کا ٹھکانا اسے پیش کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے: یہی تمھارا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمھیں قیامت کے دن کھڑا کر دے۔"

قبر کے لیے تیاری کرو

حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک جنازے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ قبر کے کنارے پر بیٹھے رو رہے تھے اور اتنے روئے کہ آنسوؤں سے آپ کے نیچے مٹی تر ہو گئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يَا إِخْوَانِيْ! لِمِثْلِ هٰذَا فَأَعِدُّوْا»[3]

---

① سنن ابن ماجه، الزهد باب ذكر القبر والبلى: 4268- وصححه الألبانى

② البخارى، الجنائز باب الميت يعرض عليه مقعده بالغداة والعشى: 1379، مسلم، كتاب الجنة باب عرض مقعد الميت من الجنة أو النار عليه: 2866

③ ابن ماجه، الزهد باب الحزن والبكاء: 4195 وصححه الألبانى فى الصحيحة: 1751 وصحيح ابن ماجه

''میرے بھائیو! اس طرح کے دن کیلئے تم بھی تیاری کرلو۔''

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ تدفین میت کے موقع پر رسول اللہ ﷺ قبر کے قریب بیٹھے ہوئے رو رہے تھے اور آپ اس قدر شدید روئے کہ آپ کے آنسوؤں سے زمین تر ہوگئی۔ اس سے ثابت ہوا کہ قبر مقامِ عبرت ہے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ بار بار قبرستان میں جایا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے امت کو بھی یہی حکم دیا ہے کہ وہ قبرستان میں جایا کرے، کیونکہ اس سے آخرت یاد آتی ہے۔

پھر آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ ''اس طرح کے دن کیلئے تم بھی تیاری کرلو'' اس بات کی دلیل ہے کہ ہمیں قبر کی زندگی کیلئے تیاری کرنی چاہئے اور اس کیلئے تیاری ایمان اور عمل صالح کے ساتھ ہی ہوسکتی ہے کیونکہ قبر میں انسان کا واحد ساتھی اس کا عمل ہوگا اور اس کے عمل کے مطابق ہی اس کے ساتھ سلوک کیا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: «يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثَةٌ : أَهْلُهُ وَعَمَلُهُ وَمَالُهُ، فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقٰى وَاحِدٌ، يَرْجِعُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ، وَيَبْقٰى عَمَلُهُ» ①

''میت کے پیچھے تین چیزیں جاتی ہیں: گھر والے، عمل اور مال۔ پھر دو چیزیں واپس لوٹ آتی ہیں اور ایک ہی چیز اس کے ساتھ باقی رہتی ہے۔ گھر والے اور مال واپس آجاتے ہیں اور صرف عمل اس کے ساتھ رہتا ہے۔''

عذابِ قبر

سب سے پہلے یہ جان لیجئے کہ عذابِ قبر غیبی امور میں سے ہے اور اس کے متعلق ہم صرف وہی جانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یا رسول اللہ ﷺ نے اپنی احادیث مبارکہ میں ذکر کیا ہے، اس سے زیادہ کسی کو کچھ معلوم نہیں۔ کوئی شخص یہ سوال کرسکتا ہے کہ عذابِ قبر آخر کیوں غیبی امور میں سے ہے؟ اور اس میں کیا حکمت ہے کہ قبر میں یا عالمِ برزخ میں کسی فوت شدہ کے ساتھ جو کچھ بیت رہا ہوتا ہے اسے زندہ لوگ محسوس نہیں کرسکتے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یقیناً اس میں اللہ تعالیٰ کی کئی حکمتیں ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

① اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہے اور اس کی رحمت کا تقاضا ہے کہ ہم زندہ لوگ فوت شدگان کے عذابِ قبر سے بے خبر ہوں۔ ورنہ اگر کسی انسان کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کا باپ، یا اس کا بھائی، یا اس کا بیٹا، یا اس کی بیوی، یا کوئی اور رشتہ دار، یا کوئی عزیز دوست عذابِ قبر میں مبتلا ہے تو کیا آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ اس کی زندگی کس حالت میں گذرے گی؟ کیا وہ ہر وقت پریشان اور غمگین نہیں رہے گا؟

---

① متفق علیه

② کسی میت کے بارے میں یہ معلوم ہو جانا کہ اسے قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے اس میں اس کی ذلت ورسوائی ہے، کیونکہ اس کی زندگی میں تو اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں پر پردہ ڈالے رکھا اور ہمیں ان کے بارے میں کچھ بھی پتہ نہ چلا۔ اب اس کے مرنے کے بعد اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اسے تو عذاب دیا جا رہا ہے تو اس میں یقیناً اس کی رسوائی ہوگی۔

③ قبروں میں مردوں کو دیئے جانے والے عذاب کے متعلق زندوں کو بے خبر رکھنے میں اللہ تعالیٰ کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اگر زندوں کو وہ عذاب دکھایا یا سنایا جاتا تو شاید وہ اپنے مردوں کو دفنانا چھوڑ دیتے جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«لَوْ لَا أَنْ لَّا تَدَافَنُوْا لَدَعَوْتُ اللّٰهَ أَنْ يُّسْمِعَكُمْ مِّنْ عَذَابِ الْقَبْرِ»①

''اگر اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفنانا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تمھیں عذابِ قبر میں سے تھوڑا سا سنا دے۔''

گویا اس اندیشے کے پیشِ نظر کہ کہیں زندہ لوگ مردوں کو دفنانا چھوڑ نہ دیں عذابِ قبر کو مخفی اور غیبی امور میں رکھا گیا ہے۔ واللہ اعلم

عذابِ قبر برحق ہے

اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ قبر میں صالح مومن کو جنت کی نعمتیں عطا کی جاتی ہیں اور فاسق وفاجر اور کافر ومنافق کو قبر میں عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کے متعدد دلائل موجود ہیں۔ ان میں سے چند دلائل پیش خدمت ہیں:

① ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْا آلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾②

''آگ ہے جس کے سامنے یہ ہر صبح وشام لائے جاتے ہیں۔ اور جس دن قیامت قائم ہوگی (فرمان ہوگا کہ) آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں ڈال دو۔''

اس آیت میں دو عذابوں کا ذکر کیا گیا ہے، ایک قیامت سے پہلے اور دوسرا قیامت کے روز۔ تو قیامت سے پہلے جس عذاب میں انہیں مبتلا کیا جاتا ہے اس سے یقینی طور پر عذابِ برزخ ہی مراد ہے۔ اس آیت کی تفسیر

① صحیح مسلم :2868
② المؤمن 46:40

میں حافظ ابن کثیرؒ کہتے ہیں: (وَهٰذِهِ الْآيَةُ أَصْلٌ كَبِيرٌ فِي اسْتِدْلَالِ أَهْلِ السُّنَّةِ عَلَىٰ عَذَابِ الْبَرْزَخِ فِي الْقُبُوْرِ) یعنی ''اس آیت میں قبروں میں عذابِ برزخ پر اہل السنۃ کی بہت بڑی دلیل ہے۔''[1]

(۲) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾ کے متعلق فرمایا: «نَزَلَتْ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ ، فَيُقَالُ لَهُ:مَنْ رَبُّكَ ؟ فَيَقُوْلُ:رَبِّيَ اللّٰهُ ، وَنَبِيِّيْ مُحَمَّدٌ ﷺ»[2]

''یہ آیت عذابِ قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ میت سے کہا جاتا ہے: تمہارا رب کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ تعالیٰ ہے اور میرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔''

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گذرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ وَإِنَّهُ لَكَبِيرٌ ، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ لَا يَسْتَنْزِهُ مِنْ بَوْلِهِ »[3]

''ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور ان کو یہ عذاب (ان کے خیال کے مطابق) کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں دیا جا رہا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کا گناہ بڑا ہے۔ ان میں سے ایک تو چغل خوری کیا کرتا تھا اور دوسرا اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔''

اس حدیث میں جہاں عذابِ قبر کا اثبات ہے وہاں اس کے دو اسباب بھی بتا دیئے گئے ہیں: چغل خوری کرنا یعنی دو بھائیوں کو لڑانے کیلئے ان میں سے ہر ایک کی بات کو دوسرے تک پہنچانا اور پیشاب سے نہ بچنا۔

اِس آخری سبب کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد گرامی ہے کہ

«أَكْثَرُ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنَ الْبَوْلِ»[4]

''اکثر عذابِ قبر پیشاب (سے نہ بچنے کی وجہ) سے ہوتا ہے۔''

---

(۱) تفسیر ابن کثیر:82/4

(۲) صحیح البخاری:1369 ، صحیح مسلم :2871

(۳) صحیح البخاری ، الجنائز باب عذاب القبر من الغیبة والبول:1378 ، صحیح مسلم ، الطهارة باب الدلیل علی نجاسة البول ووجوب الاستبراء منه:292

(۴) سنن ابن ماجه:348وغیره وصححه الألبانی فی صحیح الجامع الصغیر:1202 والإرواء: 280

④ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے:

«اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ»①

''اے اللہ! میں عذابِ قبر سے، عذابِ جہنم سے، زندگی اور موت کے فتنہ سے اور مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔''

آپ ﷺ کا عذابِ قبر سے پناہ طلب کرنا اس کے ثبوت کی واضح دلیل ہے۔ بلکہ آپ ﷺ نے امت کو بھی حکم دیا ہے کہ وہ عذابِ قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کیا کریں۔

⑤ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ میرے پاس آئے، اُس وقت میرے پاس ایک یہودی عورت بیٹھی ہوئی تھی اور وہ کہہ رہی تھی: کیا تمھیں معلوم ہے کہ قبروں میں تمھاری آزمائش ہوتی ہے؟ تو رسول اکرم ﷺ خوفزدہ ہو گئے اور فرمانے لگے: وہ تو یہودی ہیں جن کی قبروں میں آزمائش ہوتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ کچھ راتیں گذر گئیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمھیں معلوم ہے کہ میری طرف اس بات کی وحی کی گئی ہے کہ تمھیں قبروں میں آزمایا جائے گا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: (اس کے بعد) میں نے رسول اکرم ﷺ کو سنا کہ آپ عذابِ قبر سے پناہ طلب کرتے ہیں۔②

اور مسند احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت ان کی (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی) خدمت کرتی تھی اور جب بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس سے کسی قسم کا اچھا سلوک کرتیں تو وہ کہتی: اللہ تعالیٰ تمھیں عذابِ قبر سے محفوظ فرمائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا قبر میں عذاب ہوتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہودی جھوٹے ہیں، قیامت کے دن سے پہلے کوئی عذاب نہیں ہے۔ پھر کچھ عرصہ بعد آپ ﷺ اچانک ایک دن دوپہر کے وقت نکلے اور پکار کر فرمانے لگے:

«أَيُّهَا النَّاسُ اِسْتَعِيْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، فَإِنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ حَقٌّ»③

''اے لوگو! عذابِ قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو، کیونکہ عذابِ قبر برحق ہے۔''

---

① صحیح البخاری، الجنائز باب التعوذ من عذاب القبر:1377

② صحیح مسلم، کتاب المساجد باب استحباب التعوذ من عذاب القبر:584

③ قال الحافظ فی الفتح:رواہ أحمد بإسناد علی شرط البخاری، فتح الباری، کتاب الجنائز باب ماجاء فی عذاب القبر:302/3

⑥ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ بنونجار کے باغ میں تھے۔ آپ ﷺ اپنے خچر پر سوار تھے کہ اچانک خچر بدکنے لگا اور اس بات کا اندیشہ تھا کہ وہ آپ ﷺ کو نیچے گرا دیتا۔ ہم نے دیکھا تو وہاں چند قبریں (چھ یا پانچ یا چار) نظر آئیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ان قبر والوں کو کون جانتا ہے؟ تو ایک شخص نے کہا: میں جانتا ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: تو بتلاؤ یہ کب فوت ہوئے تھے؟ اس نے کہا: یہ حالتِ شرک میں مر گئے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ تُبْتَلٰى فِيْ قُبُوْرِهَا، فَلَوْ لَا أَنْ لَّا تَدَافَنُوْا لَدَعَوْتُ اللّٰهَ أَنْ يُّسْمِعَكُمْ مِّنْ عَذَابِ الْقَبْرِ الَّذِيْ أَسْمَعُ مِنْهُ»

''بے شک اس امت کے لوگوں کو ان کی قبروں میں آزمائش میں ڈالا جاتا ہے۔ اور اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفنانا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تمھیں عذابِ قبر میں سے تھوڑا سا سنا دے جسے میں اب سن رہا ہوں۔''

پھر رسول اکرم ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے: تم سب عذابِ جہنم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔ تو لوگ کہنے لگے: ہم عذابِ جہنم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم سب عذابِ قبر سے بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔ تو لوگ کہنے لگے: ہم عذابِ قبر سے بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں...... [1]

⑦ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الْمَوْتٰى لَيُعَذَّبُوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ ، حَتّٰى إِنَّ الْبَهَائِمَ لَتَسْمَعُ أَصْوَاتَهُمْ»

''بے شک مردوں کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے حتی کہ چوپائے جانور بھی ان کی آوازیں سنتے ہیں۔'' [2]

عذابِ قبر سے مراد عذابِ برزخ ہے

عذابِ قبر اسے دیا جاتا ہے جو اس کا مستحق ہو۔ اور یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ عذابِ قبر سے مراد عذابِ برزخ ہے۔ لہذا جو شخص بھی اس کا مستحق ہوتا ہے اسے مرنے کے بعد اس کا ذائقہ چکھنا پڑتا ہے، چاہے اسے قبر میں دفن کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ اور اگر کسی کو درندے کھا لیں یا اسے آگ میں جلا دیا جائے یہاں تک کہ وہ راکھ

---

① صحيح مسلم، كتاب الجنة باب عرض مقعد الميت من الجنة أو النار عليه وإثبات عذاب القبر والتعوذ منه :2867

② رواه الطبراني وصححه الألباني فى صحيح الترغيب والترهيب:3548

ہو جائے اور وہ راکھ ہوا میں اڑا دی جائے ، یا کسی کو پھانسی پہ لٹکا دیا جائے ، یا کوئی پانی میں غرق ہو جائے اور وہ عذابِ قبر کا مستحق ہو تو یہ عذاب اس کے بدن اور روح تک ضرور پہنچے گا جیسا کہ کسی کو اس کی قبر میں عذاب دیا جاتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اسے کوئی چیز عاجز کرنے والی نہیں ۔

عذابِ قبر کی مختلف شکلیں

برادرانِ اسلام! متعدد احادیث میں عذابِ قبر کی مختلف شکلیں بیان کی گئی ہیں ۔ ہم یہاں اِس دعا کے ساتھ ان احادیث کا تذکرہ کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر قسم کے عذابِ قبر سے محفوظ فرمائے اور ہماری قبروں کو جنت کے باغیچے بنائے ۔ آمین

عذابِ قبر کی مختلف شکلیں یہ ہیں :

❶ لوہے کے ہتھوڑے سے مارنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِيْ قَبْرِهِ وَتَوَلّٰى عَنْهُ أَصْحَابُهُ ـ وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ ـ أَتَاهُ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهِ فَيَقُوْلَانِ: مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ ، لِمُحَمَّدٍ ﷺ؟ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُوْلُ : أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ ، فَيُقَالُ لَهُ : انْظُرْ إِلٰى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ قَدْ أَبْدَلَكَ اللّٰهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ ، فَيَرَاهُمَا جَمِيْعًا ، وَأَمَّا الْمُنَافِقُ وَالْكَافِرُ فَيُقَالُ لَهُ : مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ ؟ فَيَقُوْلُ : لَا أَدْرِيْ كُنْتُ أَقُوْلُ مَا يَقُوْلُ النَّاسُ ، فَيُقَالُ : لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ ، وَيُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِنْ حَدِيْدٍ بَيْنَ أُذُنَيْهِ ، فَيَصِيْحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيْهِ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ»[1]

’’ بے شک بندے کو جب اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اسے دفنانے والے اس سے پیٹھ پھیر لیتے ہیں ، اور وہ اس وقت ان کے جوتوں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے تو دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور اسے بٹھا کر اس سے پوچھتے ہیں : اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق تم کیا کہتے تھے؟ مومن جواب دیتا ہے : میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں ۔ چنانچہ اسے کہا جاتا ہے : تم جہنم میں اپنے ٹھکانے کی طرف دیکھو، اللہ تعالیٰ نے تمھیں اس کے بدلے میں جنت میں ٹھکانا دے دیا ہے ۔ چنانچہ وہ ان دونوں ٹھکانوں کو دیکھتا ہے ۔

[1] صحیح البخاری ، الجنائز باب ما جاء فی عذاب القبر:1374

رہا منافق وکافر تو اس سے کہا جاتا ہے: تم اس شخصیت (محمد ﷺ) کے بارے میں کیا کہتے تھے؟ وہ کہتا ہے: مجھے کچھ پتہ نہیں، میں تو وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔ چنانچہ اسے کہا جاتا ہے: نہ تم نے معلوم کیا اور نہ تم نے (قرآن کو) پڑھا۔ پھر اس کے کانوں کے درمیان لوہے کے ہتھوڑوں کے ساتھ اس قدر زور سے مارا جاتا ہے کہ اس سے اس کی چیخیں نکلتی ہیں جنھیں سوائے جن وانس کے باقی تمام مخلوقات سنتی ہیں۔''

صحیح مسلم کی روایت میں حضرت قتادۃؒ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ بات بھی بتائی گئی ہے کہ اس (مومن) کیلئے اس کی قبر کو ستر ہاتھ تک کشادہ کر دیا جاتا ہے اور قیامت تک کیلئے اس میں نعمتوں اور شادابی کو بھر دیا جاتا ہے۔[1]

۲ تا ۷ قبر میں جہنم کی آگ کا بستر، جہنم کی آگ کا لباس، جہنم کی طرف دروازے کا کھولا جانا، قبر کو تنگ کر دینا، لوہے کی سیخ سے مارنا اور میت کو آخرت کے شدید عذاب کی دھمکی ...

یہ چھ شکلیں حضرت براء رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث میں ذکر کی گئی ہیں:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''.... پھر اس (کافر) کی روح کو آسمان سے زمین کی طرف پھینک دیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کے جسم میں واپس آجاتی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

﴿ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ ﴾[2] ''اور اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا گویا آسمان سے گر پڑا، اب یا تو اسے پرندے اچک لے جائیں گے یا ہوا کہیں دور دراز پھینک دے گی۔''

چنانچہ اس کی روح کو اس کے جسم میں واپس لوٹا دیا جاتا ہے۔ تو اس کے ساتھی جب اسے دفن کرنے کے بعد واپس پلٹ رہے ہوتے ہیں وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے۔ پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اسے جھڑک کر بٹھا دیتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں: تمھارا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: ہائے مصیبت، ہائے مصیبت میں نہیں جانتا۔

پھر وہ پوچھتے ہیں: تمھارا دین کیا ہے؟

وہ کہتا ہے: ہائے مصیبت، ہائے مصیبت میں نہیں جانتا۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الجنة باب عرض مقعد الميت من الجنة أو النار عليه:2870

[2] الحج 31:22

پھر وہ کہتے ہیں: وہ آدمی کون ہے جسے تم میں نبی بنا کر بھیجا گیا؟

تو اسے آپ ﷺ کا نام یاد نہیں آتا۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں: محمد ﷺ؟

وہ کہتا ہے: ہائے مصیبت، ہائے مصیبت میں نہیں جانتا۔ میں نے لوگوں سے سنا تھا کہ وہ آپ ﷺ کا تذکرہ کرتے تھے۔

تو کہا جاتا ہے: تم نے نہ معلوم کیا اور نہ قرآن پڑھا۔ پھر آسمان سے ایک نداء آتی ہے کہ اس نے جھوٹ بولا ہے۔ لہٰذا اس کیلئے جہنم کا بستر بچھا دو اور اس کیلئے جہنم کا ایک دروازہ کھول دو۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: چنانچہ اسے جہنم کی بد بو اور گرم ہوا آتی ہے اور اس کی قبر کو اتنا تنگ کر دیا جاتا ہے کہ اس کی دونوں طرف کی پسلیاں باہم مل جاتی ہیں۔ اس کے پاس ایک بدصورت شخص آتا ہے جس کا لباس انتہائی بدنما ہوتا ہے اور اس سے بہت گندی بد بو پھوٹ رہی ہوتی ہے۔ وہ کہتا ہے: تمھیں اس چیز کی خوشخبری ہو جو تمھارے لئے بری ہے۔ یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ تو وہ کہتا ہے: اور تمھیں بھی اللہ تعالیٰ بدی ہی کی خوشبری دے۔ تم کون ہو؟ تمھارا چہرہ تو وہ چہرہ ہے جو شر ہی کو لاتا ہے۔ وہ جواب دیتا ہے: میں تمھارا برا عمل ہوں اور اللہ کی قسم ہے میں نے تمھیں ہمیشہ اس حالت میں دیکھا کہ تم نیکی کے کام میں دیر کیا کرتے تھے اور اللہ کی نافرمانی بہت جلدی کرتے تھے۔ سو اللہ تعالیٰ تمھیں برا بدلہ دے۔ پھر اس پر ایک اندھے، بہرے اور گونگے کی ڈیوٹی لگا دی جاتی ہے جس کے ہاتھ میں ایک لوہے کی سلاخ ہوتی ہے۔ اگر وہ اسے ایک پہاڑ پر مارے تو وہ مٹی ہو جائے۔ پھر وہ اس کے ساتھ اسے مارتا ہے یہاں تک کہ وہ مٹی ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اسے پہلی حالت میں کر دیتا ہے۔ وہ پھر اسے اس کے ساتھ مارتا ہے جس سے وہ ایسی چیخ مارتا ہے کہ جسے جن وانس کے سوا کائنات کی ہر چیز سنتی ہے۔ بعد ازاں اس کیلئے جہنم کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور جہنم ہی کا ایک بستر اس کیلئے بچھا دیا جاتا ہے۔ تو وہ دعا کرتا ہے: اے میرے رب! قیامت قائم نہ کر۔''[1]

❽ زمین میں دھنسنا

عذابِ قبر کی ایک شکل یہ ہے کہ میت کو زمین میں دھنسایا جاتا ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «بَيْنَمَا رَجُلٌ يَجُرُّ إِزَارَهُ مِنَ الْخُيَلَاءِ خُسِفَ بِهِ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِي الْأَرْضِ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ»[2]

---

[1] سنن أبي داؤد:4753، أحمد:17803۔صححه الألباني في أحكام الجنائز : ص 156

[2] صحيح البخاري:5343، صحيح مسلم :3894

''ایک شخص تکبر سے اپنی چادر (ٹخنوں سے نیچے) گھسیٹ رہا تھا، اسی دوران اسے زمین میں دھنسا دیا گیا۔ تو وہ قیامت تک زمین ہی میں غوطے کھاتا رہے گا۔''

❾ ۔ ⓬ باچھوں کو گدی تک چیرنا، سر کو پتھر سے کچلنا، آگ کے تنور میں جلانا، خون کی نہر میں پتھر سے مارنا... یہ چاروں شکلیں رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہیں۔

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو ہماری طرف متوجہ ہوکر پوچھتے: آج رات تم میں سے کس نے خواب دیکھا ہے؟ اگر کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو وہ اسے بیان کردیتا اور آپ ﷺ اس کی تعبیر کردیتے۔ پھر ایک دن آیا، آپ ﷺ نے حسبِ معمول یہی سوال کیا تو ہم نے جواب دیا: نہیں ہم نے کوئی خواب نہیں دیکھا۔ تو آپ نے فرمایا:

''لیکن میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ دو آدمی میرے پاس آئے۔ انھوں نے میرے ہاتھوں کو پکڑا اور مجھے ارضِ مقدسہ میں لے گئے۔

وہاں میں نے دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور ایک آدمی اس کے پاس کھڑا ہوا ہے جس کے ہاتھ میں ایک مہمیز تھی۔ اسے وہ اس کی ایک باچھ میں داخل کرتا (پھر اسے کھینچ کر) اس کی گدی تک لے جاتا۔ پھر دوسری باچھ کو بھی اسی طرح کھینچ کر پیچھے گدی تک لے جاتا اور یوں اس کی دونوں باچھیں اس کی گدی کے پاس مل جاتیں۔ پھر اس کی باچھیں اپنی حالت میں واپس آجاتیں۔ پھر وہ اس کے ساتھ پہلے کی طرح کرتا۔ میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ تو ان دونوں نے کہا: آگے چلو۔

تو ہم آگے چلے گئے یہاں تک کہ ہم نے ایک اور آدمی کو دیکھا جو اپنی گدی کے بل سیدھا لیٹا ہوا تھا اور ایک آدمی اس کے قریب کھڑا تھا جس کے ہاتھ میں ایک پتھر تھا اور وہ اس کے ساتھ اس کے سر کو کچل رہا تھا۔ وہ جیسے ہی اسے اس کے سر پر مارتا پتھر لڑھک جاتا۔ اور جب تک وہ اسے اٹھا کر واپس آتا اس کا سر پھر جڑ چکا ہوتا اور اپنی اصلی حالت میں واپس آچکا ہوتا۔ تو یہ پھر اس کے ساتھ پہلے کی طرح کرتا۔ میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا: آگے چلو۔

تو ہم آگے چلے گئے جہاں ہم نے تنور کی طرح ایک سوراخ دیکھا، اس کا اوپر والا حصہ تنگ تھا اور نیچے والا وسیع۔ اس میں آگ جلائی جارہی تھی اور میں اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں ننگے مرد اور ننگی عورتیں ہیں۔ آگ کے شعلے جب ان کے نیچے سے آتے ہیں تو وہ اوپر کو آجاتے ہیں حتی کہ نکلنے کے قریب ہوجاتے ہیں اور جب شعلے مدھم ہوجاتے ہیں تو وہ ایک بار پھر نیچے چلے جاتے ہیں۔ میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا: آگے

چلو۔

تو ہم آگے چلے گئے حتی کہ ہم خون کی ایک نہر پر پہنچ گئے۔ ایک آدمی اس کے اندر کھڑا ہوا تھا اور دوسرا اس کے کنارے پر۔ کنارے پر کھڑے ہوئے آدمی کے سامنے ایک پتھر پڑا ہوا تھا اور اندر کھڑا ہوا آدمی جب باہر نکلنے کی کوشش کرتا تو کنارے پر کھڑا ہوا آدمی وہ پتھر اس کے منہ پر دے مارتا اور اسے اس کی جگہ پر واپس لوٹا دیتا۔ وہ بار بار ایسا کر رہے تھے۔ میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا: آگے چلو۔

تو ہم آگے چلے گئے حتی کہ ایک سرسبز باغ میں پہنچ گئے۔ اس میں ایک بہت بڑا درخت تھا جس کی جڑوں کے قریب ایک بزرگ بیٹھا ہوا تھا اور اس کے آس پاس بچے بیٹھے ہوئے تھے اور ایک شخص درخت کے قریب کھڑا آگ جلا رہا تھا۔ تو میرے دونوں ساتھی مجھے اس درخت پر چڑھا کر لے گئے اور ایک ایسے گھر میں داخل کر دیا جو اتنا خوبصورت تھا کہ اس جیسا خوبصورت گھر میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ اس میں بوڑھے، نوجوان، عورتیں اور بچے سب موجود تھے۔ پھر وہ دونوں مجھے اپنے ساتھ لے کر درخت پر مزید اوپر چڑھنے لگے یہاں تک کہ انھوں نے مجھے ایک اور گھر میں داخل کر دیا، جو پہلے گھر سے حسین تر تھا اور اس میں بھی بوڑھے اور جوان موجود تھے۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

آج رات تم نے مجھے بہت گھمایا ہے۔ ذرا بتاؤ تو سہی، جو کچھ ہم نے دیکھا ہے وہ کیا تھا؟

وہ کہنے لگے: ہاں اب ہم آپ کو سب کچھ تفصیل سے بتاتے ہیں۔

☆ وہ شخص جس کی باچھوں کو چیرا جا رہا تھا وہ جھوٹ بولنے والا انسان تھا جو ایک جھوٹ بولتا تھا تو لوگ اس کے جھوٹ کو دور دور تک پھیلا دیتے تھے۔ اسے یہ عذاب قیامت تک دیا جاتا رہے گا۔

☆ وہ شخص جس کا سر کچلا جا رہا تھا وہ ایسا شخص تھا جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن سکھلایا تھا لیکن وہ رات بھر سویا رہتا (اور نفل نماز میں اس کی تلاوت نہ کرتا۔) اور جب دن آتا تو وہ اس پر عمل نہ کرتا۔ تو اسے بھی یہ عذاب قیامت تک دیا جاتا رہے گا۔

☆ رہے وہ لوگ جنھیں آپ نے ایک تنور میں دیکھا تھا تو وہ بدکار لوگ تھے۔

☆ جسے آپ نے نہر میں دیکھا تھا وہ سود خور تھا۔

☆ وہ بوڑھا انسان جسے آپ نے ایک درخت کی جڑوں کے پاس دیکھا تھا وہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) تھے اور ان کے آس پاس لوگوں کی اولاد تھی۔

☆ وہ شخص جو اس درخت کے قریب کھڑا آگ جلا رہا تھا وہ (مالک) یعنی جہنم کا داروغہ تھا۔

☆ جو پہلا گھر آپ نے دیکھا تھا وہ عام مومنوں کا گھر تھا۔

☆ اور یہ گھر (جس میں آپ کھڑے ہیں) یہ شہداء کا گھر ہے۔ میں جبریل ہوں اور یہ میکائیل ہیں۔ اور آپ ذرا اپنا سر اوپر اٹھائیں۔ میں نے اپنا سر اوپر کو اٹھایا تو ایک محل بادلوں جیسا نظر آیا۔ انھوں نے کہا: یہ آپ کا گھر ہے۔ میں نے کہا: مجھے چھوڑ دو تاکہ میں اس گھر کے اندر جا سکوں۔ انھوں نے کہا: ابھی آپ کی عمر باقی ہے جسے آپ نے مکمل نہیں کیا۔ اگر آپ اسے مکمل کر چکے ہوتے تو یقیناً اس میں داخل ہو جاتے۔''[1]

یہ حدیث عذابِ قبر یا عذابِ برزخ کے متعلق واضح دلیل ہے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا خواب بھی وحی ہوتا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں حکم دیا گیا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر دیں تو انھوں نے حکم کی تعمیل کی۔

⓭ تانبے کے ناخنوں سے چہروں اور سینوں کو نوچنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَمَّا عُرِجَ بِی مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ أَظْفَارٌ مِنْ نُحَاسٍ، يَخْمِشُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَصُدُوْرَهُمْ، فَقُلْتُ:مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرِيْلُ؟ قَالَ:اَلَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ وَيَقَعُوْنَ فِي أَعْرَاضِهِمْ»[2]

''مجھے جب معراج کرایا گیا تو میں نے چند لوگ ایسے دیکھے جنھیں تانبے کے ناخن دیئے گئے تھے اور وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے۔ میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ کون ہیں؟ تو جبریل نے کہا: یہ وہ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے (ان کی غیبت کرتے ہیں) اور ان کی عزت پر حملہ کرتے ہیں۔''

⓮ چوری کئے ہوئے مال کے ساتھ میت کو جلانا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کی طرف روانہ ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح تو دی لیکن غنیمت کے طور پر ہمیں سونا چاندی نہیں ملا۔ صرف ساز وسامان، کھانا اور کپڑے ہاتھ لگے۔ پھر ہم ایک وادی کی طرف گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کا ایک نوکر بھی تھا جسے رفاعۃ بن زید کہا جاتا تھا۔ ہم نے جب وادی میں پڑاؤ ڈالا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نوکر کو ایک تیر لگا اور وہ مر گیا۔ تو ہم نے کہا: اسے شہادت

① صحیح البخاری:کتاب الجنائز:1386، 7047

② سنن أبی داؤد:4878- وصححه الألبانی

مبارک ہو۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہرگز نہیں ! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اس نے خیبر کے دن غنیمت کا مال تقسیم ہونے سے پہلے اس میں سے جو چادر چوری کی تھی وہی چادر اس پر آگ بھڑکا رہی ہے ...''[1]

برادران اسلام ! ہم نے عذابِ قبر کی چودہ اقسام وانواع ذکر کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے پھر دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔

اور آیئے اب یہ بھی معلوم کرلیں کہ قبر میں مومن کو کونسی کونسی نعمتیں عطا کی جاتی ہیں:

عمل صالح ہی وحشت ناک اور اندھیری قبر میں مومن کیلئے نور اور اس کا ساتھی ہوتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''......پھر مومن کی روح کو زمین کی طرف لوٹا کر اس کو اس کے جسم میں واپس کر دیا جاتا ہے۔ اور اس کے ساتھی جب اسے دفن کرنے کے بعد واپس پلٹ رہے ہوتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے۔ پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اسے جھڑک کر بٹھا دیتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں:

تمھارا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: میرا رب اللہ ہے۔

پھر وہ پوچھتے ہیں: تمھارا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا دین اسلام ہے۔

پھر وہ کہتے ہیں: وہ آدمی کون ہے جسے تم میں نبی بنا کر بھیجا گیا؟ وہ کہتا ہے: وہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ پھر وہ کہتے ہیں: تمھیں کیسے پتہ چلا؟

وہ کہتا ہے: میں نے اللہ کی کتاب کو پڑھا تو اس پر ایمان لے آیا اور اس کی تصدیق کی۔

فرشتہ اس کو جھڑک کر پھر کہتا ہے: تمھارا رب کون ہے؟ تمھارا دین کیا ہے؟ تمھارا نبی کون ہے؟ اور یہ مومن کی آخری آزمائش ہوتی ہے۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ﴾[2]

''ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پکی بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی۔''

چنانچہ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی حضرت محمد ﷺ ہیں۔

چنانچہ آسمان سے ایک نداء آتی ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا ہے، لہذا اس کیلئے جنت کا ایک بستر بچھا دو

---

① صحيح البخاري:4234، صحيح مسلم:115

② إبراهيم14:27

اسے جنت کا لباس پہنا دو اور اس کیلئے جنت کا ایک دروازہ کھول دو۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: چنانچہ اس کے پاس جنت کی خوشبو اور اس کی نعمتیں آتی ہیں اور اس کی قبر کو حد نگاہ تک وسیع کر دیا جاتا ہے۔ پھر اس کے پاس ایک خوبصورت شخص آتا ہے جس کا لباس انتہائی عمدہ ہوتا ہے اور اس سے بہت اچھی خوشبو پھوٹ رہی ہوتی ہے۔ وہ کہتا ہے: تمھیں اللہ کی رضا اور ان جنات کی خوشخبری ہو جن میں ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں۔ اور یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ تو وہ کہتا ہے: اور تمھیں بھی اللہ خیر کی خوشبری دے، تم کون ہو؟ تمھارا چہرہ تو وہ چہرہ ہے جو خیر ہی کو لاتا ہے۔ وہ جواب دیتا ہے: میں تمھارا نیک عمل ہوں اور اللہ کی قسم! تمھیں میں نے ہمیشہ اس حالت میں دیکھا کہ تم نیکی کے کام میں جلدی کیا کرتے تھے اور اللہ کی نافرمانی میں بہت دیر لگاتے تھے۔ لہذا اللہ تعالیٰ تمھیں جزائے خیر دے۔ پھر اس کیلئے ایک دروازہ جنت کی طرف اور ایک دروازہ جہنم کی طرف کھولا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے: اگر تم اللہ کے نافرمان ہوتے تو یہ جہنم تمھارا ٹھکانا ہوتی، لیکن اللہ تعالیٰ نے تمھیں اس کے بدلے میں جنت کا یہ ٹھکانا دے دیا ہے۔ تو وہ جنت کی نعمتوں کو دیکھ کر کہتا ہے: اے میرے رب! قیامت جلدی قائم کر تا کہ میں اپنے گھر والوں اور مال میں لوٹ جاؤں۔ تو اسے جواب دیا جاتا ہے: اب تم کو یہیں رہنا ہے۔ ...“[1]

اس حدیث میں دیگر باتوں کے علاوہ اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ قبر میں مومن اور نیک انسان کو نعمتوں سے نوازا جاتا ہے اور اس کیلئے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ پھر اسے جنت کا بستر اور جنت کا لباس مہیا کیا جاتا ہے اور اس کی قبر کو کھلا کر دیا جاتا ہے۔

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”بے شک میت کو جب اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے، بے شک وہ ان کے جوتوں کی آواز کو سن رہا ہوتا ہے جبکہ وہ اسے دفنانے کے بعد اپنے اپنے گھروں کو واپس لوٹ رہے ہوتے ہیں۔ اور اگر وہ مومن ہو تو نماز اس کے سر کے پاس آجاتی ہے، روزے اس کی دائیں جانب، زکاۃ اس کی بائیں جانب اور دوسری نیکیاں مثلا صدقات، نفل نماز اور لوگوں پر احسان وغیرہ اس کے پاؤں کے پاس آجاتی ہیں۔ تو اس کے چاروں اطراف سے اسے نیکیاں گھیر لیتی ہیں اور اس کے پاس کسی چیز کو آنے نہیں دیتیں۔ پھر اسے کہا جاتا ہے: بیٹھ جاؤ۔ تو وہ اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے۔ اُس کے سامنے سورج آتا ہے اور وہ یوں محسوس کرتا ہے کہ جیسے سورج غروب ہی ہونے والا ہے۔ تو اس سے پوچھا جاتا ہے: جو شخص تمھاری طرف مبعوث کیا گیا تھا، تم اس کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ اور اس کے

---

① سنن أبی داؤد :4753، احمد:17803- وصححه الألبانی فی احکام الجنائز:ص156

متعلق تم کیا گواہی دیتے ہو؟ وہ کہتا ہے: مجھے چھوڑ دو، میں نماز پڑھ لوں۔ وہ کہتے ہیں: تم نماز تو پڑھ ہی لو گے، پہلے ہمارے سوال کا جواب دو۔

وہ جواب دیتا ہے: میں محمد ﷺ کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور آپ اللہ کی طرف سے حق لے کر آئے۔

تو اسے کہا جاتا ہے: تم اسی بات پر زندہ رہے اور تمھاری موت بھی اسی پر آئی اور اسی پر تمہیں ان شاء اللہ اٹھایا جائے گا۔ پھر اس کیلئے جنت کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے: یہی تمھارا ٹھکانا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں تیار کی ہیں وہ بھی تمھاری ہیں۔ چنانچہ اس کی خوشی اور سرور میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ پھر جہنم کا ایک دروازہ کھول کر اسے کہا جاتا ہے: یہ تمھارا ٹھکانا ہوتا اگر تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے۔ اس پر اس کی خوشی میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ پھر اس کی قبر کو ستر ہاتھ تک وسیع کر دیا جاتا ہے اور اسے اس کیلئے منور کر دیا جاتا ہے۔ اور اس کے جسم کو اس چیز کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے جس سے اس کو شروع کیا گیا ہوتا ہے۔ پھر اس کی روح کو ان پاکیزہ پرندوں کے اندر پہنچا دیا جاتا ہے جو جنت کے درختوں سے کھاتے ہیں.....''[۱]

ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی ہے: «إِنَّ الْمُؤْمِنَ فِي قَبْرِهِ لَفِي رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ، فَيُرَحَّبُ لَهُ فِي قَبْرِهِ سَبْعِينَ ذِرَاعًا، وَيُنَوَّرُ لَهُ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ»[۲]

''بے شک مومن اپنی قبر میں ایک سرسبز وشاداب باغیچے میں ہوتا ہے۔ اس کی قبر کو اس کیلئے ستر ہاتھ تک کشادہ کر دیا جاتا ہے اور اس میں چودھویں رات کے چاند کے نور کی طرح روشنی کر دی جاتی ہے۔''

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جب میت کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو کالے اور نیلے رنگ کے فرشتے آتے ہیں۔ ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔ وہ دونوں اس سے پوچھتے ہیں: تم اِس شخص کے بارے میں کیا کہا کرتے تھے؟ تو وہ اُس کے بارے میں وہی جواب دیتا ہے جو وہ دنیا میں کہا کرتا تھا کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے:

(أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ)

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔''

---

① الطبرانی وابن حبان ۔ صحیح الترغیب والترهیب للألبانی:3561

② ابو یعلی وابن حبان ۔ صحیح الترغیب والترهیب للألبانی:3552

وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں: ''ہمیں معلوم تھا کہ تم یہی جواب دو گے''

پھر اس کی قبر کو ستر ہاتھ کھلا کر دیا جاتا ہے۔ پھر اسے روشن کر دیا جاتا ہے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے:

(نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ الَّذِیْ لَا یُوْقِظُهُ إِلَّا أَحَبُّ أَهْلِهِ إِلَیْهِ)

''تم سو جاؤ جیسا کہ وہ دولہا سوتا ہے جسے اس کے گھر والوں میں سے صرف وہی جگا سکتا ہے جو اسے سب سے زیادہ محبوب ہو۔'' پھر وہ سو جاتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے روز اٹھائے گا...''[1]

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کا خاتمہ ایمان اور عمل صالح پر فرمائے، ہماری قبروں کو منور کر دے اور ہم سب کو عذابِ قبر سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین

دوسرا خطبہ

عذابِ قبر اور اس کی آزمائش سے نجات دینے والے بعض اعمال

عزیزان گرامی! جیسا کہ ہم پہلے خطبہ کے آخر میں عرض کر چکے ہیں کہ قبر میں مومن کو جنت کی نعمتیں عطا کی جاتی ہیں اور مومن کا عمل ہی اس کا بہترین ساتھی ہوتا ہے جو اس کی قبر کو منور کرتا ہے۔ اس کے علاوہ بعض اعمال ایسے ہیں جو خاص طور پر مومن کو عذابِ قبر سے نجات دلانے والے ہیں اور وہ یہ ہیں:

۱۔ دشمن کی سرحد پر پہرہ دینا

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«رِبَاطُ یَوْمٍ وَلَیْلَةٍ خَیْرٌ مِّنْ صِیَامِ شَهْرٍ وَقِیَامِهِ، وَإِنْ مَّاتَ جَرٰی عَلَیْهِ عَمَلُهُ الَّذِیْ كَانَ یَعْمَلُهُ، وَأُجْرِیَ عَلَیْهِ رِزْقُهُ، وَأَمِنَ الْفَتَّانَ»[2]

''دشمن کی سرحد پر (اللہ کے راستے میں) ایک دن اور ایک رات پہرہ دینا ایک ماہ کے روزوں اور اس کے قیام سے بہتر ہے۔ اور اگر وہ اسی حالت میں مر جائے تو اس کا وہ عمل جاری رہتا ہے جو وہ کیا کرتا تھا۔ اور اسی پر اس کا رزق جاری کر دیا جاتا ہے۔ اور اسے آزمائش میں ڈالنے والے (عذابِ قبر) سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔''

---

[1] الترمذی: 1071 وحسنه الألبانی

[2] صحیح مسلم: 1913

۲۔شہادت پانا

حضرت مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

« لِلشَّهِيْدِ عِنْدَ اللّٰهِ سِتُّ خِصَالٍ : يُغْفَرُ لَهُ فِيْ أَوَّلِ دَفْعَةٍ، وَيُرٰى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَيُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَيَأْمَنُ مِنَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ، وَيُوْضَعُ عَلٰى رَأْسِهِ تَاجُ الْوَقَارِ، اَلْيَاقُوْتَةُ مِنْهُ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا، وَيُزَوَّجُ اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ زَوْجَةً مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ، وَيُشَفَّعُ فِيْ سَبْعِيْنَ مِنْ أَقَارِبِهِ »①

’’شہید کیلئے (خصوصی طور) پر اللہ کے ہاں چھ انعامات ہیں: پہلے قطرۂ خون پر اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور اسے جنت میں اس کا ٹھکانا دکھا دیا جاتا ہے۔ اور اسے عذابِ قبر سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ اور وہ بڑی گھبراہٹ سے بھی محفوظ رہتا ہے۔ اور اس کے سر پر تاجِ وقار رکھا جاتا ہے جس کا ایک موتی دنیا سے اور دنیا کے اندر جو کچھ ہے اس سے بہتر ہے۔ اور اس کی موٹی آنکھوں والی حوروں میں سے بہتر (۷۲) بیویوں سے شادی کی جائے گی۔ اور اس کے ستر رشتہ داروں کے بارے میں اس کی سفارش کو قبول کیا جائے گا۔‘‘

اس حدیث میں جس شہید کے فضائل ذکر کئے گئے ہیں یہ وہ شہید ہے جس میں شہدائے احد کی شرائط جمع ہوں اور وہ یہ ہیں:

۱۔ وہ مسلمان سپہ سالار کے جھنڈے تلے جمع ہو کر لڑنے والی فوج میں کلمۃ اللہ کو بلند کرنے کی خاطر کفار سے قتال کرتے ہوئے مارا جائے۔

۲۔وہ میدانِ قتال میں زخمی ہو کر مرا ہو۔

۳۔اس کے ورثاء نے اس کی شہادت کے بدلے میں کوئی مالی معاوضہ نہ لیا ہو۔

۳۔ ہر رات سورۃ الملک کی تلاوت کرنا اور اس پر عمل کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ سُوْرَةً مِّنَ الْقُرْآنِ : ثَلَاثُوْنَ آيَةً ، شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتّٰى غُفِرَ لَهُ ، وَهِيَ سُوْرَةُ تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ» ②

---

① سنن الترمذی : 1663۔ وصححہ الألبانی

② سنن الترمذی :2891، ابو داؤد :1400، ابن ماجہ :3786۔و صححہ الألبانی

''بے شک قرآن میں ایک سورت نے، جس کی تیس آیات ہیں' ایک آدمی کے حق میں سفارش کی یہاں تک کہ اس کی بخشش کر دی گئی۔ اور وہ ہے سورۃ الملک۔''

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''جو شخص ہر رات سورۃ الملک کی تلاوت کرتا رہے اسے اللہ تعالیٰ عذابِ قبر سے محفوظ رکھے گا اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اسے (اَلْمَانِعَة) ''بچانے والی سورت'' کہا کرتے تھے۔''[1]

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رات کو سورۃ الم تنزیل (السجدۃ) اور سورۃ الملک پڑھ کر ہی سوتے تھے۔[2]

۴۔ پیٹ کی بیماری سے مرنا

حضرت عبد اللہ بن یسارؒ بیان کرتے ہیں کہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن عرفطۃ رضی اللہ عنہ نے آپس میں یہ بات ذکر کی کہ ایک آدمی فوت ہو گیا ہے اور اس کی موت پیٹ کی بیماری کی وجہ سے آئی ہے۔ ان دونوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ کاش وہ بھی اس آدمی کے جنازے میں شریک ہوتے۔ اور ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد نہیں فرمایا تھا کہ

«مَنْ يَقْتُلْهُ بَطْنُهُ فَلَنْ يُعَذَّبَ فِي قَبْرِهِ»

''جسے اس کے پیٹ (کی بیماری) مار دے اسے قبر میں عذاب ہرگز نہیں دیا جائے گا۔''

تو ان میں سے دوسرے نے کہا: کیوں نہیں، یہ واقعتاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔[3]

۵۔ جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو مرنا

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ إِلَّا وَقَاهُ اللّٰهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ»[4]

''جس مسلمان شخص کی موت جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو آئے اللہ تعالیٰ اسے قبر کے فتنہ سے بچا لیتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو عذابِ قبر سے محفوظ فرمائے۔ آمین

---

① سنن النسائی۔ حسنه الألبانی فی صحیح الترغیب والترهیب:1475

② سنن الترمذی:2892۔ وصححه الألبانی

③ سنن الترمذی:1064، والنسائی:2052۔ وصححه الألبانی

④ سنن الترمذی:1074۔ وحسنه الألبانی

روزِ قیامت ......نشانیاں اور ہولناکیاں

اہم عناصر خطبہ :

☆ قرب قیامت ☆ قیامت کب آئے گی؟
☆ علاماتِ قیامت (صغری وکبری) ☆ صور کا پھونکا جانا اور کائنات کا خاتمہ
☆ قیامت سے پہلے شدید زلزلہ ☆ صور کا دوبارہ پھونکا جانا
☆ قیامت کا دن سورۃ التکویر ، سورۃ الانفطار اور سورۃ الانشقاق میں

پہلا خطبہ

برادران اسلام ! اس سے پہلے ہم ایک خطبۂ جمعہ موت سے متعلق اور ایک خطبہ قبر سے متعلق دے چکے ہیں جبکہ آج کا خطبہ روزِ قیامت سے متعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کا خاتمہ ایمان اور عمل صالح پر فرمائے۔ ہمیں سوئے خاتمہ سے محفوظ رکھے، قبر وحشر کی حسرتوں سے بچائے اور ہمیں اپنے فضل وکرم سے جنت الفردوس نصیب فرمائے۔ آمین

سب سے پہلے ہمیں اس بات پر پختہ یقین ہونا چاہئے کہ ہم سب کو اور پوری بنی نوع انسانیت کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

﴿زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا أَن لَّن يُبْعَثُوا قُلْ بَلَى وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ﴾[1]

’’ کافروں کا خیال یہ ہے کہ انہیں دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا۔ کہہ دیجئے کہ کیوں نہیں اللہ کی قسم! تمھیں ضرور بالضرور اٹھایا جائے گا۔ پھر جو کچھ تم نے کیا ہے اس کی تمھیں خبر دی جائے گی اور یہ کام اللہ پر انتہائی آسان ہے۔‘‘

---

① التغابن 64: 7

قربِ قیامت

پھر ہمیں اس بات پر بھی پختہ یقین ہونا چاہئے کہ جس دن ہمیں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے وہ انتہائی قریب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ ۞فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا ۞إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا ۞وَنَرَاهُ قَرِيبًا﴾ ①

''جس کی طرف فرشتے اور روح چڑھ کر جاتے ہیں، ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے۔ پس آپ اچھی طرح صبر کریں۔ بے شک یہ اس کو دور سمجھ رہے ہیں اور ہم اسے قریب ہی دیکھتے ہیں۔''

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

«بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ وَضَمَّ السَّبَّابَةَ وَالْوُسْطَىٰ» ②

''آپ ﷺ نے انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی کو ملا کر فرمایا: میں اور قیامت اس طرح بھیجے گئے ہیں جیسے یہ دو انگلیاں ہیں۔''

اس حدیث کا ایک معنی یہ بیان کیا گیا ہے کہ میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا بلکہ میرے بعد قیامت ہی آئے گی جیسا کہ انگشتِ شہادت کے بعد درمیان والی انگلی ہی ہے اور ان دونوں کے درمیان کوئی اور انگلی نہیں ہے۔

قیامت کب آئے گی؟

قیامت کا وقت صرف اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ اللَّهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ ③

''یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟ آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم تو صرف میرے رب ہی کے پاس ہے۔ اسے اس کے وقت پر صرف وہی ظاہر کرے گا۔ وہ آسمانوں اور زمین میں بڑا بھاری (حادثہ) ہوگا۔ وہ تم پر اچانک آپڑے گی۔ وہ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں جیسے گویا آپ اس کی

---

① المعارج70:4-7 ② صحیح مسلم:2949 ③ الأعراف7:187

تحقیقات کر چکے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم خاص اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

اور فرمایا: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا ۞ فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَاهَا ۞ إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَاهَا ۞ إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرُ مَن يَخْشَاهَا ۞ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا﴾ ①

"وہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کے وقوع پذیر ہونے کا وقت کون سا ہے؟ اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق ہے؟ اس کے علم کی انتہا تو آپ کے رب کی جانب ہے۔ آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں ان لوگوں کو جو اس سے ڈرتے ہیں۔ جس روز یہ اسے دیکھ لیں گے تو انھیں ایسے لگے گا کہ جیسے وہ صرف دن کا آخری حصہ یا اول حصہ ہی (دنیا میں) رہے ہیں۔"

اور حدیثِ جبریل میں ہے کہ حضرت جبریل (علیہ السلام) نے ایمان، اسلام اور احسان کے متعلق سوالات کرنے کے بعد نبی کریم ﷺ سے پوچھا: مجھے قیامت کے متعلق بتائیں! تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَا الْمَسْؤُوْلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ» ②

"جس سے اس کے متعلق سوال کیا جا رہا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔"

علاماتِ قیامت

جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ قیامت کے قیام کا علم تو صرف اللہ کے پاس ہے البتہ اس کی کئی نشانیاں رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہیں۔ لہٰذا ہم قیامت کی کچھ نشانیاں ذکر کرتے ہیں جس سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ ہم غفلت کی نیند سے بیدار ہو جائیں اور قیامت کے اچانک وقوع سے پہلے سچی توبہ کر لیں۔

علماء نے قیامت کی نشانیوں کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے: چھوٹی اور بڑی۔ بڑی نشانیوں سے مراد وہ نشانیاں ہیں جو قیامت سے کچھ عرصہ قبل واقع ہونگی۔ مثلاً دجال کا آنا، امام مہدی کا ظہور، حضرت عیسی علیہ السلام کا نزول اور ان کا دجال کو قتل کرنا، یاجوج ماجوج اور دابۃ الأرض (زمین کے ایک مخصوص جانور) کا ظاہر ہونا اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا وغیرہ۔

اور چھوٹی نشانیوں سے مراد وہ نشانیاں ہیں جو بڑی نشانیوں کی نسبت چھوٹی ہیں اور ان کا ظہور بڑی نشانیوں سے قبل ہونا ہے۔ مثلاً علم کا اٹھایا جانا، جہالت کا پھیل جانا اور جاہلوں کا بڑے بڑے عہدوں تک پہنچنا، آلاتِ موسیقی کا بکثرت مروج ہونا، سرِ عام اور بکثرت شراب نوشی کرنا، لمبی لمبی عمارتیں بنانا، مساجد کے نقش و نگار میں

---

① النازعات 79: 42-46 ② صحیح البخاری: 50، صحیح مسلم: 8

مبالغہ کرنا، بچوں کا حکومت کرنا، اِس امت کے آخری لوگوں کا اس کے پہلے لوگوں پر لعنت بھیجنا اور قتل وغارت گری کا عام ہونا وغیرہ

بعض علاماتِ قیامت کے بارے میں حدیثِ جبریل میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام کو جب نبی کریم ﷺ نے قیامت کے بارے میں یہ جواب دیا کہ

«مَا الْمَسْؤُوْلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ»

''جس سے اس کے متعلق سوال کیا جارہا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔''

تو انھوں نے کہا: مجھے اس کی نشانیوں کے بارے میں بتائیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: «أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا، وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِي الْبُنْيَانِ»

''یہ کہ ایک لونڈی اپنی مالکہ کو جنم دے۔ اور تو یہ دیکھے کہ ننگے پاؤں چلنے والے، ننگے جسموں والے، فقراء اور بکریوں کے چرواہے تعمیر میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کررہے ہیں۔''

ایک روایت میں ہے کہ «إِذَا وَلَدَتِ الْأَمَةُ رَبَّهَا فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا، وَإِذَا كَانَتِ الْعُرَاةُ الْحُفَاةُ رُؤُسَ النَّاسِ فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا»[1]

''جب ایک لونڈی اپنے آقا کو جنم دے تو یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہوگی۔ اور جب ننگے جسموں والے، ننگے پاؤں چلنے والے لوگوں کے سردار بن جائیں گے تو یہ بھی اس کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہوگی۔''

''لونڈی اپنے آقا یا اپنی مالکہ کو جنم دے گی'' کے متعلق کئی اقوال ہیں۔

(۱) وکیعؒ کہتے ہیں کہ لونڈی کا اپنی مالکہ یا اپنے آقا کو جنم دینے سے مراد یہ ہے کہ عجمی عربوں کو جنم دیں۔

(۲) یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ لونڈیوں کے مالک اپنی لونڈیوں کو بیچیں گے۔ پھر ہوسکتا ہے کہ خود ان کی اولاد ہی انھیں خرید لے اور انھیں یہ معلوم نہ ہو کہ یہ ان کی مائیں ہیں۔ تو اس طرح وہ اولاد ان کی آقا بن جائے گی۔ یوں گویا کہ انھوں نے اپنے آقاؤں کو جنم دیا۔

(۳) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد عقوقِ والدین (والدین کی نافرمانی) ہے۔ یعنی بیٹا اپنی ماں سے وہ سلوک کرے گا جیسا کہ ایک آقا اپنی لونڈی سے کرتا ہے۔

---

[1] صحيح البخاري:50، صحيح مسلم :8و9

(۴) موجودہ دور میں بہت سے کافر اپنی نوکرانیوں کے ذریعے ٹیسٹ ٹیوب بے بی حاصل کرتے ہیں۔ یہ (تلد الأمة ربتها) کا حقیقی معنی ہے۔

(۵) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک مسلمان عورت کو حمل کی حالت میں قیدی بنایا جائے گا، یا اس حالت میں کہ اس کی گود میں ایک چھوٹا سا بچہ ہوگا جیسا کہ اندلس میں ہوا۔ پھر ان دونوں کو جدا جدا کر دیا جائے گا۔ پھر وہ بچہ جب جوان ہوگا تو ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی ماں سے لاعلمی میں شادی کر لے۔

یہ آخری بات رسول اکرم ﷺ کے اس فرمان کے عین مطابق ہے:

«إِذَا وَلَدَتِ الْأَمَةُ بَعْلَهَا» ''جب ایک لونڈی اپنے خاوند کو جنم دے گی۔''[1]

مزید علاماتِ قیامت

اب مزید علاماتِ قیامت بھی سماعت فرمائیے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ عَظِيْمَتَانِ تَكُوْنُ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيْمَةٌ دَعْوَتُهُمَا وَاحِدَةٌ، وَحَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِيْبٌ مِنْ ثَلَاثِيْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ أَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَحَتّٰى يُقْبَضَ الْعِلْمُ، وَتَكْثُرَ الزَّلَازِلُ، وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ، وَتَظْهَرَ الْفِتَنُ، وَيَكْثُرَ الْهَرْجُ وَهُوَ الْقَتْلُ، وَحَتّٰى يَكْثُرَ فِيْكُمُ الْمَالُ فَيَفِيْضَ حَتّٰى يُهِمَّ رَبَّ الْمَالِ مَنْ يَقْبَلُ صَدَقَتَهُ وَحَتّٰى يَعْرِضَهُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْ يَعْرِضُهُ عَلَيْهِ: لَا أَرَبَ لِيْ بِهِ ، وَحَتّٰى يَتَطَاوَلَ النَّاسُ فِي الْبُنْيَانِ، وَحَتّٰى يَمُرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرِ الرَّجُلِ فَيَقُوْلُ: يَا لَيْتَنِيْ مَكَانَهُ، وَحَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا، فَإِذَا طَلَعَتْ وَرَآهَا النَّاسُ آمَنُوْا أَجْمَعُوْنَ فَذٰلِكَ حِيْنَ ﴿لَا يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا﴾ »

''قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ:

① دو بڑی جماعتیں باہم قتال کریں گی اور ان کے مابین بہت بڑی جنگ ہوگی حالانکہ دونوں کا دعوی ایک ہوگا (دو بڑی جماعتوں سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعتیں ہیں جن کے درمیان صفین میں جنگ ہوئی۔)

---

① صحیح مسلم :9

② تیس کے قریب دجال آئیں گے جن میں سے ہر ایک کا دعویٰ یہ ہوگا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔
③ علم اٹھالیا جائے گا (علم صرف نام کا رہ جائے گا اور اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔)
④ زلزلے زیادہ آئیں گے۔
⑤ وقت متقارب ہو جائے گا (تقارب سے مراد یہ ہے کہ لوگوں میں بگاڑ جلدی پھیلنے لگے گا۔مثلاً جس بگاڑ اور خرابی کے پھیلنے میں پہلے ایک سال لگتا تھا قیامت کے قریب وہ خرابی ایک ماہ میں پھیل جائے گی۔اور جس کے پھیلنے پر ایک ماہ لگتا تھا قیامت کے قریب چند گھڑیوں میں پھیل جائے گی جیسا کہ آج کل میڈیا اتنی ترقی کر چکا ہے کہ گھر گھر میں دنیا بھر کے ٹی وی چینلز تک رسائی ممکن ہو چکی ہے اور ان کے ذریعے پل پل کی خبر پوری دنیا میں پھیل جاتی ہے۔اِس کا دوسرا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وقت تنگ ہو جائے گا اور اس کی برکت ختم ہو جائے گی۔)
⑥ فتنوں کا ظہور ہوگا۔
⑦ قتل عام ہو جائے گا۔(یہ علامت عصرِ حاضر میں موجود ہے۔چنانچہ بنی آدم' خاص طور پر مسلمانوں کا خون اس قدر ارزاں ہے کہ پانی کی طرح بہہ رہا ہے۔افغانستان ،فلسطین ،کشمیر اور عراق وغیرہ اس کی زندہ مثالیں ہیں ، واللہ المستعان)
⑧ مال بہت زیادہ ہو جائے گا حتی کہ صاحبِ مال صدقہ دینے کی خاطر مستحق کی تلاش میں سرگرداں ہوگا۔ پھر جب کسی کو صدقہ پیش کرے گا تو وہ کہے گا: مجھے اس کی ضرورت نہیں۔
⑨ لوگ عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔
⑩ ایک آدمی دوسرے آدمی کی قبر سے گذرے گا تو کہے گا: کاش! میں اس کی جگہ پر ہوتا۔
⑪ سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔اور جب ایسا ہوگا اور تمام لوگ اسے دیکھ لیں گے تو وہ سب ایمان لے آئیں گے لیکن یہ وہ وقت ہوگا جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا﴾ ①

''اس وقت کسی ایسے شخص کا ایمان اس کے کام نہ آئے گا جو پہلے سے ایمان نہیں رکھتا تھا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا تھا۔''

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: '' قیامت ضرور بالضرور قائم ہوگی (اور اس کی شدت اور ہولناکی کی وجہ سے) اس وقت دو آدمی ایک کپڑا کھول چکے ہوں گے لیکن وہ اس کی خرید وفروخت نہیں کر پائیں گے اور نہ ہی

① الأنعام6:158

اسے لپیٹ سکیں گے۔ اور قیامت یقیناً قائم ہوگی (اور اس قدر آنا فانا قائم ہوگی کہ) اس وقت ایک آدمی اپنی دودھ دینے والی اونٹنی کا دودھ نکال چکا ہوگا لیکن اسے اس کو پینے کی مہلت نہیں ملے گی۔ اور ایک آدمی اپنے حوض کو پلستر کر چکا ہوگا لیکن وہ اس سے پانی نہیں پلا سکے گا۔ اور ایک آدمی اپنا لقمہ اپنے منہ کی طرف اٹھا چکا ہوگا لیکن وہ اسے کھا نہیں سکے گا۔''①

آگ کا نکلنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَخْرُجَ نَارٌ مِنْ أَرْضِ الْحِجَازِ، تُضِيْءُ أَعْنَاقَ الْإِبِلِ بِبُصْرٰى»②

''قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ سرزمینِ حجاز سے ایک آگ نمودار ہوگی جس سے بصری میں (ملک شام میں ایک شہر کا نام ہے) اونٹوں کی گردنیں چمک اٹھیں گی۔''

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجرؒ نے امام قرطبی اور دیگر کئی علماء سے نقل کیا ہے کہ یہ آگ ۶۵۴ھ میں مدینہ منورہ کے مشرق سے رونما ہوئی تھی اور یہ بہت بڑی آگ تھی جسے مکہ مکرمہ اور بصری سے دیکھا گیا۔③

ربانی علماء کی موت

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْزِعُ الْعِلْمَ بَعْدَ أَنْ أَعْطَاكُمُوْهُ انْتِزَاعًا، وَلٰكِنْ يَنْتَزِعُهُ مِنْهُمْ مَعَ قَبْضِ الْعُلَمَاءِ بِعِلْمِهِمْ، حَتّٰى إِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمٌ اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوْسًا جُهَّالًا ، فَسُئِلُوْا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَأَضَلُّوْا»④

''بے شک اللہ تعالیٰ تمھیں علم عطا کرنے کے بعد تم سے اسے ایک دم نہیں چھین لے گا بلکہ علماء کو ان کے علم سمیت قبض کر کے چھین لے گا حتی کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو (دینی) پیشوا بنا لیں گے۔ لہٰذا ان سے جب سوال کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے۔ یوں وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو

---

① صحيح البخاري :الفتن :7121

② صحيح البخاري :7118، صحيح مسلم :2902

③ فتح الباري ، كتاب الفتن باب خروج النار:98/13

④ صحيح البخاري:100و7307 ، صحيح مسلم:2673

بھی گمراہ کریں گے۔''

یہ علامت بھی دیگر علامات کی طرح اِس وقت دیکھی جا سکتی ہے۔ چنانچہ کتاب وسنت کا علم رکھنے والے علماء انتہائی کم ہیں۔لوگوں نے جاہلوں کو مفتیانِ عظام کا درجہ دے رکھا ہے جو بغیر علم شرعی کے فتوے جاری کرتے ہیں، خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ ولا حول ولا قوۃ إلا باللہ

امانتداری کا خاتمہ

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو حدیثیں بیان کیں۔ان میں سے ایک تو واقع ہو چکی ہے اور دوسری کے واقع ہونے کا میں انتظار کر رہا ہوں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک امانت لوگوں کے دلوں کی جڑ میں نازل ہوئی، پھر قرآن نازل ہوا تو انھوں نے قرآن کا علم بھی حاصل کیا اور سنت کا بھی۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امانت کے اٹھ جانے کے بارے میں فرمایا:

''ایک آدمی تھوڑی دیر کیلئے سوئے گا تو اس کے دل سے امانت کو اٹھا لیا جائے گا۔اور یوں اس کا اثر ہلکے سے داغ کی طرح رہ جائے گا۔ پھر وہ تھوڑی دیر کیلئے سوئے گا تو (باقی ماندہ) امانت کو بھی اٹھا لیا جائے گا یہاں تک کہ اس کا اثر آبلے کی طرح رہ جائے گا جیسا کہ تم کسی انگارے کو اپنے پاؤں پر لڑھکاؤ، پھر اس سے ایک چھالہ سا پڑ جائے اور وہ پھول جائے۔ تو (اس کے خشک ہونے کے بعد) تم وہاں ایک سخت سا نشان دیکھتے ہو لیکن وہ اندر سے خالی ہوتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کنکری کو اٹھایا اور اسے اپنے پاؤں پر لڑھکایا۔اس کے بعد فرمایا: لوگوں کی حالت یہ ہو جائے گی کہ وہ آپس میں خرید وفروخت کریں گے لیکن ان میں کوئی بھی امانتدار نہیں ہوگا حتی کہ کہا جائے گا: فلاں قبیلے میں ایک آدمی امانتدار ہے۔ (یعنی امانتدار لوگ کم ہو جائیں گے) اور یہاں تک کہ ایک آدمی کے بارے میں کہا جائے گا: وہ بہت مضبوط، بہت عقلمند اور بہت خوش مزاج ہے حالانکہ اس کے دل میں ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔''

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھ پر ایک ایسا وقت گذر چکا ہے کہ (جب امانت موجود تھی تو) میں تم میں سے جس سے چاہتا (بلا خوفِ خیانت) خرید وفروخت کر لیتا تھا۔ اگر مسلمان سے لین دین کرتا تو اس کا دین اسے میرا حق لوٹا دینے پر ضرور بالضرور مجبور کر دیتا۔ اور اگر وہ نصرانی یا یہودی ہوتا تو اس کا حاکم مجھے میرا حق واپس دلوا دیتا۔ لیکن آج (صورت حال مختلف ہے اور امانت ناپید ہے۔اس لئے) میں صرف فلاں فلاں (چیدہ چیدہ

افراد) ہی سے لین دین کر سکتا ہوں۔''[1]

بدکاری اور شراب نوشی کا عام ہونا

ایک مرتبہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے (اپنے تلامذہ) سے کہا کہ میں آپ کو ایسی حدیث سناتا ہوں جو میرے بعد آپ کو اور کوئی نہیں سنائے گا اور میں نے اسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَّقِلَّ الْعِلْمُ، وَيَظْهَرَ الْجَهْلُ، وَيَظْهَرَ الزِّنَا، وَيُشْرَبَ الْخَمْرُ وَتَكْثُرَ النِّسَاءُ، وَيَقِلَّ الرِّجَالُ، حَتّٰى يَكُوْنَ لِخَمْسِيْنَ امْرَأَةً اَلْقَيِّمُ الْوَاحِدُ»

''بے شک قیامت کی نشانیوں میں سے چند نشانیاں یہ بھی ہیں کہ علم کم ہو جائے گا اور جہالت زیادہ ہو جائے گی۔ زنا عام ہو جائے گا اور شراب نوشی کھلے عام ہوگی۔ عورتیں زیادہ اور مرد کم ہو جائیں گے حتی کہ پچاس عورتوں کیلئے ایک ہی شخص ہوگا۔''[2]

عورتوں کی کثرت

حضرت ابوموسی الأشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَطُوْفُ الرَّجُلُ فِيْهِ بِالصَّدَقَةِ مِنَ الذَّهَبِ، ثُمَّ لَا يَجِدُ أَحَدًا يَّأْخُذُهَا مِنْهُ، وَيُرَى الرَّجُلُ الْوَاحِدُ يَتْبَعُهُ أَرْبَعُوْنَ امْرَأَةً يَلُذْنَ بِهِ، مِنْ قِلَّةِ الرِّجَالِ وَكَثْرَةِ النِّسَاءِ»[3]

''لوگوں پر ضرور بالضرور ایک وقت ایسا آئے گا جب ایک شخص سونے کا صدقہ لے کر گھومے گا اور وہ کوئی ایسا شخص نہیں پائے گا جو اسے قبول کر لے۔ اور عورتوں کی کثرت اور مردوں کی قلت کی وجہ سے حالت یہ ہو جائے گی کہ چالیس عورتیں ایک ہی مرد کی پناہ لینے کیلئے اس کے تابع ہوں گی۔''

اس کی وجہ یہ ہوگی کہ مرد جنگوں میں قتل ہو جائیں گے اور ان کی عورتیں بیوہ ہو جائیں گی۔ لہٰذا وہ مل کر ایک شخص کے پاس آئیں گی تا کہ وہ ان کی ضرورتیں پوری کرے اور لین دین کے معاملات میں ان کی مدد کرے۔

---

(۱) صحیح البخاری:6497، صحیح مسلم :143

(۲) صحیح البخاری:العلم باب رفع العلم وظهور الجهل:81، صحیح مسلم:2671

(۳) صحیح البخاری:1414، صحیح مسلم :1012

یہود ونصاری کی پیروی

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ، وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ، حَتّٰى لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ لَدَخَلْتُمُوْهُ، قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اَلْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى؟ قَالَ: فَمَنْ؟»①

"تم یقیناً پہلی امتوں کے طورطریقوں پر یوں چلو گے جیسے ایک بالشت دوسری بالشت کے اور ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کے برابر ہوتا ہے حتی کہ اگر وہ سانڈہ کی بل میں داخل ہوں گے تو تم بھی اس میں داخل ہو گے" انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہود ونصاری (کے طریقوں پر)؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: (وہ نہیں) تو اور کون؟"

حضرات محترم! جن علاماتِ قیامت کا ذکر ان احادیث میں کیا گیا ہے ان میں سے بیشتر کا ظہور ہو چکا ہے، مثلاً علم کی کمی اور جہالت کا غلبہ، عورتوں کی کثرت، قتل، شراب نوشی اور زنا کاری کا عام ہونا، جاہلوں کا مفتی بن جانا۔ خاص طور جو علامت آخری حدیث میں بیان کی گئی ہے اور وہ ہے مسلمانوں کا یہود ونصاری کے طورطریقوں پر چلنا۔ اسی لئے علامہ اقبال نے کہا تھا:

وضع میں تم ہو نصاری تو تمدن میں ہنود   یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

علم پر عمل نہیں کیا جائے گا

حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک چیز کا ذکر کیا اور پھر فرمایا: "یہ اس وقت ہوگا جب علم چلا جائے گا" میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! علم کیسے چلا جائے گا جبکہ ہم خود بھی قرآن پڑھتے ہیں اور اسے اپنے بچوں کو بھی پڑھاتے ہیں اور ہمارے بچے اپنے بچوں کو پڑھائیں گے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "تیری ماں تجھے گم پائے اے زیاد! میں تو تجھے مدینہ کے بڑے سمجھدار لوگوں میں شمار کرتا تھا۔ کیا یہ یہود ونصاری توراۃ اور انجیل کو نہیں پڑھتے؟ لیکن (پڑھنے کے باوجود) وہ ان پر عمل نہیں کرتے۔"②

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "حفظِ قرآن' حروفِ قرآن کے حفظ سے نہیں ہوتا بلکہ اس کی حدود کو قائم کرنے سے (یعنی اس کے احکام پر عمل کرنے سے) ہوتا ہے۔"

---

① صحيح البخاري :3456، صحيح مسلم :2669

② سنن ابن ماجه :4048وصححه الألباني في صحيح ابن ماجه

اور حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''سب سے پہلے لوگوں سے خشوع کو اٹھایا جائے گا۔ عین ممکن ہے کہ ایک آدمی اس مسجد میں داخل ہو جہاں نماز باجماعت پڑھی جاتی ہے اور اسے اس میں ایک آدمی بھی خشوع والا نظر نہیں آئے گا۔''

اسلام کا مٹنا اور قرآن کا اٹھایا جانا

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اسلام اس طرح مٹ جائے گا جیسے کپڑے کا ایک داغ مٹ جاتا ہے یہاں تک کہ یہ بھی معلوم نہ ہوگا کہ نماز کیا ہے؟ روزہ کیا ہے؟ اور قربانی اور صدقہ کیا ہے؟ ایک رات آئے گی جب کتاب اللہ (قرآن مجید) کو اٹھالیا جائے گا حتی کہ اس کی ایک آیت بھی زمین پر باقی نہ رہے گی۔ (اور ایک وقت آئے گا جب) بڑی عمر کے لوگ کہیں گے: ہم نے اپنے آباؤ اجداد سے یہ کلمہ (لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ) سنا تھا تو ہم بھی اسے پڑھتے ہیں''

حضرت صلہ رحمہ اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا: انھیں محض کلمہ پڑھنے سے کیا فائدہ ہوگا جبکہ وہ نماز، روزہ، قربانی اور صدقہ کو نہیں جانتے ہوں گے؟ تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے منہ پھیر لیا اور اسے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت صلہ رضی اللہ عنہ نے تین بار یہی سوال کیا اور ہر بار حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے منہ پھیر لیا۔ پھر انھوں نے کہا: اے صلہ! یہ کلمہ انھیں جہنم سے نجات دلائے گا۔ (انھوں نے تین بار یہی کہا) [1]

یاد رہے کہ یہ صورت حال حضرت عیسی علیہ السلام کی موت کے بعد ہوگی۔

علاماتِ کبریٰ

(۱) دجال کا ظہور

علاماتِ کبریٰ میں سے ایک اہم علامت دجال کا ظاہر ہونا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس کے فتنے سے ڈرایا اور اس کی بعض نشانیاں ذکر فرمائیں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اس کے فتنے سے بچ سکے۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلدَّجَّالُ أَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُسْرَى، جُفَالُ الشَّعَرِ، مَعَهُ جَنَّةٌ وَّنَارٌ، فَنَارُهُ جَنَّةٌ وَّجَنَّتُهُ نَارٌ» [2]

''دجال کی بائیں آنکھ کانی ہوگی، اس کے بال بہت زیادہ ہوں گے، اس کے ساتھ جنت و دوزخ ہوگی اور

---

① سنن ابن ماجه :4049، وصححه الألباني في الصحيحة :87   ② صحيح مسلم:2934

اس کی جہنم جنت ہوگی اور جنت دوزخ ہوگی۔''

اسی طرح حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں یقیناً دجال کے متعلق زیادہ جانتا ہوں کہ اس کے ساتھ کیا کچھ ہوگا۔ اس کے ساتھ دو نہریں ہونگی، ان میں سے ایک میں سفید پانی ہوگا جو آنکھوں کے سامنے نظر آرہا ہوگا اور دوسری میں آگ بھڑک رہی ہوگی اور وہ بھی آنکھوں کے سامنے نظر آرہی ہوگی۔ لہٰذا کوئی شخص جب اسے پالے تو وہ اس نہر کو جائے جس میں اسے آگ نظر آرہی ہو اور اس میں وہ خوب ڈبکیاں لگائے اور اپنا سر اس میں جھکائے اور پانی پیئے کیونکہ اس کا پانی ٹھنڈا ہوگا۔ دجال ایک آنکھ سے کانا ہوگا اور اس آنکھ پر ایک موٹی سی جلد ہوگی جو اسے ڈھانپ رہی ہوگی۔ اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا جسے ہر خواندہ و ناخواندہ مومن پڑھ سکے گا۔''①

اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا بَيْنَ خَلْقِ آدَمَ إِلىٰ قِيَامِ السَّاعَةِ خَلْقٌ (وَفِيْ رِوَايَةٍ :اِمْرُوٌ) أَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ»②

''حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک دجال سے بڑا آدمی کوئی نہیں (آیا اور نہ) آئے گا۔''

دجال روئے زمین پر ہر شہر میں جائے گا سوائے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ إِلَّا سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ إِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةَ»③

''دجال سوائے مکہ اور مدینہ کے باقی تمام شہروں میں جائے گا۔''

بعض روایات میں بیت المقدس اور جبل طور کا بھی ذکر ہے کہ وہاں بھی دجال نہیں جا سکے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

«عَلَامَتُهُ يَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ أَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا، يَبْلُغُ سُلْطَانُهُ كُلَّ مَنْهَلٍ، لا يَأْتِيْ أَرْبَعَةَ مَسَاجِدَ:الْكَعْبَةَ وَمَسْجِدَ الرَّسُولِ وَالْمَسْجِدَ الْأَقْصىٰ وَالطُّوْرَ»④

''اس کی علامت یہ ہے کہ وہ زمین میں چالیس دن رہے گا۔ (اس دوران) اس کی حکومت ہر گھاٹ تک پہنچے گی۔ تاہم وہ چار مساجد میں نہیں جا سکے گا: خانہ کعبہ، مسجد نبوی، مسجد اقصی اور جبل طور۔''

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ دجال زمین پر چالیس دن رہے گا۔ جبکہ ایک اور روایت کے مطابق ان

---

① صحیح مسلم :2934 ② صحیح مسلم :2946

③ صحیح البخاری :1881، صحیح مسلم :2943 ④ مسند أحمد:364/5وإسناده صحیح

چالیس میں سے ایک دن سال کے برابر، دوسرا دن ایک ماہ کے برابر، تیسرا دن ایک ہفتے کے برابر ہوگا اور باقی ایام عام دنوں کے برابر ہوں گے۔

دجال کے فتنہ سے بچنے کیلئے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث پیش خدمت ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ حَفِظَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ سُوْرَةِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ »وَفِيْ رِوَايَةٍ: «آخِرِ سُوْرَةِ الْكَهْفِ »[1]

"جس شخص نے سورۃ الکہف کے شروع سے (ایک روایت میں ہے: سورۃ الکہف کے آخر سے) دس آیات کو حفظ کیا اسے دجال سے بچا لیا جائے گا۔"

(۲) ظہورِ امام مہدی

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَمْلِكَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِيْ يُوَاطِئُ اسْمُهُ اِسْمِيْ»[2]

"قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ میرے اہلِ بیت سے تعلق رکھنے والا ایک شخص جس کا نام میرے نام جیسا ہوگا عرب کا حاکم بن جائے گا۔"

جبکہ سنن ابو داؤد میں ہے کہ امام مہدی کے باپ کا نام بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ جیسا ہوگا۔ اسی طرح اُس میں یہ بھی ہے کہ(يَمْلأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَورًا) "وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جیسا کہ (ان سے پہلے) ظلم وزیادتی سے بھری پڑی تھی۔"[3]

اسی طرح حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ خدشہ ہوا کہ کہیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی حادثہ نہ ہو۔ چنانچہ ہم نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا:

« إِنَّ فِيْ أُمَّتِي الْمَهْدِيَّ ، يَخْرُجُ يَعِيْشُ خَمْسًا أَوْ سَبْعًا أَوْ تِسْعًا»قُلْنَا:وَمَا ذَاكَ ؟قَالَ: «سِنِيْنَ »[4]

"بے شک میری امت میں ایک مہدی آئے گا جو ظہور کے بعد پانچ یا سات یا نو سال تک رہے گا۔"

---

[1] صحیح مسلم :809

[2] سنن الترمذی :2230۔ وصححہ الألبانی

[3] سنن أبی داؤد : ۴۲۸۲ ۔ وصححہ الألبانی

[4] سنن الترمذی : ۲۲۳۲۔ وحسنہ الألبانی

اِس کے علاوہ اور کئی احادیث کتب حدیث میں موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ امام مہدی کا ظہور قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ہے۔ اور ان کا ظہور اُس وقت ہوگا جب روئے زمین پر ہر سو فتنہ وفساد بپا ہوگا۔ ان کا نام حضرت محمد ﷺ کے نام جیسا اوران کے باپ کا نام آپ ﷺ کے باپ کے نام جیسا ہوگا۔ وہ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم میں سے ہونگے۔ اوران کے دور میں ہر طرح کی خیر وبرکت ہوگی۔

(۳) نزولِ حضرت عیسی علیہ السلام

قیامت کی علاماتِ کبری میں سے سب سے اہم علامت حضرت عیسی علیہ السلام کا نزول ہے جن کے بارے میں اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے انہیں آسمان کی طرف اٹھا لیا تھا۔ پھر وہ انہیں قیامت کے قریب دمشق کی جامع مسجد کے مینار پر نازل فرمائے گا۔ وہ نزول کے بعد شریعتِ محمدیہ کی تبلیغ کریں گے اور لوگ دھڑا دھڑ ان کی دعوت قبول کریں گے جس سے زمین پر امن وامان قائم ہوگا اور دینِ اسلام کا بول بالا ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

«وَاللّٰهِ لَيَنْزِلَنَّ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا ، فَلَيَكْسِرَنَّ الصَّلِيْبَ ، وَلَيَقْتُلَنَّ الْخِنْزِيْرَ ، وَلَيَضَعَنَّ الْجِزْيَةَ ، وَلَتُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا ، وَلَتَذْهَبَنَّ الشَّحْنَاءُ وَالتَّبَاغُضُ وَالتَّحَاسُدُ ، وَلَيَدْعُوَنَّ النَّاسَ إِلَى الْمَالِ فَلَا يَقْبَلُهُ أَحَدٌ»①

’’ اللہ کی قسم ! ابن مریم (حضرت عیسی علیہ السلام) ضرور بالضرور نازل ہوں گے۔ وہ ایک عادل حکمران ہوں گے۔ وہ یقیناً صلیب کو توڑیں گے اور بلا شبہ خنزیر کو قتل کریں گے۔ وہ یقیناً جزیہ ختم کردیں گے۔ اور (ان کے عہد میں) جوان اور عمدہ اونٹنیوں کو چھوڑ دیا جائے گا اور (کثرت مال کی وجہ سے) کوئی انہیں حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ اور باہمی کینہ، بغض اور حسد یقیناً ختم ہو جائے گا۔ وہ یقیناً لوگوں کو مال لینے کیلئے بلائیں گے لیکن (مال بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے) کوئی اسے قبول کرنے والا نہیں ہوگا۔‘‘

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

«كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِّنْكُمْ»②

’’تمھارا اس وقت کیا حال ہوگا جب حضرت عیسی بن مریم (علیہ السلام) تم میں نازل ہونگے اور تمھارا امام تم میں سے ہوگا۔‘‘

① صحیح مسلم :155
② صحیح البخاری:3449، صحیح مسلم :155

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اپنے نزول کے بعد سات سال تک زمین پر رہیں گے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«ثُمَّ يَمْكُثُ النَّاسُ سَبْعَ سِنِيْنَ لَيْسَ بَيْنَ اثْنَيْنِ عَدَاوَةٌ ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ رِيْحًا بَارِدَةً مِنْ قِبَلِ الشَّامِ»[1]

''پھر لوگ سات سال تک اس طرح رہیں گے کہ دو آدمیوں کے درمیان کوئی دشمنی نہیں ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ شام کی جانب سے ٹھنڈی ہوا بھیجے گا۔''

(۴) یاجوج ماجوج کا نکلنا

اسی طرح علاماتِ کبریٰ میں سے ایک علامت یاجوج ماجوج کا نکلنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿حَتّٰٓى إِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ﴾[2]

''یہاں تک کہ یاجوج ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے۔''

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک یاجوج ماجوج ہر روز کھدائی کرتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ سورج کی شعائیں دیکھنے کے قریب ہوتے ہیں تو ان کا نگران ان سے کہتا ہے: اب لوٹ جاؤ، کل تم پھر کھدائی کرو گے۔ تو (اگلے روز) تک اللہ تعالیٰ اسے پہلی حالت میں لوٹا دیتا ہے۔ (اس طرح وہ بدستور اس کی کھدائی کرتے رہیں گے) حتیٰ کہ جب ان کی مدت پوری ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ انھیں لوگوں پر مسلط کرنے کا ارادہ فرمالے گا تو وہ کھدائی کریں گے یہاں تک کہ جب وہ سورج کی شعائیں دیکھنے کے قریب ہوں گے تو ان کا نگران ان سے کہے گا: اب لوٹ جاؤ کل تم ان شاء اللہ تعالیٰ پھر کھدائی کرو گے۔ تو اگلے روز جب وہ کھدائی کرنے آئیں گے تو اس (دیوار) کو اسی حالت میں دیکھیں گے جس پر وہ اسے کل چھوڑ کر گئے تھے، اس لئے وہ اس کی کھدائی کرکے باہر لوگوں پر مسلط ہو جائیں گے۔ وہ پانی خشک کر دیں گے اور لوگ ان کے شر سے بچنے کیلئے قلعہ بند ہو جائیں گے۔ لہٰذا وہ آسمان کی جانب تیر پھینکیں گے جو خون آلود ہو کر واپس لوٹیں گے۔ وہ کہیں گے: ہم اہلِ زمین پر بھی غالب آ گئے اور اہلِ آسماں پر بھی۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کی گدیوں میں ایک کیڑا پیدا کر دے گا جو انھیں قتل کر دے گا۔''

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! (یاجوج ماجوج اس قدر

---

[1] صحیح مسلم :2940

[2] الأنبياء 96:21

فساد پھیلائیں گے اور جانوروں کا گوشت کھائیں گے کہ زمین کے جانور تک (ان کے مرنے کے بعد) شکر کریں گے۔''[1]

جبکہ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس بات کی صراحت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یاجوج ماجوج کا ظہور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں ہوگا۔[2]

(۵) جانور کا نکلنا

اسی طرح علاماتِ کبریٰ میں سے ایک بڑی نشانی (دابة الأرض) زمین کے جانور کا نکلنا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ﴾[3]

''اور جب ان پر عذاب کا وعدہ ثابت ہو جائے گا تو ہم زمین سے ان کیلئے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے باتیں کرتا ہوگا کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں کرتے تھے۔''

یعنی ان کی نافرمانی، سرکشی اور اللہ تعالیٰ کی آیات سے ان کے اعراض کی بناء پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا وعدہ ان پر ثابت ہو جائے گا۔ اور ایک ایسا جانور ظاہر ہوگا جو ان سے باتیں کرے گا تاکہ انھیں یقین ہو جائے کہ یہ جانور اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے۔

حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عمرو (رضی اللہ عنہما) بیان کرتے ہیں کہ یہ جانور مکہ میں جبلِ صفا سے نکلے گا۔ یہ پہاڑ پھٹ جائے گا اور اس سے یہ جانور برآمد ہوگا۔ یہ اس وقت ہوگا جب زمین پر خیر و بھلائی کا وجود نہیں ہوگا، نہ کوئی نیکی کا حکم دینے والا ہوگا، نہ کوئی برائی سے روکنے والا اور نہ کوئی توبہ کرنے والا ہوگا۔ اس جانور سے کوئی شخص نہیں بچ سکے گا۔ اگر کوئی مومن باقی ہوگا تو یہ جانور اسے سونگھ کر اس کے چہرے کو روشن کردے گا اور اس کی آنکھوں کے درمیان (مومن) کا لفظ لکھ دے گا۔ اور کافر کو سونگھ کر اس کے چہرے کو کالا سیاہ کردے گا اور اس کی آنکھوں کے درمیان (کافر) کا لفظ لکھ دے گا۔ اور یہ لوگوں سے باقاعدہ بات چیت کرے گا۔ اس کی منجملہ باتوں کے ایک بات یہ بھی ہوگی کہ خبردار! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔[4]

---

① سنن الترمذی:3153، سنن ابن ماجه :4080، وصححه الألبانی فی الصحيحة:1735

② صحيح مسلم :2937 ③ النمل82:27 ④ تفسیر القرطبی وابن کثیر

(۶) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا

اسی طرح علاماتِ کبری میں سے ایک بڑی نشانی سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے جس کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

«ثَلَاثٌ إِذَا خَرَجْنَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِيْ إِيْمَانِهَا خَيْرًا:طُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبِهَا ، وَالدَّجَّالُ ، وَدَابَّةُ الْأَرْضِ »[1]

''تین چیزیں جب نکلیں گی تو اس وقت کسی ایسے شخص کا ایمان کام نہ آئے گا جو پہلے سے ایمان نہیں رکھتا تھا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا تھا: ایک سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دوسرا دجال کا ظہور اور تیسرا زمین کے جانور کا نکلنا۔''

صفوان بن عسال المرادی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے:

« إِنَّ بِالْمَغْرِبِ بَابًا مَفْتُوْحًا لِلتَّوْبَةِ ، مَسِيْرَةُ سَبْعِيْنَ عَامًا عَرْضُهُ ، لَا يُغْلَقُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ نَحْوِهِ »[2]

''مغرب میں توبہ کا ایک دروازہ کھلا ہوا ہے جس کی چوڑائی ستر سال کی مسافت ہے۔ اور اُس وقت تک بند نہیں ہوگا جب تک اُدھر سے سورج طلوع نہیں ہوتا۔''

عزیزان گرامی! ان تمام نشانیوں میں سب سے پہلی نشانی یہ ہے کہ قوموں کو زمین میں دھنسایا جائے گا، اس کے بعد دجال کا خروج ہوگا، پھر حضرت عیسی علیہ السلام کا نزول، پھر یاجوج ماجوج کا ظہور، پھر جانور کا نکلنا اور پھر سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔

قیامت کن لوگوں پر قائم ہوگی؟

جن لوگوں پر قیامت قائم ہوگی وہ سب کے سب برے ہونگے اور ان میں کوئی شخص نیک اور صالح نہ ہوگا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَا يُقَالَ فِي الْأَرْضِ:اَللّٰهُ اَللّٰهُ»وفی روایة :« لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ عَلٰى أَحَدٍ يَقُوْلُ: اَللّٰهُ اَللّٰهُ»[3]

---

① صحيح مسلم :158 ② الترمذي :3535 ، 3536 ، الدارقطني :15-وصححه الألباني

③ صحيح مسلم :148

''قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ زمین میں اللہ، اللہ کہنے والا کوئی نہیں ہوگا۔''

دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کسی ایسے شخص پر قائم نہیں ہوگی جو اللہ، اللہ کہتا ہوگا۔''

اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب قیامت قائم کرنے کا ارادہ کرلے گا تو مومنوں کی روحوں کو قبض کرلے گا جس سے زمین پر توحید کا نام لیوا کوئی نہیں رہے گا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام ختم ہو جائے گا اور کوئی کسی سے یہ نہیں کہے گا کہ: اللہ سے ڈر۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

« لَا تَزَالُ عِصَابَةٌ مِّنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُوْنَ عَلىٰ أَمْرِ اللّٰهِ قَاهِرِيْنَ لِعَدُوِّهِمْ، لَا يَضُرُّهُمْ مَّنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ، وَهُمْ عَلىٰ ذٰلِكَ »

''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے دین پر قتال کرتا رہے گا۔ وہ اپنے دشمنوں پر غالب رہے گا اور اس کا کوئی مخالف اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا حتی کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور وہ بدستور اسی حالت پر قائم ہوگا۔''

یہ حدیث سن کر حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں! پھر اللہ تعالیٰ ایک ہوا کو بھیجے گا جس کی خوشبو کستوری کی خوشبو جیسی ہوگی۔ وہ ایسے لگے گی جیسے ریشم لگتا ہے اور ہر اُس جان کو جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہوگا اسے وہ قبض کرلے گی۔ پھر برے لوگ ہی باقی رہ جائیں گے جن پر قیامت قائم ہوگی۔''[1]

اسی طرح حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«وَيَبْقىٰ شِرَارُ النَّاسِ يَتَهَارَجُوْنَ فيها تَهَارُجَ الْحُمُرِ فَعَلَيْهِمْ تَقُوْمُ السَّاعَةُ»

''صرف برے لوگ ہی باقی رہ جائیں گے جو ایسے کھلم کھلا زنا کریں گے جیسے گدھے علانیہ طور پر خواہشات کی تکمیل کرتے ہیں۔ پس انہی پر قیامت قائم ہوگی۔''[2]

دوسرا خطبہ

آئیے اب یہ بھی سماعت فرمالیجئے کہ قیامت کا وقوع کیسے ہوگا؟

کائنات کا خاتمہ......صور کا پھونکا جانا اور کائنات کا بے ہوش ہونا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ

① صحیح مسلم:1924 ② صحیح مسلم:2937

اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرٰى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُونَ﴾ ①

''اور صور پھونک دیا جائے گا، پھر آسمانوں اور زمین والے سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے، مگر جسے اللہ چاہے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا جس سے وہ ایک دم کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائیں گے۔''

(إلا من شاء الله) سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ بے ہوش ہو کر گرنے سے مستثنیٰ کرے گا۔ وہ کون لوگ ہونگے ؟ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ دو آدمیوں نے ایک دوسرے کو برا بھلا کہا، ان میں سے ایک مسلمان اور دوسرا یہودی تھا۔ چنانچہ مسلمان نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے محمد (ﷺ) کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی۔ اس کے جواب میں یہودی نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ (علیہ السلام) کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی۔ یہ سن کر مسلمان غضبناک ہو گیا اور اس نے یہودی کے چہرے پر ایک تھپڑ رسید کر دیا۔ چنانچہ یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور اس نے مسلمان کی شکایت کی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تُخَيِّرُوْنِيْ عَلٰى مُوْسٰى، فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَأَكُوْنَ أَوَّلَ مَنْ يُّفِيْقُ، فَإِذَا مُوْسٰى بَاطِشٌ بِجَانِبِ الْعَرْشِ، فَلَا أَدْرِيْ أَكَانَ مُوْسٰى فِيْمَنْ صَعِقَ فَأَفَاقَ قَبْلِيْ، أَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ» ②

''تم مجھے موسیٰ (علیہ السلام) پر فضیلت نہ دو کیونکہ قیامت کے روز لوگ بے ہوش کر گر پڑیں گے۔ چنانچہ میں سب سے پہلا شخص ہونگا جسے افاقہ ہوگا۔ اور میں دیکھوں گا کہ موسیٰ (علیہ السلام) عرش کے ایک کنارہ کو پکڑے ہوئے ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ بھی بے ہوش ہونے والوں میں ہونگے اور مجھ سے پہلے انہیں افاقہ ہوگا یا انہیں اللہ تعالیٰ ان لوگوں میں شامل کرے گا جو بے ہوش کر گرنے سے مستثنیٰ ہونگے۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ۞ وَّحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۞ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۞ وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ۞ وَّالْمَلَكُ عَلٰى أَرْجَائِهَا وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ﴾ ③

''جب صور میں ایک پھونک ماری جائے گی۔ زمین اور پہاڑ اوپر اٹھا لئے جائیں گے اور یکبارگی ٹکرا کر ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے۔ اُس دن واقع ہونے والی (قیامت) واقع ہو جائے گی۔ آسمان پھٹ جائے گا،

---

① الزمر 39:68 ② صحیح البخاری:6517، صحیح مسلم:2373

③ الحاقة 69:13-17

وہ اس دن کمزور بُھر بُھرا ہو جائے گا اور اس کے کناروں پر فرشتے ہونگے۔ اور آپ کے رب کے عرش کو اس دن آٹھ (فرشتے) اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہونگے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''صور دو مرتبہ پھونکا جائے گا اور دونوں کے درمیان چالیس (!) کا فاصلہ ہوگا۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: چالیس دن کا؟ انھوں نے کہا: میں انکار کرتا ہوں۔ انھوں نے کہا: چالیس ماہ کا؟ انھوں نے کہا: میں انکار کرتا ہوں۔

انھوں نے کہا: چالیس سال کا؟ انھوں نے کہا: میں انکار کرتا ہوں۔

پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی نازل کرے گا جس سے وہ یوں اگیں گے جیسے کوئی سبزی اگتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انسان کا پورا جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا سوائے اس کی ایک ہڈی کے جسے زمین کبھی نہیں کھائے گی اور وہ ہے ریڑھ کی ہڈی کا سرا۔ اور اسی سے مخلوق کے (مختلف اجزاء کو) قیامت کے دن جوڑا جائے گا۔''[1]

اس حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے (چالیس) کی تحدید کرنے سے انکار کر دیا۔ یعنی اس سے مراد چالیس دن ہیں یا چالیس ماہ یا چالیس سال؟ تو ہوسکتا ہے کہ انھیں اس کا علم ہی نہ ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انھیں اس کا علم ہو لیکن انھوں نے اسے بیان کرنا مناسب نہ سمجھا ہو کیونکہ ایک تو اُس وقت ابھی اس کی ضرورت ہی نہ تھی اور اس کے متعلق کچھ بتانا قبل از وقت تھا۔ دوسرا اس لئے کہ یہ بات ان ضروری مسائل میں سے نہ تھی کہ جن کی تبلیغ کرنا ان پر واجب تھا۔ واللہ اعلم

قیامت سے پہلے شدید زلزلہ

جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اس دن ایک زلزلہ آئے گا جس سے ساری زمین لرز اٹھے گی، کائنات کی ہر چیز ٹوٹ پھوٹ جائے گی اور بڑے بڑے ہولناک امور واقع ہونگے جنھیں برداشت کرنا کسی انسان کے بس سے باہر ہوگا۔ یہی وہ دن ہوگا جس کی ہولناکی کی وجہ سے بچے بوڑھے ہو جائیں گے، حاملہ عورتیں اپنے حمل ضائع کر بیٹھیں گی، دودھ پلانی والی خواتین اپنے دودھ پیتے بچوں کو چھوڑ دیں گی اور لوگوں پر بے ہوشی، دہشت اور شدید گھبراہٹ طاری ہوگی۔

---

[1] صحیح البخاری:4814و4935، مسلم:2955

اللہ تعالیٰ اِس زلزلے کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى وَلَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ﴾ ①

''لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو۔ بلا شبہ قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے جس دن تم اسے دیکھ لو گے تو ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی۔ تمام حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے۔ اور آپ دیکھیں گے کہ لوگ مدہوش دکھائی دیں گے حالانکہ درحقیقت وہ مدہوش نہ ہونگے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا ہی سخت ہوگا۔''

صرف اللہ تعالیٰ کی بادشاہت باقی رہ جائے گی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يَقْبِضُ اللّٰهُ الْأَرْضَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَيَطْوِي السَّمَاءَ بِيَمِينِهِ ، ثُمَّ يَقُوْلُ : أَنَا الْمَلِكُ ، أَيْنَ مُلُوْكُ الْأَرْضِ» ②

''قیامت کے روز اللہ تعالیٰ زمین کو اپنی مٹھی میں لے لے گا اور آسمان اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا اور پھر کہے گا: میں ہوں بادشاہ، کہاں ہیں زمین کے بادشاہ؟''

جبکہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يَطْوِي اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ السَّمَاوَات يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، ثُمَّ يَأْخُذُهُنَّ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى ، ثُمَّ يَقُوْلُ: أَنَا الْمَلِكُ ، أَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ ؟ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ ؟ ثُمَّ يَطْوِي الْأَرَضِيْنَ بِشِمَالِهِ ، ثُمَّ يَقُوْلُ: أَنَا الْمَلِكُ ، أَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ ؟ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ»

''اللہ عز وجل قیامت کے دن آسمانوں کو لپیٹ دے گا، پھر (تمام آسمانوں کو) اپنے دائیں ہاتھ میں لے کر کہے گا: میں ہوں بادشاہ، کہاں ہیں ظالم حکمران؟ کہاں ہیں تکبر کرنے والے؟ پھر زمینوں کو اپنے بائیں ہاتھ میں لپیٹ کر کہے گا: میں ہوں بادشاہ، کہاں ہیں ظالم حکمران؟ کہاں ہیں تکبر کرنے والے؟'' ③

---

① الحج 22: 1-2 ② صحيح البخاري: 6519 و 7382، صحيح مسلم: 2787

③ صحيح مسلم: 2788

صور میں دوبارہ پھونکا جائے گا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَإِذَا هُمْ مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ﴾ ①

''صور کے پھونکے جاتے ہی سب کے سب اپنی قبروں سے اپنے پروردگار کی طرف (تیز تیز) چلنے لگیں گے۔''

اس آیت میں صور میں پھونکے جانے سے مراد دوسری مرتبہ پھونکا جانا ہے جس کے بعد لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔

مجاہدؒ کہتے ہیں: کافروں کو قیامت سے پہلے ایک بار ایسی نیند آئے گی کہ جس میں انھیں نیند کی لذت محسوس ہوگی۔ پھر اچانک ایک چیخ کی آواز آئے گی جس سے وہ شدید گھبراہٹ اور خوف کی حالت میں اٹھ کھڑے ہوں گے اور ادھر ادھر دیکھنے لگیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ أُخْرَى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ﴾

''پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا جس سے وہ ایک دم کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائیں گے۔''

پھر وہ کفار کہیں گے: ﴿قَالُوْا يَا وَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا﴾ ②

''کہیں گے ہائے ہائے! ہمیں ہماری خوابگاہوں سے کس نے اٹھا دیا۔''

ان آیات سے ثابت ہوا کہ صور میں دو مرتبہ پھونکا جائے گا: ایک مرتبہ پھونکے جانے سے لوگ بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے، یعنی ان پر موت آجائے گی۔ پھر دوسری مرتبہ پھونکے جانے سے وہ اٹھ کھڑے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا۝ وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ۝ وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا ۝ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ۝ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَى لَهَا ۝ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ ۝ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهُ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهُ﴾ ③

''جب زمین پوری طرح جھنجھوڑ دی جائے گی اور اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی۔ اور انسان کہنے لگے گا: اسے کیا ہو گیا؟ اس دن زمین اپنی ساری خبریں بیان کر دے گی، اس لئے کہ آپ کے رب نے اسے حکم دیا ہو گا۔ اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہو کر (واپس) لوٹیں گے تا کہ انھیں ان کے اعمال دکھائے جائیں، پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔''

① یس 51:36 ② یس 52:36 ③ سورة الزلزال 99

اِس زلزلے سے مراد وہ زلزلہ ہے جو دوسری مرتبہ صور پھونکنے کے بعد لوگوں کے قبروں سے اٹھ کھڑے ہونے کے بعد واقع ہوگا۔اُس دن لوگوں کے خوف اوران کی دہشت کا عالم یہ ہوگا کہ ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور وہ اپنے سر اوپر اٹھائے دوڑ بھاگ رہے ہونگے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ۝ مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ﴾[1]

''اور آپ اللہ تعالیٰ کو ظالموں کے کرتوتوں سے غافل مت سمجھیں، وہ تو انہیں اس دن تک مہلت دے رہا ہے جب آنکھیں پتھرا جائیں گی اور وہ اپنے سروں کو اوپر اٹھائے تیزی سے دوڑ رہے ہونگے۔ ان کی پلکیں خود ان کی طرف نہیں جھکیں گی اور ان کے دل ہوا ہو رہے ہونگے۔''

ان آیات اور احادیث کے علاوہ اگر ہم وقوعِ قیامت کے متعلق مزید جاننا چاہتے ہیں تو ہمیں خاص طور پر تین سورتوں کو بار بار پڑھنا چاہئے:التکویر، الانفطار اور الانشقاق۔

ارشادِ نبوی ہے:''جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ وہ قیامت کے دن کا چشم دید مشاہدہ کرے تو اسے ﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾، ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ﴾ اور ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ﴾ کو پڑھنا چاہئے۔''[2]

سورة التكوير

﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾ ''جب سورج لپیٹ لیا جائے گا''

﴿وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ﴾ ''اور جب ستارے بے نور ہو جائیں گے''

﴿وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ﴾ ''اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے''

﴿وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ﴾ ''اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں چھوڑ دی جائیں گی''

﴿وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ﴾ ''اور جب وحشی جانور اکٹھے کئے جائیں گے''

﴿وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ﴾ ''اور جب سمندر بھڑکائے جائیں گے''

﴿وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ﴾ ''اور جب جانیں (جسموں سے) ملائی جائیں گی''

﴿وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ۝ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾

''اور جب زندہ دفن کی ہوئی لڑکی سے سوال کیا جائے گا ☆ کہ کس گناہ کی وجہ سے وہ قتل کی گئی''

---

[1] إبراهيم 14:42-43
[2] سنن الترمذی، احمد۔ الصحیحة للألبانی:1081

﴿ وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ﴾ ''اور جب نامہ اعمال کھول دیے جائیں گے''

﴿ وَإِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ﴾ ''اور جب آسمان کی کھال اتار لی جائے گی''

﴿ وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ ﴾ ''اور جب جہنم بھڑکائی جائے گی''

﴿ وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ﴾ ''اور جب جنت نزدیک کی جائے گی''

﴿ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ ﴾ ''تو اس دن ہر شخص جان لے گا جو کچھ لے کر آیا ہوگا۔''[۱]

سورة الإنفطار

﴿ إِذَا السَّمَآءُ انفَطَرَتْ ﴾ ''جب آسمان پھٹ جائے گا''

﴿ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انتَثَرَتْ ﴾ ''اور جب ستارے جھڑ جائیں گے''

﴿ وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ﴾ ''اور جب سمندر بہہ نکلیں گے''

﴿ وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ﴾ ''اور جب قبریں (شق کر کے) اکھاڑ دی جائیں گی''

﴿ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ ﴾ ''اس وقت ہر شخص اپنے آگے بھیجے ہوئے اور پیچھے چھوڑے ہوئے (یعنی اگلے پچھلے اعمال) کو معلوم کر لے گا۔''[۲]

سورة الإنشقاق

﴿ إِذَا السَّمَآءُ انشَقَّتْ ﴾ ''جب آسمان پھٹ جائے گا''

﴿ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴾

''اور اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گا اور وہ اسی کے لائق ہے''

﴿ وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ ﴾ ''اور جب زمین (کھینچ کر) پھیلا دی جائے گی''

﴿ وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ ﴾

''اور اس میں جو کچھ ہے اسے وہ اگل دے گی اور خالی ہو جائے گی''

﴿ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴾

''اور اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گی اور وہ اسی کے لائق ہے''

﴿ يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ ﴾

''اے انسان! تو اپنے رب سے ملنے تک محنتیں کر کے اس سے ملاقات کرنے والا ہے''

---

۱ التکویر 81: 1-14

۲ الإنفطار 82: 1-5

﴿فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ ۝ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا ۝ وَيَنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا﴾

''تو (اس وقت) جس شخص کے داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا ☆ اس کا حساب تو بڑی آسانی سے لیا جائے گا ☆ اور وہ اپنے اہل کی طرف ہنسی خوشی لوٹ آئے گا۔''

﴿وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ ۝ فَسَوْفَ يَدْعُو ثُبُورًا ۝ وَيَصْلَىٰ سَعِيرًا ۝ إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا ۝ إِنَّهُ ظَنَّ أَنْ لَنْ يَحُورَ ۝ بَلَىٰ إِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهِ بَصِيرًا﴾ ①

''ہاں جس شخص کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا ☆ تو وہ موت کو بلانے لگے گا ☆ اور بھڑکتی ہوئی جہنم میں داخل ہوگا ☆ یہ شخص اپنے متعلقین میں خوش تھا ☆ اس کا خیال تھا کہ اللہ کی طرف لوٹ کر ہی نہ جائے گا ☆ کیوں نہیں! اس کا رب اسے بخوبی دیکھ رہا تھا۔''

برادرانِ اسلام! یہ موضوع اگلے خطبۂ جمعہ میں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ جاری رہے گا۔ آخر میں ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ اپنے خاص فضل وکرم سے ہم سب کو روزِ قیامت کی سختیوں سے محفوظ رکھے۔

① الإنشقاق 84: 1-15

روزِ قیامت کی ہولناکیاں (۱)

اہم عناصر خطبہ:

☆ بندوں کو کس طرح اٹھایا جائے گا؟
☆ حشر کی کیفیت
☆ ہر ایک کو اپنی فکر دامن گیر ہوگی
☆ روزِ قیامت کا پسینہ
☆ دعوت فکر وعمل
☆ مقام محمود اور شفاعتِ کبری
☆ یومِ قیامت ...... پیشی کا دن
☆ یومِ قیامت ...... حساب کا دن
☆ یومِ قیامت ...... فیصلہ کا دن
☆ یومِ قیامت ...... باز پرس کا دن
☆ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ہم کلام ہوگا
☆ لوگوں کے درمیان قصاص
☆ حقوق العباد کے متعلق پوچھ گچھ

پہلا خطبہ

برادران اسلام! گذشتہ خطبۂ جمعہ میں ہم نے قیامت کی علامات، قیامت سے پہلے واقع ہونے والے بعض امور اور وقوعِ قیامت کی کیفیت کا تذکرہ کیا تھا جبکہ آج کے خطبۂ جمعہ میں ہم ان شاء اللہ تعالیٰ روزِ قیامت کی ہولناکیاں بیان کریں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اس دن کی سختیوں سے محفوظ رکھے اور ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ آمین

ہر بندہ اپنے آخری عمل پر اٹھایا جائے گا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلَى مَا مَاتَ عَلَيْهِ»[1]

''ہر بندے کو اس عمل پر اٹھایا جائے گا جس پر اس کی موت آئی۔''

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ عَذَابًا أَصَابَ الْعَذَابَ مَنْ كَانَ فِيهِمْ ، ثُمَّ بُعِثُوْا عَلَى نِيَّاتِهِمْ۔ وفي

[1] صحیح مسلم :2878

لفظ البخاری : عَلٰی أَعْمَالِهِمْ »①

”اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس قوم کے تمام افراد کو عذاب پہنچتا ہے، پھر انھیں ان کی نیتوں پر (اور بخاری کی روایت میں ہے کہ ان کے اعمال پر) اٹھایا جائے گا۔“

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ ، وَإِنَّ النَّائِحَةَ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ أَنْ تَمُوْتَ فَإِنَّهَا تُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهَا سَرَابِيْلُ مِنْ قَطِرَانٍ ، ثُمَّ يُعْلٰى عَلَيْهَا بِدِرْعٍ مِنْ لَهَبِ النَّارِ »②

”میت پر ماتم کرنا جاہلیت کے کاموں میں سے ہے۔ اور ماتم کرنے والی عورت اگر توبہ کیے بغیر مر جائے تو اسے قیامت کے روز اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس پر گندھک کا لباس ہوگا، پھر اس کے اوپر اسے آگ کے شعلوں کی قمیص پہنائی جائے گی۔“

محترم بھائیو! ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آخرت میں کامیابی کا دار ومدار انسان کے خاتمہ اور اس کے آخری عمل پر ہے جس پر اس کی موت واقع ہوئی۔ لہذا ہم پر لازم ہے کہ ہم تمام گناہوں سے فورا سچی توبہ کرتے ہوئے اپنی اصلاح کرنے کی کوشش کریں اور عقیدۂ توحید اور نیک اعمال پر ثابت قدم رہیں تاکہ ہمارا خاتمہ اس حال میں ہو کہ ہمارا رب ہم سے راضی ہو۔

اٹھنے کے بعد لوگ کہاں ہوں گے؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾③

”جس دن اس زمین کے علاوہ کوئی اور زمین ہوگی اور آسمان بھی بدل جائیں گے اور تمام لوگ اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے جو ایک ہے اور وہ سب پر غالب ہے۔“

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ روزِ قیامت جب لوگوں کو اٹھایا جائے گا تو اُس دن زمین وآسمان یہ نہیں ہونگے جو اس وقت ہیں بلکہ انہیں ختم کر کے اللہ تعالیٰ ان کی جگہ کوئی اور زمین پیدا فرمائے گا جس پر لوگوں کو جمع کیا جائے گا اور کوئی دوسرا آسمان لائے گا جس کے نیچے ان کا حساب وکتاب ہوگا۔

اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا تھا۔ اِس دوران یہود کے علماء میں سے ایک عالم آیا اور اس نے کہا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ ! (حدیث طویل ہے اور اس میں ہے کہ)

---

① صحیح البخاری:7108، صحیح مسلم:2879

② سنن ابن ماجه:1582- وصححه الألبانی

③ إبراهیم14:48

یہودی نے سوال کیا: جب (قیامت کے دن) اِس زمین کے علاوہ کوئی اور زمین ہو گی اور آسمان بھی بدل جائیں گے تو لوگ کہاں ہوں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا: ''وہ پل صراط کے اُدھر اندھیرے میں ہوں گے۔''①

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا کہ اُس دن لوگ کہاں ہونگے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''پل صراط پر۔''②

جبکہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

«يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلى أَرْضٍ بَيْضَاءَ عَفْرَاءَ كَقُرْصَةِ النَقِيِّ لَيْسَ فِيْهَا عَلَمٌ لِأَحَدٍ»③

''لوگوں کو روزِ قیامت ایک ایسی زمین پر جمع کیا جائے گا جو میدے کی روٹی کی مانند سفید سرخی مائل ہو گی اور اس پر کسی (عمارت، مکان اور مینار وغیرہ) کا نام ونشان نہیں ہو گا۔'' (یعنی زمین چٹیل میدان ہو گی۔)

حشر کی کیفیت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

« يُحْشَرُ النَّاسُ عَلى ثَلاثِ طَرَائِقَ:رَاغِبِيْنَ وَرَاهِبِيْنَ، وَاثْنَان عَلى بَعِيْرٍ، وَثَلاثَةٌ عَلى بَعِيْرٍ، وَأَرْبَعَةٌ عَلى بَعِيْرٍ، وَعَشَرَةٌ عَلى بَعِيْرٍ، وَيَحْشُرُ بَقِيَّتَهُمُ النَّارُ تَبِيْتُ مَعَهُمْ حَيْثُ بَاتُوْا، وَتَقِيْلُ مَعَهُمْ حَيْثُ قَالُوْا، وَتُصْبِحُ مَعَهُمْ حَيْثُ أَصْبَحُوْا، وَتُمْسِيْ مَعَهُمْ حَيْثُ أَمْسَوْا»④

''لوگوں کو تین گروہوں میں اکٹھا کیا جائے گا: ایک گروہ امید رکھنے والے اور ڈرنے والوں کا ہو گا۔ دوسرے گروہ میں دو افراد کے پاس ایک اونٹ ہو گا، تین کے پاس ایک اونٹ ہو گا، چار کے پاس ایک اونٹ ہو گا اور دس کے پاس ایک اونٹ ہو گا۔ اور باقیوں (تیسرے گروہ کے لوگوں) کو آگ اکٹھا کرے گی، وہ ان کے ساتھ رات گذارے گی جہاں وہ رات گذاریں گے۔ اور ان کے ساتھ دوپہر کا قیلولہ کرے گی جہاں وہ قیلولہ کریں گے۔ اور ان کے ساتھ صبح کرے گی جہاں وہ صبح کریں گے۔ اور ان کے ساتھ شام کرے گی جہاں وہ شام کریں گے۔'' (یعنی ہر وقت ان کے ساتھ ساتھ رہے گی)

① صحیح مسلم ۔ الحیض باب صفة منی الرجل والمرأة:315 ② صحیح مسلم:2791
③ صحیح البخاری:6521، صحیح مسلم:2790
④ صحیح البخاری:6522، صحیح مسلم:2861

ہوسکتا ہے کہ اس حدیث میں پہلے گروہ سے مراد نیکوکار لوگوں کا گروہ، دوسرے گروہ سے مراد وہ لوگ ہوں جنھوں نے نیکیاں بھی کی ہونگی اور برائیاں بھی اور تیسرے گروہ سے مراد کفار کا گروہ ہو۔ واللہ اعلم

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! کافروں کو ان کے چہروں کے بل کیسے جمع کیا جائے گا؟

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «أَلَيْسَ الَّذِيْ أَمْشَاهُ عَلٰى رِجْلَيْهِ فِي الدُّنْيَا قَادِرًا عَلٰى أَنْ يُّمْشِيَهُ عَلٰى وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟»[①]

''کیا وہ ذات جس نے اسے دنیا میں پاؤں کے بل چلایا وہ اسے قیامت کے روز چہرے کے بل چلانے پر قادر نہیں؟''

اٹھنے کے بعد لوگ کس حال میں ہونگے؟

جب کافروں کو ان کی قبروں سے حشر کیلئے اٹھایا جائے گا تو ان کی پانچ حالتیں ہونگی:

① قبروں سے اٹھتے ہوئے: مکمل حواس اور اعضاء کے ساتھ اٹھیں گے۔

② حساب وکتاب کیلئے جاتے ہوئے: مکمل حواس اور اعضاء کے ساتھ جائیں گے۔

③ حساب وکتاب کے دوران: مکمل حواس اور اعضاء کے ساتھ ہوں گے۔

تاہم ان تینوں حالات میں سے کسی ایک یا دو یا (ہوسکتا ہے کہ) تینوں میں وہ بصارت سے محروم ہوں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَإِنَّ لَهُ مَعِيْشَةً ضَنْكًا۝ وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمٰى ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْ أَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا۝ قَالَ كَذٰلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى﴾[②]

''اور جو شخص میرے ذکر سے روگردانی کرے گا وہ دنیا میں یقیناً تنگ حال رہے گا اور روزِ قیامت ہم اسے اندھا کرکے اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کرکے کیوں اٹھایا ہے؟ دنیا میں تو میں خوب دیکھنے والا تھا۔ اللہ کہے گا: اسی طرح تمھارے پاس میری آیتیں آئی تھیں تو تم نے انہیں بھلا دیا تھا اور اسی طرح آج تم بھی بھلا دیے جاؤ گے۔''

④ جہنم کی طرف جاتے ہوئے: ان کی سماعت، بصارت اور قوتِ گویائی کو سلب کرلیا جائے گا۔ یعنی وہ

---

① صحیح البخاری:4760و6523، صحیح مسلم:2806

② طٰہٰ20: 124-126

اندھے، گونگے اور بہرے ہونگے۔ اِس سے مقصود انھیں ذلیل کرنا اور دوسروں کی نسبت ان سے امتیازی سلوک کرنا ہوگا۔

⑤ جہنم میں دورانِ اقامت: جب انھیں جہنم میں پھینک دیا جائے گا تو ان کے حواس انھیں لوٹا دیئے جائیں گے تاکہ وہ جہنم کی آگ اور اس کے عذاب کا مشاہدہ کرسکیں۔ لہذا وہ جہنم میں اس حالت میں رہیں گے کہ وہ بولتے، سنتے اور دیکھتے ہونگے۔ پھر ایک منادی اعلان کرے گا: تم نے ہمیشہ کیلئے جہنم میں رہنا ہے اور کبھی تم پر موت نہیں آئے گی۔ تب ان کی قوتِ سماعت ان سے سلب کرلی جائے گی اور ہوسکتا ہے کہ بصارت اور قوتِ گویائی بھی سلب کرلی جائے لیکن قوتِ سماعت کا سلب کرلیا جانا یقینی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَّهُمْ فِيهَا لَا يَسْمَعُونَ ﴾ ①

''وہ وہاں (جہنم میں) چلا رہے ہونگے اور وہاں کچھ بھی نہ سن سکیں گے۔''

جبکہ حضرت معاویہ بن حیدۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

«هٰهُنَا تُحْشَرُوْنَ، هٰهُنَا تُحْشَرُوْنَ، هٰهُنَا تُحْشَرُوْنَ رُكْبَانًا وَمُشَاةً، وَعَلٰى وُجُوْهِكُمْ ...... تَأْتُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلٰى أَفْوَاهِكُمُ الْفِدَامُ، أَوَّلُ مَا يُعْرِبُ عَنْ أَحَدِكُمْ فَخِذُهُ» ②

''تمھیں ادھر جمع کیا جائے گا (تین بار فرمایا) (اور تمھارے تین گروہ ہونگے): سواروں کا گروہ، پیدل چلنے والوں کا گروہ اور ان کا گروہ جنھیں اوندھے منہ گھسیٹا جائے گا..... اور جب تم اللہ کے سامنے پیش کئے جاؤ گے تو تمھارے منہ بند کئے گئے ہونگے (یعنی انھیں بولنے سے منع کردیا جائے گا)...... اور سب سے پہلے تم میں سے کسی ایک بارے میں اس کی ران بیان دے گی۔''

لوگوں کو ننگے بدن، ننگے پاؤں اور غیر مختون حالت میں اٹھایا جائے گا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں کھڑے ہوئے اور ہمیں وعظ کرتے ہوئے فرمایا:

''اے لوگو! تمھیں اللہ کی طرف ننگے بدن، ننگے پاؤں اور غیر مختون حالت میں جمع کیا جائے گا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

﴿ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ ﴾

① الأنبياء 21: 100 ② أحمد: 33/214: 20011- وإسناده حسن

’’جیسا کہ ہم نے پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اسی طرح ہم اسے دوبارہ لوٹائیں گے۔ یہ ہمارے ذمے وعدہ ہے اور ہم اسے ضرور کر کے ہی رہیں گے۔‘‘

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: خبردار! قیامت کے روز لوگوں میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ اور خبردار! میری امت کے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا، پھر انھیں بائیں طرف لے جایا جائے گا۔ میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ تو میرے ساتھی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آپ کو نہیں معلوم کہ انھوں نے آپ کے بعد (دین میں) کیا کیا نئی چیزیں ایجاد کی تھیں۔

چنانچہ میں بالکل اسی طرح کہوں گا جیسا کہ نیک بندے (حضرت عیسی علیہ السلام) نے کہا تھا: ﴿وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ۝ إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ [1]

’’میں ان پر گواہ رہا جب تک ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھے فوت کر دیا تو تو ہی ان پر مطلع رہا اور تو ہر چیز کی پوری خبر رکھتا ہے۔ اگر تو ان کو سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف فرما دے تو تو غالب ہے اور حکمت والا ہے۔‘‘

تو کہا جائے گا: جب سے آپ ان سے جدا ہوئے انھوں نے دین سے منہ موڑ لیا تھا اور وہ مرتد ہو گئے تھے۔‘‘ [2]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ، قُلْتُ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! اَلرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ جَمِيْعًا يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ؟ قَالَ : يَا عَائِشَةُ ! اَلْأَمْرُ أَشَدُّ مِنْ أَنْ يَنْظُرَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ»

’’قیامت کے دن لوگوں کو ننگے پاؤں، ننگے بدن اور غیر مختون حالت میں جمع کیا جائے گا۔‘‘

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مرد اور عورتیں سب اکٹھے ہونگے اور ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہونگے؟

آپ ﷺ نے جواب دیا: ’’اے عائشہ! اس روز کا معاملہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے سے کہیں زیادہ سخت ہوگا۔‘‘ [3]

---

① المائدة5:117-118

② صحيح البخاري 3349و3447و4625، صحيح مسلم :2860

③ صحيح البخاري :6527، صحيح مسلم :2859

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«تُحْشَرُوْنَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ، فَقَالَتِ امْرَأَةٌ :أَيُبْصِرُ بَعْضُنَا أَوْ يَرٰى بَعْضُنَا عَوْرَةَ بَعْضٍ؟ قَالَ : يَا فُلَانَةُ !﴿لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴾»①

''تمھیں ننگے پاؤں، ننگے بدن اور غیر مختون حالت میں جمع کیا جائے گا۔''

ایک عورت نے کہا: کیا ہم ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھ رہے ہونگے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے فلانہ! ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایسی فکر دامن گیر ہوگی جو اس کیلئے کافی ہوگی۔''

ہر ایک کو اپنی فکر دامن گیر ہوگی

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :﴿وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا۝يُبَصَّرُونَهُمْ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ۝ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ۝ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ۝وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ۝ كَلَّا إِنَّهَا لَظَىٰ۝نَزَّاعَةً لِّلشَّوَىٰ۝تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ ۝وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ﴾②

''اور کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا (حالانکہ) وہ ایک دوسرے کو دکھا دئے جائیں گے۔ مجرم چاہے گا کہ وہ اپنے بیٹوں کو، اپنی بیوی اور اپنے بھائی کو، اپنے کنبے کو جو اسے پناہ دیتا تھا اور روئے زمین کے سب لوگوں کو اس دن کے عذاب کے بدلے میں دے دے، پھر وہ (اپنے آپ کو) نجات دلا دے۔ مگر ہرگز ایسا نہ ہوگا، یقیناً وہ شعلہ والی آگ ہے جو منہ اور سر کی کھال کھینچ لانے والی ہے۔ وہ ہر اس شخص کو پکارے گی جو پیچھے ہٹتا اور منہ موڑتا ہے اور جمع کر کے سنبھال رکھتا ہے۔''

اور فرمایا: ﴿ فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ ۝يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ۝ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۝لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ﴾③

''پس جب کان بہرے کر دینے والی (قیامت) آجائے گی تو اس دن آدمی اپنے بھائی سے، اپنی ماں اور اپنے باپ سے، اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے دور بھاگے گا۔ ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایسی فکر (دامن گیر) ہوگی جو اس کو دوسری طرف متوجہ نہ ہونے دے گی۔''

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری : ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ

① سنن الترمذی:3332۔ وصححہ الألبانی
② المعارج70 :10-18
③ عبس80:33-37

الْأَقْرَبِيْنَ﴾ ''اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اے قریش کی جماعت! تم اپنی جانوں کا سودا خود کرلو (اپنے انجام کی فکر کرلو) میں تمھارے کسی کام نہیں آؤں گا۔ اے بنوعبدمناف! میں تمھارے کسی کام نہیں آؤں گا۔ اے عباس بن عبد المطلب! میں تمھارے کسی کام نہیں آؤں گا۔ اے صفیہ (رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی)! میں تمھارے کسی کام نہیں آؤں گا۔ اور اے فاطمۃ بنت محمد! میرے مال سے جو چاہو مانگ لو (لیکن اس بات پر یقین کرلو کہ) میں تمھارے کسی کام نہیں آؤں گا۔''[1]

اس حدیث کی روشنی میں غور فرمائیں کہ جب خود رسول اللہ ﷺ قیامت کے روز اپنے عزیزوں حتی کہ اپنی پھوپھی اور اپنی لخت جگر کے کام نہیں آئیں گے تو اس دن اور کون کسی کے کام آسکے گا! کیا یہ حدیث اس بات کی دلیل نہیں کہ اس دن انسان کا نجات دہندہ محض اس کا عملِ صالح ہی ہوگا؟ لہذا ہمیں عملِ صالح ہی کرنا چاہئے اور عملِ بد سے اجتناب کرنا چاہئے۔ اور ہاں! اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار بھی ہونا چاہئے اور اسکے ساتھ ہمیں حسنِ ظن ہونا چاہئے کہ وہ معاف کرنے والا ہے اور رحیم وکریم ہے۔

روزِ قیامت کا پسینہ

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے:«تُدْنَی الشَّمْسُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنَ الْخَلْقِ حَتّٰی تَکُوْنَ مِنْهُمْ کَمِقْدَارِ مِیْلٍ - قَالَ سلیم بن عامر:مَا أَدْرِیْ مَا یَعْنِیْ بِالْمِیْلِ، أَمَسَافَةَ الْأَرْضِ أَوِ الْمِیْلَ الَّذِیْ تُکْحَلُ بِهِ الْعَیْنُ - قَالَ: فَیَکُوْنُ النَّاسُ عَلٰی قَدْرِ أَعْمَالِهِمْ فِی الْعَرَقِ ، فَمِنْهُمْ مَّنْ یَکُوْنُ إِلٰی کَعْبَیْهِ، وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّکُوْنُ إِلٰی رُکْبَتَیْهِ ، وَمِنْهُمْ مَّنْ یَکُوْنُ إِلٰی حِقْوَیْهِ، وَمِنْهُمْ مَّنْ یُلْجِمُهُ الْعَرَقُ إِلْجَامًا، قَالَ: وَأَشَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِیَدِهٖ إِلٰی فِیْهِ»[2]

''قیامت کے روز سورج کو مخلوق سے قریب کردیا جائے گا حتی کہ وہ ان سے ایک میل کے فاصلے پر رہ جائے گا (سلیم بن عامر کہتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ میل سے مراد زمین کی مسافت ہے یا اس سے مراد وہ میل (سلائی) ہے جس کے ذریعہ آنکھ میں سرمہ لگایا جاتا ہے! پھر آپ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں سے ہر ایک اپنے اپنے عمل کے مطابق پسینے میں ہوگا۔ ان میں سے کسی کا پسینہ اس کے ٹخنوں تک ہوگا، کسی کا پسینہ اس کے گھٹنوں

---

① صحیح البخاری:4771 ② صحیح مسلم:2864

تک ہوگا، کسی کا پسینہ اس کی کوکھ تک ہوگا، اور (آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ) کسی کو اس کا پسینہ لگام دے رہا ہوگا (یعنی اس کے منہ تک ہوگا۔)''

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الْعَرَقَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيَذْهَبُ فِي الْأَرْضِ سَبْعِيْنَ بَاعًا ، وَإِنَّهُ لَيَبْلُغُ إِلٰى أَفْوَاهِ النَّاسِ أَوْآذَانِهِمْ »①

''قیامت کے دن پسینہ زمین میں ستر باع (یعنی دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ) تک جائے گا اور وہ لوگوں کے منہ یا ان کے کانوں تک پہنچ رہا ہوگا۔''

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

«يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ قَالَ : يَوْمَ يَقُوْمُ أَحَدُهُمْ فِيْ رَشْحِهٖ إِلٰى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ »②

''جب لوگ رب العالمین کیلئے کھڑے ہونگے ! آپ ﷺ نے فرمایا: اس دن ان میں سے کسی کا پسینہ اس کے کانوں کے درمیان تک پہنچ رہا ہوگا۔''

دعوتِ فکر وعمل

برادرانِ اسلام ! ذرا سوچئے جب قیامت قائم ہوگی اس دن ہماری حالت کیا ہوگی ! وہ دن یقیناً عظیم ہے جب ایک ماں اپنے دودھ پیتے بچے کو بھلا دے گی ۔ جب ایک حاملہ عورت کا حمل ضائع ہو جائے گا۔ جب لوگ بے ہوشی کے عالم میں ہونگے اور ان پر شدید خوف طاری ہوگا۔ اس شدید خوف ودہشت سے نجات دینے والی چیز محض اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری اور اس کی نافرمانی کو چھوڑ دینا ہی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی چیز اس سے نجات نہیں دلا سکے گی۔

اور جب ایک دوست اپنے دوست کا حال تک نہیں پوچھے گا۔ ایک رشتہ دار اپنے رشتہ دار کو دیکھتے ہوئے بھی اس سے دور بھاگے گا۔ جب کانوں کو بہرا کردینے والی قیامت قائم ہوگی اور جب ہر شخص کو صرف اپنی فکر دامن گیر ہوگی حتی کہ دنیا میں جو شخصیات اس سے پیار کیا کرتی تھیں اور اگر کوئی پریشانی آتی تھی تو وہ اسے اپنی آغوش میں لے لیا کرتی تھیں آج وہ بھی اس سے منہ موڑ لیں گی اور ایک مجرم یہ چاہے گا کہ یومِ قیامت کے عذاب سے بچنے کیلئے وہ اپنی اولاد کو، اپنی بیوی کو، بہن بھائیوں کو اور اپنے پورے قبیلے کو حتی کہ روئے زمین کے

① صحیح البخاری:6532، صحیح مسلم:2863 ② صحیح البخاری:4938و6531

تمام انسانوں کو فدیہ کے طور پر پیش کر دے، لیکن ایسا ہرگز نہیں ہو سکے گا۔ اس دن کی آگ ایسی شدید ہو گی کہ گوشت کو ہڈیوں سے علیحدہ کر ڈالے گی۔ اُس عذاب سے نجات دلانے والی چیز کونسی ہے؟ یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری اور اس کی نافرمانی چھوڑ دینا ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:﴿وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ إِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ ①

’’اور اس دن سے ڈرو جس میں تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔‘‘

عزیزان گرامی ! اب ہم آپ کو یہ بھی بتاتے چلیں کہ اس دن کی سختیوں اور ہولناکیوں سے کس طرح بچا جا سکتا ہے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ» ②

’’جو شخص کسی کی دنیاوی پریشانیوں میں سے ایک پریشانی کو ختم کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی پریشانیوں میں سے ایک پریشانی کو ختم کر دے گا۔‘‘

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی مسلمان کی پریشانیوں کو ختم کرنے میں اس کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ہر پریشانی کے بدلے میں قیامت کی پریشانی سے محفوظ رکھے گا۔

جبکہ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص کا حساب لیا گیا تو اس کے پاس کوئی خیر کا عمل نہ ملا سوائے اس کے کہ وہ لوگوں سے میل جول رکھتا تھا اور اپنے نوکروں کو حکم دیا کرتا تھا کہ وہ تنگدست پر آسانی کریں۔ تو اللہ تعالیٰ نے کہا: میں اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہوں۔ لہذا تم (اے فرشتو!) میرے بندے کو معاف کر دو۔‘‘ ③

اسی طرح حضرت ابو قتادۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے ایک مقروض کو طلب کیا تو وہ کہیں چھپ گیا۔ پھر وہ اچانک ملا تو کہنے لگا: میں تنگدست ہوں اور قرضہ واپس کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ میں نے کہا: کیا تم اللہ کی قسم اٹھا کر کہتے ہو کہ تم واقعتاً تنگدست ہو؟ اس نے کہا: ہاں۔ تو میں نے کہا: میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ

---

① البقرۃ2:281 ② صحیح مسلم:2699 ③ صحیح مسلم:1561

«مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُنْجِيَهُ اللّٰهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ أَوْ يَضَعْ عَنْه» ①
''جس کو یہ بات اچھی لگے کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کی پریشانیوں سے نجات دے دے تو وہ تنگدست پر آسانی کرے یا اسے معاف کردے۔''

اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک آدمی کے بارے میں بتایا کہ اسے موت آئی اور وہ سیدھا جنت میں چلا گیا۔ اس سے پوچھا گیا کہ تو کیا عمل کرتا تھا؟ تو اس نے خود یاد کرکے جواب دیا یا اسے یاد کرایا گیا کہ: ''میں لوگوں سے لین دین کرتا تھا تو تنگدست کو مہلت دے دیتا تھا اور وصولی میں در گذر کردیا کرتا تھا۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''چنانچہ اسے بھی معاف کردیا گیا۔'' حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ حدیث تو میں نے بھی رسول اکرم ﷺ سے سنی تھی۔ ②

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''سات افراد ایسے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ اس دن اپنے (عرش کے) سائے میں سایہ نصیب کرے گا جبکہ اس دن اس کے سائے کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہوگا: عادل حکمران۔ اور وہ نوجوان جس کی نشو ونما اللہ کی عبادت میں ہوئی۔ اور وہ شخص جس کا دل ہمیشہ مساجد سے لٹکا رہا۔ اور وہ دو آدمی جنھوں نے اللہ کی رضا کیلئے ایک دوسرے سے محبت کی، اسی پر اکٹھے ہوئے اور اسی پر جدا ہوئے۔ اور ایک وہ شخص جسے کسی عہدے دار اور خوبصورت عورت نے برائی کیلئے بلایا تو اس نے کہا: میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ اور وہ شخص جس نے خفیہ طور پر صدقہ کیا حتی کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چل سکا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ اور وہ شخص جس نے خلوت میں اللہ کو یاد کیا تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔'' ③

اسی طرح حضرت کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا أَوْ وَضَعَ عَنْهُ أَظَلَّهُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهِ» ④
''جس شخص نے کسی تنگدست کو مہلت دی یا اسے معاف کردیا اللہ تعالیٰ اسے اپنے سائے میں سایہ نصیب کرے گا۔''

---

① صحیح مسلم ۔ المساقاة باب فضل إنظار المعسر:1563
② صحیح البخاری :2391و3451، صحیح مسلم :1560
③ صحیح البخاری :660و1423، صحیح مسلم :1031
④ صحیح مسلم:3006

مقامِ محمود......تمام اہل محشر کیلئے شفاعت

ہم یہ بات مختلف احادیث کے حوالے سے پہلے عرض کر چکے ہیں کہ قیامت کا دن بہت سخت اور انتہائی لمبا (پچاس ہزار سال کے برابر) ہوگا۔ اس دن سورج بہت ہی قریب ہوگا اور اس کی گرمی سے لوگ اپنے پسینوں میں ڈوب رہے ہونگے۔ وہ اس دن کی سختیوں سے تنگ آ جائیں گے اور اس بات کی خواہش کا اظہار کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کا حساب وکتاب شروع کرے اور جلد از جلد ان کا فیصلہ فرمائے۔ چنانچہ وہ مختلف انبیاء کے پاس اس سلسلے میں جائیں گے ...... لیجئے تفصیلی واقعہ سماعت فرمائیے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ گوشت لایا گیا (چنانچہ اسے پکانے کے بعد) اس کے بازو کا گوشت آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا جو آپ کو بہت پسند تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دانتوں کے ساتھ گوشت کو توڑ توڑ کر کھایا اور پھر فرمایا:

''میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں گا اور کیا تمھیں پتہ ہے کہ ایسا کس طرح ہوگا؟ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو ایک کھلے میدان میں جمع کرے گا جہاں ایک منادی (پکارنے والے) کی آواز کو سب سن سکیں گے اور سب کو بیک نظر دیکھا جا سکے گا۔ سورج قریب آجائے گا اور لوگوں کے غم اور صدمے کا یہ عالم ہوگا کہ وہ بے بس ہو جائیں گے اور اپنی پریشانیوں کو برداشت نہیں کر سکیں گے۔ چنانچہ وہ ایک دوسرے سے کہیں گے: کیا تم دیکھتے نہیں کہ ہم سب کی حالت کیا ہو رہی ہے؟ کیا تم دیکھتے نہیں کہ ہماری پریشانی کا عالم کیا ہے؟ تو کیا تم کسی ایسے شخص کو نہیں ڈھونڈتے جو تمہارے رب کے ہاں تمھارے حق میں شفاعت کرے؟ پھر وہ ایک دوسرے سے کہیں گے: چلو آدم (علیہ السلام) کے پاس چلتے ہیں۔ پھر ان کے پاس جا کر ان سے کہیں گے:

اے آدم! آپ ہمارے اور تمام انسانوں کے باپ ہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور آپ میں اپنی روح سے روح پھونکی۔ اور اس نے فرشتوں کو حکم دیا تو وہ آپ کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے۔ آپ اپنے رب کے ہاں شفاعت کریں، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہماری حالت کیا ہو رہی ہے؟ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہماری پریشانی کا عالم کیا ہے؟

حضرت آدم علیہ السلام جواب دیں گے: بے شک میرا رب آج اتنا غضبناک ہے جتنا پہلے نہ تھا اور نہ ہی پھر کبھی ہوگا۔ اور اس نے مجھے درخت کے قریب جانے سے منع کیا تھا لیکن میں نے اس کی نافرمانی کی تھی (نَفْسِی نَفْسِی) آج تو مجھے اپنی ہی فکر لاحق ہے، تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ۔ اور میری رائے یہ ہے کہ تم نوح

(علیہ السلام) کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور ان سے کہیں گے:

اے نوح! آپ زمین پر اللہ کے پہلے رسول تھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے شکر گذار بندہ قرار دیا۔ آپ اپنے رب کے ہاں شفاعت کریں، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہماری حالت کیا ہو رہی ہے؟ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہماری پریشانی کا عالم کیا ہے؟

حضرت نوح علیہ السلام جواب دیں گے: بے شک میرا رب آج اتنا غضبناک ہے جتنا پہلے کبھی نہ تھا اور نہ ہی پھر کبھی ہو گا۔ اور میں نے اپنی قوم پر بددعا کی تھی، اس لئے (نَفْسِیْ نَفْسِیْ) آج تو مجھے اپنی ہی فکر لاحق ہے۔ تم ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور ان سے کہیں گے:

اے ابراہیم! آپ اللہ کے نبی اور تمام اہلِ زمین میں سے آپ ہی اس کے خلیل تھے۔ آپ اپنے رب کے ہاں شفاعت کریں، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہماری حالت کیا ہو رہی ہے؟ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہماری پریشانی کا عالم کیا ہے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام جواب دیں گے: بے شک میرا رب آج اتنا غضبناک ہے جتنا پہلے کبھی تھا اور نہ پھر کبھی ہو گا۔ وہ (ابراہیم علیہ السلام) اپنی تین غلطیاں یاد کریں گے اور کہیں گے: (نَفْسِیْ نَفْسِیْ) آج تو مجھے اپنی ہی فکر لاحق ہے۔ تم موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور ان سے کہیں گے:

اے موسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت کے ساتھ اور آپ کے ساتھ کلام کرکے دوسرے لوگوں پر فضیلت دی۔ آپ اپنے رب کے ہاں شفاعت کریں، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہماری حالت کیا ہو رہی ہے؟ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہماری پریشانی کا عالم کیا ہے؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے: بے شک میرا رب آج اتنا غضبناک ہے جتنا پہلے کبھی نہ تھا اور نہ ہی پھر کبھی ہو گا۔ اور میں نے ایک ایسی جان کو قتل کر دیا تھا جسے قتل کرنے کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا (نَفْسِیْ نَفْسِیْ) آج تو مجھے اپنی ہی فکر لاحق ہے۔ تم عیسیٰ (علیہ السلام) کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور ان سے کہیں گے:

اے عیسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ نے ماں کی گود میں لوگوں سے بات چیت کی، آپ اللہ کے کلمۂ (کن) سے پیدا شدہ ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے مریم (علیہا السلام) کی طرف ڈال دیا تھا اور آپ اللہ تعالیٰ کی روح سے ہیں۔ لہذا آپ اپنے رب کے ہاں شفاعت کریں، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہماری حالت کیا ہو رہی ہے؟ کیا

آپ دیکھتے نہیں کہ ہماری پریشانی کا عالم کیا ہے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے: بے شک میرا رب آج اتنا غضبناک ہے جتنا پہلے کبھی نہ تھا اور نہ ہی پھر کبھی ہوگا۔ انھیں اپنی کوئی غلطی یاد نہیں آئے گی مگر پھر بھی وہ کہیں گے: (نَفْسِی نَفْسِی) آج تو مجھے بس اپنی ہی فکر لاحق ہے۔ تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس چلے جاؤ۔ تم محمد (ﷺ) کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ آئیں گے اور کہیں گے:

اے محمد (ﷺ)! آپ اللہ کے رسول اور خاتم الأنبیاء ہیں اور آپ کی اگلی پچھلی خطائیں اللہ تعالیٰ نے معاف کردی ہیں۔ آپ اپنے رب کے ہاں شفاعت کریں، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہماری حالت کیا ہورہی ہے؟ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہماری پریشانی کا عالم کیا ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں چل پڑوں گا اور عرش کے نیچے آکر اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھے شرحِ صدر عطا کرے گا اور مجھے اپنی حمد وثناء کے ایسے ایسے الفاظ الہام کرے گا جو مجھ سے پہلے کسی پر اس نے الہام نہیں کئے تھے۔ پھر کہے گا:

(یَا مُحَمَّدُ! اِرْفَعْ رَأْسَكَ ، سَلْ تُعْطَهْ ، اِشْفَعْ تُشَفَّعْ)

اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور سوال کرو آپ کا مطالبہ پورا کیا جائے گا۔ اور آپ شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ چنانچہ میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور کہوں گا: (یَا رَبِّ أُمَّتِی أُمَّتِی) اے میرے رب! میری امت (کو معاف کردے)، میری امت (کو جہنم سے بچالے)

کہا جائے گا: (أَدْخِلِ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِ مِنَ الْبَابِ الْأَيْمَنِ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيمَا سِوَى ذٰلِكَ مِنَ الْأَبْوَابِ)

اے محمد! اپنی امت کے ہر اس شخص کو جو حساب وکتاب سے مستثنیٰ ہے جنت کے دائیں دروازے سے جنت میں داخل کردیں۔ یہ لوگ جنت کے باقی دروازوں سے جانے کے بھی مجاز ہونگے۔

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! بے شک جنت کے ہر دو کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنا مکہ مکرمہ اور ہجر کے درمیان یا مکہ مکرمہ اور بُصریٰ کے درمیان ہے۔'' (بخاری کی روایت میں مکہ مکرمہ اور حمیر کا ذکر ہے۔)[1]

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''لوگ قیامت کے دن گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہونگے، ہر

[1] صحیح البخاری: 3340 و3361 و4712، مسلم: 194

امت اپنے نبی کے پیچھے جائے گی اور کہے گی: اے فلاں! شفاعت کریں، اے فلاں! سفارش کریں یہاں تک کہ شفاعت کیلئے حضرت محمد ﷺ سے کہا جائے گا۔ اور یہی وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو مقامِ محمود پر فائز کرے گا۔'' ①

یومِ قیامت.... پیشی کا دن ہے

یعنی اُس دن لوگوں پر ان کے اعمال پیش کیے جائیں گے جیسا کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن جس شخص کا حساب ہو گا اسے عذاب دیا جائے گا۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا: ﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا﴾ یعنی اس کا حساب تو بڑی آسانی سے لیا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس سے مراد حساب نہیں بلکہ اس سے مراد (عرض) یعنی پیش کیا جانا ہے اور جس سے حساب وکتاب کے دوران پوچھ گچھ کی جائے گی اسے عذاب دیا جائے گا۔'' ②

اور حضرت ابوموسیٰ الأشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«يُعْرَضُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَ عُرْضَاتٍ: فَأَمَّا عُرْضَتَانِ فَجِدَالٌ وَمَعَاذِيْرُ، وَأَمَّا الثَّالِثَةُ فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَطِيْرُ الصُّحُفُ فِيْ الْأَيْدِيْ فَآخِذٌ بِيَمِيْنِهِ وَآخِذٌ بِشِمَالِهِ» ③

''لوگوں کو قیامت کے دن تین طرح سے پیش کیا جائے گا۔ پہلی دو پیشیوں میں مباحثہ ہوگا اور حجت قائم کی جائے گی جبکہ تیسری پیشی کے بعد ہاتھوں میں اعمال نامے پکڑائے جائیں گے۔ کوئی اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑے گا اور کوئی بائیں ہاتھ سے۔''

الحکیم الترمذی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ جھگڑے سے مراد یہ ہے کہ خواہش پرستی کرنے والے لوگ اللہ تعالیٰ سے جھگڑا کریں گے کیونکہ وہ اپنے رب کو نہیں پہچانتے ہونگے اور وہ یہ گمان کر بیٹھیں گے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے جھگڑا کریں گے تو اس طرح ان کی جان چھوٹ جائے گی اور ان کی حجت کو قبول کر لیا جائے گا۔ اور

---

① صحيح البخاري:4718

② صحيح البخاري:103و4939، صحيح مسلم : 2876

③ سنن الترمذي:2425، سنن ابن ماجه:4277، مسند أحمد:414/4۔ وقال الترمذي:ولا يصح هذا الحديث من قبل أن الحسن لم يسمع من أبي هريرة ۔ وقال الحافظ في الفتح: 403/11:وأخرجه البيهقي في البعث بسند حسن عن عبد الله بن مسعود موقوفا

جہاں تک مومنوں کی پیشی کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ انھیں خلوت میں بلائے گا اور خلوت ہی میں جسے ڈانٹنا ہوگا ڈانٹے گا۔ اور اس وقت مومنوں کی حالت یہ ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے شرم کے مارے پسینے میں ڈوب رہے ہونگے پھر اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما کر انھیں جنت میں بھیج دے گا۔

لہٰذا ذرا تصور کیجئے کہ جب آپ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونگے، آپ کے ہاتھ میں آپ کا نامہ اعمال ہوگا جس میں آپ کا ہر عمل لکھا ہوا ہوگا اور ہر ایسا عمل جسے آپ دنیا میں لوگوں سے چھپاتے تھے آج وہ ظاہر ہو رہا ہوگا۔ اور نامۂ اعمال کوئی ایسا عمل نہیں چھوڑے گا جسے آپ نے دنیا میں کمایا ہوگا۔ آپ انتہائی خوف کی حالت میں اپنا نامۂ اعمال خود پڑھ رہے ہونگے اور آپ کے سامنے اور آپ کے پیچھے قیامت کی ہولناکیاں ہی ہولناکیاں ہونگی۔ اور کتنی ایسی برائیاں ہونگی جنھیں آپ دنیا میں بھول چکے تھے لیکن آج آپ انھیں اپنے سامنے دیکھ کر دنگ رہ جائیں گے۔ اور کتنے عمل ایسے ہونگے جن کے بارے میں آپ کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ یہ قیامت کے دن میرے سامنے آجائیں گے۔ ہائے اس دن کی حسرت وپشیمانی اور ہائے اس دن کی ندامت وشرمندگی !!

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

’’روزِ قیامت اللہ تعالیٰ مومن کو اپنے قریب کرے گا، پھر اسے دوسرے لوگوں کی نظروں سے اوجھل کرکے اس کے گناہوں کا اس سے اعتراف کروائے گا اور کہے گا: کیا تم (فلاں گناہ) کو جانتے ہو؟ وہ کہے گا: ہاں اے میرے رب میں جانتا ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ کہے گا: میں نے تمھارے گناہوں پر دنیا میں بھی پردہ ڈال دیا تھا اور آج بھی انھیں معاف کر رہا ہوں۔ پھر اسے اس کی نیکیوں کا نامہ اعمال دے دیا جائے گا۔ رہے کفار اور منافق تو انھیں تمام لوگوں کے سامنے پکارا جائے گا اور کہا جائے گا: یہ ہیں وہ لوگ جنھوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا تھا۔‘‘ ①

اسی طرح حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

’’.....روزِ قیامت ایک شخص کو لایا جائے گا اور (اس کے بارے میں فرشتوں سے) کہا جائے گا: اس پر اس کے چھوٹے چھوٹے گناہوں کو پیش کرو اور اس کے بڑے بڑے گناہوں کو (ابھی) ظاہر نہ کرو۔ پھر اس پر اس کے چھوٹے گناہوں کو پیش کیا جائے گا اور اسے کہا جائے گا: تم نے فلاں دن فلاں عمل کیا تھا اور فلاں دن فلاں عمل کیا تھا۔ وہ اپنے ان گناہوں کا اقرار کرے گا اور انکار نہیں کر سکے گا اور اپنے بڑے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہوگا کہ ابھی وہ بھی پیش کئے جائیں گے لیکن اسے کہا جائے گا: تمھارے لئے ہر برائی کے بدلے ایک نیکی

① صحیح البخاری :2441 و4685 و6070، صحیح مسلم :2786

ہے۔تو وہ کہے گا: اے میرے رب! میں نے کئی اور گناہ بھی کئے تھے جو یہاں مجھے نظر نہیں آرہے؟

راویٔ حدیث کا بیان ہے کہ یہ بات کرکے رسول اکرم ﷺ ہنسنے لگے یہاں تک کہ آپ کی (مبارک) داڑھیں نظر آنے لگیں۔ ①

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کئی بندوں کے گناہوں پر پردہ ڈال دے گا اور انہیں اپنے خاص فضل وکرم سے جنت میں داخل کردے گا۔ اِس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے:

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«لَا يَسْتُرُ اللّٰهُ عَلٰى عَبْدٍ فِي الدُّنْيَا إِلَّا سَتَرَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» ②

''اللہ تعالیٰ اگر اپنے کسی بندے پر دنیا میں پردہ ڈالتا ہے تو اس پر قیامت کے دن بھی پردہ ڈال دے گا۔''

دوسری روایت میں ہے:

«مَنْ سَتَرَ عَلٰى مُسْلِمٍ عَوْرَتَهُ، سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» ③

''جو شخص کسی مسلمان کے عیب پر پردہ ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ یومِ قیامت کو اسکے عیبوں پر پردہ ڈال دے گا۔''

یومِ قیامت ....حساب کا دن ہے

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

﴿ اِقْرَاْ كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴾ ④

''لے خود اپنی کتاب آپ ہی پڑھ لے۔ آج تو تُو آپ ہی اپنا حساب لینے کو کافی ہے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ پوری مخلوق کا محاسبہ کس طرح کرے گا؟ تو انھوں نے کہا: جیسے ان سب کو ایک صبح میں رزق عطا کرتا ہے اسی طرح ان کا محاسبہ بھی ایک ہی گھڑی میں کرلے گا۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کیا ہم قیامت کے روز اپنے رب کو دیکھ سکیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس دوپہر کو آسمان پر کوئی بادل نہ ہو کیا اس میں تمھیں سورج کو دیکھنے میں کوئی شک وشبہ ہوتا ہے؟'' انھوں نے کہا: نہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اور جس چودھویں رات کو آسمان پر بادل نہ ہوں کیا اس میں تمھیں چاند کو دیکھنے میں کوئی شک وشبہ ہوتا ہے؟'' انھوں نے کہا: نہیں۔

---

① صحیح مسلم :190
② صحیح مسلم :2590
③ صحیح مسلم :2699
④ الإسراء17 :14

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اسی طرح تمھیں اپنے رب کو دیکھنے میں بھی کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہوگا۔''

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''بندہ اللہ تعالیٰ سے ملے گا تو وہ کہے گا: اے میرے بندے! بتاؤ کیا میں نے تمھیں عزت نہیں دی تھی؟ کیا تمھیں سیادت (اپنی قوم کی سرداری) عطا نہیں کی تھی؟ کیا تمھیں بیوی عنایت نہیں کی تھی اور گھوڑے اور اونٹ تمھارے تابع نہیں کیے تھے؟ اور میں نے تمھیں ڈھیل نہیں دیے رکھی کہ تم اپنی قوم کی سرداری کرلو اور خوب کھا پی لو اور عیش کرلو؟ بندہ کہے گا: کیوں نہیں۔ اللہ تعالیٰ کہے گا: تو کیا تم نے کبھی یقین کیا تھا کہ تم مجھ سے ملنے والے ہو؟ وہ کہے گا: نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آج میں بھی تمھیں بھلا رہا ہوں جیسا کہ تم نے مجھے بھلا دیا تھا۔

پھر دوسرا بندہ آئے گا تو اللہ تعالیٰ اسے بھی ویسے ہی کہے گا جیسے پہلے شخص کو کہا تھا۔

پھر تیسرا شخص آئے گا تو اللہ تعالیٰ اسے بھی ویسے ہی کہے گا جیسے پہلے دونوں کو کہا تھا۔ یہ تیسرا شخص جواب دے گا: اے میرے رب! میں تجھ پر اور تیری کتاب پر اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا تھا، نماز پڑھتا تھا، صدقہ دیتا تھا، روزے رکھتا تھا اور وہ اپنی تعریف جہاں تک کر سکے گا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کہے گا: تب تم یہیں ٹھہر جاؤ (آج تم سے پورا پورا حساب لیا جائے گا) پھر اللہ تعالیٰ کہے گا: اب ہم تجھ پر گواہی قائم کریں گے۔ تو وہ بندہ اپنے دل میں کہے گا کہ آخر وہ کون ہوگا جو میرے خلاف گواہی دے گا؟

اللہ تعالیٰ اس کے منہ پر مہر لگا دے گا اور اس کی ران سے کہا جائے گا: بولو۔ تو اس کی ران، اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں اس کے اعمال کے بارے میں بولیں گی تاکہ اس کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہے۔ یہ شخص منافق ہوگا جسے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سامنا ہوگا۔''[1]

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے روز انسان کے اعضاء میں سے سب سے پہلے اس کی ران اس کے خلاف گواہی دے گی۔ یہ اسے ذلیل ورسوا کرنے کیلئے ہوگا کیونکہ وہ دنیا میں کھلم کھلا برائیاں کرتا تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ بھی اسے رسوا کرکے چھوڑے گا۔

یومِ قیامت .... باز پرس کا دن ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((أَلَا كُلُّكُم رَاعٍ وَكُلُّكُم مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ، فَالْأَمِيْرُ الَّذِيْ عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْهُمْ ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ

[1] صحیح مسلم: 2968

عَلٰی بَیْتِ زَوْجِهَا وَهِیَ مَسْؤُوْلَةٌ عَنْهُ ، وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلٰی مَالِ سَیِّدِهٖ وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْهُ ، أَلَا فَکُلُّکُمْ رَاعٍ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِهٖ»[1]

''خبردار! تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی ذمہ داری کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ پس جس شخص کو لوگوں کا امیر (حکمران) بنایا گیا اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ اور مرد اپنے گھر والوں کا ذمہ دار ہوتا ہے تو اس سے بھی ان کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی ذمہ دار ہوتی ہے سو اس سے بھی اس کے بارے میں پوچھ گچھ کی جائے گی۔ اور غلام اپنے آقا کے مال کا ذمہ دار ہوتا ہے اس لئے اس سے بھی اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ خبردار! تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور اس کی ذمہ داری کے متعلق اس سے سوال کیا جائے گا۔''

سوال کس چیز کے متعلق ہوگا؟

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ﴾[2]

''پھر اس دن تم سے ضرور بالضرور نعمتوں کے متعلق سوال ہوگا۔''

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں اور ان کے متعلق سوال سے مراد یہ ہے کہ انسان سے یہ پوچھا جائے گا کہ تم نے ان نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا میں کھپایا تھا یا انہیں اس کی نافرمانی میں ضائع کر دیا تھا؟ اور جس نے تمہیں یہ نعمتیں عطا کی تھیں تم نے اسی کے حکم کے مطابق زندگی بسر کی تھی یا من مانی کی تھی؟ اور کیا تم نے ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کی اطاعت کی تھی یا اس کی معصیت؟

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«إِنَّ أَوَّلَ مَا یُسْأَلُ عَنْهُ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنَ النَّعِیْمِ أَنْ یُّقَالَ لَهُ : أَلَمْ نُصِحَّ لَكَ جِسْمَكَ؟ وَنُرْوِیْكَ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ»[3]

''بے شک بندے سے قیامت کے دن نعمتوں میں سے سب سے پہلے اس نعمت کا سوال کیا جائے گا کہ کیا ہم نے تمہیں تندرستی نہیں دی تھی؟ اور کیا ہم نے تمہیں ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا تھا؟''

اور حضرت ابو برزہ الأسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ یَوْمَ الْقِیَامَةِ حَتّٰی یُسْأَلَ عَنْ عُمُرِهٖ فِیْمَ أَفْنَاهُ، وَعَنْ عِلْمِهٖ فِیْمَ

[1] صحیح البخاری :2554 و5188و5200 و893، صحیح مسلم :1829 [2] التکاثر102:8

[3] سنن الترمذی :3358 ۔ وصححه الألبانی فی صحیح الجامع الصغیر:2022

فَعَلَ ، وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيْمَ أَنْفَقَهُ ، وَعَنْ جِسْمِهٖ فِيْمَ أَبْلَاهُ»[1]

’’ قیامت کے دن بندے کے قدم نہیں ہل سکیں گے یہاں تک کہ اس سے سوال کیا جائے گا کہ اس نے زندگی کیسے گزاری؟علم پر کتنا عمل کیا؟ مال کہاں سے کمایا اور کہاں پر خرچ کیا؟اور جسم کس چیز میں کھپایا؟‘‘

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا تَزُوْلُ قَدَمَا ابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهٖ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ : عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَ أَفْنَاهُ، وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَ أَبْلَاهُ، وَ مَالِهٖ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيْمَ أَنْفَقَهُ ، وَ مَاذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ »[2]

’’ قیامت کے دن پانچ چیزوں کے بارے میں سوالات سے پہلے کسی بندے کے قدم اپنے رب کے پاس سے ہل نہیں سکیں گے: عمر کے بارے میں کہ اس نے کیسے گزاری؟ جوانی کے بارے میں کہ اس نے اسے کس چیز میں کھپایا؟ مال کے بارے میں کہ اس نے اسے کہاں سے کمایا اور کہاں پر خرچ کیا؟ اور علم کے بارے میں کہ اس نے اس پر کتنا عمل کیا؟ ‘‘

یومِ قیامت.....فیصلہ کا دن ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَلَا فِضَّةٍ لَا يُؤَدِّيْ مِنْهَا حَقَّهَا إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ صُفِّحَتْ لَهُ صَفَائِحُ مِنْ نَّارٍ ، فَأُحْمِيَ عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَيُكْوٰى بِهَا جَنْبُهُ وَجَبِيْنُهُ وَظَهْرُهُ ، كُلَّمَا بَرَدَتْ أُعِيْدَتْ لَهُ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ أَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ »[3]

’’جس شخص کے پاس سونا چاندی ہو اور وہ اس کا حق (زکاۃ) ادا نہ کرتا ہو، قیامت کے دن اس کیلئے آگ کی تختیاں بنائی جائیں گی جنھیں جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا، پھر ان کے ساتھ اس کے پہلو، اس کی پیشانی اور پیٹھ کو داغا جائے گا۔ جب وہ تختیاں ٹھنڈی ہو جائیں گی تو انھیں دوبارہ گرم کیا جائے گا اور پھر اسے داغا جائے گا۔اور جب تک بندوں کے درمیان فیصلہ نہیں کر دیا جائے گا اس کے ساتھ یہ سلوک بدستور جاری رہے گا جبکہ وہ دن پچاس ہزار سال کے برابر ہو گا۔‘‘

---

[1] سنن الترمذی :2417 ۔ وصححہ الألبانی

[2] سنن الترمذی :2416 ۔ وصححہ الألبانی

[3] صحیح مسلم ۔ الزکاۃ باب إثم مانع الزکاۃ:987

لہذا میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اطاعت کیا کرو تاکہ آپ روزِ قیامت کی پشیمانیوں اور ندامتوں سے بچ سکیں۔ اور تاکہ آپ کو آپ کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں پکڑایا جائے اور آپ کامیابی پانے والوں میں سے ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے پرہیز کیا کرو تاکہ آپ کو آپ کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں نہ پکڑایا جائے اور پھر آپ نعوذ باللہ خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا و آخرت میں اپنی رضا نصیب فرمائے۔

دوسرا خطبہ

اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے گفتگو کرے گا اور دونوں کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہو گا

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا سَيُكَلِّمُهُ اللّٰهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تُرْجُمَانٌ فَيَنْظُرُ أَيْمَنَ مِنْهُ فَلَايَرٰى إِلَّا مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ أَشْأَمَ مِنْهُ فَلَايَرٰى إِلَّا مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَايَرٰى إِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ، فَاتَّقُوْا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ ـ وفي رواية: وَلَوْ بِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ »①

''اللہ تعالیٰ تم میں سے ہر شخص سے عنقریب ہم کلام ہو گا اور دونوں کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہو گا۔ جب وہ اپنی دائیں جانب دیکھے گا تو اسے اپنے عمل ہی نظر آئیں گے اور اپنی بائیں جانب دیکھے گا تو ادھر بھی اسے اپنے عمل ہی نظر آئیں گے۔ اور اپنے سامنے دیکھے گا تو اسے جہنم نظر آئے گی۔ لہذا تم جہنم سے بچو اگرچہ کھجور کے آدھے حصے کا صدقہ کر کے ہی۔ دوسری روایت میں ہے: اگرچہ ایک اچھی بات کہہ کر ہی۔''

لہذا عقلمند انسان وہ ہے جو اس دن کی تیاری کرتا ہے اور اس کیلئے نیکیوں کا زادِ راہ دنیا ہی سے لے لیتا ہے کیونکہ وہاں دینار و درہم کام نہ آئیں گے۔ اور جس شخص کی نیکیوں کا وزن ترازو میں زیادہ ہو گا وہ ایک پسندیدہ زندگی گذارے گا۔ اور جس کی برائیوں کا وزن زیادہ ہو گا اس کا ٹھکانا جہنم ہو گا۔ والعیاذ باللہ

قیامت کے روز لوگوں کے درمیان قصاص

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوْقَ إِلٰى أَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ »②

① صحيح البخاري: 6539و1413 ② صحيح مسلم: 2582

’’تم قیامت کے روز حق والوں کے حقوق ضرور بالضرور ادا کرو گے یہاں تک کہ سینگ والی بکری سے بغیر سینگ والی بکری کا بدلہ بھی لیا جائے گا۔‘‘

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيهِ مِنْ عِرْضِهِ أَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَّا يَكُوْنَ دِيْنَارٌ وَّلَا دِرْهَمٌ ، وَإِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهِ ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ»[۱]

’’جس کسی کے پاس اس کے بھائی کا حق ہو اس کی عزت سے یا کسی اور چیز سے' تو وہ آج ہی اس سے آزاد ہو جائے (یعنی یا تو وہ حق اسے ادا کردے یا اسے اس سے معاف کروالے۔) اس دن کے آنے سے پہلے جب نہ دینار ہوگا نہ درہم۔ اور اگر اس کے پاس نیک اعمال ہونگے تو اس کے حق کے بقدر اس سے نیک اعمال لے لئے جائیں گے۔ اور اگر نیکیاں نہیں ہونگی تو صاحبِ حق کی بعض برائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی۔‘‘

حقوق العباد کے بارے میں پوچھ گچھ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ ؟» ’’کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہوتا ہے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا: «اَلْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَّا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ»

’’ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہو اور نہ کوئی اور ساز وسامان۔‘‘

آپ ﷺ نے فرمایا: « إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِيْ يَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ، وَيَأْتِيْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا، وَقَذَفَ هٰذَا، وَأَكَلَ مَالَ هٰذَا، وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا ، وَضَرَبَ هٰذَا، فَيُعْطٰى هٰذَا مِن حَسَنَاتِهِ، وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضٰى مَا عَلَيْهِ، أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ»[۲]

’’میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکاۃ لیکر آئے گا اور اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر بہتان باندھا ہوگا، کسی کا مال کھالیا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا۔ لہذا ان میں سے ہر ایک کو اس کے حق کے بقدر اس کی نیکیاں دی جائیں گی۔ اور اگر ان کے حقوق پورے ہونے سے پہلے

---

① صحیح البخاری: 2449و6534 ② صحیح مسلم: 2581

اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں تو ان کے گناہ لے کر اس کی گردن میں ڈال دیئے جائیں گے اور پھر اسے جہنم رسید کردیا جائے گا۔''

اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ دِينَارٌ أَوْ دِرْهَمٌ قُضِيَ مِنْ حَسَنَاتِهِ ، لَيْسَ ثَمَّ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ »[1]

''جو شخص اس حالت میں مرگیا کہ اس پر کسی کے دینار اور درہم تھے تو (قیامت کے روز) اس کی نیکیوں سے اس کا حق ادا کیا جائے گا کیونکہ وہاں دینار اور درہم نہیں ہونگے۔''

ذرا غور فرمائیے کہ اس دور میں کئی لوگ' لوگوں کی عزتوں کو کھلونا بنا کر اور ان کے مال لوٹ کر کتنے خوش وخرم رہ رہے ہیں جبکہ قیامت کے روز ان کی حسرت وندامت کی انتہا ہوگی جب ظالم ومظلوم سب اللہ تعالیٰ کی عدالتِ انصاف میں کھڑے ہونگے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کی نیکیاں لے کر مظلوموں میں بانٹ دے گا۔ اگر ان کے ہاں نیکیاں نہیں ہونگی یا ہونگی مگر پوری نہیں ہونگی تو اللہ تعالیٰ مظلوموں کے گناہ لے کر ان کی گردنوں میں ڈال دے گا!

اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے:

(حَاسِبُوْا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوْا ، وَزِنُوْهَا قَبْلَ أَنْ تُوْزَنُوْا)

''تم اپنا محاسبہ خود ہی کرلو اس سے پہلے کہ تمھارا محاسبہ کیا جائے۔ اور اپنے آپ کو خود ہی تول لو اس سے پہلے کہ تمھیں تولا جائے۔''[2]

یہاں محاسبہ سے مراد یہ ہے کہ آج ہی توبہ کرلو اور اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ بندوں کے حقوق بھی پورے کرلو۔

حضرات! روزِ قیامت کے حساب وکتاب کے متعلق بقیہ گذارشات ہم آئندہ خطبۂ جمعہ میں بیان کریں گے۔ إن شاء اللہ

---

① سنن ابن ماجه :2414- وصححه الألباني

② إغاثة اللهفان لابن القيم :ص94

روز قیامت کی ہولناکیاں (۲)

اہم عناصر خطبہ:

☆ سب سے پہلے کس امت کا حساب ہوگا
☆ سب سے پہلے کن اعمال کا حساب ہوگا
☆ اللہ تعالیٰ کی عدالتِ انصاف میں مختلف گواہوں کی گواہیاں
☆ مختلف گناہوں کی سزا ☆ حوضِ کوثر ☆ میزان
☆ پل صراط ☆ شفاعت ☆ دعوت فکر وعمل

پہلا خطبہ

برادران اسلام ! گذشتہ خطبۂ جمعہ میں ہم نے روزِ قیامت کی بعض ہولناکیاں بیان کی تھیں جبکہ آج بھی ان شاء اللہ تعالیٰ ہم اسی موضوع کو آگے بڑھائیں گے ۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ قیامت کے روز ہم سب کے حال پر رحم فرمائے اور ہمیں بغیر حساب کے جنت میں داخل کر دے ۔ آمین

محترم بھائیو ! روزِ قیامت کے مختلف مراحل میں ایک مرحلہ حساب وکتاب کا ہوگا اور حساب وکتاب کے متعلق ہم کچھ گذارشات تو پچھلے خطبۂ جمعہ میں عرض کر چکے ہیں ۔ اب اسی کے بارے میں چند ضروری باتیں اور بھی پیش خدمت ہیں ۔

سب سے پہلے اُمتِ محمد (ﷺ) کا حساب ہوگا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

«نَحْنُ آخِرُ الْأُمَمِ وَأَوَّلُ مَنْ يُحَاسَبُ ، يُقَالُ:أَيْنَ الْأُمَّةُ الْأُمِّيَّةُ وَنَبِيُّهَا؟ فَنَحْنُ الْآخِرُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ» ①

'' ہم امتوں میں آخری امت ہیں لیکن حساب سب سے پہلے ہماری امت کا ہوگا ۔ کہا جائے گا : کہاں ہے اُمّی امت اور اس کا نبی ؟ تو ہم اگرچہ آخری ہیں لیکن (روزِ قیامت) سب سے آگے ہونگے ۔''

دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

① سنن ابن ماجه:4290۔ وصححه الألباني

(فَتَفَرَّجُ لَنَا الْأُمَمُ عَنْ طَرِيقِنَا ، فَنَمْضِي غُرًّا مُّحَجَّلِيْنَ مِنْ آثَارِ الْوَضُوْءِ، فَتَقُوْلُ الْأُمَمُ: كَادَتْ هٰذِهِ الْأُمَّةُ أَنْ تَكُوْنَ أَنْبِيَاءَ كُلَّهَا)

''امتیں ہمارے راستے سے ہٹ جائیں گی ، لہٰذا ہم آگے بڑھ جائیں گے اور وضو کے نشانات کی وجہ سے ہمارے ہاتھ پاؤں چمک رہے ہونگے ۔ چنانچہ امتیں کہیں گی : قریب تھا کہ اس امت کے تمام لوگ انبیاء ہوتے ۔''①

سب سے پہلے جن اعمال کا حساب لیا جائے گا

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« أَوَّلُ مَا يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ »②

''لوگوں کے درمیان روزِ قیامت سب سے پہلے خونوں کا فیصلہ کیا جائے گا۔''

اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا :

« أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَجْثُوْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمٰنِ لِلْخُصُوْمَةِ»③

''میں قیامت کے دن سب سے پہلا شخص ہونگا جو خصومت کیلئے رحمٰن کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھے گا۔''

اِس سے ان کی مراد یہ ہے کہ وہ اور ان کے دو رفقاء جنھوں نے جنگ بدر کے آغاز میں تین مشرکین سے مبارزہ کیا تھا اور انھیں شکست سے دوچار کیا تھا ، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی عدالت میں سب سے پہلے ان کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا۔

جبکہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ:الصَّلَاةُ ، وَأَوَّلُ مَا يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ:فِي الدِّمَاءِ»④

''سب سے پہلے بندے سے نماز کا حساب لیا جائے گا۔ اور لوگوں کے درمیان روزِ قیامت سب سے پہلے خونوں کا فیصلہ کیا جائے گا۔''

ان احادیث کے متعلق علماء کرام کا کہنا ہے کہ قیامت کے روز عبادات میں سب سے پہلے نماز کا اور معاملات میں سب پہلے خون کا حساب ہوگا۔ اس سے آپ اس بات کا اندازہ کرسکتے ہیں کہ عبادات میں نماز کس

---

① مسند أحمد:2546:330/4 وقال محققه : حسن لغيره

② صحيح البخاري :6533، صحيح مسلم :1678

③ صحيح البخاري:3965 ④ سنن النسائي:3991- وصححه الألباني

قدر اہم ہے ! اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے نماز کو دین کا ستون قرار دیا ۔ اور بندۂ مومن اور کفر کے درمیان فرق کرنے والی چیز بھی یہی نماز ہے ۔ قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں نماز کی بار بار تاکید کی گئی ہے ۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے انتقال سے کچھ لمحات پہلے سب سے آخری وصیت یہی کی کہ (اَلصَّلَاةَ الصَّلَاةَ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ) ''لوگو ! نماز کا خیال رکھنا اور اپنے ماتحت لوگوں کے حقوق کو ادا کرنا ۔'' اس لئے ہم سب کو پانچوں فرض نمازوں کی پابندی کرنی چاہئے اور اس سلسلے میں کسی قسم کی غفلت یا سستی نہیں برتنی چاہیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ الصَّلَاةُ، فَإِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ، وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ، وَإِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيْضَةٍ قَالَ الرَّبُّ : أُنْظُرُوْا هَلْ لِعَبْدِيْ مِنْ تَطَوُّعٍ؟ فَيُكْمَلُ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيْضَةِ ، ثُمَّ يَكُوْنُ سَائِرُ عَمَلِهِ عَلٰى ذٰلِكَ»[1]

''بے شک روزِ قیامت بندے کے اعمال میں سے سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا ۔ اگر حساب میں نماز ٹھیک نکلی تو وہ کامیاب وکامران ہوگا ۔ اور اگر نماز فاسد نکلی تو وہ ذلیل اور خسارہ پانے والا ہوگا ۔ اور اگر فرض نماز میں کوئی نقص پایا گیا تو اللہ تعالیٰ کہے گا: دیکھو! کیا میرے بندے نے کوئی نفل نماز پڑھی تھی؟ چنانچہ نفل کے ذریعے فرض نمازوں کا نقص پورا کر دیا جائے گا۔ پھر تمام اعمال کا حساب اسی طرح لیا جائے گا۔''

کافر اور منافق کے اعضاء بھی ان کے خلاف گواہی دیں گے

کفار سے بھی ایمان اور اسلام کے ارکان مثلا ایمان باللہ، ایمان بالرسل ، ایمان بالیوم الآخر اور نماز، روزہ وغیرہ کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی اور ان کا محاسبہ کیا جائے گا ۔ اور انھیں ان ارکان کی عدم ادائیگی پر ضرور بدلہ دیا جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ۝قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۝وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ۝ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَائِضِيْنَ ۝ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ۝ حَتّٰى أَتَانَا الْيَقِيْنُ ﴾[2]

''تمھیں دوزخ میں کس چیز نے ڈالا ؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم نمازی نہ تھے، مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے ، ہم بحث کرنے والے (منکرین) کا ساتھ دے کر بحث مباحثے میں مشغول رہتے تھے اور روزِ جزاء کو

[1] سنن الترمذی والنسائی وابن ماجہ ۔ صحیح الجامع للألبانی:2020 [2] المدثر74:42-48

جھٹلاتے تھے یہاں تک کہ ہمیں موت آگئی۔''

اور خود ان کے اعضاء ان کے خلاف گواہی دیں گے جیسا کہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ [1]

'' آج کے دن ہم ان کے منہ پر مہریں لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے۔ اور ان کے پاؤں ان کاموں کی گواہیاں دیں گے جو وہ کرتے تھے۔''

اور فرمایا: ﴿وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ۝ حَتّٰى إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ وَقَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوا أَنطَقَنَا اللَّهُ الَّذِي أَنطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ [2]

'' اور جس دن اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف لائے جائیں گے اور ان سب کو جمع کر دیا جائے گا یہاں تک کہ جب بالکل جہنم کے پاس آ جائیں گے تو ان پر ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے اعمال کی گواہی دیں گی۔ یہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟ وہ جواب دیں گی کہ ہمیں اس اللہ نے قوت گویائی عطا فرمائی جس نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت بخشی ہے۔ اسی نے تمھیں اول مرتبہ پیدا کیا اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے۔''

اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اس دوران آپ ﷺ ہنسنے لگے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میں کیوں ہنس رہا ہوں؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) زیادہ جانتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: میں اس بات سے ہنس رہا ہوں کہ قیامت کے دن ایک بندہ اپنے رب سے کہے گا: اے میرے رب! کیا تو نے مجھے ظلم سے نہیں بچایا؟ اللہ تعالیٰ کہے گا: کیوں نہیں۔ وہ کہے گا: تو میں اپنے متعلق اپنے گواہ کی گواہی ہی قبول کروں گا (کسی اور کی نہیں کروں گا۔)

چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کے منہ پر مہر لگا دے گا اور اس کے اعضاء سے کہے گا: بولو۔ تو وہ بول کر اس کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے بولنے کی اجازت دے گا۔ لہٰذا وہ اپنے اعضاء سے کہے گا: دور ہو جاؤ، دفع ہو جاؤ، میں دنیا میں تمھیں بچا بچا کر رکھتا تھا اور آج تم بھی میرے خلاف گواہی دے رہے ہو؟'' [3]

---

[1] یٰسٓ 36:65 [2] حم السجدة 41:19-21 [3] صحیح مسلم:2969

زمین کی شہادت......اور مال کی شہادت

روزِ قیامت زمین بھی گواہی دے گی اور اپنی خبریں بیان کرے گی کہ کس نے کہاں پر کیا عمل کیا تھا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ۞ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ﴾ ①

''اس دن زمین اپنی ساری خبریں بیان کردے گی، اس لئے کہ آپ کے رب نے اسے حکم دیا ہوگا۔''

اسی طرح مال بھی گواہی دے گا جیسا کہ حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ ، وَنِعْمَ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ هُوَ لِمَنْ أَعْطٰی مِنْهُ الْمِسْكِيْنَ وَالْيَتِيْمَ وَابْنَ السَّبِيْلِ۔أو كما قال رسول الله ﷺ ۔وَإِنَّهُ مَنْ يَّأْخُذُهُ بِغَيْرِ حَقِّهٖ كَالَّذِيْ يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَيَكُوْنُ عَلَيْهِ شَهِيْدًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ » ②

''بے شک یہ مال سرسبز وشاداب اور خوش ذائقہ ہے۔اور یہ اس مسلمان کا بہترین ساتھی ہے جو اس میں سے مسکین، یتیم اور مسافر پر خرچ کرتا ہے۔اور جو اسے ناجائز طریقے سے حاصل کرتا ہے وہ اس شخص کی مانند ہے جو کھائے اور سیر نہ ہو۔اور یہ قیامت کے دن اس کے خلاف گواہی دے گا۔''

لہٰذا مال کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے کہ اسے جائز اور حلال ذرائع سے کمائیں اور جائز طور پر خرچ کریں۔

ہر ہر چیز گواہی دے گی

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«لَا يَسْمَعُ مَدٰی صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَّلَا إِنْسٌ وَّلَا شَيْءٌ إِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» ③

''جو جن، جو انسان اور جو چیز بھی مؤذن کی آواز کو سنتی ہے وہ اس کے حق میں قیامت کے دن گواہی دے گی۔''

اسی حدیث کی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے عبد الرحمٰن بن صعصعۃ الأنصاری کو نصیحت کی کہ جب تم کسی جنگل/صحراء میں ہو اور اذان کہو تو اونچی آواز سے کہو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

① الزلزال99:4-5 ② صحيح البخاری:921و1465و2842، صحيح مسلم 1052

③ صحيح البخاری: 609

سے سنا تھا کہ آپ نے فرمایا:

«لَا يَسْمَعُهُ جِنٌّ وَّلَا إِنْسٌ وَّلَا شَجَرٌ وَّلَا حَجَرٌ إِلَّا شَهِدَ لَهُ»[1]

''جو جن، جو انسان اور جو درخت اور جو پتھر اذان سنتا ہے وہ مؤذن کے حق میں گواہی دے گا۔''

لہٰذا مسلمان بھائیو! ذرا سوچو ہمارے ہر ہر عمل کے متعلق گواہ موجود ہیں جو روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کی عدالت میں گواہی دیں گے۔ اور سب سے بڑا گواہ خود اللہ رب العزت ہے جس سے کوئی چیز مخفی نہیں۔

انبیاء علیہم السلام سے اللہ کا سوال ......اور اس امت کی ان کے حق میں گواہی

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے دن ایک نبی آئے گا اور اس کے ساتھ صرف ایک آدمی ہوگا، دوسرا نبی آئے گا اور اس کے ساتھ صرف دو آدمی ہونگے اور ایک اور نبی آئے گا اور اس کے ساتھ صرف تین افراد ہونگے۔ اسی طرح اور انبیاء آئیں گے اور ان کے ساتھ اس سے زیادہ افراد ہونگے یا کم۔ چنانچہ ہر نبی سے کہا جائے گا: کیا تم نے اپنی قوم تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا؟

وہ جواب دے گا: جی ہاں۔ پھر اس کی قوم کو بلایا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا: کیا اس نے تمھیں اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ کہیں گے: نہیں۔ تو نبی سے کہا جائے گا: تمھارا گواہ کون ہے؟

وہ کہے گا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی امت۔ پھر امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا جائے گا اور اس سے سوال کیا جائے گا کہ کیا اس نبی نے اپنی قوم کو اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ کہیں گے: جی ہاں

اللہ تعالیٰ کہے گا: تمھیں اس بات کا کیسے پتہ چلا؟

وہ کہیں گے: ہمیں ہمارے نبی نے اس بات کی خبر دی تھی کہ ان سے پہلے تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی قوم تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا۔ تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ ''ہم نے اسی طرح تمھیں عادل امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تم پر گواہ ہو جائیں۔''[2]

---

[1] سنن ابن ماجه:723۔ وصححه الألباني

[2] سنن ابن ماجه:4284۔ وصححه الألباني

زکاۃ نہ دینے، خیانت کرنے اور غداری کرنے کی سزا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں کھڑے ہوئے، آپ نے (مالِ غنیمت میں) خیانت کا ذکر کیا اور اس کے معاملے (گناہ کو) کو بڑا قرار دیا۔ پھر فرمایا:

''میں روزِ قیامت تم میں سے کسی شخص کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ وہ آئے اور اس کی گردن پر ایک اونٹ ہو جو بلبلا رہا ہو۔ پھر وہ کہے: اے اللہ کے رسول! میری مدد کیجئے۔ تو میں کہوں گا: میں تیرے لئے کسی چیز کا مالک نہیں، میں نے تمھیں اللہ کا دین پہنچا دیا تھا۔

اسی طرح میں روزِ قیامت تم میں سے کسی شخص کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ وہ آئے اور اس کی گردن پر ایک گھوڑا سوار ہو جو ہنہنا رہا ہو۔ پھر وہ کہے: اے اللہ کے رسول! میری مدد کیجئے۔ تو میں کہوں گا: میں تیرے لئے کسی چیز کا مالک نہیں، میں نے تمھیں اللہ کا دین پہنچا دیا تھا۔

اسی طرح میں روزِ قیامت تم میں سے کسی شخص کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ وہ آئے اور اس کی گردن پر ایک بکری سوار ہو جو ممیا رہی ہو۔ پھر وہ کہے: اے اللہ کے رسول! میری مدد کیجئے۔ تو میں کہوں گا: میں تیرے لئے کسی چیز کا مالک نہیں، میں نے تمھیں اللہ کا دین پہنچا دیا تھا۔

اسی طرح میں روزِ قیامت تم میں سے کسی شخص کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ وہ آئے اور اس کی گردن پر ایک شخص سوار ہو جو چیخ رہا ہو۔ پھر وہ کہے: اے اللہ کے رسول! میری مدد کیجئے۔ تو میں کہوں گا: میں تیرے لئے کسی چیز کا مالک نہیں، میں نے تمھیں اللہ کا دین پہنچا دیا تھا۔

اسی طرح میں روزِ قیامت تم میں سے کسی شخص کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ وہ آئے اور اس کی گردن پر کپڑوں کا بوجھ لدا ہوا ہو۔ پھر وہ کہے: اے اللہ کے رسول! میری مدد کیجئے۔ تو میں کہوں گا: میں تیرے لئے کسی چیز کا مالک نہیں، میں نے تمھیں اللہ کا دین پہنچا دیا تھا۔

اسی طرح میں روزِ قیامت تم میں سے کسی شخص کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ وہ آئے اور اس کی گردن پر سونا چاندی لدا ہوا ہو۔ پھر وہ کہے: اے اللہ کے رسول! میری مدد کیجئے۔ تو میں کہوں گا: میں تیرے لئے کسی چیز کا مالک نہیں، میں نے تمھیں اللہ کا دین پہنچا دیا تھا۔''[1]

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

① صحيح البخاري:3073، صحيح مسلم:1831

''جس شخص کے پاس سونا چاندی ہو اور وہ اس کا حق (زکاۃ) ادا نہ کرتا ہو، قیامت کے دن اس کیلئے آگ کی تختیاں بنائی جائیں گی جنھیں جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا، پھر ان کے ساتھ اس کے پہلو، اس کی پیشانی اور پیٹھ کو داغا جائے گا۔ جب وہ تختیاں ٹھنڈی ہو جائیں گی تو انھیں دوبارہ گرم کیا جائے گا اور اسے پھر داغا جائے گا۔ اور جب تک بندوں کے درمیان فیصلہ نہیں کر دیا جائے گا اس کے ساتھ یہ سلوک بدستور جاری رہے گا جبکہ وہ دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔ پھر وہ اپنا راستہ دیکھے گا۔ یا جنت کی طرف یا جہنم کی طرف۔

آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اونٹوں کے متعلق کیا ارشاد ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اسی طرح اونٹوں کا معاملہ ہے کہ جو شخص ان کا حق ادا نہیں کرتا (زکاۃ نہیں نکالتا) تو روزِ قیامت ایک انتہائی کھلا اور وسیع میدان تیار کیا جائے گا جہاں اس کے تمام اونٹوں کو ان کی اولاد سمیت جن کا یہ مالک تھا اور ان کی زکاۃ ادا نہیں کرتا تھا جمع کیا جائے گا۔ پھر وہ اسے اپنے کھروں کے ساتھ روندیں گے اور اپنے منہ کے ساتھ کاٹیں گے۔ جب ان میں سے سب (اسے روندتے ہوئے) گذر جائیں گے تو پہلا اونٹ پھر آ جائے گا اور اس کے ساتھ یہ سلوک اس وقت تک جاری رہے گا جب تک بندوں کے درمیان فیصلہ نہیں ہو جائے گا۔ وہ دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔ پھر وہ اپنا راستہ دیکھے گا یا جنت کی طرف یا جہنم کی طرف......الخ''[①]

جبکہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا جَمَعَ اللّٰهُ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يُرْفَعُ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ، فَيُقَالُ: هٰذِهِ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ»[②]

''اللہ تعالیٰ جب قیامت کے روز پہلوں اور پچھلوں کو جمع کرے گا تو ہر غدار کیلئے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا، پھر کہا جائے گا: یہ فلاں بن فلاں کی غداری ہے۔''

نبی کریم ﷺ کا حوض

ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کو قیامت کے دن حوضِ کوثر عطا کیا جائے گا جس کے اوصاف آپ ﷺ نے اپنی احادیث مبارکہ میں بیان فرمائے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے،

---

① صحیح مسلم :987

② صحیح البخاری:3188 و6177 و7111، صحیح مسلم:1735

اچانک آپ ﷺ پر اونگھ طاری ہوگئی۔ پھر آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے اپنا سر اٹھایا۔ ہم نے پوچھا: آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ابھی ابھی مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے پڑھا: ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ إِنَّآ أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۞ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۞ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمھیں معلوم ہے کہ الکوثر کیا ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ایک نہر ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، اس پر خیر کثیر موجود ہے۔ اور وہ ایسا حوض ہے جس پر میری امت کے لوگ قیامت کے دن آئیں گے۔ اس کے برتنوں کی تعداد ستاروں کے برابر ہے۔ پھر کچھ لوگوں کو پیچھے دھکیلا جائے گا۔ تو میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ تو میرے امتی ہیں۔ تو کہا جائے گا: آپ نہیں جانتے کہ انھوں نے آپ کے بعد دین میں کیا کیا نئے کام ایجاد کیے تھے۔'' ①

لہٰذا ہم پر لازم ہے کہ ہم ایسے کاموں سے بچیں جنہیں دین میں ایجاد کیا گیا ہے اور جو رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث سے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے تعامل سے ثابت نہیں ہیں۔

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! حوض کے برتن کیا ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَآنِيَتُهُ أَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ نُجُوْمِ السَّمَاءِ وَكَوَاكِبِهَا فِي اللَّيْلَةِ الْمُظْلِمَةِ الْمُصْحِيَةِ، آنِيَةُ الْجَنَّةِ مَنْ شَرِبَ مِنْهَا لَمْ يَظْمَأْ آخِرَ مَا عَلَيْهِ، يَشْخَبُ فِيْهِ مِيْزَابَانِ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْ شَرِبَ مِنْهُ لَمْ يَظْمَأْ، عَرْضُهُ مِثْلُ طُوْلِهِ، مَا بَيْنَ عَمَّانَ إِلٰى أَيْلَةَ، مَاؤُهُ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ الثَّلْجِ وَأَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ» ②

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اس کے برتن ان ستاروں سے زیادہ ہیں جو تاریک اور بے ابر (صاف) رات میں ہوتے ہیں، وہ جنت کے برتن ہیں۔ جو شخص ان سے پیے گا اسے پھر کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ اس میں جنت کے دو پرنالے بہہ رہے ہوں گے۔ جو شخص ایک بار اس پانی کو پی لے گا اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ اس کی چوڑائی اس کی لمبائی کے برابر ہے جو اتنی ہے جتنی (عمان) اور (ایلہ) کے درمیان ہے۔ اس کا پانی برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔''

---

① صحیح مسلم، الصلاۃ باب حجۃ من قال البسملۃ آیۃ من أول کل سورۃ:400

② صحیح مسلم:2300

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:«حَوْضِي مَسِيرَةُ شَهْرٍ ، وَزَوَايَاهُ سَوَاءٌ ، وَمَاؤُهُ أَبْيَضُ مِنَ الْوَرِقِ ، وَرِيحُهُ أَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ ، كِيزَانُهُ كَنُجُومِ السَّمَاءِ ، مَنْ وَرَدَ فَشَرِبَ مِنْهُ لَمْ يَظْمَأْ بَعْدَهُ أَبَدًا »①

''میرا حوض ایک ماہ کی مسافت کے برابر لمبا ہے اور اس کے کنارے برابر ہیں (یعنی اس کی چوڑائی اس کی لمبائی کے برابر ہے۔) اور اس کا پانی چاندی سے زیادہ سفید ہے، اس کی خوشبو کستوری کی خوشبو سے زیادہ اچھی ہے اور اس کے آبخورے (برتن) آسمان کے ستاروں کی طرح بہت زیادہ ہیں۔ جو شخص اس پر آئے گا اور ایک بار اس میں سے پی لے گا وہ اس کے بعد کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔''

اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلْكَوْثَرُ نَهْرٌ فِي الْجَنَّةِ حَافَتَاهُ مِنْ ذَهَبٍ وَمَجْرَاهُ عَلَى الدُّرِّ وَالْيَاقُوتِ ، تُرْبَتُهُ أَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ وَمَاؤُهُ أَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ وَأَبْيَضُ مِنَ الثَّلْجِ»

''الکوثر جنت میں ایک نہر ہے جس کے کنارے سونے کے اور اسکے بہنے کے راستے موتیوں اور یاقوت کے ہیں۔ اس کی مٹی کستوری سے زیادہ اچھی ہے اور اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ سفید ہے۔''②

جبکہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنِّي عَلَى الْحَوْضِ حَتَّى أَنْظُرَ مَنْ يَرِدُ عَلَيَّ مِنْكُمْ ، وَسَيُؤْخَذُ نَاسٌ دُونِي فَأَقُولُ: يَا رَبِّ مِنِّي وَمِنْ أُمَّتِي ! فَيُقَالُ : أَمَا شَعُرْتَ مَا عَمِلُوا بَعْدَكَ ؟ وَاللّٰهِ مَا بَرِحُوا بَعْدَكَ يَرْجِعُونَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ »③

''بے شک میں حوض پر رہوں گا یہاں تک کہ میں دیکھوں گا کہ تم میں سے کون میرے حوض پر آتا ہے۔ کچھ لوگوں کو مجھ سے دور کر دیا جائے گا۔ میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ تو مجھ سے اور میری امت سے ہیں! تو کہا جائے گا: کیا آپ کو معلوم نہیں کہ انھوں نے آپ کے بعد کیا کیا؟ اللہ کی قسم! یہ تو وہ ہیں جو آپ کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔''

میزان برحق ہے

روزِ قیامت وزن برحق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

① صحيح البخاري:6579، صحيح مسلم :2292

② سنن الترمذي:3361-وصححه الألباني

③ صحيح مسلم :2293

﴿وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهُ فَأُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا أَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُوْنَ﴾ ①

''اور اس روز وزن بھی برحق ہے، پھر جس شخص کا پلا بھاری ہوگا سو ایسے لوگ کامیاب ہونگے۔اور جس شخص کا پلا ہلکا ہوگا سو یہ وہ لوگ ہونگے جنھوں نے اپنا نقصان کرلیا بسبب اس کے کہ ہماری آیتوں کے ساتھ ظلم کرتے تھے۔''

نیز فرمایا:﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ﴾ ②

''قیامت کے دن ہم ٹھیک تولنے والے ترازو رکھیں گے، پھر کسی پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔اور اگر ایک رائی کے دانے کے برابر بھی کوئی عمل ہوگا تو اسے ہم سامنے لائیں گے۔اور ہم حساب لینے کیلئے کافی ہیں۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص آیا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے کچھ غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں، میرے مال میں خیانت کرتے ہیں اور میری نافرمانی کرتے ہیں۔ میں انھیں گالیاں دیتا ہوں اور مارتا بھی ہوں۔تو ان کے متعلق میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يُحْسَبُ مَا خَانُوْكَ وَعَصَوْكَ وَكَذَبُوْكَ، وَعِقَابُكَ إِيَّاهُمْ، فَإِنْ كَانَ عِقَابُكَ إِيَّاهُمْ بِقَدْرِ ذُنُوْبِهِمْ كَانَ كَفَافًا، لَا لَكَ وَلَا عَلَيْكَ، وَإِنْ كَانَ عِقَابُكَ دُوْنَ ذُنُوْبِهِمْ كَانَ فَضْلًا لَكَ، وَإِنْ كَانَ عِقَابُكَ فَوْقَ ذُنُوْبِهِمْ اُقْتُصَّ لَهُمْ مِنْكَ الْفَضْلُ»

''ان کی خیانت، نافرمانی اور جو انھوں نے تجھ سے جھوٹ بولا اور جتنی تو نے انھیں سزا دی، اس سب کا حساب کیا جائے گا۔اگر تیری سزا ان کی غلطیوں کے بقدر ہوئی تو معاملہ برابر ہو جائے گا۔نہ اس سے تمھیں کوئی فائدہ ہوگا اور نہ نقصان۔اور اگر تیری سزا ان کی غلطیوں کے مقابلے میں کم ہوئی تو تجھے ان پر فضیلت حاصل ہو گی۔اور اگر تیری سزا ان کی غلطیوں سے زیادہ نکلی تو تجھ سے زیادتی کا بدلہ لیا جائے گا۔''

یہ شخص ایک طرف ہوکر رونے لگا۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کیا تو نے کتاب اللہ میں یہ آیت نہیں پڑھی:

﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا﴾ ③

① الأعراف7:8-9 ② الأنبياء21:47 ③ الأنبياء21:47

’’قیامت کے دن ہم ٹھیک ٹھیک تولنے والے ترازو رکھیں گے، پھر کسی پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔‘‘

اس شخص نے کہا: اللہ کی قسم اے اللہ کے رسول! میرے خیال میں میرے اور ان کیلئے یہی بہتر ہے کہ میں انھیں چھوڑ دوں۔ میں آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ آج کے بعد یہ سب آزاد ہیں۔‘‘[1]

اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’بے شک اللہ تعالیٰ میری امت کے ایک آدمی کو قیامت کے دن تمام لوگوں کے سامنے بلائے گا۔ (ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ اونچی آواز کے ساتھ اس کا نام پکارا جائے گا) پھر اس کے سامنے ننانوے رجسٹر کھول دئے جائیں گے۔ ان میں سے ہر رجسٹر حدِ نگاہ تک پھیلا ہوا ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا: کیا تم ان گناہوں میں سے کسی کا انکار کر سکتے ہو؟ کیا میری طرف سے مقرر کئے ہوئے تمھارے اعمال کو لکھنے والے نگرانوں نے تجھ پر ظلم کیا ہے؟

وہ کہے گا: نہیں اے میرے رب! اللہ تعالیٰ کہے گا: تو کیا تمھارے پاس کوئی عذر ہے؟

وہ کہے گا: نہیں اے میرے رب! اللہ تعالیٰ کہے گا: کیوں نہیں۔ ہمارے پاس تیری ایک نیکی موجود ہے جس کی وجہ سے آج تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ پھر اس کیلئے ایک کارڈ نکالا جائے گا جس میں لکھا ہوگا:

(أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ)

پھر اللہ تعالیٰ کہے گا: آؤ آج اپنے اعمال کا وزن دیکھ لو۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! یہ کارڈ ان رجسٹروں کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے؟ کہا جائے گا: تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ پھر رجسٹروں کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے گا اور کارڈ کو دوسرے پلڑے میں۔ چنانچہ رجسٹروں والا پلڑا اوپر اٹھ جائے گا اور کارڈ والا پلڑا نیچے جھک جائے گا۔ اس لئے کہ اللہ کے نام کے مقابلے میں کوئی چیز زیادہ وزنی نہیں ہوسکتی۔‘‘[2]

اس آدمی نے ۹۹ رجسٹر بھرنے تک کفر وشرک اور گناہوں کی زندگی گزاری، پھر آخر میں کلمۂ توحید پڑھ کر وفات پائی۔ جو اس کی مغفرت کا سبب بن گیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

«إِنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ» [3]

’’اسلام اس سے پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔‘‘

---

[1] سنن الترمذی:3165۔ وصححه الألبانی

[2] سنن الترمذی :2639، سنن ابن ماجه :4300۔ وصححه الألبانی

[3] صحیح مسلم :121

یادرہے کہ کافر کے اعمال کا بھی وزن کیا جائے گا چنانچہ اس کے کفر اور اس کی برائیوں کو ایک پلڑے میں اور اس کی نیکیوں (مثلا صلہ رحمی ، لوگوں سے ہمدردی اور غلاموں کو آزاد کرنا وغیرہ) کو دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا۔ پھر کفر اور برائیوں والا پلڑا بھاری ہو جائے گا جس کی بناء پر وہ جہنم کے عذاب کا مستحق قرار پائے گا۔ البتہ اس کی بعض نیکیوں کی بناء پر اس کے عذاب میں تخفیف کردی جائے گی جیسا کہ ابو طالب کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ وہ تو آپ کی حفاظت اور مدد کیا کرتے تھے تو ان کا انجام کیا ہوگا ؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، میں نے انہیں جہنم کے سخت عذاب میں مبتلا پایا لیکن میرے ساتھ حسن سلوک کی بناء پر ان کے عذاب میں تخفیف کردی گئی ۔ اگر میں نہ ہوتا تو انہیں جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں ڈال دیا جاتا۔''[1]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے عبد اللہ بن جدعان کے بارے میں پوچھا اور آپ کو بتایا کہ وہ جاہلیت میں صلہ رحمی کیا کرتا تھا اور مسکینوں کو کھانا کھلاتا تھا۔ تو کیا یہ اعمال اس کیلئے نفع بخش ثابت ہونگے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں ، اس لئے کہ اس نے کبھی یہ نہیں کہا تھا

«رَبِّ اغْفِرْ لِیْ خَطِیْئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ»

''اے میرے رب ! میری خطاؤں کو روزِ قیامت معاف کردینا۔''[2]

اس سے ثابت ہوا کہ کافر کی نیکیاں' نیکیاں شمار نہیں ہونگی اور اس کیلئے ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہوگا، لیکن انھیں ترازو میں ضرور رکھا جائے گا۔ اِس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے :

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِيْنَ أَعْمَالًا ۞ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِيْ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۞أُولَئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا﴾[3]

'' آپ کہہ دیجئے کہ کیا ہم تمہیں خبر دیں کہ (اس دن) اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ گھاٹے میں کون ہوگا ؟ وہ ہیں جن کی دنیوی زندگی کی تمام تر کوششیں بے کار ہوگئیں اور وہ اسی گمان میں رہے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں ۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں اور اس سے ملاقات سے کفر کیا۔ اس

---

① صحيح البخاری:3883، صحيح مسلم :209

② صحيح مسلم : الإيمان باب الدليل على أن من مات على الكفر لا ينفعه عمل : 212

③ الكهف18: 103-105

لئے ان کے اعمال غارت ہو گئے۔ پس قیامت کے روز ہم ان کا کوئی وزن قائم نہ کریں گے۔''

علماء کرامؒ کا کہنا ہے: قیامت کے دن لوگوں کے تین طبقے ہونگے:

① متقی اور پرہیز گار لوگ جنھوں نے کبیرہ گناہ نہیں کئے ہونگے۔

② وہ لوگ جنھوں نے (شرک کے علاوہ دیگر) کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا ہوگا۔

③ تیسرا طبقہ کفار ومنافقین اور مشرکین کا ہوگا۔

چنانچہ متقی لوگوں کے ترازو بھاری ہو جائیں گے اور انھیں جنت میں داخل کر دیا جائے گا (اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اسی طبقے میں شامل کردے۔) دوسرے طبقے کے لوگوں کے اعمال کا وزن ہوگا، پھر ہوسکتا ہے کہ ان کے نیک اعمال کا وزن زیادہ ہو جائے جس پر انھیں جنت میں بھیج دیا جائے گا اور ہوسکتا ہے کہ ان کی برائیوں کا وزن زیادہ ہو جائے جس پر انھیں جہنم میں بھیج دیا جائے گا، لیکن بعد میں شفاعت کی وجہ سے انھیں بھی جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کردیا جائے گا۔ اور ہوسکتا ہے کہ ان کی نیکیاں اور برائیاں وزن میں برابر ہو جائیں تو یہ اہلِ اعراف ہوں گے۔ یعنی جنت ودوزخ کے درمیان ایک مقام پر ہونگے اور انھیں سب سے آخر میں جنت میں داخل کیا جائے گا جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

جہاں تک کفار اور مشرکین ومنافقین کا تعلق ہے تو ان کے ترازو میں نیک اعمال والا پلڑا انتہائی ہلکا ہوگا اور برائیوں والا پلڑا بھاری ہوگا۔ اس لئے انھیں اللہ تعالیٰ جہنم میں ڈال دے گا۔ والعیاذ باللہ

ان دلائل کی بناء پر یہ کہنا بجا ہوگا کہ میزان برحق ہے، البتہ وزن تمام لوگوں کے اعمال کا نہیں ہوگا بلکہ کچھ خوش نصیب اس سے مستثنیٰ ہونگے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ روزِ قیامت رسول اللہ ﷺ سے کہا جائے گا: اپنی امت کے ان لوگوں کو الگ کردو جن پر حساب واجب نہیں ہے۔ (یہ حدیث ہم اس سے پہلے اپنے ایک خطبہ میں ذکر کر چکے ہیں۔)

میزان کو بھاری کرنے والے اعمال

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أَفْضَلُ شَيْءٍ فِي الْمِيْزَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْخُلُقُ الْحَسَنُ»①

''روزِ قیامت میزان میں سب سے بھاری اچھا اخلاق ہوگا۔''

جبکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

① أحمد: 27536و27595، ابن حبان: 230/2: 481

«كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ ، خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ، ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ :سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ»[1]

''دو کلمے اللہ تعالیٰ کو انتہائی محبوب ہیں ۔وہ زبان پر ہلکے اور میزان میں بہت بھاری ہیں ۔ اور وہ ہیں : سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔''

روزِ قیامت ہر امت اپنے معبود کے پیچھے جائے گی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کیا ہم قیامت کے روز اپنے رب کو دیکھ سکیں گے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: جس دوپہر کو آسمان پر کوئی بادل نہ ہو، کیا اس میں تمھیں سورج کو دیکھنے میں کوئی شک وشبہ ہوسکتا ہے''؟ انھوں نے کہا: نہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اور جس چودھویں رات کو آسمان پر بادل نہ ہوں ، کیا اس میں تمھیں چاند کو دیکھنے میں کوئی شک وشبہ ہوسکتا ہے؟ انھوں نے کہا: نہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ! تمھیں اپنے رب کو دیکھنے میں بھی کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو روزِ قیامت جمع فرمائے گا۔ پھر کہے گا: جو جس کی پوجا کرتا تھا وہ آج اسی کے پیچھے چلا جائے ۔ چنانچہ سورج کے پجاری سورج کی اتباع کریں گے ، چاند کے پجاری چاند کی پیروی کریں گے ، طاغوتوں کے پجاری طاغوتوں کے پیچھے چلیں گے اور پھر صرف یہ امت باقی رہ جائے گی جس میں اس کے منافق بھی ہونگے ۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے پاس اُس صورت میں آئے گا جسے وہ نہیں پہچانتے ہونگے ۔ پھر اللہ تعالیٰ کہے گا: میں تمھارا رب ہوں۔

وہ کہیں گے : ہم تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور ہم یہیں اپنی جگہ پر ٹھہرے رہیں گے یہاں تک کہ ہمارا رب ہمارے پاس آجائے ۔ جب ہمارا رب ہمارے پاس آئے گا تو ہم اسے پہچان لیں گے ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ان کے پاس ان کی جانی پہچانی صورت میں آئے گا اور کہے گا: میں تمھارا رب ہوں ۔

وہ کہیں گے :ہاں آپ ہمارے رب ہیں ۔ پھر وہ اسی کے پیچھے چل پڑیں گے ۔ اور پل صراط کو جہنم کی پیٹھ پر رکھا جائے گا۔ پھر میں اور میری امت سب سے پہلے اسے عبور کریں گے ۔ (یاد رہے کہ) اس دن رسولوں کے

---

[1] صحيح البخاري :7563، صحيح مسلم:2694

علاوہ اور کوئی شخص گفتگو نہیں کر سکے گا اور اس دن پیغمبر بھی یہ دعا کر رہے ہونگے : (اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ)
''اے اللہ! تو ہی ہمیں سلامتی دے اور تو ہی ہمیں امن وامان عطا فرما''
اور جہنم میں لوہے کے ہُک ایسے ہوں گے جیسے سعدان (ایک کانٹے دار درخت) پر بہت زیادہ کانٹے ہوتے ہیں ۔ وہ کتنے بڑی ہوں گے یہ صرف اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے ۔ یہ ہُک لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق اچک لیں گے ۔ پھر ان میں سے کئی لوگ تو ہلاکت کے گڑھوں میں چلے جائیں گے اور کچھ لوگ ان ہُکوں سے نجات پا کر پل صراط کو عبور کر جائیں گے ۔''①

پل صراط پر گزرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''......چنانچہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (شفاعت کی) اجازت دی جائے گی ۔ پھر امانت اور رحم کو بھیجا جائے گا جو پل صراط کے دائیں بائیں کھڑے ہو جائیں گے ۔ پھر (لوگ پل صراط پر سے گزرنا شروع کریں گے) چنانچہ سب سے پہلا شخص بجلی کی سی تیزی کے ساتھ گذر جائے گا۔''
میں (ابو ہریرہ) نے پوچھا : میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ، کوئی چیز بجلی کی سی تیزی کے ساتھ بھی گذر سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: ''کیا تم نے (آسمان پر) بجلی کو نہیں دیکھا ، کیسے وہ تیزی کے ساتھ جاتی ہے اور پلک جھپکتے ہی واپس آتی ہے!''
پھر دوسرا آدمی ہوا کی طرح تیزی کے ساتھ گذر جائے گا۔
پھر تیسرا آدمی پرندے کی اڑان اور (طاقت ور) مردوں کے دوڑنے کی طرح گذر جائے گا۔
یہ سب اپنے اپنے اعمال کے مطابق وہاں سے گذریں گے اور تمھارا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پل صراط پر کھڑا کہہ رہا ہو گا: (یَا رَبِّ ! سَلِّمْ سَلِّمْ) ''اے میرے رب ! تو ہی سلامتی دے اور تو ہی محفوظ فرما۔'' یہاں تک کہ بندوں کے اعمال عاجز آ جائیں گے ۔ اور یہاں تک کہ ایک آدمی ایسا آئے گا جو گھسٹ گھسٹ کر ہی چلنے کے قابل ہو گا ۔ پل صراط کے کناروں پر لوہے کے ہُک لٹکے ہوئے ہوں گے جنھیں بعض لوگوں کو پکڑنے اور اچک لینے کا حکم دیا گیا ہو گا ۔ لہٰذا وہاں سے گزرنے والوں میں سے کچھ تو خراشیں وغیرہ لگنے کے بعد نجات پا کر اسے عبور کر جائیں گے اور کئی لوگوں کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور وہ جہنم میں گر جائیں گے ۔''

① صحیح البخاری :806 ، 6573 ، صحیح مسلم:182

پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں ابو ہریرہ کی جان ہے! جہنم کی گہرائی ستر سال کی مسافت کے برابر ہے۔''①

جبکہ حضرت ام مبشر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے اور آپ نے ارشاد فرمایا:«لَا يَدْخُلُ النَّارَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ أَحَدٌ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا تَحْتَهَا»

''اصحاب الشجرة (درخت والوں) میں سے جنھوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی کوئی شخص جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔''

تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا کیا مطلب ہے:

﴿وَإِنْ مِّنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا﴾②

''تم میں سے ہر ایک وہاں ضرور وارد ہونے والا ہے''؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اس سے اگلی آیت نہیں پڑھی:

﴿ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا﴾③

''پھر ہم پرہیزگاروں کو تو بچا لیں گے۔''④

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کسی مسلمان کے تین بچے مر جائیں (اور وہ ان پر صبر کا مظاہرہ کرے) تو اسے دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی، ہاں صرف قسم کو پورا کرنے کیلئے۔''⑤

قسم کو پورا کرنے سے مراد کیا ہے؟ اسکے متعلق امام نووی نے محدثین کے متعدد اقوال شرح مسلم میں نقل کئے ہیں۔ ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿وَإِنْ مِّنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا﴾⑥

''تم میں سے ہر ایک وہاں ضرور وارد ہونے والا ہے۔'' واللہ اعلم

ایک اور پل صراط ...... جنت و دوزخ کے درمیان

آخرت میں دو پل صراط ہونگے۔ ایک پل صراط وہ ہوگا جس پر سے تمام اہل محشر کو گذرنا ہوگا سوائے ان

---

① صحیح مسلم:195 ② مریم71:19 ③ مریم72:19

④ صحیح مسلم:2496 ⑤ صحیح البخاری:1251و6656، صحیح مسلم:2632

⑥ مریم71:19

لوگوں کے جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہونگے ۔اسی طرح وہ لوگ بھی جن کو جہنم کی ایک گردن پکڑ لے گی اور جہنم میں پھینک دے گی۔ لہٰذا جو لوگ اس پل صراط کو عبور کر جائیں گے اور وہ صرف مومنین ہونگے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کو معلوم ہوگا کہ اگر ان سے قصاص لیا گیا تو ان کی نیکیاں ختم نہیں ہونگی انھیں دوسرے پل صراط پر روک لیا جائے گا جہاں ان کے درمیان حقوق العباد کا قصاص لیا جائے گا۔ اور ان لوگوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا جسے واپس جہنم میں بھیجا جائے گا کیونکہ وہ پہلے پل صراط کو عبور کر چکے ہونگے جو عین جہنم کے اوپر ہوگا۔ اور جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہوگا کہ انھیں جہنم میں ڈالنا ہے تو وہ اس پہلے پل صراط کو ہی عبور نہیں کر سکیں گے اور اس پر سے گذرتے ہوئے وہ جہنم میں گر جائیں گے۔

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يَخْلُصُ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ النَّارِ فَيُحْبَسُوْنَ عَلٰى قَنْطَرَةٍ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، فَيُقْتَصُّ لِبَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضٍ مَظَالِمُ كَانَتْ بَيْنَهُمْ فِي الدُّنْيَا حَتّٰى إِذَا هُذِّبُوْا وَنُقُّوْا أُذِنَ لَهُمْ فِي دُخُوْلِ الْجَنَّةِ »①

’’مومن جہنم سے بچ کر جنت و دوزخ کے درمیان بنے ہوئے ایک پل پر پہنچیں گے جہاں انھیں روک لیا جائے گا اور ان کے ان حقوق کا فیصلہ کیا جائے گا جو دنیا میں ان کے درمیان واجب الأداء تھے۔ یہاں تک کہ جب انھیں (گناہوں سے اور بندوں کے حقوق سے) بالکل صاف اور بری کر دیا جائے گا تو انھیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے دی جائے گی۔‘‘

موحدین میں سے جو شخص جہنم میں داخل ہوگا اسے شفاعت کے ذریعے نکال لیا جائے گا

پل صراط پر سے گذرتے ہوئے جو موحد مومنین اپنے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں جا گریں گے ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کی اجازت سے شفاعت کرنے والے شفاعت کریں گے اور انہیں جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ شفاعت کرنے والوں میں سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں گے۔

جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’......مجھے کہا جائے گا: «اِنْطَلِقْ، فَمَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ بُرَّةٍ أَوْ شَعِيْرَةٍ مِنْ إِيْمَانٍ

① صحیح البخاری:2440و6535

فَأَخْرِجْهُ مِنْهَا» ”جائیں اور دیکھیں جس شخص کے دل میں گندم یا جو کے دانے کے برابر ایمان ہو اسے جہنم سے نکال لیں۔“

چنانچہ میں جاؤں گا اور اسی طرح کرونگا۔ پھر اپنے رب تعالیٰ کے پاس واپس لوٹوں گا اور اس کی تعریفیں کرونگا۔ پھر اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤنگا۔ پھر مجھے کہا جائے گا:

(یَا مُحَمَّدُ ! إِرْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ یُسْمَعْ لَكَ ، وَسَلْ تُعْطَ ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ)

”اے محمد ! اپنا سر اٹھائیں اور بات کریں، آپ کی بات سنی جائے گی۔ آپ سوال کریں، آپ کا سوال پورا کیا جائے گا۔ اور آپ شفاعت کریں، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔“

چنانچہ میں کہوں گا: (یَا رَبِّ أُمَّتِیْ أُمَّتِیْ)

”اے میرے رب ! میری امت، میری امت۔“

تب مجھے کہا جائے گا: (اِنْطَلِقْ، فَمَنْ كَانَ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِیْمَانٍ فَأَخْرِجْهُ مِنْهَا) ”جائیں اور دیکھیں جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہو اسے جہنم سے نکال لیں“

لہٰذا میں جاؤں گا اور اسی طرح کرونگا۔ پھر اپنے رب تعالیٰ کے پاس واپس لوٹوں گا اور اس کی تعریفیں کرونگا۔ پھر اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤنگا۔ پھر مجھے کہا جائے گا:

(یَا مُحَمَّدُ ! إِرْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ یُسْمَعْ لَكَ ، وَسَلْ تُعْطَ ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ)

”اے محمد ! اپنا سر اٹھائیں اور بات کریں، آپ کی بات سنی جائے گی۔ آپ سوال کریں، آپ کا سوال پورا کیا جائے گا۔ اور آپ شفاعت کریں، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔“

چنانچہ میں کہوں گا: میری امت، میری امت۔ تو مجھے کہا جائے گا:

(اِنْطَلِقْ ، فَمَنْ كَانَ فِیْ قَلْبِهٖ أَدْنٰی أَدْنٰی أَدْنٰی مِنْ مِثْقَالِ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِیْمَانٍ فَأَخْرِجْهُ مِنَ النَّارِ) ”جائیں اور دیکھیں جس شخص کے دل میں رائی کے دانے سے بھی کم، اس سے بھی کم اور اس سے بھی کم ایمان ہو اسے جہنم سے نکال لیں۔“

اس لئے میں جاؤں گا اور اسی طرح کرونگا۔ پھر اپنے رب تعالیٰ کے پاس واپس لوٹوں گا اور اس کی تعریفیں کرونگا۔ پھر اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤنگا۔ پھر مجھے کہا جائے گا:

(یَا مُحَمَّدُ ! إِرْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ یُسْمَعْ لَكَ ، وَسَلْ تُعْطَ ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ)

''اے محمد! اپنا سر اٹھائیں اور بات کریں، آپ کی بات سنی جائے گی۔ آپ سوال کریں، آپ کا سوال پورا کیا جائے گا۔ اور آپ شفاعت کریں، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔''

چنانچہ میں کہوں گا: مجھے ہر اس شخص کے بارے میں شفاعت کرنے کی اجازت دیں جس نے (لا إله إلا الله) پڑھا۔ اللہ تعالیٰ کہے گا: اس کا آپ کو اختیار نہیں ہے لیکن میری عزت کی قسم! میری بڑائی کی قسم! میری عظمت کی قسم! اور میری کبریائی کی قسم! میں ضرور بالضرور اس شخص کو جہنم سے نکال دونگا جس نے (لا إله إلا الله) پڑھا۔''[1]

نبی کریم ﷺ کی شفاعت کا سب سے زیادہ مستحق کون؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا: قیامت کے دن لوگوں میں سے سب سے بڑا خوش نصیب کون ہوگا جس کے حق میں آپ شفاعت کریں گے؟

آپ ﷺ نے جواب دیا: «لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَنْ لَّا يَسْأَلَنِي عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ أَحَدٌ أَوْلٰى مِنْكَ لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيْثِ، أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ: مَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِّنْ قِبَلِ نَفْسِه»[2]

''اے ابو ہریرہ! مجھے یقین تھا کہ اس بارے میں تم ہی سوال کرو گے کیونکہ تمھیں احادیث سننے کا زیادہ شوق رہتا ہے۔ (تو سنو) قیامت کے دن میری شفاعت کا سب سے زیادہ حقدار وہ ہوگا جس نے اپنے دل کی گہرائیوں سے اور اخلاص کے ساتھ لا إله إلا الله کہا۔''

اور حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أَتَانِي آتٍ مِنْ عِنْدِ رَبِّي فَخَيَّرَنِي بَيْنَ أَنْ يَّدْخُلَ نِصْفُ أُمَّتِي الْجَنَّةَ وَبَيْنَ الشَّفَاعَةِ، فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ، وَهِيَ لِمَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا»

''میرے پاس میرے رب تعالیٰ کی طرف ایک آنے والا آیا اور اس نے مجھے اختیار دیا کہ میں یا تو اپنی آدھی امت کے جنت میں جانے پر راضی ہو جاؤں یا روزِ قیامت شفاعت کروں۔ تو میں نے شفاعت کو چن لیا ہے اور میری شفاعت ہر ایسے شخص کیلئے ہوگی جس کی موت اس حالت میں آئے گی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا۔''[3]

---

① صحیح البخاری: 7510، صحیح مسلم: 193 ② صحیح البخاری: 99و6470

③ سنن الترمذی وابن ماجه۔ وصححه الألبانی فی تخریج المشكاة: 5600

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ روزِ قیامت رسول اللہ ﷺ کی شفاعت صرف موحدین کو جنہوں نے اپنی زندگی میں اللہ کے ساتھ شرک نہیں کیا ہوگا نصیب ہوگی۔ لہٰذا اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں نبی کریم ﷺ کی شفاعت نصیب ہو تو ہمیں موت آنے تک اپنا دامن شرک سے پاک رکھنا ہوگا۔

نبی کریم ﷺ کے علاوہ مومنین بھی شفاعت کریں گے

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''رہے جہنم والے جو کہ اس کے اہل ہیں تو وہ جہنم میں نہ مریں گے اور نہ زندہ رہیں گے، لیکن کچھ لوگ ایسے ہونگے جنھیں ان کے گناہوں کے سبب جہنم میں ڈالا گیا ہوگا۔ انھیں اللہ تعالیٰ مار دے گا یہاں تک کہ جب وہ (جہنم کی آگ میں جلتے جلتے) کوئلہ بن چکے ہونگے تو اللہ تعالیٰ ان کے متعلق شفاعت کرنے کی اجازت دے گا۔ چنانچہ انھیں جماعت در جماعت لایا جائے گا اور جنت کی نہروں میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر کہا جائے گا: اے اہلِ جنت! ان پر پانی بہاؤ۔ اس کے بعد وہ ایسے (تیزی سے) اگیں گے جیسے سیلاب کی جھاگ اور مٹی میں ایک دانہ (تیزی سے) اگتا ہے۔''[1]

اور حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''...... پھر پل صراط کو لا کر جہنم کے اوپر رکھا جائے گا اور شفاعت کرنے کی اجازت دی جائے گی۔ وہ کہہ رہے ہونگے: اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ''

پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول! پل کیا ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وہ ایسا (خطرناک) پل ہے جہاں سے گذرنے والا پھسلے گا اور لڑکھڑائے گا، اس پر اچک لینے والے کانٹے اور جکڑ لینے والے آنکڑے اور ایسے ٹیڑھے میڑھے کانٹے لگے ہوئے ہیں جیسے نجد میں ہوتے ہیں اور انہیں (سعدان) کہا جاتا ہے۔ وہاں سے کچھ مومن پلک جھپکنے کی طرح، کچھ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ، کچھ ہوا کی طرح، کچھ پرندوں کی رفتار میں اور کچھ تیز رفتار گھوڑوں اور سواریوں کی مانند گذر جائیں گے۔ ان میں کچھ تو مکمل طور پر صحیح سالم گذریں گے اور کچھ وہاں زخمی ہو جائیں گے اور کئی لوگ جہنم کی آگ میں گر جائیں گے یہاں تک کہ جب مومن جہنم کی آگ سے بچ کر نکل جائیں گے تو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! وہ اپنے ان بھائیوں کے حق میں جو جہنم میں گر چکے ہونگے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سے

---

[1] صحیح مسلم: 185

یوں پر جوش مطالبہ کریں گے جیسا کہ تم پر جوش طریقے سے مجھ سے کسی کے حق میں مطالبہ کرتے ہو۔ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! وہ ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے، نماز پڑھتے تھے اور حج کیا کرتے تھے۔ تو انہیں کہا جائے گا: جاؤ جن کو تم پہچانتے ہو انہیں نکال لو۔ چنانچہ ان کی شکلیں جہنم پر حرام کردی جائیں گی۔ تو وہ بہت سارے لوگوں کو نکال لیں گے۔ ان میں کئی لوگ ایسے ہونگے کہ آگ ان کی آدھی پنڈلیوں تک پہنچی ہوگی اور کچھ ایسے ہونگے کہ آگ ان کے گھٹنوں تک پہنچی ہوگی۔ پھر کہیں گے: اے ہمارے رب! جن کے بارے میں تو نے ہمیں حکم دیا تھا ان سب کو ہم نے نکال لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: دوبارہ جاؤ اور جس شخص کے دل میں ایک دینار کے برابر خیر پاؤ اسے بھی نکال لو۔

تو وہ بہت سارے لوگوں کو نکال لیں گے۔ پھر کہیں گے: اے ہمارے رب! جن کے بارے میں تو نے ہمیں حکم دیا تھا ان میں سے کسی کو ہم نے جہنم میں نہیں چھوڑا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: پھر واپس جاؤ اور جس شخص کے دل میں آدھے دینار کے برابر خیر پاؤ اسے بھی نکال لو۔ تو وہ بہت سارے لوگوں کو نکال لیں گے۔ پھر کہیں گے: اے ہمارے رب! جن کے بارے میں تو نے ہمیں حکم دیا تھا ان میں سے کسی کو ہم نے جہنم میں نہیں چھوڑا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: پھر واپس جاؤ اور جس شخص کے دل میں ذرہ برابر خیر پاؤ اسے بھی نکال لو۔ تو وہ بہت سارے لوگوں کو نکال لیں گے۔ پھر کہیں گے: اے ہمارے رب! جن کے بارے میں تو نے ہمیں حکم دیا تھا ان میں سے کسی کو ہم نے جہنم میں نہیں چھوڑا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: فرشتوں نے بھی سفارش کر لی، انبیاء نے بھی شفاعت کر لی اور مومن بھی سفارش کر کے فارغ ہو گئے، اب صرف ارحم الراحمین باقی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ جہنم سے ایک مٹھی بھرے گا اور ان لوگوں کو جہنم سے نکال لے گا جنہوں نے کبھی خیر کا کام نہ کیا تھا۔ وہ جل کر کوئلے بن چکے ہونگے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت کے سرے پر واقع ایک نہر میں پھینک دے گا جسے نهر الحیاۃ کہا جاتا ہے۔ پھر وہ اس سے ایسے نکلیں گے جیسے ایک دانہ گذرگاہِ آب میں نکلتا ہے ..... پھر وہ ایک موتی کی طرح (چمکدار ہو کر) نکلیں گے۔ ان کی گردنوں پر مہریں لگی ہونگی جن کی وجہ سے انہیں اہلِ جنت پہچان لیں گے اور کہیں گے: یہ ہیں اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ جنہیں اس نے کسی نیک عمل اور کسی خیر کے بغیر جنت میں داخل فرمایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ اور جو کچھ دیکھو وہ تمھارا ہے۔ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! تو نے تو ہمیں اتنا کچھ عطا کر دیا جو تو نے تمام جہان والوں میں سے کسی کو عطا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تمھارے لئے میرے پاس اس سے بھی اچھی چیز

ہے۔ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! اس سے اچھی چیز کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میری رضا۔ جاؤ میں اب تم پر کبھی ناراض نہیں ہونگا۔''①

شفاعت کی شروط

روزِ قیامت شفاعت دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے:

① پہلی شرط اللہ تعالیٰ کی اجازت ہے۔ چنانچہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر شفاعت نہیں کر سکے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ﴾②

''کون ہے جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر شفاعت کر سکے؟''

اسی طرح فرمایا: ﴿وَکَمْ مِّنْ مَّلَکٍ فِی السَّمٰوَاتِ لَا تُغْنِیْ شَفَاعَتُھُمْ شَیْئًا اِلَّا مِنْ بَعْدِ اَنْ یَّاْذَنَ اللّٰہُ لِمَنْ یَّشَاءُ وَیَرْضٰی﴾③

''اور آسمانوں میں بہت سے فرشتے ایسے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی مگر یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خوشی اور چاہت سے جس کیلئے چاہے اجازت دے دے۔''

② دوسری شرط یہ ہے کہ جس شخص سے اللہ تعالیٰ راضی ہوگا اسی کے بارے میں ہی شفاعت کرنے والے شفاعت کر سکیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی﴾④

''اور وہ صرف اسی کیلئے شفاعت کریں گے جس سے وہ راضی ہوگا۔''

ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان وموحدین ہی سے راضی ہوتا ہے، کفار ومشرکین سے نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی کریم ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین

---

① صحیح البخاری: 7439، صحیح مسلم: 183 واللفظ له

② البقرۃ 2: 255 ③ النجم 53: 26 ④ الأنبیاء 21: 28

دوسرا خطبہ

محترم حضرات ! ہم نے پہلے خطبۂ جمعہ میں روزِ قیامت کی جن ہولناکیوں کا تذکرہ کیا ہے ہم ان کا تصور کر کے سوچیں اور عملِ صالح کی طرف بڑھیں تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان ہولناکیوں سے بچ سکیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴾ ①

''اور اس دن سے ڈرو جس میں تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

اور فرمایا:﴿وَاتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ﴾ ②

''اور اس دن سے ڈرتے رہو جب کوئی کسی کو نفع نہ دے سکے گا۔ نہ کوئی شفاعت قبول کی جائے گی اور نہ کوئی بدلہ اور فدیہ لیا جائے گا۔ اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی۔''

میرے بھائیو! سلفِ صالحین رحمہم اللہ اور ہمارے درمیان فرق ایمان میں کمی بیشی کا ہے۔ چنانچہ سلف جب قیامت کے بارے میں بات کرتے یا سنتے تھے تو انھیں یوں لگتا تھا کہ گویا وہ قیامت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ پھر وہ واجباتِ دین (مثلاً نماز، روزہ، حج، زکاۃ اور بندوں کے لازمی حقوق وغیرہ) کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ نوافل میں بھی ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔ یوں ان کے ایمان ویقین میں اور اضافہ ہو جاتا۔ لیکن ہم جب قیامت کے متعلق گفتگو کرتے یا سنتے ہیں تو گویا ایک عام سا موضوع سمجھ کر کچھ بھی متاثر نہیں ہوتے اور نوافل میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانا تو کجا ہم تو فرائض الٰہیہ اور واجباتِ دین کی ادائیگی میں بھی غفلت برتتے ہیں! تو اس صورت میں ہمارے ایمان ویقین میں اضافہ کیسے ہو سکتا ہے؟

ہماری اس غفلت کا علاج یہ ہے کہ ہم موت کو زیادہ سے زیادہ یاد کریں، قرآن مجید کی تلاوت معانیٔ قرآن میں تدبر کے ساتھ کریں، نماز میں قرآن کی قراءت ترتیل اور توجہ کے ساتھ کریں، ہر نماز میں ایک دو سورتوں کو بار بار پڑھنے کی بجائے مختلف سورتوں کو پوری توجہ کے ساتھ پڑھیں، اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی کو یاد کریں اور اس کی نشانیوں میں غور وفکر کریں، مسنون طریقے کے مطابق بار بار قبرستان میں جائیں اور اپنی عاقبت کی فکر کریں۔

---

① البقرة2:281 ② البقرة2:48

ہم نے روزِ قیامت کی بعض ہولناکیوں کے بارے میں چند گذارشات پچھلے خطبہ میں اور چند گذارشات آج کے خطبہ میں پیش کیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ ہمیں ان ایمان والوں میں شامل کر دے جن کے متعلق اس کا فرمان ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ۝الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ۝أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ﴾ ①

''بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں۔ اور وہ لوگ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ سچے ایمان والے تو یہی لوگ ہیں۔ ان کیلئے ان کے رب کے پاس بڑے درجے ہیں اور مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔''

برادرانِ اسلام! علاماتِ قیامت کا ظہور، برزخی زندگی، قبر کی سختیاں، قیامت کے دن کی ہولناکیاں، اعمال کا وزن، پل صراط وغیرہ...... یہ سارے امور اگر ہم پر اثر انداز نہیں ہوتے اور ہماری زندگی میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوتی تو بتائیے پھر کونسی چیز اثر انداز ہو سکتی ہے؟ یقیناً یہ ایسے امور ہیں جن میں نصیحت حاصل کرنے کیلئے بہت کچھ موجود ہے بشرطیکہ کوئی نصیحت حاصل کرنے کی کوشش کرے!

لہٰذا ہمیں اپنی زندگی کو موت سے پہلے غنیمت تصور کرنا چاہئے، صحت وتندرستی کو مرض سے پہلے، خوشحالی کو تنگ حالی سے پہلے، جوانی کو بڑھاپے سے پہلے اور فراغت کو مشغولیت سے پہلے غنیمت سمجھتے ہوئے نیک اعمال کما لینے چاہییں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری زندگی غفلت میں گذر جائے اور موت اچانک ہمارے دروازے پر دستک دے دے۔ تب سوائے افسوس وندامت اور پچھتاوے کے اور کوئی چارہ کار نہ ہوگا۔ واللہ المستعان

---

① الأنفال 8:2-4

جنت کی نعمتیں اور اس کا راستہ

اہم عناصرِ خطبہ:

① جنت اور اہلِ جنت کے اوصاف قرآن مجید میں

② جنت کے اوصاف احادیثِ نبویہ میں

③ جنت کا راستہ

پہلا خطبہ

برادرانِ اسلام! آج کے خطبۂ جمعہ میں ہم ان شاء اللہ تعالیٰ جنت کے متعلق چند گذارشات عرض کریں گے جس کو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کا ٹھکانا بنایا ہے۔ اور آئندہ خطبۂ جمعہ ان شاء اللہ تعالیٰ جہنم کے بارے میں ہوگا جس کو اس نے اللہ تعالیٰ نے مشرکوں، کافروں اور منافقوں کا ٹھکانا بنایا ہے (نسأل الله العفو والعافية)

قیامت کے روز دو ہی ٹھکانے ہونگے: جنت اور جہنم۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ﴾ ①

''ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ جہنم میں ہوگا۔''

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہم سب کو جنت الفردوس میں داخل کرے اور ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھے۔ آمین

آیئے سب سے پہلے یہ دیکھیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جنت کا تذکرہ کس طرح سے کیا ہے؟ اور اہلِ جنت کے اوصاف کون سے بیان کیے ہیں؟

(۱) جنت کے اوصاف قرآنِ مجید میں

۱۔ جنت کے پھل اور اہلِ جنت کی بیویاں

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

---

① الشوریٰ 42:7

الْأَنْهَارُ كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوا هَذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَأُتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴾①

''اور ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو ان جنتوں کی خوشخبریاں دیجئے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ جب کبھی انھیں پھلوں کا رزق دیا جائے گا اور ان کے پاس ہم شکل (پھل) لائے جائیں گے تو کہیں گے: یہ وہی ہے جو ہمیں اس سے پہلے دیا گیا تھا۔ ان کیلئے پاکیزہ بیویاں ہیں اور وہ ان جنتوں میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

۲۔اہلِ جنت کا ایک دوسرے کو سلام

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۞ دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴾②

''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ان کا رب ان کو ان کے ایمان کے سبب ان کے مقصد تک پہنچا دے گا، نعمت کے باغوں میں جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی۔ ان کے منہ سے یہ بات نکلے گی: ''سبحان اللہ'' اور ان کا باہمی سلام یہ ہوگا: ''السلام علیکم'' اور ان کی اخیر بات یہ ہوگی: تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو سارے جہان کا رب ہے۔''

۳۔فرشتے بھی اہلِ جنت کو سلام کہیں گے اور خوشخبریاں سنائیں گے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّى إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ۞ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ﴾③

''اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کے گروہ کے گروہ جنت کی طرف روانہ کئے جائیں گے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آ جائیں گے اور دروازے کھول دیئے جائیں گے اور وہاں کے نگہبان ان سے کہیں گے: تم پر سلام ہو، تم خوشحال رہو، تم اس میں ہمیشہ کیلئے چلے جاؤ۔ یہ کہیں گے: اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے اپنا

① البقرۃ2:25 ② یونس10:9-10 ③ الزمر39:73-74

وعدہ پورا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث بنا دیا کہ جنت میں جہاں چاہیں ٹھہریں۔ سو عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا بدلہ ہے۔''

۴۔ جنت میں جنتیوں کے درمیان کوئی رنجش نہیں ہوگی

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنّٰتٍ وَّعُيُونٍ۝ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ آمِنِينَ۝وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ۝لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِينَ﴾ ①

''متقی (پرہیزگار) لوگ یقیناً باغوں اور چشموں میں ہونگے۔ (ان سے کہا جائے گا): سلامتی اور امن کے ساتھ اس میں داخل ہو جاؤ۔ ان کے دلوں میں جو کچھ رنجش وکینہ تھا ہم سب کچھ نکال دیں گے۔ وہ بھائی بھائی بنے ہوئے ایک دوسرے کے آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہونگے۔ نہ تو وہاں انھیں کوئی تکلیف چھو سکتی ہے اور نہ وہ وہاں سے کبھی نکالے جائیں گے۔''

۵۔ جنتیوں کو سونے اور موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا لباس ریشم کا ہوگا

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ﴾ ②

''ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ان جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جہاں انھیں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سچے موتی بھی۔ وہاں ان کا لباس خالص ریشم ہوگا۔''

اسی طرح اس کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ۝ فِي جَنّٰتٍ وَّعُيُونٍ۝ يَلْبَسُونَ مِنْ سُندُسٍ وَّإِسْتَبْرَقٍ مُّتَقَابِلِينَ﴾ ③

''بے شک اللہ سے ڈرنے والے امن اور چین کی جگہ میں ہونگے۔ باغوں اور چشموں میں۔ باریک اور دبیز ریشم کے لباس پہنے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہونگے۔''

۶۔ اہل جنت کیلئے میوے اور باحیا حوریں

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿هٰذَا ذِكْرٌ وَّإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَآبٍ۝ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ

① الحجر 15:45-48 ② الحج 22:23 ③ الدخان 44:51-55

الْأَبْوَابُ ۞ مُتَّكِئِينَ فِيهَا يَدْعُونَ فِيهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَشَرَابٍ ۞ وَعِندَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ أَتْرَابٌ ۞ هَٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ۞ إِنَّ هَٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهُ مِن نَّفَادٍ ﴾ ①

’’ یہ نصیحت ہے اور یقین مانو کہ پرہیز گاروں کی بڑی اچھی جگہ ہے ۔ یعنی ہمیشہ رہنے والی جنتیں جن کے دروازے ان کیلئے کھلے ہوئے ہیں ۔ جن میں بافراغت ، تکیے لگائے بیٹھے ہوئے ، طرح طرح کے میوے اور قسم قسم کی شرابوں کی فرمائشیں کریں گے ۔ اور ان کے پاس نیچی نظروں والی ہم عمر حوریں ہونگی ۔ یہ ہے جس کا وعدہ تم سے حساب کے دن کیلئے کیا جاتا تھا ۔ بے شک یہ ہمارا عطیہ ہے جس کا کبھی خاتمہ ہی نہیں ۔ ‘‘

اسی طرح اس کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ۞ حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا ۞ وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ۞ وَكَأْسًا دِهَاقًا ۞ لَّا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذَّابًا ۞ جَزَاءً مِّن رَّبِّكَ عَطَاءً حِسَابًا ﴾ ②

’’ یقینا پرہیز گار لوگوں کیلئے کامیابی ہے ۔ باغات ہیں اور انگور ہیں ۔ اور نوجوان کنواری ہم عمر عورتیں ہیں ۔ اور چھلکتے ہوئے جامِ شراب ہیں ۔ وہاں نہ تو وہ بے ہودہ باتیں سنیں گے اور نہ جھوٹی باتیں ۔ (ان کو) آپ کے رب کی طرف سے (ان کے نیک اعمال کا) یہ بدلہ ملے گا جو کافی انعام ہوگا ۔ ‘‘

۷۔ اہلِ جنت کے دلچسپ مشغلے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فَاكِهُونَ ۞ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلَالٍ عَلَى الْأَرَائِكِ مُتَّكِئُونَ ۞ لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَلَهُم مَّا يَدَّعُونَ ۞ سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ ﴾ ③

’’ جنتی لوگ آج کے دن اپنے (دلچسپ) مشغلوں میں ہشاش بشاش ہیں ۔ وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے ۔ ان کیلئے جنت میں ہر قسم کے میوے ہونگے اور اسی طرح جو کچھ وہ طلب کریں گے ۔ مہربان رب کی طرف سے انھیں سلام کہا جائے گا ۔ ‘‘

۸۔ جنت میں پانی ، دودھ ، شراب اور خالص شہد کی نہریں ہونگی

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَّثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى وَلَهُمْ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ ﴾ ④

---

① ص 38: 49-55 ② النبأ 78: 31-36 ③ یس 36: 55-58 ④ محمد 47: 15

''اس جنت کی صفت جس کا پرہیز گاروں سے وعدہ کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بدبو کرنے والا نہیں۔ اور دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ نہیں بدلا۔ اور شراب کی نہریں ہیں جن میں پینے والوں کیلئے بڑی لذت ہے۔ اور شہد کی نہریں ہیں جو بہت صاف ہے۔ اور ان کیلئے وہاں ہر قسم کے میوے ہیں اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے۔''

۹۔تخت، آبخورے، جامِ شراب، پسندیدہ میوے اور مختلف قسم کے پھل، پرندوں کا گوشت اور کنواری حوریں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ۞ أُوْلٰئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ۞ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ۞ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ ۞ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْآخِرِيْنَ۞ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ۞مُّتَّكِئِيْنَ عَلَيْهَا مُتَقَابِلِيْنَ۞ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ۞ بِأَكْوَابٍ وَّأَبَارِيْقَ وَكَأْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۞لَا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ۞وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ۞وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ۞وَحُوْرٌ عِيْنٌ۞ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ۞ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۞لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَأْثِيْمًا۞ إِلَّا قِيْلًا سَلَامًا سَلَامًا ۞ وَأَصْحَابُ الْيَمِيْنِ مَا أَصْحَابُ الْيَمِيْنِ ۞ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۞وَطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ۞ وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۞ وَمَاءٍ مَّسْكُوْبٍ ۞وَفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ۞ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ۞وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ۞إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَآءً ۞ فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا ۞ عُرُبًا أَتْرَابًا ۞ لِّأَصْحَابِ الْيَمِيْنِ ۞ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِيْنَ﴾[1]

''اور جو سبقت لے جانے والے ہیں وہ تو سبقت لے جانے والے ہی ہیں۔ وہ بالکل تقرب حاصل کئے ہوئے ہیں۔نعمتوں والی جنتوں میں ہیں۔ (بہت بڑا) گروہ تو اگلے لوگوں میں سے ہوگا اور تھوڑے سے پچھلے لوگوں میں سے۔ یہ لوگ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر، ایک دوسرے کے سامنے تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے۔ ان کے پاس ایسے (خدمت گار) لڑکے آمدو رفت کریں گے جو ہمیشہ (اسی طرح) رہیں گے۔ آبخورے اور جگ لے کر اور ایسا جام لیکر جو بہتی ہوئی شراب سے پُر ہو جس سے نہ سر میں درد ہو نہ عقل میں فتور آئے۔ اور ایسے میوے لئے ہوئے جو ان کی پسند کے ہوں۔ اور پرندوں کے گوشت جو انہیں مرغوب ہوں۔ اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں جو چھپے ہوئے موتیوں کی طرح ہیں۔ یہ صلہ ہے ان کے اعمال کا۔ وہ وہاں نہ بے

[1] الواقعۃ56: 11-40

ہودہ گفتگو سنیں گے اور نہ گناہ کی بات ۔ صرف سلام ہی سلام کی آواز ہو گی ۔ اور داہنے ہاتھ والے، کیا ہی اچھے ہیں داہنے ہاتھ والے ! وہ بغیر کانٹے کی بیریوں ، تہہ بہ تہہ کیلوں ، لمبے لمبے سایوں اور بہتے ہوئے پانیوں اور بکثرت پھلوں میں جو نہ ختم ہوں نہ روک لئے جائیں اور اونچے اونچے فرشوں میں ہو نگے ۔ ہم نے ان (کی بیویوں کو) خاص طور پر بنایا ہے ۔ اور ہم نے انھیں کنواریاں بنا دیا ہے ، محبت والی اور ہم عمر ہیں ۔ دائیں ہاتھ والوں کیلئے ہیں ۔ جم غفیر اگلوں میں سے اور بہت بڑی جماعت ہے پچھلوں میں سے ۔''

۱۰۔ نعمتیں ہی نعمتیں اور عظیم الشان سلطنت

اللہ تعالی کا فرمان ہے :﴿وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيرًا ۝ مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا ۝ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ۝ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِآنِيَةٍ مِنْ فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرَا ۝ قَوَارِيرَ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا ۝ وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا ۝ عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّى سَلْسَبِيلًا ۝ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُخَلَّدُونَ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَنْثُورًا ۝ وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا ۝ عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ وَحُلُّوا أَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ۝ إِنَّ هَذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَشْكُورًا﴾ ①

''اور انھیں ان کے صبر کے بدلے جنت اور ریشمی لباس عطا فرمائے ۔ یہ وہاں تختوں پر تکیے لگائے ہوئے بیٹھیں گے ۔ نہ وہاں آفتاب کی گرمی دیکھیں گے اور نہ جاڑے کی سختی ۔ ان جنتوں کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہو نگے ۔ اور ان کے (میوے اور) گچھے نیچے لٹکے ہوئے ہو نگے ۔ اور ان پر چاندی کے برتنوں اور ان جاموں کا دور کرایا جائے گا جو شیشے کے ہو نگے ۔ شیشے بھی چاندی کے جن کو (ساقی نے) اندازے سے ناپ رکھا ہو گا ۔ اور انھیں وہاں وہ جام پلائے جائیں گے جن کی آمیزش زنجبیل کی ہو گی ۔ جنت کی ایک نہر سے جس کا نام سلسبیل ہے اور ان کے اردگرد وہ کم سن بچے گھومتے پھرتے ہو نگے جو ہمیشہ رہنے والے ہیں ۔ جب تو انھیں دیکھے تو سمجھے کہ وہ بکھرے ہوئے سچے موتی ہیں ۔ تو وہاں جہاں کہیں بھی نظر ڈالے گا سراسر نعمتیں اور عظیم الشان سلطنت ہی دیکھے گا ۔ ان کے جسموں پر سبز باریک اور موٹے ریشمی کپڑے ہو نگے اور انھیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور انھیں ان کا رب پاک صاف شراب پلائے گا ۔ (کہا جائے گا) : یہ ہے تمھارے اعمال کا بدلہ اور تمھاری کوشش

① الإنسان 76: 12-22

کی قدر کی گئی۔"

محترم حضرات ! اب تک ہم نے جنتی آیاتِ قرآنیہ ذکر کی ہیں ان سب میں اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت کی تعریف کی ہے اور اہلِ جنت کے اوصاف بیان فرمائے ہیں ۔اور اِس بات کو واضح کردیا ہے کہ اُس نے جنت ایمان والوں ، نیک عمل کرنے والوں ، پرہیز گاروں اور اُس کی نافرمانی سے بچنے والوں کیلئے پیدا کی ہے ۔لہٰذا ہم سب کو اِن صفات کا حامل ہونا چاہئے ۔

(۲) جنت کے اوصاف احادیثِ نبویہ میں

(۱) جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والا شخص

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«آتِي بَابَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَسْتَفْتِحُ ، فَيَقُوْلُ الْخَازِنُ:مَنْ أَنْتَ؟ فَأَقُوْلُ: مُحَمَّد ، فَيَقُوْلُ : بِكَ أُمِرْتُ ، لَا أَفْتَحُ لِأَحَدٍ قَبْلَكَ»①

"میں قیامت کے روز جنت کے دروازے پر آؤں گا ۔ پھر میں دروازہ کھولنے کا مطالبہ کروں گا تو خازن پوچھے گا : آپ کون ہیں ؟ میں کہوں گا : میں محمد ہوں ۔ وہ کہے گا : مجھے آپ ہی کا حکم دیا گیا تھا کہ آپ سے پہلے کسی کیلئے جنت کا دروازہ نہ کھولوں ۔"

اسی طرح حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«وُلْدُ آدَمَ كُلُّهُمْ تَحْتَ لِوَائِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَأَنَا أَوَّلُ مَن يُّفْتَحُ لَهُ بَابُ الْجَنَّةِ»②

"قیامت کے دن آدم (علیہ السلام) کی تمام اولاد میرے جھنڈے تلے جمع ہوگی ۔ اور میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جس کیلئے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا ۔"

(۲) جنت میں داخل ہونے والے پہلے گروہ کی صفت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سب سے پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا ان کی شکلیں چودھویں رات کے چاند کی مانند ہونگی ۔ پھر ان

① صحیح مسلم :188 ② صحیح الجامع :6995

کے بعد داخل ہونے والے لوگوں کی صورتیں آسمان پر سب سے زیادہ چمکنے والے ستارے کی طرح ہونگی۔ انھیں پیشاب وپاخانہ کی ضرورت نہیں ہوگی اور وہ بلغم اور تھوک سے پاک ہونگے۔ ان کی کنگھیاں سونے کی ہونگی اور ان کے جسم سے نکلنے والے پسینے کی خوشبو کستوری جیسی ہوگی۔ ان کے اگردان عود کے ہوں گے۔ ان کی بیویاں موٹی موٹی آنکھوں والی حوریں ہونگی۔ ان سب کے اخلاق ایک جیسے ہونگے اور وہ سب کے سب اپنے باپ آدم (علیہ السلام) کی صورت پر ہونگے اور ان کا قد ساٹھ ہاتھ لمبا ہوگا۔''[۱]

(۳) جنت کے دروازے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص نے اللہ کے راستے میں (ہر خیر کے کام میں) ایک کی بجائے جوڑے کو خرچ کیا اسے جنت کے دروازوں سے پکارا جائے گا: اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ بہتر ہے۔ چنانچہ جو اہلِ نماز میں سے تھا اسے نماز کے دروازے سے پکارا جائے گا۔ جو اہلِ جہاد میں سے تھا اسے جہاد کے دروازے سے پکارا جائے گا۔ جو روزہ داروں میں سے تھا اسے روزوں کے دروازے سے پکارا جائے گا۔ اور جو اہلِ صدقہ میں سے تھا اسے صدقہ کے دروازے سے پکارا جائے گا۔''

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، جس شخص کو ان تمام دروازوں سے پکارا جائے گا اسے تو کسی چیز کی ضرورت نہ ہوگی، تو کیا کوئی ایسا شخص بھی ہوگا جسے ان تمام دروازوں سے پکارا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں اور مجھے امید ہے کہ تم بھی انہی لوگوں میں شامل ہو گے۔''[۲]

(۴) جنت کے درجات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهِ، وَأَقَامَ الصَّلَاةَ ، وَصَامَ رَمَضَانَ، كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُّدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، جَاهَدَ(وفی رواية:هَاجَرَ)فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَوْ جَلَسَ فِيْ أَرْضِهِ الَّتِيْ وُلِدَ فِيْهَا»

---

① صحيح البخاري:3327، صحيح مسلم :2834

② صحيح البخاري:1897، صحيح مسلم :1027

''جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا، نماز قائم کی، رمضان کے روزے رکھے تو اس کا اللہ پر حق ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے، چاہے اس نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا (ایک روایت میں ہے چاہے اس نے ہجرت کی) یا اس سرزمین پر مقیم رہا جہاں وہ پیدا ہوا۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! تو کیا ہم لوگوں کو اس کی بشارت نہ سنا دیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ، أَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْأَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَأَعْلَى الْجَنَّةِ - أُرَاهُ قَالَ: وَفَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ، وَمِنْهُ تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ»

''جنت میں ایک سو درجے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں جہاد کرنے والوں کیلئے تیار کیا ہے۔ اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ لہٰذا جب تم اللہ سے سوال کرو تو اس سے فردوسِ اعلیٰ کا سوال کیا کرو کیونکہ وہ جنت کا سب سے اوپر والا درجہ ہے۔ اس کے اوپر اللہ کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔''①

(۵) جنت والے ہمیشہ جواں رہیں گے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ جُرْدًا مُرْدًا مُكَحَّلِيْنَ، أَبْنَاءَ ثَلَاثِيْنَ أَوْ ثَلَاثٍ وَثَلَاثِيْنَ سَنَةً»②

''جنت والے جنت میں اس حالت میں داخل ہونگے کہ ان کے جسموں پر بال نہیں ہونگے، بے ریش ہونگے، سرگیں آنکھوں والے ہونگے اور ان کی عمر تیس یا تینتیس سال ہوگی۔''

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يَنْعَمُ وَلَا يَبْأَسُ، لَا تَبْلَى ثِيَابُهُ، وَلَا يَفْنَى شَبَابُهُ»③

''جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ خوشحال رہے گا اور کبھی کوئی دکھ نہیں دیکھے گا۔ اس کا لباس کبھی پرانا نہیں ہوگا اور اس کی جوانی کبھی ختم نہیں ہوگی۔''

---

① صحيح البخاري، الجهاد باب درجات المجاهدين في سبيل الله :2790و7423

② سنن الترمذي:2545۔وحسنه الألباني

③ صحيح مسلم:2836

(۶) اہلِ جنت کی بیویاں

جنت میں اللہ تعالیٰ جنتیوں کو پاکیزہ بیویاں عطا کرے گا۔ وہ کون ہونگی اور ان کے اوصاف کیا ہونگے ؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ فِيهِنَّ قٰصِرَاتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ۞ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۞ كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ ﴾ ①

''وہاں نیچی نگاہ والی (شرمیلی) حوریں ہونگی جنہیں ان سے پہلے کسی انسان اور جن نے ہاتھ تک نہیں لگایا ہوگا۔ پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ وہ حوریں ایسی ہونگی جیسے ہیرے اور مرجان۔''

اور رسول اللہ ﷺ ان کے حسن وجمال کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

«لِكُلِّ امْرِئٍ زَوْجَتَانِ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ ، يُرٰى مُخُّ سُوْقِهِنَّ مِنْ وَّرَاءِ الْعَظْمِ وَاللَّحْمِ» ②

''ہر آدمی کی' موٹی موٹی آنکھوں والی حوروں میں سے دو بیویاں ہونگی۔ ان کی پنڈلیوں کا گودا گوشت اور ہڈی کے باہر سے نظر آرہا ہوگا۔''

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَرَوْحَةٌ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ أَوْ غَدْوَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا ، وَلَقَابَ قَوْسِ أَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ أَوْ مَوْضِعُ قَيْدٍ - يَعْنِي سَوْطَهُ - خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا ، وَلَوْ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ اِطَّلَعَتْ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ لَأَضَاءَتْ مَا بَيْنَهُمَا وَلَمَلَأَتْهُ رِيْحًا ، وَلَنَصِيْفُهَا عَلٰى رَأْسِهَا خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا» ③

''اللہ کے راستے میں ایک مرتبہ شام کے وقت یا صبح کے وقت نکلنا دنیا اور اس میں جو کچھ ہے سب سے بہتر ہے۔ اور جنت کا ایک کمان کے برابر (یا ایک ہاتھ کے برابر) یا ایک کوڑے کے برابر حصہ پوری دنیا اور اس میں جو کچھ ہے سب سے بہتر ہے۔ اور اگر اہلِ جنت کی ایک عورت اہلِ زمین پر جھانک لے تو وہ زمین وآسمان کے درمیان پورے خلا کو روشنی اور خوشبو سے بھر دے۔ اور اس کے سر کا دوپٹہ پوری دنیا اور اس میں جو کچھ ہے سب سے بہتر ہے۔''

---

① الرحمن55:56-58

② صحیح البخاری:3254، صحیح مسلم:2834

③ صحیح البخاری:2796

جبکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يُعْطَى الْمُؤْمِنُ فِي الْجَنَّةِ قُوَّةَ كَذَا وَكَذَا مِنَ الْجِمَاعِ ، قِيلَ:يَا رَسُولَ اللّٰهِ !أَوَ يُطِيقُ ذٰلِكَ ؟قَالَ: يُعْطَىٰ قُوَّةَ مِئَةٍ »①

''جنت میں مومن کو بہت زیادہ قوتِ جماع دی جائے گی۔ کسی نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ! کیا وہ اس کی طاقت رکھے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے ایک سو افراد کی طاقت دی جائے گی۔''

(۷) اہلِ جنت کا کھانا پینا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ يَأْكُلُونَ فِيهَا وَيَشْرَبُونَ ، وَلَا يَتْفُلُونَ ، وَلَا يَبُولُونَ وَلَا يَتَغَوَّطُونَ وَلَا يَمْتَخِطُونَ) قَالُوا : فَمَا بَالُ الطَّعَامِ ؟ قَالَ:(جُشَاءٌ وَرَشْحٌ كَرَشْحِ الْمِسْكِ ، يُلْهَمُونَ التَّسْبِيحَ وَالتَّحْمِيدَ كَمَا تُلْهَمُونَ النَّفَسَ »②

''بے شک اہلِ جنت جنت میں کھائیں پئیں گے اور نہ تھوکیں گے اور نہ بول وبراز کریں گے۔ اور بلغم سے پاک ہونگے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: ان کا کھانا کہاں جائے گا ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کا کھانا محض ایک ڈکار ہوگا اور پسینہ ہوگا جس سے کستوری کی خوشبو آئے گی ۔ انہیں تسبیح وتحمید کا الہام کیا جائے گا جیسا کہ تمھیں سانس کا الہام کیا جاتا ہے۔''

(۸) جنت کے برتن

حضرت ابوموسی الأشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«جَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا ، وَجَنَّتَانِ مِنْ ذَهَبٍ آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا ، وَمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ أَنْ يَنْظُرُوا إِلَى رَبِّهِمْ إِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِ عَلَى وَجْهِهِ فِي جَنَّةِ عَدْنٍ »③

''دو باغ ایسے ہونگے جن میں برتن اور دیگر ہر چیز چاندی کی ہوگی ۔ اور دو باغ ایسے ہوں گے جن میں برتن اور دیگر ہر چیز سونے کی ہوگی اور ہمیشہ رہنے والی جنت میں جنتیوں اور دیدارِ باری تعالی کے درمیان محض کبریائی کی ایک چادر حائل ہوگی جو اللہ تعالی کے چہرے پر ہوگی۔''

① صحيح الجامع:8106 ② صحيح مسلم :2835

③ صحيح البخاري: 4878و4880و7444، صحيح مسلم:180

(۹) جنت کے بالا خانے

جنت میں عالیشان بالا خانے ہونگے ۔ وہ کیسے ہونگے اور کن لوگوں کیلئے ہونگے ؟

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّن فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَعْدَ اللَّهِ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ الْمِيعَادَ﴾ ①

’’ہاں وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کیلئے بالا خانے ہیں جن کے اوپر بھی بنے بنائے بالا خانے ہیں اور ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا ۔‘‘

اسی طرح حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’بے شک اہلِ جنت اپنے اوپر بالا خانے والوں کو یوں دیکھیں گے جیسا کہ تم مشرق یا مغرب کے افق پر چمکتے اور غروب ہوتے ہوئے ستارے کو دیکھتے ہو ۔ یہ اس لئے ہوگا کہ ان کے درجات میں تفاضل ہوگا ۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ! وہ یقیناً انبیاء کے گھر ہونگے جہاں کوئی اور نہیں پہنچ سکے گا ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«بَلٰى وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ ، رِجَالٌ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَصَدَّقُوْا الْمُرْسَلِيْنَ »

’’کیوں نہیں ، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ! وہ گھر ان لوگوں کے ہونگے جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی ۔‘‘ ②

اور حضرت ابو مالک الأشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ فِيْ الْجَنَّةِ غُرَفًا يُرٰى ظَاهِرُهَا مِنْ بَاطِنِهَا ، وَبَاطِنُهَا مِنْ ظَاهِرِهَا ، أَعَدَّهَا اللّٰهُ تَعَالٰى لِمَنْ أَطْعَمَ الطَّعَامَ ، وَأَلَانَ الْكَلَامَ ، وَتَابَعَ الصِّيَامَ ، وَصَلّٰى بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ» ③

’’بے شک جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا بیرونی منظر اندر سے اور اندرونی منظر باہر سے دیکھا جا سکتا ہے ۔ انھیں اللہ تعالیٰ نے اس شخص کیلئے تیار کیا ہے جو کھانا کھلاتا ہو ، بات نرمی سے کرتا ہو ، مسلسل روزے رکھتا ہو اور رات کو اس وقت نماز پڑھتا ہو جب لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں ۔‘‘

---

① الزمر 39:20

② صحیح البخاری:3256 ، صحیح مسلم:2831

③ رواه احمد وابن حبان ۔ صحیح الجامع للألبانی :2123

(۱۰) جنت کے خیمے

حضرت ابوموسی الأشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ لِلْمُؤْمِنِ فِي الْجَنَّةِ لَخَيْمَةً مِنْ لُؤْلُؤَةٍ وَاحِدَةٍ مُجَوَّفَةٍ، طُوْلُهَا سِتُّوْنَ مِيْلًا، لِلْمُؤْمِنِ فِيْهَا أَهْلُوْنَ، يَطُوْفُ عَلَيْهِمِ الْمُؤْمِنُ، فَلَا يَرَى بَعْضُهُمْ بَعْضًا»

''بے شک مومن کیلئے جنت میں ایک خیمہ ہوگا جو اندر سے تراشے ہوئے ایک موتی سے بنا ہوگا، اس کی لمبائی ساٹھ میل ہوگی، اس میں مومن کی بیویاں ہونگی، وہ ان کے پاس باری باری جائے گا۔ اور وہ ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکیں گی۔''[۱]

(۱۱) جنت کے درخت

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةً، يَسِيْرُ الرَّاكِبُ الْجَوَادُ الْمُضَمَّرُ السَّرِيْعُ مِائَةَ عَامٍ مَا يَقْطَعُهَا»[۲]

''بے شک جنت میں ایک درخت ایسا ہے جس کے سائے میں ایک عمدہ، تیز رفتار گھوڑا ایک سو سال تک دوڑتا رہے تو اسے طے نہ کر سکے۔''

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةٌ إِلَّا وَسَاقُهَا مِنْ ذَهَبٍ»[۳] ''جنت میں ہر درخت کا تنا سونے کا ہوگا۔''

محترم حضرات! آپ بھی اگر چاہیں تو جنت میں اپنے لئے زیادہ سے زیادہ درخت اور پودے لگا سکتے ہیں۔ اس کا طریقہ کیا ہے؟ لیجئے ایک حدیث سماعت فرمائیے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَقِيْتُ إِبْرَاهِيْمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِيْ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! أَقْرِئْ أُمَّتَكَ مِنِّي السَّلَامَ، وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ، عَذْبَةُ الْمَاءِ، وَأَنَّهَا قِيْعَانٌ، غِرَاسُهَا: سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ»[۴]

---

[۱] صحیح مسلم:2838
[۲] صحیح مسلم:2828
[۳] سنن الترمذی:2525۔ صحیح الجامع للألبانی:5647
[۴] سنن الترمذی:3462۔ السلسلة الصحیحة:105

’’میں معراج کی رات حضرت ابراہیم (علیہ السلام) سے ملا تو انہوں نے کہا: اے محمد (ﷺ) اپنی امت کو میری طرف سے سلام کہنا اور انہیں بتانا کہ جنت کی مٹی بہت اچھی ہے، اس کا پانی میٹھا ہے اور وہ ایک خالی میدان کی شکل میں ہے۔اور(سُبْحَانَ اللّٰهِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ) کے ذکر کے ساتھ اس میں شجر کاری کی جا سکتی ہے۔‘‘

اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ قَالَ:سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ، غُرِسَتْ لَهُ بِهَا نَخْلَةٌ فِي الْجَنَّةِ»①

’’جو شخص (سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ) کہے اس کیلئے جنت میں کھجور کا ایک درخت لگا دیا جاتا ہے۔‘‘

(۱۲) جنت کا بازار

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَسُوْقًا يَأْتُوْنَهَا كُلَّ جُمُعَةٍ ، فَتَهُبُّ رِيْحُ الشِّمَالِ فَتَحْثُوْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ وَثِيَابِهِمْ، فَيَزْدَادُوْنَ حُسْنًا وَجَمَالًا ،فَيَرْجِعُوْنَ إِلٰى أَهْلِيْهِمْ وَقَدِ ازْدَادُوْا حُسْنًا وَجَمَالًا ، فَيَقُوْلُ لَهُمْ أَهْلُوْهُمْ:وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَدْتُّمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَّجَمَالًا ، فَيَقُوْلُوْنَ : وَأَنْتُمْ وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَدْتُّمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَّجَمَالًا »

’’جنت میں ایک بازار ہوگا جہاں وہ (یعنی اہل جنت) ہر ہفتے آئیں گے۔شمال کی جانب سے ایک ہوا چلے گی جو ان کے کپڑوں اور چہروں پر مٹی ڈالے گی۔ (یاد رہے کہ جنت کی مٹی کستوری ہوگی) اس سے ان کے حسن وجمال میں اور اضافہ ہو جائے گا۔ وہ اپنی بیویوں کے پاس لوٹیں گے جبکہ ان کے حسن وجمال میں اضافہ ہو چکا ہوگا تو وہ ان سے کہیں گی: اللہ کی قسم! آپ یہاں سے جانے کے بعد اور حسین وجمیل ہو گئے ہیں۔تو وہ کہیں گے: اور تم بھی اللہ کی قسم! ہمارے جانے کے بعد اور خوبصورت ہو گئی ہو۔‘‘②

① سنن الترمذی، ابن حبان، الحاکم ۔ صحیح الجامع للألبانی:6429

② صحیح مسلم ۔کتاب الجنة باب فی سوق الجنة :2833

(۱۳) جنت کے محلات

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے سونے کا ایک محل دیکھا۔ میں نے پوچھا: یہ کس کا ہے؟ انھوں نے کہا: یہ قریش کے ایک شخص کا ہے۔ تو میں نے گمان کیا کہ شاید وہ میں ہوں اس لئے میں نے پوچھا: وہ کون ہے؟ انھوں نے کہا: عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ اے ابن الخطاب! مجھے اس میں داخل ہونے سے کوئی چیز مانع نہیں تھی سوائے اس کے کہ میں تمھاری غیرت کو جانتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا میں آپ پر غیرت کروں گا؟''[①]

(۱۴) جنت کی نہریں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے ایک نہر دیکھی جس کے دونوں کناروں پر موتیوں کے خیمے لگے ہوئے تھے۔ میں نے اپنے دونوں ہاتھ اس میں چلتے ہوئے پانی کے اندر مارے تو مجھے کستوری کی بہت اچھی خوشبو محسوس ہوئی۔ میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: یہ وہ کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہے۔''[②]

(۱۵) جنت میں سب سے بڑا اکرام ...اللہ تعالیٰ کا دیدار

حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب جنت والے جنت میں اور جہنم والے جہنم میں چلے جائیں گے تو اعلان کرنے والا اعلان کرے گا: اے اہل جنت! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے ایک وعدہ کیا تھا جسے وہ اب پورا کرنا چاہتا ہے۔ وہ کہیں گے: وہ کیا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے ہمارے ترازو بھاری نہیں کیے؟ اور کیا اس نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا؟ اور کیا اس نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کر دیا؟ اور کیا اس نے ہمیں جہنم سے نجات نہیں دے دی؟ (یعنی ان نعمتوں کے بعد اب اور کونسا وعدہ باقی رہ گیا ہے؟) پھر اچانک پردہ ہٹایا جائے گا۔ چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھیں

---

① صحیح البخاری:5226و7024، صحیح مسلم:2394

② صحیح البخاری:6581

گے۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے انھیں کوئی ایسی چیز نہیں دی ہوگی جو انھیں اس کے دیدار سے زیادہ محبوب ہوگی اور جس سے ان کی آنکھوں کو زیادہ ٹھنڈک نصیب ہوگی۔'' (یعنی جنت میں دیدارِ الٰہی انھیں جنت کی دیگر تمام نعمتوں کی نسبت زیادہ محبوب ہوگا اور اس سے ان کی آنکھوں کو سب سے زیادہ ٹھنڈک نصیب ہوگی۔)[1]

(۱۶) سب سے اونچے درجے والا اور سب سے نچلے درجے والا جنتی

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ جنت میں سب سے نچلے درجے والا جنتی کیسا ہوگا؟ تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: وہ وہ آدمی ہوگا جو جنت والوں کے جنت میں چلے جانے کے بعد آئے گا۔ اس سے کہا جائے گا: جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! میں کیسے جاؤں جبکہ تمام لوگوں نے اپنے اپنے گھر سنبھال لئے ہیں اور سب نے اپنا اپنا انعام وصول کرلیا ہے! اسے کہا جائے گا: کیا تجھے یہ پسند ہے کہ دنیا کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کی پوری مملکت جیسی مملکت تجھے عطا کردی جائے؟ وہ کہے گا: اے رب! میں راضی ہوں۔ اللہ تعالیٰ کہے گا: میں نے تجھے اس کی مملکت جیسی ایک مملکت، اس جیسی ایک اور، اس جیسی ایک اور، اس جیسی ایک اور، اس جیسی ایک اور مملکت عطا کردی ہے۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! میں راضی ہوں۔ پھر اللہ کہے گا:

«هٰذَا لَكَ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهِ ، وَلَكَ مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ ، وَلَذَّتْ عَيْنُكَ»

''یہ بھی تیرے لئے ہے اور میں تجھے اس جیسی دس مملکتیں اور عطا کرتا ہوں۔ اور تیرے لئے ہر وہ چیز ہے جس کی تو تمنا کرے گا اور جس سے تیری آنکھوں کو لذت ملے گی۔''

وہ کہے گا: اے میرے رب! میں راضی ہوگیا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! (یہ تو ہوا نچلے درجے والا جنتی) تو جنت میں سب سے اونچے درجے والے جنتی کیسے ہونگے؟ اللہ تعالیٰ نے کہا:

(أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ أَرَدْتُّ غَرَسْتُ كَرَامَتَهُمْ بِيَدِيْ وَخَتَمْتُ عَلَيْهَا ، فَلَمْ تَرَ عَيْنٌ، وَلَمْ تَسْمَعْ أُذُنٌ، وَلَمْ يَخْطُرْ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ)[2]

''یہ وہ لوگ ہیں جنھیں میں نے چن لیا ہے اور میں نے ان کی عزت اپنے ہاتھ سے گاڑھ دی ہے اور اس پر

---

[1] احمد وابن ماجه ـ صحیح الجامع :521

[2] مسلم-كتاب الايمان باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها :189

مہر لگا دی ہے (یعنی اب اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔) اور ان کیلئے وہ کچھ تیار کیا ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ اس کے بارے میں کسی کان نے کچھ سنا ہے اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں اس کا تصور آ سکتا ہے۔''

(۱۷) انچاس لاکھ افراد اور ان کے علاوہ مزید بے تحاشا لوگ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھ پر (سابقہ) امتیں پیش کی گئیں۔ چنانچہ میں نے ایک نبی کو دیکھا کہ اس کے ساتھ محض چند افراد (دس سے کم) ہیں۔ ایک نبی کے ساتھ صرف ایک دو آدمی ہیں۔ اور ایک نبی کے ساتھ کوئی بھی نہیں ہے۔ پھر اچانک مجھے ایک بہت بڑی جماعت دکھلائی گئی۔ میں نے گمان کیا کہ شاید یہی میری امت ہے۔ تو مجھے بتلایا گیا کہ یہ موسی علیہ السلام اور ان کی قوم ہے۔ آپ ذرا اس افق کی جانب دیکھئے۔ میں نے دیکھا تو ایک سوادِ عظیم (لوگوں کا بہت بڑا گروہ) نظر آیا۔ پھر مجھے کہا گیا کہ اب آپ دوسرے افق کی جانب دیکھیں۔ میں نے دیکھا تو ایک اور سوادِ عظیم نظر آیا۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور ان میں ستر ہزار افراد ایسے ہیں جو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہونگے۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اپنے گھر میں چلے گئے۔ تو لوگ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) ان ستر ہزار افراد کے متعلق غور وخوض کرنے لگے جو بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہونگے۔ چنانچہ ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ شاید وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہونگے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ نہیں، ان سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی ولادت اسلام کی حالت میں ہوئی اور انھوں نے کبھی شرک نہیں کیا۔ کچھ لوگوں نے کچھ اور آراء بھی ظاہر کیں۔ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم کس چیز کے بارے میں غور کر رہے ہو؟ تو لوگوں نے آپ کو بتایا کہ وہ یہ سوچ رہے تھے کہ وہ ستر ہزار افراد کون ہونگے جو بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَرْقُوْنَ ، وَلَا يَسْتَرْقُوْنَ ، وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ ، وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ»

''یہ وہ لوگ ہونگے جو نہ دم کرتے تھے اور نہ دم کرواتے تھے۔ اور نہ وہ بدشگونی لیتے تھے۔ اور وہ صرف اپنے رب تعالیٰ پر ہی توکل کرتے تھے۔''

یہ سن کر حضرت عکاشۃ بن محصن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے بھی ان میں شامل کردے ۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم انہی میں سے ہو۔ پھر ایک اور آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا: میرے لئے بھی دعا کریں کہ وہ مجھے بھی ان میں شامل کردے ۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:(سَبَقَكَ بِهَا عُكَاشَةُ)
''عکاشۃ رضی اللہ عنہ تم سے سبقت لے گئے ہیں ۔''①

ایک روایت میں ہے جس کے راوی حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ہیں کہ آپ ﷺ نے ان ستر ہزار افراد کی صفات یوں بیان فرمائیں:

«هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَسْتَرْقُوْنَ، وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ، وَلَا يَكْتَوُوْنَ، وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ»②

''وہ دم نہیں کرواتے ،شگون نہیں لیتے ،آگ سے اپنا جسم نہیں داغتے اور صرف اپنے رب تعالیٰ پر ہی توکل کرتے ہیں ۔''

جبکہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا:

«وَعَدَنِيْ رَبِّيْ أَنْ يُدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِيْ سَبْعِيْنَ أَلْفًا لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ وَلَا عَذَابَ، مَعَ كُلِّ أَلْفٍ سَبْعُوْنَ أَلْفًا، وَثَلَاثُ حَثَيَاتٍ مِنْ حَثَيَاتِ رَبِّيْ»

''میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ میری امت سے ستر ہزار افراد کو جنت میں داخل کرے گا جن پر نہ حساب ہوگا اور نہ عذاب ۔ ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار افراد اور ہونگے اور اس کے علاوہ تین چُلّو میرے رب کی چلووں میں سے ۔''③

(۱۸) آدھے اہلِ جنت اِس امت میں سے ہونگے

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ ؟»

''کیا تمھیں یہ بات پسند نہیں ہے کہ تم اہل جنت کا چوتھا حصہ ہوگے؟''

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نے (خوشی کے مارے) اللہ اکبر کہا۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:«أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ ؟»

---

① صحیح البخاری:3410و5705و5752، صحیح مسلم:220 ② صحیح مسلم:218

③ احمد والترمذی وابن ماجه ۔ وصححه الألبانی فی تخریج المشکاة :5556

''کیا تمھیں یہ بات پسند نہیں ہے کہ تم اہل جنت کا تیسرا حصہ ہو گے؟''

حضرت عبداللہ کہتے ہیں: ہم نے (خوشی کے مارے) پھر اللہ اکبر کہا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: «إِنِّیْ لَأَرْجُوْ أَنْ تَکُوْنُوْا شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ»

''میں اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ تم اہلِ جنت کا آدھا حصہ ہو گے۔''

میں تمھیں عنقریب اس کے بارے میں خبر دوں گا، مسلمان کافروں کے مقابلے میں ایسے ہونگے جیسے ایک سیاہ رنگ کے بیل پر ایک سفید رنگ کا بال ہو۔ یا (آپ نے فرمایا:) جیسے سفید رنگ کے بیل پر ایک سیاہ رنگ کا بال ہو۔''[1]

(۱۹) جنت میں داخل ہونے والا سب سے آخری شخص

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جنت میں داخل ہونے والا سب سے آخری شخص وہ ہوگا جو اس حالت میں آئے گا کہ کبھی چلے گا اور کبھی گر پڑے گا۔ کبھی آگ اسے تھپیڑے مارے گی اور جب وہ اسے (آگ کو) عبور کر جائے گا تو پیچھے مڑ کر دیکھے گا اور کہے گا: بابرکت ہے وہ ذات جس نے مجھے تجھ سے نجات دے دی ہے۔ یقیناً اللہ نے مجھے وہ چیز عطا کر دی ہے جو اس نے پہلوں اور پچھلوں میں سے کسی کو عطا نہیں کی۔ پھر ایک درخت اس کے سامنے بلند کیا جائے گا تو وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے اس درخت کے قریب کر دے تاکہ میں اس کے سائے میں چلا جاؤں اور اس کے (قریب بہتے ہوئے) پانی سے پیاس بجھا سکوں۔

اللہ تعالیٰ کہے گا: اے ابنِ آدم! اگر میں تیرا یہ سوال پورا کر دوں تو شاید تو پھر کوئی اور سوال بھی کرے گا؟ وہ کہے گا: نہیں اے میرے رب۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرے گا کہ وہ کوئی اور سوال نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ بھی اسے معذور سمجھے گا کیونکہ وہ ایک ایسی چیز کو دیکھ رہا ہوگا جس سے صبر کرنا اس کے بس میں نہیں ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اسے اس درخت کے قریب کر دے گا۔ تو وہ اس کے سائے میں چلا جائے گا اور اس کے پانی سے پیاس بجھائے گا۔

پھر ایک اور درخت اس کے سامنے بلند کیا جائے گا جو پہلے درخت سے زیادہ اچھا ہوگا۔ وہ کہے گا: اے

---

[1] صحیح البخاری: 6528، صحیح مسلم۔کتاب الإیمان باب کون هذه الأمة نصف أهل الجنة: 221۔واللفظ لمسلم

میرے رب! مجھے اس درخت کے قریب کردے تاکہ میں اس کے سائے میں چلا جاؤں اور اسکے (قریب بہتا ہوا) پانی پی سکوں، اس کے بعد تجھ سے کوئی اور سوال نہیں کروں گا۔

اللہ تعالیٰ کہے گا: اے ابنِ آدم! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ تو کوئی اور سوال نہیں کرے گا؟ پھر کہے گا: اگر میں تیرا یہ سوال بھی پورا کردوں تو شاید تو پھر کوئی اور سوال بھی کرے گا؟ وہ اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرے گا کہ وہ کوئی اور سوال نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ بھی اسے معذور سمجھے گا کیونکہ وہ ایک ایسی چیز کو دیکھ رہا ہوگا جس سے صبر کرنا اس کے بس میں نہیں ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اسے اس درخت کے قریب کردے گا۔ تو وہ اس کے سائے میں چلا جائے گا اور اس کے پانی سے پیئے گا۔

پھر ایک اور درخت جنت کے دروازے کے قریب اس کے سامنے بلند کیا جائے گا جو پہلے دونوں درختوں سے زیادہ اچھا ہوگا۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے اس درخت کے قریب کردے تاکہ میں اس کے سائے میں چلا جاؤں اور اس کے (قریب بہتا ہوا) پانی پی سکوں، اس کے بعد تجھ سے کوئی اور سوال نہیں کروں گا۔

اللہ تعالیٰ کہے گا: اے ابنِ آدم! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ تو کوئی اور سوال نہیں کرے گا؟ وہ کہے گا: کیوں نہیں اے میرے رب! بس یہی سوال پورا کردیں، اس کے بعد کوئی اور سوال نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ بھی اسے معذور سمجھے گا کیونکہ وہ ایک ایسی چیز کو دیکھ رہا ہوگا جس سے صبر کرنا اس کے بس میں نہیں ہوگا۔ چنانچہ وہ اسے اس درخت کے قریب کردے گا اور وہ اس کے قریب پہنچ کر اہلِ جنت کی آوازیں سنے گا۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے اس میں داخل کردے۔

اللہ تعالیٰ کہے گا: اے ابنِ آدم! کونسی چیز تجھے راضی کرے گی اور تیرے اور میرے درمیان سوالات کا سلسلہ کب منقطع ہوگا؟ کیا تو اس بات پر راضی ہو جائے گا کہ میں تجھے دنیا اور اس جیسی ایک اور دنیا دے دوں؟ وہ کہے گا: اے میرے رب! کیا آپ مجھ سے مذاق کرتے ہیں جبکہ آپ تو رب العالمین ہیں!

یہاں تک حدیث بیان کرکے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہنس پڑے۔ پھر کہنے لگے: کیا تم مجھ سے پوچھتے نہیں کہ میں کیوں ہنس رہا ہوں؟ لوگوں نے پوچھا: آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ تو انھوں نے کہا: میں اس لئے ہنس رہا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ حدیث یہاں تک بیان کرکے ہنس پڑے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان سے پوچھا کہ آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس لئے ہنس رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ بھی اس آدمی کی یہ بات سن کر ہنس پڑیں گے کہ کیا تو مجھ سے مذاق کرتا ہے حالانکہ تو تو رب العالمین ہے! پھر اللہ تعالیٰ کہے گا: میں

تجھ سے ہرگز مذاق نہیں کر رہا بلکہ میں جو چاہوں (کر سکتا ہوں) اور میں ہر چیز پر قادر ہوں۔''[1]

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں اس شخص کے بارے میں یقیناً جانتا ہوں جو سب سے آخر میں جہنم کی آگ سے نکلے گا اور سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا۔ یہ وہ شخص ہوگا جو ہاتھوں اور گھٹنوں (ایک روایت میں ہے کہ اپنی دبر) کے بل چلتا ہوا جہنم سے نکلے گا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ آئے گا اور اس کے دل میں یہ خیال ڈالا جائے گا کہ جنت تو پر ہو چکی ہے، اس لئے وہ واپس لوٹے گا اور کہے گا: اے میرے رب! میں نے جنت کو بھرا ہوا پایا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ دوبارہ آئے گا اور اس کے دل میں پھر یہ خیال ڈالا جائے گا کہ جنت تو پر ہو چکی ہے، اس لئے وہ پھر واپس لوٹے گا اور کہے گا: اے میرے رب! میں نے جنت کو بھرا ہوا پایا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ، میں نے تمھیں پوری دنیا کے برابر اور اس جیسی دس گنا زیادہ وسعت عطا کی۔ (دوسری روایت میں ہے: میں نے تمھیں دنیا سے دس گنا زیادہ وسعت عطا کی) وہ شخص کہے گا: اے اللہ! کیا آپ مجھ سے مذاق کرتے ہیں حالانکہ آپ تو بادشاہ ہیں؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ یہ حدیث بیان فرما کر اتنے ہنسے کہ آپ کے دندانِ مبارک نظر آنے لگے۔ کہا جاتا تھا کہ یہ شخص اہلِ جنت میں سب سے نچلے درجے والا ہوگا۔''[2]

(٢٠) جنت کی نعمتوں کا تصور کرنا بھی ناممکن ہے

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: أَعْدَدْتُّ لِعِبَادِي الصَّالِحِيْنَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ ، وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ»[3]

---

① صحیح مسلم۔کتاب الإیمان باب آخر أهل النار خروجا :187

② صحیح البخاري:6571و7511، صحیح مسلم، کتاب الإیمان باب آخر أهل النار خروجا :186

③ صحیح البخاري:3244، صحیح مسلم :2823

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کیلئے ایسی نعمتیں تیار کی ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے ان کے بارے میں کچھ سنا ہے اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں ان کے متعلق کوئی تصور پیدا ہوا ہے۔''

(۲۱) جنت میں موت نہیں آئے گی

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يُنَادِيْ مُنَادٍ:إِنَّ لَكُمْ أَنْ تَحْيَوْا فَلَا تَمُوْتُوْا أَبَدًا، وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَصِحُّوْا فَلَا تَسْقَمُوْا أَبَدًا، وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَشِبُّوْا فَلَا تَهْرَمُوْا أَبَدًا، وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَنْعَمُوْا فَلَا تَبْأَسُوْا أَبَدًا»①

''جب جنت والے جنت میں چلے جائیں گے تو ایک اعلان کرنے والا پکار کر کہے گا: تمھیں یہ حق حاصل ہے کہ تم زندہ رہو گے، تم پر موت کبھی نہیں آئے گی۔ اور یہ بھی کہ تم تندرست رہو گے، کبھی بیمار نہیں ہو گے۔ اسی طرح تم جوان رہو گے، کبھی بوڑھے نہیں ہو گے۔ نیز تم خوشحال رہو گے، کبھی بد حال نہیں ہو گے۔''

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو جنت کے وارثوں میں سے بنائے۔ آمین

دوسرا خطبہ

عزیزان گرامی! جنت کے اوصاف معلوم کرنے کے بعد اب سوال یہ ہے کہ اس قدر عظیم الشان جنت اور اس کی نعمتوں تک پہنچانے والا راستہ کون سا ہے؟ اور ہم کیسے وہاں تک پہنچ سکتے ہیں؟ اور وہ کون خوش نصیب ہیں جو اس جنت میں داخل ہونگے؟ (اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنت الفردوس کے وارثوں میں سے بنائے۔) آیئے وہ راستہ معلوم کریں کہ جس پر چلتے ہوئے ہم ان شاء اللہ تعالیٰ ایک دن ضرور اس جنت میں پہنچ جائیں گے۔

جنت کا راستہ

جنت کا راستہ انتہائی آسان اور بہت ہی روشن ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اور احادیثِ مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ نے اسے واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔ تو لیجئے چند آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ سماعت کیجئے جن میں جنت

① صحيح مسلم :2837

تک پہنچانے والے راستے کا تعین کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا﴾ ①

''یہ ہے وہ جنت جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے انہیں بناتے ہیں جو متقی (پرہیز گار) ہوں۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ بَعِيدٍ۝ هَٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيظٍ۝ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُنِيبٍ۝ ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُودِ۝ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ﴾ ②

''اور جنت پرہیزگاروں کیلئے بالکل قریب کردی جائے گی۔ ذرا بھی دور نہ ہوگی، یہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہر اس شخص کیلئے جو (اللہ کی طرف) رجوع کرنے والا، پابندی کرنے والا ہو، جو رحمان کا غائبانہ خوف رکھتا ہو اور توجہ والا دل لایا ہو۔ تم اس جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔ یہ وہاں جو چاہیں گے انھیں ملے گا (بلکہ) ہمارے پاس اور بھی زیادہ ہے۔''

نیز فرمایا: ﴿وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ۝ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ﴾ ③

''ہاں جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا ہوگا اور اپنے نفس کو خواہش (کی پیروی کرنے) سے روکا ہوگا تو اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے۔''

اور فرمایا: ﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ﴾ ④

''اور اس شخص کیلئے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا دو جنتیں ہیں۔''

یہ اور ان کے علاوہ دیگر کئی آیات (جن میں سے بیشتر کا ذکر ہم خطبہ کے آغاز میں کر چکے ہیں) سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت نے جنت ان لوگوں کیلئے تیار کی ہے جو پرہیز گار ہوں، اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہوں، اس کی طرف بکثرت رجوع کرنے والے ہوں، اللہ تعالیٰ کے دین کی حفاظت کرنے والے ہوں اور نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے کی بجائے شریعتِ الٰہیہ کے پیروکار اور پابند ہوں۔ لہٰذا تقویٰ ہی جنت کا راستہ ہے۔ تقویٰ ایسا جامع لفظ ہے جسے ہر خیر کی بنیاد قرار دیا جا سکتا ہے اور اس سے مراد اللہ رب العزت کے احکامات کی پیروی کرنا اور اس کی منع کردہ چیزوں سے پرہیز کرنا ہے۔ لہٰذا جو شخص بھی اس صفت کا حامل ہوگا وہ جنت میں جانے کا حقدار ہوگا۔

---

① مریم 19:63 ② ق 50: 31-35 ③ النازعات 79: 40-41 ④ الرحمن 55: 46

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ، وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ»①

”جنت کو ان کاموں سے ڈھانپا گیا ہے جو کہ (طبعِ انسانی کو) ناپسند ہوتے ہیں۔ اور جہنم کو شہوات سے ڈھانپا گیا ہے۔“

اس حدیث میں (المکارہ) سے مراد وہ اعمال ہیں جو انسانی طبیعت کو ناپسند ہوتے ہیں اور ان کا بجالانا ان پر گراں ہوتا ہے مثلاً گرمی میں گرم پانی سے اور سردی میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا، پانچ وقت نماز کی پابندی کرنا، زکاۃ ادا کرنا اور روزے کے دوران کھانے پینے سے پرہیز کرنا وغیرہ۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو اعمال طبعی طور پر مشکل سمجھے جاتے ہوں انھیں انجام دینا جنت کا راستہ ہے جبکہ نفسانی خواہشات پر عمل کرنا جہنم کا راستہ ہے۔

اسی طرح رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى، قِيلَ: مَنْ أَبَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ: مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى»②

”میری امت کے تمام لوگ جنت میں داخل ہونگے سوائے اس کے جس نے انکار کردیا۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول! انکار کون کرتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کردیا۔“

یہ حدیث بھی جنت کا راستہ متعین کر رہی ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پیروکار ہی جنت میں داخل ہونگے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«اِتَّقُوا اللّٰهَ، وَصَلُّوا خَمْسَكُمْ، وَصُومُوا شَهْرَكُمْ، وَأَدُّوا زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ، طَيِّبَةً بِهَا أَنْفُسُكُمْ، وَأَطِيعُوا ذَا أَمْرِكُمْ، تَدْخُلُوا جَنَّةَ رَبِّكُمْ»③

”تم سب اللہ سے ڈرو، پانچوں نمازیں ادا کرو، ماہِ رمضان کے روزے رکھو، اپنے مالوں کی زکاۃ بخوشی ادا کرو اور اپنے حکمران کی اطاعت کرو، اس طرح تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہوجاؤ گے۔“

---

① صحیح مسلم:2822 ② صحیح البخاری:7280

③ سنن الترمذی، ابن حبان وغیرہ۔ صحیح الجامع للألبانی :109

اس حدیث میں بھی جنت میں پہنچانے والے راستے کا تعین کر دیا گیا ہے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں اور مذکورہ اعمال پابندی سے انجام دیتے رہیں تو نبی کریم ﷺ کا ہم سے وعدہ ہے کہ ہم ضرور جنت میں داخل ہوں گے۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنت الفردوس کے وارثوں میں شامل کر دے۔ آمین

جہنم اور اس کا عذاب

اہم عناصر خطبہ:

☆ جہنم سے پناہ طلب کرنا ☆ جہنم سے ڈرانا
☆ جنت اور جہنم کے درمیان تکرار ☆ جہنمی گروہ
☆ جہنم کی آگ سب سے پہلے کن لوگوں کے ساتھ بھڑکائی جائے گی
☆ جہنم کی گہرائی ☆ اہلِ جہنم کا کھانا پینا
☆ جہنم ہمیشہ رہے گی ☆ آتشِ جہنم کی شدت
☆ عذابِ جہنم کی مختلف صورتیں ☆ عذابِ جہنم کے مراتب
☆ عذابِ جہنم سے نجات کس طرح ممکن ہے؟

پہلا خطبہ

برادران اسلام! ہمارا سابقہ خطبۂ جمعہ جنت اور اہلِ جنت کے متعلق تھا جبکہ آج کا خطبہ جہنم اور اہلِ جہنم کے متعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین

جہنم اور اس کے عذاب کے متعلق اور جہنم والوں کے متعلق متعدد قرآنی آیات اور احادیثِ نبویہ موجود ہیں۔ ہم یہاں اختصار کے ساتھ ان کا تذکرہ کرتے ہیں۔

(۱) جہنم سے پناہ طلب کرنا

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی صفات میں سے ایک صفت یوں بیان فرمائی ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا﴾[1]

''اور جو یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم سے دوزخ کا عذاب پرے ہی پرے رکھ کیونکہ اس

---

[1] الفرقان25: 65-66

کا عذاب چمٹ جانے والا ہے۔ بے شک وہ ٹھہرنے اور رہنے کے لحاظ سے بدترین جگہ ہے۔"

اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ دعا اِس طرح سکھلاتے تھے جیسا کہ انھیں قرآن مجید کی ایک سورت سکھلاتے تھے:

«اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ»

"اے اللہ! میں جہنم کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ قبر کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ مسیحِ دجال کے فتنہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اور زندگی اور موت کے فتنہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"[1]

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر یہ دعا مانگتے تھے:

﴿رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

"اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں اچھائی عطا کر اور آخرت میں بھلائی دے۔ اور ہمیں عذابِ جہنم سے بچا۔"[2]

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ الْجَنَّةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ، قَالَتِ الْجَنَّةُ : اَللّٰهُمَّ أَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ ، وَمَنِ اسْتَجَارَ مِنَ النَّارِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ، قَالَتِ النَّارُ : اَللّٰهُمَّ أَجِرْهُ مِنَ النَّارِ»[3]

"جو شخص اللہ تعالیٰ سے تین مرتبہ جنت کا سوال کرے تو جنت کہتی ہے: اے اللہ! اسے جنت میں داخل کردے۔ اور جو آدمی جہنم سے تین مرتبہ پناہ طلب کرے تو جہنم کہتی ہے: اے اللہ! اسے جہنم سے پناہ دے۔"

جب جہنم کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنا اللہ کے بندوں کی ایک صفت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو بھی اسی بات کی تعلیم دی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اکثر و بیشتر اس سے پناہ طلب کرتے تھے تو پھر ہمیں بالاولی جہنم کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنی چاہیے۔

(۲) جہنم سے ڈرانا

قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں جہنم اور اس کے عذاب سے بار بار ڈرایا گیا ہے تا کہ اللہ کے بندے اس سے ڈرتے رہیں، استقامت کے ساتھ صراط مستقیم پر گامزن رہیں اور اپنا دامن اللہ کی نافرمانی سے محفوظ رکھیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

---

[1] صحیح مسلم: 590 [2] صحیح البخاری: 6389 [3] صحیح الجامع: 6275

﴿ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللّٰهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا ﴾[1]

''جس دن ان کے چہرے آگ میں پلٹے جائیں گے تو وہ کہیں گے: اے کاش! ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول کی بات مانی ہوتی۔''

لیکن وہاں یہ خواہش کسی کام نہیں آئے گی اور سوائے افسوس اور پچھتاوے کے اور کچھ نہیں ملے گا۔ اس لئے وہ وقت آنے سے پہلے ہمیں اپنی زندگی میں ہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنی چاہئے تاکہ ہم عذابِ جہنم سے بچ سکیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ﴾[2]

''جس دن وہ لوگ آگ میں اپنے چہروں کے بل گھسیٹے جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ جہنم کی لپٹ (حرارت اور شدت عذاب) کا مزا چکھو۔''

جبکہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے آتشِ جہنم کو یاد کیا اور اس سے ڈرتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنا چہرہ پیچھے ہٹایا۔ پھر آپ نے فرمایا: ''جہنم سے بچو۔''

اس کے بعد آپ ﷺ نے اسے دوبارہ یاد کیا اور اپنا چہرہ پیچھے ہٹایا یہاں تک کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ جیسے آپ اسے دیکھ رہے ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

«اِتَّقُوْا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ ، فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ»[3]

''تم جہنم سے بچو اگرچہ کھجور کا آدھا حصہ صدقہ کرکے ہی۔ اور جس شخص کو یہ بھی نہ ملے تو وہ ایک اچھا کلمہ کہہ کر ہی اپنے آپ کو جہنم سے بچالے۔''

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب یہ آیت ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ نازل ہوئی تو رسول اکرم ﷺ نے قریش کو بلایا۔ وہ اکٹھے ہوئے تو آپ نے ہر عام وخاص کو مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

«يَا بَنِيْ كَعْبِ بْنَ لُؤَيٍّ ! أَنْقِذُوْا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ»

''اے کعب بن لوی کی اولاد! تم اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچالو۔''

پھر آپ ﷺ نے مرۃ بن کعب کی اولاد، عبد شمس کی اولاد، عبد مناف کی اولاد، بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب میں سے سب کو الگ الگ پکار کر کہا: ''تم اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچالو۔'' پھر فرمایا: (يَا فَاطِمَةُ !

---

[1] الأحزاب 33: 66 [2] القمر 54:48

[3] صحيح البخاری: 6563، صحيح مسلم: 1016

أَنْقِذِيْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ ، فَإِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا) ''اے فاطمہ ! تم بھی اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچالو، میں اللہ کے ہاں تمھارے کسی کام نہ آؤں گا۔''①

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يُؤْتٰى بِالنَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، لَهَا سَبْعُوْنَ أَلْفَ زِمَامٍ ، مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ يَجُرُّوْنَهَا»②

''قیامت کے روز جہنم کو لایا جائے گا، اس کی ستر ہزار لگامیں ہونگی اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچ رہے ہونگے۔''

(۳) جنت اور جہنم کے درمیان تکرار

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جنت اور جہنم کے درمیان تکرار ہوئی ۔ چنانچہ جنت نے کہا: میرے اندر کمزور اور مسکین لوگ داخل ہوں گے اور جہنم نے کہا: میرے اندر ظالم اور متکبر لوگ داخل ہونگے ۔ تو اللہ تعالیٰ نے جہنم سے کہا: تُو میرا عذاب ہے، تیرے ذریعہ میں جس سے چاہوں گا انتقام لوں گا۔ پھر جنت سے کہا: تُو میری رحمت ہے، تیرے ذریعہ میں جس پر چاہوں گا رحم کروں گا۔ اور مجھ پر تم دونوں میں سے ہر ایک کو بھرنا لازم ہے۔''③

محترم حضرات ! اس حدیث کی رو سے ہم پر یہ لازم ہے کہ ہم ہر قسم کے ظلم اور اسی طرح بڑائی ، تکبر اور فخر سے اپنے آپ کو بچائیں تاکہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عذابِ جہنم سے محفوظ رکھے ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :

«اِتَّقُوْا الظُّلْمَ ، فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ »④

''ظلم سے بچو کیونکہ قیامت کے روز ظلم کی وجہ سے (ظالم) اندھیروں میں ڈوب جائے گا۔''

اور فرمایا: «لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ»⑤

---

① صحيح البخاری :2753 و4771، صحيح مسلم :204واللفظ لمسلم

② صحيح مسلم:2842

③ صحيح البخاری:7449، صحيح مسلم :2846

④ أحمد، طبرانی وغيره ـ صحيح الجامع الصغير للألبانی:101

⑤ صحيح مسلم:91

''وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہوگا۔''

(۴) جہنمی گروہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَوَّلُ مَنْ يُدْعٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ آدَمُ، فَتَرَاءٰى ذُرِّيَّتُهُ، فَيُقَالُ: هٰذَا أَبُوْكُمْ آدَمُ، فَيَقُوْلُ: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ، فَيَقُوْلُ: أَخْرِجْ بَعْثَ جَهَنَّمَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ، فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ! كَمْ أُخْرِجُ؟ فَيَقُوْلُ: أَخْرِجْ مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ، فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِذَا أُخِذَ مِنَّا مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ، فَمَاذَا يَبْقٰى مِنَّا؟ قَالَ: إِنَّ أُمَّتِيْ فِي الْأُمَمِ كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ» ①

''قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت آدم (علیہ السلام) کو پکارا جائے گا۔ لہٰذا ان کی تمام اولاد ان کے سامنے آجائے گی۔ پھر ان سے کہا جائے گا: یہ ہیں تمھارے باپ آدم۔ حضرت آدم علیہ السلام کہیں گے: میں حاضر ہوں اور اپنی حاضری کو سعادت جانتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا: اپنی اولاد میں سے جہنمی گروہ کو الگ کردو۔ تو وہ کہیں گے: اے میرے رب! کتنے لوگوں کو الگ کروں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہر سو میں سے ننانوے افراد کو الگ کرو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! جب ہم میں ہر سو میں سے ننانوے افراد کو الگ کردیا جائے گا تو باقی کون رہے گا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (فکر نہ کرو) میری امت پچھلی امتوں کے مقابلے میں ایسے ہوگی جیسے سیاہ رنگ کے بیل میں صرف ایک سفید بال ہو۔''

(۵) سب سے پہلے جہنم کی آگ کس سے بھڑکائی جائے گی؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے دن سب سے پہلے جس شخص کا فیصلہ کیا جائے گا وہ ایک شہید ہوگا۔ چنانچہ اسے لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا اور وہ انہیں یاد کرلے گا یعنی اقرار کرلے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا: ان نعمتوں میں تم نے کیا عمل کیا تھا؟ وہ جواب دے گا: میں تیرے راستے میں قتال کرتے کرتے شہید ہوگیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کہے گا: تو جھوٹ بولتا ہے، تو نے تو قتال صرف اس لئے کیا تھا کہ تجھے جرأت مند کہا جائے۔ چنانچہ ایسا

① صحيح البخاري:6529

ہی کہا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کے متعلق حکم دے گا اور اسے چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

پھر ایک اور شخص لایا جائے گا جس نے علم حاصل کیا تھا اور اس نے لوگوں کو تعلیم دی تھی اور وہ قرآن کا قاری تھا، اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا اور وہ انہیں یاد کرلے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا: ان نعمتوں میں تم نے کیا عمل کیا تھا؟ وہ جواب دے گا: میں نے علم حاصل کیا، پھر لوگوں کو تعلیم دی اور تیری رضا کی خاطر قرآن کو پڑھا۔ اللہ تعالیٰ کہے گا: تو جھوٹ بولتا ہے، تو نے علم صرف اس لئے حاصل کیا کہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن اس لئے پڑھا کہ تجھے قاری کہا جائے ۔ چنانچہ ایسا ہی کہا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کے متعلق حکم دے گا اور اسے بھی چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

پھر ایک اور شخص لایا جائے گا جسے اللہ تعالیٰ نے نوازا تھا اور اسے ہر قسم کا مال عطا کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اسے بھی اپنی نعمتیں یاد دلائے گا اور وہ انہیں یاد کرلے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا: ان نعمتوں میں تم نے کیا عمل کیا تھا؟ وہ جواب دے گا: جہاں کہیں خرچ کرنا تجھے پسند تھا وہاں میں نے محض تیری رضا کی خاطر خرچ کیا اور ایسی کوئی جگہ میں نے چھوڑی نہیں ۔ اللہ تعالیٰ کہے گا: تو جھوٹ بولتا ہے، تو نے تو محض اس لئے خرچ کیا تھا کہ تجھے سخی کہا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کہا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کے متعلق حکم دے گا اور اسے بھی چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔''①

جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک حدیث بیان کرنے کے بعد میرے گھٹنے پر مارتے ہوئے فرمایا:

«يَا أَبَا هُرَيْرَةَ !أُولَئِكَ الثَّلَاثَةُ أَوَّلُ خَلْقِ اللّٰهِ تُسَعَّرُ بِهِمُ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»

''ابو ہریرہ! یہ تینوں افراد اللہ کی وہ اولیں مخلوق ہیں کہ جن کے ساتھ قیامت کے دن جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی۔''②

اس حدیث کی بناء پر یہ ضروری ہے کہ ہم اپنی تمام عبادات کو ریاکاری سے، لوگوں سے تعریف سننے کی خواہش یا کسی دنیاوی غرض وغایت اور مقصد سے بچائیں اور انہیں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کیلئے خالص کریں۔ کیونکہ ریاکاری شرک اصغر ہے اور جس عمل میں ریا پایا جاتا ہو اسے وہ ضائع کردیتا ہے اور وہ کسی کام کا نہیں رہتا جیسا کہ ہم اس حدیث کے حوالے سے یہ جان چکے ہیں کہ عالم اور قاریٔ قرآن کو اس کے علم اور قراءتِ قرآن

① صحيح مسلم ـ الإمارة باب من قاتل للرياء والسمعة :1905

② سنن الترمذي :2382ـ وصححه الألباني

سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔اسی طرح اللہ کی راہ میں جان قربان کرنے والے کو بھی اس کی قربانی سے کوئی فائدہ نہ ہوگا اور صدقہ وخیرات کرنے والے انسان کو بھی اس کا یہ عمل کوئی فائدہ نہ پہنچائے گا بلکہ الٹا یہ اعمال جن کے کرنے والوں کی نیت میں اخلاص نہیں پایا جاتا تھا ان کیلئے وبال جان بن جائیں گے اور انہیں منہ کے بل گھسیٹ کر سب سے پہلے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ والعیاذ باللہ

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:«إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ، قَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! وَمَا الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ ؟ قَالَ: الرِّيَاءُ، يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِأَصْحَابِ ذٰلِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِذَا جَازَى النَّاسَ: اِذْهَبُوْا إِلَى الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُرَاؤُوْنَ فِي الدُّنْيَا ، فَانْظُرُوْا هَلْ تَجِدُوْنَ عِنْدَهُمْ جَزَاءً ؟»[1]

''بے شک مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف شرک اصغر کا ہے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ! شرک اصغر کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:'' ریاکاری، بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ اُس دن جبکہ بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا فرمائے گا: تم ان کے پاس چلے جاؤ جن کیلئے تم دنیا میں اپنے اعمال کے ذریعے ریا کاری کرتے تھے۔ پھر دیکھو کہ کیا تمھیں ان کا کوئی بدلہ ملتا ہے؟''

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم سب غم والے کنویں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔''

صحابہ کرم رضی اللہ عنہم نے کہا: اے اللہ کے رسول !غم والا کنواں کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

«وَادٍ فِيْ جَهَنَّمَ يَتَعَوَّذُ مِنْهُ جَهَنَّمُ كُلَّ يَوْمٍ أَرْبَعَمِائَةِ مَرَّةٍ »

''وہ جہنم کی ایک وادی ہے جس سے خود جہنم دن میں چار سو مرتبہ پناہ طلب کرتی ہے۔''

پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اس میں کون داخل ہوگا ؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

« أُعِدَّ لِلْقُرَّاءِ الْمُرَائِيْنَ بِأَعْمَالِهِمْ، وَإِنَّ مِنْ أَبْغَضِ الْقُرَّاءِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى الَّذِيْنَ يَزُوْرُوْنَ الْأُمَرَاءَ»[2]

''اسے ان قراء کیلئے تیار کیا گیا ہے جو اپنے اعمال سے ریا کاری کی نیت کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک

---

[1] أحمد:429/5، وقال الهيثمي : رجاله رجال الصحيح:مجمع الزوائد:102/1 ، الصحيحة للألباني:951

[2] سنن الترمذي :2383، سنن ابن ماجه :256- واللفظ له

سب سے ناپسندیدہ قراء وہ ہیں جو (ظالم) حکمرانوں کے پاس آتے جاتے ہیں۔''

(۶) جہنم کی گرمی کی شدت

اللہ تعالیٰ نے آتشِ جہنم کی شدت کا تذکرہ مختلف الفاظ میں کیا ہے۔

چنانچہ اس کا فرمان ہے: ﴿فَأَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى﴾ ①

''پس لوگو! میں نے تمھیں آگ سے ڈرا دیا ہے جو دہکتی رہے گی۔''

یعنی دہکنے والی آگ سے اللہ تعالیٰ نے ڈرایا۔

ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے اسے بھڑکنے والی آگ کے وصف سے ذکر کیا:

﴿سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ﴾ ②

''وہ عنقریب بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا۔''

اور فرمایا: ﴿إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ﴾ ③

''جہنم محل کی مانند بڑے بڑے انگارے پھینکے گی۔''

یعنی آتشِ جہنم کے انگارے محل کی مانند بڑے بڑے ہونگے۔ والعیاذ باللہ

اور فرمایا: ﴿كَلَّا إِنَّهَا لَظٰى ۞ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۞ تَدْعُوْا مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ۞ وَجَمَعَ فَأَوْعٰى﴾ ④

''ہرگز نہیں، وہ (جہنم) آگ کا شعلہ ہوگی، وہ تو سر کے چمڑے ادھیڑ ڈالے گی، وہ ہر اس شخص کو پکارے گی جس نے حق سے منہ موڑا تھا اور پیٹھ پھیر لی تھی۔ اور مال جمع کیا تھا اور اسے سنبھال رکھا تھا۔''

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«نَارُكُمْ هٰذِهِ الَّتِيْ يُوْقِدُ ابْنُ آدَمَ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِيْنَ جُزْءًا مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ»

''تمھاری یہ آگ جسے بنو آدم جلاتے ہیں جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔''

آپ ﷺ سے کہا گیا کہ یہ (اگر چہ اس کا سترواں حصہ ہے لیکن پھر بھی) کافی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

«فَإِنَّهَا فُضِّلَتْ عَلَيْهَا بِتِسْعَةٍ وَّسِتِّيْنَ جُزْءًا كُلُّهَا مِثْلُ حَرِّهَا» ⑤

---

① اللیل 92: 14 ② المسد 111: 3 ③ المرسلات 77: 32

④ المعارج 70: 15-18 ⑤ صحیح البخاری: 3265، صحیح مسلم: 2843

’’جہنم کی آگ اس سے انہتر حصے زیادہ شدید ہے اوران میں سے ہر حصے کی گرمی اتنی ہے جتنی پوری دنیا کی آگ کی ہے۔‘‘

آتشِ جہنم کی شدت اورسختی کا اندازہ اس حدیث سے بھی کیا جا سکتا ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يُؤْتٰى بِأَنْعَمِ أَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، فَيُصْبَغُ فِي النَّارِ صِبْغَةً، ثُمَّ يُقَالُ :يَا ابْنَ آدَمَ!هَلْ رَأَيْتَ خَيْرًا قَطُّ؟هَلْ مَرَّ بِكَ نَعِيْمٌ قَطُّ ؟ فَيَقُوْلُ : لَا وَاللّٰهِ ، يَا رَبِّ »[1]

’’دنیا میں سب سے زیادہ خوشحال انسان کو جو کہ جہنمی ہوگا قیامت کے دن لایا جائے گا، پھر اسے جہنم میں ایک غوطہ دیا جائے گا۔ اس کے بعد اس سے پوچھا جائے گا: اے ابنِ آدم! کیا تم نے کبھی خوشحالی دیکھی تھی ؟ اور کیا تم کبھی آسودہ حال رہے تھے؟ تو وہ کہے گا: اللہ کی قسم میں نے کبھی کوئی خوشحالی نہیں دیکھی تھی اور نہ کبھی آسودہ حال رہا تھا...‘‘

(۷) جہنم کی گہرائی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے۔ اچانک آپ نے کسی چیز کے گرنے کی آواز سنی تو آپ نے فرمایا:

’’کیا تمھیں معلوم ہے کہ یہ کس چیز کی آواز تھی ؟‘‘

ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ علم ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «هٰذَا حَجَرٌ رُمِيَ بِهِ فِي النَّارِ مُنْذُ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا ، فَهُوَ يَهْوِيْ فِي النَّارِ الْآنَ ، حَتّٰى انْتَهٰى إِلٰى قَعْرِهَا »[2]

’’یہ ایک پتھر کے گرنے کی آواز تھی جسے ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا اور وہ جہنم کی گہرائی میں برابر نیچے جاتا رہا یہاں تک کہ اب وہ اس کی گہرائی تک جا پہنچا ہے۔‘‘

اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَوْ أَنَّ حَجَرًا مِثْلَ سَبْعِ خَلِفَاتٍ أُلْقِيَ عَنْ شَفِيْرِ جَهَنَّمَ ، هَوٰى فِيْهَا سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا ، لَا يَبْلُغُ قَعْرَهَا»[3]

---

① صحيح مسلم:2807 ② صحيح مسلم :2844 ③ صحيح الجامع:5248- الصحيحة :2865

''اگر ایک پتھر کو جو کہ سات موٹی اونٹنیوں کے برابر ہو جہنم کے کنارے سے جہنم کے اندر گرایا جائے اور وہ برابر ستر سال تک اس میں گرتا رہے تو وہ پھر بھی اس کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکے گا۔''

(۸) آتشِ جہنم کی آنکھیں، گردن، زبان اور اس کے کان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«تَخْرُجُ عُنُقٌ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَهَا عَيْنَانِ تُبْصِرَانِ، وَأُذُنَانِ تَسْمَعَانِ، وَلِسَانٌ يَنْطِقُ، يَقُوْلُ: إِنِّي وُكِّلْتُ بِثَلَاثَةٍ: بِكُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ، وَبِكُلِّ مَنْ دَعَا مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ، وَبِالْمُصَوِّرِيْنَ»

''قیامت کے دن ایک گردن جہنم کی آگ سے نکلے گی، اس کی دو آنکھیں ہونگی جن+ سے وہ دیکھے گی، دو کان ہوں گے جن سے وہ سنے گی اور ایک زبان ہوگی جس سے وہ بات کرے گی۔ اور وہ کہے گی: مجھے تین افراد سونپے گئے ہیں: ہر ظالم وسرکش، ہر وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارا اور تصویریں بنانے والے۔''[①]

(۹) آتشِ جہنم کا رنگ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أُوْقِدَ عَلَى النَّارِ أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى احْمَرَّتْ، ثُمَّ أُوْقِدَ عَلَيْهَا أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى ابْيَضَّتْ، ثُمَّ أُوْقِدَ عَلَيْهَا أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى اسْوَدَّتْ، فَهِيَ سَوْدَاءُ مُظْلِمَةٌ»[②]

''آتشِ جہنم کو ایک ہزار سال جلایا گیا یہاں تک کہ وہ سرخ ہوگئی۔ پھر اسے مزید ایک ہزار سال جلایا گیا یہاں تک کہ وہ سفید ہوگئی۔ پھر اسے مزید ایک ہزار سال جلایا گیا یہاں تک کہ وہ سیاہ ہوگئی۔ چنانچہ وہ اب سیاہ اور تاریک ہے۔''

(۱۰) جہنم میں کافر کے جسم کی ضخامت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

① أحمد والترمذي:2574- صحيح الجامع :8051

② سنن الترمذي:2591، سنن ابن ماجه:4320- حسن بشواهده

«إِنَّ غِلَظَ جِلْدِ الْكَافِرِ اثْنَانِ وَأَرْبَعُوْنَ ذِرَاعًا ، وَإِنَّ ضِرْسَهُ مِثْلُ أُحُدٍ ، وَإِنَّ مَجْلِسَهُ مِنْ جَهَنَّمَ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ »①

''بے شک کافر کی کھال کی موٹائی (ضخامت) بیالیس ہاتھ کے برابر ہوگی اور اس کی ایک داڑھ احد پہاڑ کے برابر ہوگی اور جہنم میں اس کے بیٹھنے کی جگہ اتنی ہوگی جتنی مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔''

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَابَيْنَ مَنْكِبَيِ الْكَافِرِ فِي النَّارِ مَسِيْرَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ لِلرَّاكِبِ الْمُسْرِعِ»

''جہنم میں کافر کے دونوں کندھوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنا فاصلہ ایک تیز رفتار سوار تین دن میں طے کرتا ہے۔''②

اور حضرت مجاہدؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تمھیں معلوم ہے کہ جہنم کی وسعت کتنی ہے؟ تو میں نے کہا: نہیں۔ انھوں نے کہا: ہاں! اللہ کی قسم، کیا تمھیں معلوم نہیں کہ جہنمی کے کانوں کی ایک لو سے اس کے کندھے تک ستر سال کی مسافت ہوگی۔ اس میں پیپ اور خون کی وادیاں چلیں گی۔''③

(۱۱) اہلِ جہنم کا کھانا

اہلِ جہنم کو جہنم میں کھانے کیلئے 'الزقوم' نامی درخت اور خشک کانٹے دیئے جائیں گے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :﴿ إِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّوْمِ۝ طَعَامُ الْأَثِيْمِ۝ كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ۝ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴾④

''بے شک زقوم (تھوہر) کا درخت گناہ گاروں کا کھانا ہے۔ وہ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا، پیٹوں میں شدید گرم پانی کے کھولنے کی طرح کھولے گا۔''

اسی طرح فرمایا:﴿فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هَاهُنَا حَمِيْمٌ۝ وَّلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ﴾⑤

''پس آج اس کا نہ کوئی دوست ہے اور نہ سوائے پیپ کے اس کی کوئی خوراک ہے۔''

زقوم کے درخت کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

---

① سنن الترمذی :2577۔ وصححه الألبانی ۔صحیح الجامع :2114

② صحیح البخاری :6551، صحیح مسلم :2852

③ أحمد ۔ بسند صحیح ④ الدخان44 : 43-46 ⑤ الحاقة69 : 35-36

''اگر زقوم کا ایک قطرہ دنیا میں گر جائے تو اہلِ دنیا کی پورے متاعِ حیات کو بگاڑ کر رکھ دے۔ پس اس شخص کا کیا حال ہوگا جس کا کھانا ہی یہ درخت ہوگا۔''①

اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کے کھانے کے متعلق فرماتے ہیں:

﴿لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِن ضَرِيعٍ ۝ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِن جُوعٍ﴾②

''ان کا کھانا سوائے خوشک کانٹے کے کچھ نہ ہوگا، وہ انھیں نہ موٹا کرے گا اور نہ ان کی بھوک دور کرے گا۔''

اور فرمایا: ﴿إِنَّ لَدَيْنَا أَنكَالًا وَجَحِيمًا ۝ وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا﴾③

''بے شک ہمارے پاس بیڑیاں اور جہنم ہے۔ اور گلے میں اٹک جانے والا کھانا ہے اور دردناک عذاب ہے۔''

(۱۲) اہل جہنم کا مشروب

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ۝ مِّن وَرَائِهِ جَهَنَّمُ وَيُسْقَىٰ مِن مَّاءٍ صَدِيدٍ ۝ يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ وَمِن وَرَائِهِ عَذَابٌ غَلِيظٌ﴾④

''اور کافروں نے چاہا کہ اللہ ان کے اور رسولوں کے درمیان فیصلہ کر ہی ڈالے تو نتیجہ یہ نکلا کہ ہر سرکش ومتکبر نامراد ہوا۔ اور جہنم تو اس کا پیچھا کر رہی ہے جہاں اسے (جہنمی کو) پیپ کا پانی پلایا جائے گا، اسے وہ بمشکل گھونٹ گھونٹ پئے گا اور اسے حلق سے نیچے اتار نہیں سکے گا۔ اور موت اسے ہر چہار جانب سے گھیر لے گی لیکن وہ مر نہ سکے گا اور سخت عذاب اس کے پیچھے لگا ہوگا۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَإِن يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا﴾⑤

''بے شک ہم نے ظالموں کیلئے ایک آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں انھیں گھیر لیں گی۔ اور اگر وہ پانی کیلئے فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی اس پانی سے ہوگی جو پگھلے ہوئے تانبے کی مانند ہوگا، جو ان کے چہروں کو

---

① صحيح الجامع:5250 ② الغاشية88 : 6-7 ③ المزمل73 :12-13
④ إبراهيم14 :15-17 ⑤ الكهف18 :29

بھون دے گا۔ وہ بہت ہی برا پانی ہوگا اور (جہنم) بہت ہی بری رہنے کی جگہ ہوگی۔"

نیز فرمایا: ﴿يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ ۝ يُصْهَرُ بِهِ مَا فِي بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ ۝ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيدٍ﴾ ①

"ان کے سروں کے اوپر سے کھولتا ہوا گرم پانی انڈیلا جائے گا جس کی گرمی سے ان کے پیٹ کی ہر چیز اور ان کے چمڑے گل کر الگ ہو جائیں گے اور انھیں لوہے کے گرزوں سے سزا دی جائے گی۔"

اسی طرح حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو آدمی شراب پیتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے چالیس راتوں تک راضی نہیں ہوتا۔ اگر وہ اس دوران مر گیا تو اس کی موت کافر کی موت ہوگی۔ پھر اگر وہ دوبارہ شراب نوشی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور (طِيْنَةُ الْخَبَال) سے پانی پلائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ (طِيْنَةُ الْخَبَال) کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہلِ جہنم کی پیپ۔" ②

(۱۳) جہنمیوں میں سب سے کم عذاب والا شخص

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا مَنْ لَهُ نَعْلَانِ وَشِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ، يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ كَمَا يَغْلِي الْمِرْجَلُ، مَا يَرٰى أَنَّ أَحَدًا أَشَدُّ مِنْهُ عَذَابًا، وَإِنَّهُ لَأَهْوَنُهُمْ عَذَابًا» ③

"جہنم والوں میں سب سے کم عذاب والا شخص وہ ہوگا جسے آتشِ جہنم کے دو جوتے اور دو تسمے پہنائے جائیں گے۔ ان سے اس کا دماغ ایسے کھولنے لگے گا جیسے ایک ہانڈی کھولتی ہے اور وہ یہ تصور کرے گا کہ جہنم میں سب سے زیادہ عذاب اسی کو دیا جا رہا ہے حالانکہ اس کا عذاب سب سے کم ہوگا۔"

(۱۴) عذابِ جہنم کے مختلف مراتب

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ إِلٰى كَعْبَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ

① الحج22: 19-21
② رواه أحمد و سنده حسن، وله شاهد من حديث ابن عمر وابن عمرو ۔ انظر:صحيح الجامع :6312 - 6313
③ صحيح مسلم:213

تَأْخُذُهُ النَّارُ إِلَى حُجْزَتِهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ إِلَى عُنُقِهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ إِلَى تَرْقُوَتِهِ»①

''جہنمیوں میں بعض لوگ وہ ہوں گے جنھیں جہنم کی آگ ٹخنوں تک جلائے گی۔ اور ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جنھیں وہ ان کے گھٹنوں تک جلائے گی۔ اور ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جنھیں وہ ان کے نیفے (ازار باندھنے کی جگہ) تک جلائے گی۔ اور ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جنھیں وہ ان کی گردن تک جلائے گی۔ اور ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جنھیں وہ ان کی ہنسلی تک جلائے گی۔''

(۱۵) جہنمیوں کی چیخ وپکار

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضَى عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا كَذَٰلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ ۞ وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن نَّصِيرٍ﴾②

''اور اہلِ کفر کیلئے جہنم کی آگ ہوگی۔ نہ انھیں ختم ہی کر دیا جائے گا کہ مر جائیں اور نہ ہی اس کا عذاب ان سے ہلکا کیا جائے گا۔ ہم ناشکر گذار کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ وہ لوگ اس میں چیخیں ماریں گے اور کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال دے، ہم نیک عمل کریں گے اس کے سوا جو ہم کرتے رہے تھے۔ (تو اللہ تعالیٰ کہے گا) کیا ہم نے تمھیں اتنی لمبی عمر نہیں دی تھی جس میں نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کرتا اور تمھارے پاس تو ہماری طرف سے ڈرانے والا رسول بھی آیا تھا۔ تو اب اپنے کئے کا مزہ چکھو، ظالموں کا کوئی مدد گار نہیں ہے۔''

نیز فرمایا: ﴿فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ﴾③

''پس جو لوگ بد بخت ہونگے ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا، جہاں وہ چیخیں اور دھاڑیں ماریں گے۔''

اور فرمایا: ﴿وَأَعْتَدْنَا لِمَن كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيرًا ۞ إِذَا رَأَتْهُم مِّن مَّكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا وَزَفِيرًا ۞ وَإِذَا أُلْقُوا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِينَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُورًا ۞ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا وَاحِدًا وَادْعُوا ثُبُورًا كَثِيرًا﴾④

① صحیح مسلم:2845 ② فاطر 35:36-37 ③ ھود 11 : 106 ④ الفرقان 25 :11-14

''اور قیامت کی تکذیب کرنے والوں کیلئے ہم نے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔ جب جہنم انھیں دور سے دیکھے گی تو وہ لوگ اسکی غصہ بھری آواز اور چنگھاڑ سنیں گے اور جب وہ ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے جہنم کی ایک تنگ جگہ میں ڈال دیئے جائیں گے تو وہاں وہ اپنی ہلاکت کو پکاریں گے۔ (تو فرشتے ان سے کہیں گے) آج ایک ہلاکت کو نہیں، بہت سی ہلاکتوں کو آواز دو۔''

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جہنم والے 'مالک' (جہنم کے نگران فرشتے) کو پکاریں گے تو وہ انھیں چالیس سال تک جواب نہیں دے گا۔ پھر کہے گا: تم کو بس یہیں ٹھہرنا ہے۔ پھر وہ اپنے رب کو پکاریں گے اور کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں اس سے نکال دے۔ اگر ہم نے دوبارہ گناہ کئے تو یقیناً ہم ظالم ہونگے۔ تو وہ بھی انھیں دنیا کے ایام کے برابر مدت گذرنے تک کوئی جواب نہیں دے گا۔ پھر کہے گا: دفع ہو جاؤ اور مجھ سے بات ہی نہ کرو۔ پھر وہ مایوس ہو جائیں گے۔ اس کے بعد سوائے چیخ وپکار اور رونے کے اور کچھ نہ ہوگا۔ ان کی آوازیں گدھوں کی آوازوں سے ملتی جلتی ہوں گی۔''[1]

اور حضرت عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ أَهْلَ النَّارِ لَيَبْكُوْنَ حَتّٰى لَوْ أُجْرِيَتِ السُّفُنُ فِيْ دُمُوْعِهِمْ لَجَرَتْ»[2]

''بے شک جہنم والے ضرور روئیں گے یہاں تک کہ اگر ان کے آنسوؤں میں کشتیاں چلائی جائیں گی تو وہ یقیناً ان میں چل سکیں گی۔''

(۱۶) جہنم ہمیشہ رہے گی

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ أَلَمْ يَعْلَمُوٓا أَنَّهُ مَن يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ذَٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ ﴾[3]

''کیا وہ نہیں جانتے کہ جو اللہ اور رسول کی مخالفت کرے گا اس کیلئے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ وہ بہت بڑی رسوائی ہوگی۔''

اسی طرح فرمایا: ﴿فَادْخُلُوٓا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴾[4]

''پس تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ جہاں تم ہمیشہ کیلئے رہو گے۔ اور وہ تکبر کرنے والوں کیلئے

---

[1] رواہ الطبرانی والحاکم۔ وصححه الألبانی فی صحیح الترغیب والترهیب :3691

[2] الحاکم۔ الصحیحة :1679 [3] التوبة63:9 [4] النحل29:16

بہت برا ٹھکانا ہے۔''

اور فرمایا: ﴿إِنَّهُ مَن يَأْتِ رَبَّهُ مُجْرِمًا فَإِنَّ لَهُ جَهَنَّمَ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ﴾ ①

''بے شک جو شخص اپنے رب کے سامنے مجرم کی حیثیت سے آئے گا تو اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ اس میں نہ وہ مرے گا اور نہ زندہ رہے گا۔''

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا صَارَ أَهْلُ الْجَنَّةِ إِلَى الْجَنَّةِ وَصَارَ أَهْلُ النَّارِ إِلَى النَّارِ، أُتِيَ بِالْمَوْتِ حَتّٰى يُجْعَلَ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ثُمَّ يُذْبَحُ، ثُمَّ يُنَادِيْ مُنَادٍ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ! لَا مَوْتَ، وَيَا أَهْلَ النَّارِ! لَا مَوْتَ، فَيَزْدَادُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَرَحًا إِلَى فَرَحِهِمْ، وَيَزْدَادُ أَهْلُ النَّارِ حُزْنًا إِلَى حُزْنِهِمْ» ②

''جب جنت والے جنت میں اور جہنم والے جہنم میں چلے جائیں گے تو موت کو لایا جائے گا۔ پھر اسے جنت و دوزخ کے درمیان میں لا کر ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر ایک منادی اعلان کرے گا: اے اہلِ جنت! تم پر کبھی موت نہیں آئے گی اور اہلِ جہنم! تم پر بھی کبھی موت نہیں آئے گی۔ چنانچہ جنت والوں کی خوشی میں اور جہنم والوں کے غم میں اور اضافہ ہو جائے گا۔''

جہنم میں کفار پر موت نہیں آئے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُم بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ﴾ ③

''جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا انھیں ہم یقیناً آگ میں ڈال دیں گے۔ جب ان کی کھالیں پک جائیں گی تو ہم ان کے سوا اور کھالیں بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب چکھتے رہیں۔''

(۱۷) اپنی دعوت پر عمل نہ کرنے والے شخص کا عذاب

ایک 'داعی' لوگوں کو جس بات کی طرف دعوت دے، نیکی کا حکم دے یا برائی سے منع کرے اور خود اُس دعوت پر عمل نہ کرے تو یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ وَأَنتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ ④

---

① طه 20:74 ② صحيح البخاری: 6548، صحيح مسلم: 2850

③ النساء 4:56 ④ البقرة 2:44

"کیا تم لوگوں کو بھلی باتوں کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟ حالانکہ تم اللہ کی کتاب پڑھتے ہو، کیا تم ہوش نہیں کرتے؟"

اپنی دعوت پر عمل نہ کرنے والے شخص کو جہنم میں کونسا عذاب دیا جائے گا؟

یہ حدیث سماعت کیجئے:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ایک آدمی کو قیامت کے دن لایا جائے گا۔ پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا جس سے اس کی آنتیں باہر نکل آئیں گی۔ چنانچہ وہ اس طرح گھومے گا جیسا کہ ایک گدھا اپنی چکی کے اردگرد گھومتا ہے۔ اہلِ جہنم اس کی یہ حالت دیکھ کر اس کے پاس جمع ہو جائیں گے اور اس سے پوچھیں گے: اے فلاں! تمھارا کیا معاملہ ہے؟ تم تو ہمیں نیکی کا حکم دیا کرتے تھے اور برائی سے منع کیا کرتے تھے؟ تو وہ جواب دے گا: میں تمھیں نیکی کا حکم دیتا تھا لیکن خود اس پر عمل نہ کرتا تھا۔ اور تمھیں برائی سے منع کرتا تھا لیکن خود اس سے نہیں بچتا تھا۔"①

اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مجھے معراج والی رات کچھ ایسے لوگوں کے پاس لایا گیا جن کے ہونٹ آتشِ جہنم کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ ایک مرتبہ انھیں کاٹا جاتا، پھر انھیں واپس لوٹا دیا جاتا اور پھر کاٹا جاتا۔ اسی طرح انھیں عذاب دیا جا رہا تھا۔ میں نے کہا: اے جبریل یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا: یہ آپ کی امت کے وہ خطباء ہیں جو ایسی باتوں کا حکم دیتے تھے جن پر خود عمل نہ کرتے تھے اور کتاب اللہ کو پڑھا کرتے تھے لیکن اس پر عمل نہ کیا کرتے تھے۔"②

(۱۸) عذابِ جہنم کی بعض صورتیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ تَرَدّٰى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ ، فَهُوَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ يَتَرَدّٰى فِيهَا خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا ، وَمَنْ تَحَسّٰى سَمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ ، فَسَمُّهُ فِيْ يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا ، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيْدَةٍ فَحَدِيْدَتُهُ فِيْ يَدِهِ يَجَأُ بِهَا فِيْ بَطْنِهِ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا »③

① بخاری ۔ بدء الخلق باب صفة النار وأنها مخلوقة: 3267

② صحیح الجامع:129 ③ صحیح البخاری:5778، صحیح مسلم:109

’’جس آدمی نے پہاڑ پر سے اپنے آپ کو گرا کر مار دیا وہ جہنم میں ہوگا اور اس میں اپنے آپ کو برابر گراتا رہے گا اور ہمیشہ کیلئے اسے اسی طرح عذاب دیا جاتا رہے گا۔ اور جس آدمی نے زہر پی کر خودکشی کر لی وہ بھی جہنم میں ہوگا اور اس کی وہی زہر اس کے ہاتھ میں ہوگی جسے وہ برابر چاٹتا رہے گا اور ہمیشہ کیلئے اسے یہ عذاب دیا جاتا رہے گا۔ اور جس شخص نے لوہے سے اپنے آپ کو خود قتل کر ڈالا وہ بھی جہنم میں ہوگا اور اس کا وہ لوہا (اسلحہ) اس کے ہاتھ میں دے دیا گیا جائے گا جس سے وہ اپنے پیٹ کو مارتا رہے گا اور اسے بھی ہمیشہ کیلئے یہ عذاب دیا جاتا رہے گا۔‘‘

اور ایک آدمی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا: میں یہ تصویریں بناتا ہوں۔ لہٰذا آپ مجھے ان کے بارے میں فتوی دیں۔ انہوں نے کہا: میرے قریب آ جاؤ۔ وہ قریب آ گیا۔ انہوں نے کہا: اور قریب آ جاؤ۔ وہ اور قریب آ گیا۔ چنانچہ انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث بیان کرتا ہوں جسے میں نے خود آپ ﷺ سے سنا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

«كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ، يَجْعَلُ لَهُ بِكُلِّ صُورَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسًا، فَتُعَذِّبُهُ فِي جَهَنَّمَ»

’’ہر مصور جہنم میں ہے، اس کیلئے اس کی بنائی ہوئی ہر تصویر کے بدلے میں (اللہ) ایک جان پیدا کر دے گا جو اسے عذاب دیتی رہے گی۔‘‘

پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم نے ضرور تصویریں بنانی ہی ہوں تو درخت اور بے جان چیزوں کی بنا سکتے ہو۔ [1]

اور دوسری روایت میں فرمایا:

«مَنْ صَوَّرَ صُورَةً فِي الدُّنْيَا كُلِّفَ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَيْسَ بِنَافِخٍ» [2]

’’جس شخص نے دنیا میں تصویر بنائی اسے روزِ قیامت مکلّف کیا جائے گا کہ وہ اس میں روح پھونکے، لیکن وہ نہیں پھونک سکے گا۔‘‘

(۱۹) جہنمی مسلمان کا فدیہ ....

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ أُمَّةٌ مَرْحُومَةٌ عَذَابُهَا بِأَيْدِيهَا، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ دُفِعَ إِلٰى كُلِّ رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَيُقَالُ: هٰذَا فِدَاؤُكَ مِنَ النَّارِ» [3]

[1] صحيح مسلم:2110 [2] صحيح البخاري:5963، صحيح مسلم:2110

[3] سنن ابن ماجه : 4292- صحيح الجامع:2261

’’بے شک یہ امت ایسی امت ہے جس پر رحم کیا گیا ہے اور اس کا عذاب (دنیا میں) خود اسی کے ہاتھوں میں ہے۔ (یعنی اس امت کے بعض لوگوں کو بعض لوگوں کے ذریعے عذاب دیا جائے گا۔) پھر جب قیامت کا دن آئے گا تو ہر مسلمان کو ایک مشرک آدمی دیا جائے گا اور اسے کہا جائے گا: یہ ہے جہنم سے تمھارا فدیہ۔‘‘

اور حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«يَجِيئُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَاسٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ بِذُنُوْبٍ أَمْثَالَ الْجِبَالِ، فَيَغْفِرُهَا اللّٰهُ لَهُمْ، وَيَضَعُهَا عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى »①

’’قیامت کے روز مسلمانوں میں سے کچھ لوگ ایسے آئیں گے جن پر پہاڑوں کی طرح گناہ ہوں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ انھیں معاف فرما دے گا اور ان کے گناہ یہودیوں اور نصرانیوں پر ڈال دے گا۔‘‘

(۲۰) زمین کے برابر سونے کے بدلے میں جہنم سے آزادی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’قیامت کے دن کافر کو لایا جائے گا اور اسے کہا جائے گا: تمھارا کیا خیال ہے اگر تمھارے پاس زمین کے برابر سونا ہوتا تو کیا تم اس کے بدلے جہنم کے عذاب سے آزادی کا پروانہ حاصل کرتے؟ وہ کہے گا: ہاں۔ تو کہا جائے گا: تجھ سے دنیا میں اس سے کہیں زیادہ آسان مطالبہ کیا گیا تھا (لیکن تم نے وہاں ہمارا آسان مطالبہ پورا نہ کیا؟)‘‘②

ایک روایت میں ہے: اسے کہا جائے گا: تو جھوٹ بولتا ہے، دنیا میں تجھ سے اس سے کہیں زیادہ آسان کام کا سوال کیا گیا تھا (اور تم نے وہ بھی نہ کیا۔)

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنے فضل وکرم سے آتشِ جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھے۔

دوسرا خطبہ

برادران اسلام! آئیے اب یہ بھی جان لیجیے کہ ہم جہنم کے عذاب سے کیسے بچ سکتے ہیں؟ **أعاذنا الله منها**

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾③

---

① صحيح مسلم :2767

② صحيح البخاري:6538و6557، صحيح مسلم :2805

③ التحريم66: 6

’’اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر۔ جس پر سخت دل، مضبوط فرشتے مقرر ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ جو حکم دیتا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجالاتے ہیں۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہر ایمان والے کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچائے۔ اور یہ کیسے ہوگا؟ یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے سے، اس کے احکام پر عمل کرنے سے اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں کو چھوڑنے سے ہوگا۔

نیز اس آیت کی روشنی میں ہمیں یہ سوچنا چاہئے کہ کیا ہم اپنے اہل وعیال کو بھی جہنم سے بچانے کی فکر کرتے ہیں؟ اگر ہم خود نمازی ہیں تو کیا ہم اپنے بیوی بچوں کو بھی نماز پڑھنے کا حکم دیتے ہیں؟ اگر ہم خود محرمات سے پرہیز کرتے ہیں تو کیا ہم اپنے اہل وعیال کو بھی محرمات سے منع کرتے ہیں؟ کیا ہم اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو شرعی پردے کا حکم دیتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر فرض کیا ہے؟ یا کہیں ایسا تو نہیں کہ ہماری بیویاں اور بیٹیاں بے پردہ ہو کر بازاروں اور گلی کوچوں میں گھومتی رہتی ہوں اور ہمیں ذرا بھی احساس نہ ہوتا ہو کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے ہم سے ان کے بارے میں بھی پوچھ گچھ کرنی ہے؟ ہم جس طرح اپنے بچوں کو سکول کے امتحان کیلئے تیار کرتے ہیں، کیا قبر کے امتحان کیلئے بھی انھیں تیار کرنے کا کبھی سوچا؟ کیا ہمیں کبھی اس بات کا احساس ہوا کہ ہمارے بیوی بچے جب کوئی گناہ کرتے ہیں اور ہم انھیں منع نہیں کرتے تو ہم بھی ان کے گناہ میں شریک ہو جاتے ہیں!

عزیزان گرامی! جہنم سے نجات پانے کیلئے اپنے دامن کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچانا ضروری ہے۔ لہٰذا جہنم سے بچنے اور جنت میں داخل ہونے کیلئے ضروری ہے کہ:

☆ ہم اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نافرمانی (شرک) سے قطعی اجتناب کریں۔ چنانچہ ہم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے متعلق یہ عقیدہ قطعاً نہ رکھیں کہ وہ نفع ونقصان کا مالک ہے اور حاجتیں پوری کر سکتا ہے اور مشکلیں ٹال سکتا ہے، کیونکہ یہ اختیارات صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ اس کو چھوڑ کر کوئی اور چاہے کوئی نبی ہو یا بزرگ ان اختیارات کا مالک نہیں۔ لہٰذا ہم پر واجب ہے کہ ہم صرف اللہ تعالیٰ کو پکاریں، صرف اسی سے مدد مانگیں اور صرف اسی سے اپنی امیدیں وابستہ رکھیں۔

☆ نیز تمام عبادات صرف اللہ تعالیٰ کیلئے بجالائیں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں، کیونکہ شرک کرنے والے کے تمام اعمالِ صالحہ غارت ہو جاتے ہیں اور جنت کو اس پر حرام کر دیا جاتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ﴾ ①

''یقین مانو کہ جوشخص اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کردی ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہی ہے۔''

اس لئے شرک کی تمام اشکال سے اپنا دامن پاک رکھیں، درباروں اور مزاروں پر ہرگز نہ جائیں جہاں لوگ شرکیہ اعمال بجالاتے ہیں، قبروں کا طواف کرتے ہیں، چادریں چڑھاتے ہیں، نذرونیاز پیش کرتے ہیں اور غیر اللہ سے مانگتے ہیں۔

☆ اس کے علاوہ کسی نجومی یا عامل کے پاس قطعا نہ جائیں، کیونکہ غیب کا علم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ ایسے لوگوں کے پاس جانا اور ان کی باتوں کی تصدیق کرنا رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق شریعتِ محمدیہ کا انکار کرنے کے برابر ہے۔

☆ دین میں نئے نئے کام ایجاد کرنے سے پرہیز کریں اور صرف وہ اعمال بجالائیں جو کہ قرآن مجید سے اور رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث سے ثابت ہوں، کیونکہ جو اعمال قرآن وحدیث سے ثابت نہ ہوں وہ رد کردئے جاتے ہیں اور قابلِ قبول نہیں ہوتے۔

☆ حلال کمائیں اور حلال ہی کھائیں اور حرام سے پرہیز کریں۔ سودی لین دین، چوری، خیانت اور حرام اشیاء کی خرید وفروخت سے بچیں۔ اور صرف جائز اور حلال ذرائعِ معاش اختیار کریں۔

☆ اپنے پورے جسم کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچائیں۔ دماغ سے غلط نہ سوچیں۔ کانوں سے بے حیائی کی گفتگو، گانے، موسیقی، غیبت، اور چغلی وغیرہ نہ سنیں۔ نظر سے غیر محرم عورتوں کو نہ دیکھیں۔ اپنی زبانوں کو جھوٹ، گالی گلوچ، غیبت، جھوٹی گواہی اور چغلی وغیرہ سے محفوظ رکھیں۔ اپنے پیٹ میں حرام نہ جانے دیں۔ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اپنے ہاتھوں سے کسی حرام چیز کو نہ پکڑیں اور نہ ہی ان سے کسی کو تکلیف پہنچائیں۔ اپنے پاؤوں سے حرام کاموں کی طرف چل کر نہ جائیں۔ الغرض یہ کہ اپنے پورے بدن کو حرام اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے محفوظ رکھیں۔

سب سے زیادہ جہنم میں پہنچانے والی چیز

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ لوگوں کو سب سے زیادہ کونسی چیز

① المائدۃ5:72

جنت میں پہنچائے گی ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«تَقْوَى اللّٰهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ» ''اللہ کا ڈر اور اچھا اخلاق ۔''

پھر آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ لوگوں کو سب سے زیادہ کونسی چیز جہنم میں پہنچائے گی ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا : «اَلْفَمُ وَالْفَرْجُ» ''منہ اور شرمگاہ ۔''[1]

اس حدیث کی رو سے ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنے منہ اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کریں ۔ منہ سے کسی کو گالی گلوچ نہ کریں ۔ جھوٹ ، غیبت ، فحش گوئی اور چغل خوری سے اپنا منہ پاک رکھیں ۔ منہ سے صرف حلال کھائیں پییں اور اسے حرام سے بچائے رکھیں ۔ اسی طرح اپنی شہوت جائز اور حلال طریقے سے پوری کریں ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ۝إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِيْنَ۝فَمَنِ ابْتَغَى وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ﴾[2]

''اور جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں ، ہاں ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں جن کے وہ مالک ہیں ان پر کوئی ملامت نہیں ۔ اب جو شخص اس کی علاوہ کوئی اور راہ تلاش کرے گا تو ایسے لوگ حد سے گذر جانے والے ہیں ۔''

جہنم کو شہوات سے ڈھانپا گیا ہے

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

« حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ»

'' جنت کو ان کاموں سے ڈھانپا گیا ہے جو کہ (طبعِ انسانی کو) ناپسند ہوتے ہیں اور جہنم کو شہوات سے ڈھانپا گیا ہے ۔''[3]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

'' جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا تو حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم دیا کہ جاؤ ، اسے دیکھ کر آؤ ۔ چنانچہ وہ گئے اور جنت کو اور اس میں اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں اہلِ جنت کیلئے تیار کی تھیں ۔ انہیں دیکھا ، پھر واپس آئے اور کہا: اے میرے رب ! تیری عزت کی قسم ! اس کے بارے میں جو بھی سنے گا وہ ضرور اس میں داخل ہو گا ۔ پھر اللہ

---

① سنن الترمذی:2004۔ وقال:صحیح غریب۔وحسنه الألبانی

② المعارج70: 29-31 ③ صحیح مسلم:2822

تعالیٰ نے اسے (طبعی طور پر) ناپسندیدہ کاموں سے ڈھانپ دیا۔ اس کے بعد پھر حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم دیا کہ جاؤ اب اسے دیکھ کر آؤ۔ چنانچہ وہ گئے، اسے دیکھا اور واپس آ کر کہنے لگے: اے میرے رب! تیری عزت کی قسم! مجھے اندیشہ ہے کہ اس میں کوئی بھی داخل نہ ہوگا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے جہنم کو پیدا کیا تو حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم دیا کہ جاؤ، اسے دیکھ کر آؤ۔ چنانچہ وہ گئے اور جہنم کو دیکھا۔ پھر واپس آئے اور کہا: اے میرے رب! تیری عزت کی قسم! اس کے بارے میں جو بھی سنے گا وہ اس میں قطعاً داخل نہ ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے شہوات سے ڈھانپ دیا۔ اس کے بعد پھر حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم دیا کہ جاؤ اب اسے دیکھ کر آؤ۔ چنانچہ وہ گئے، اسے دیکھا اور واپس آ کر کہنے لگے: اے میرے رب! تیری عزت کی قسم! مجھے اندیشہ ہے کہ اس میں ہر شخص داخل ہوگا۔''[1]

محترم حضرات! جب جہنم کو شہوات سے ڈھانپا گیا ہے تو اس سے بچنے کیلئے شہوت پرستی سے بچنا انتہائی ضروری امر ہے، لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس دور میں مسلمانوں کی اکثریت شہوات میں غرق ہو چکی ہے، فحاشی اور عریانی عام ہو چکی ہے، بدکاری اور شراب نوشی کے اڈے کھلے ہوئے ہیں، رقص وسرور اور موسیقی کی محفلیں سجائی جاتی ہیں۔ اور وہ لوگ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں وہ اسلام کے واضح احکامات کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے من مانی کرتے ہیں، گویا کہ ان کی نفسانی خواہش ہی ان کا معبود ہے جس کی وہ پوجا کرتے ہیں۔

اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ أَفَأَنتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا ۝ أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا﴾[2]

''بھلا آپ نے اس شخص کے حال پر غور کیا جو اپنی خواہشِ نفس کو ہی اپنا معبود بنائے ہوئے ہے۔ کیا آپ ایسے شخص (کو راہ راست پر لانے) کے ذمہ دار بن سکتے ہیں؟ یا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان میں سے اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں۔ یہ تو مویشیوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گذرے ہیں۔''

اور فرمایا: ﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الْمَآبِ﴾[3]

''لوگوں کیلئے خواہشاتِ نفس سے محبت مثلاً عورتوں سے، بیٹوں سے، سونے اور چاندی کے جمع کردہ

[1] سنن الترمذی، وأبوداؤد والنسائی۔ وحسن إسناده الألبانی فی تخریج المشكاة: 5696

[2] الفرقان 25: 43-44 [3] آل عمران 3: 14

خزانوں سے، نشان زدہ (عمدہ) گھوڑوں، مویشیوں اور کھیتی سے محبت دلفریب بنا دی گئی ہے۔ (حالانکہ) یہ سب کچھ دنیوی زندگی کا سامان ہے اور جو بہتر ٹھکانا ہے وہ اللہ ہی کے پاس ہے۔''

اس آیت میں جن چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے انہی کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کے احکامات سے غافل ہو جاتا ہے۔ اس لئے انہیں محض دنیوی زندگی کا سامان ہی قرار دیا گیا ہے، لیکن اگر ان چیزوں کے حصول میں شرعی حدود وقیود کی پابندی کی جائے، حلال وحرام کے درمیان تمیز کی جائے، ان میں اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کی جائے اور ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی یاد اور فکرِ آخرت سے غفلت نہ برتی جائے تو ان چیزوں سے محبت ہونے کے باوجود بھی انسان دونوں جہانوں میں کامرانی سے ہمکنار ہو سکتا ہے ...... اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین ودنیا کی خیر وبھلائی نصیب فرمائے اور عذابِ جہنم سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین

خوشگوار زندگی کے راہنما اصول

اہم عناصرِ خطبہ:

خوشگوار زندگی کے بارہ اصول:

① ایمان وعمل ② نماز ③ تقوی

④ توبہ واستغفار ⑤ دعا ⑥ ذکر الٰہی

⑦ شکر ⑧ صبر ⑨ توکل

⑩ قناعت ⑪ علوم نافعہ کا مطالعہ ⑫ مسلمانوں کی پریشانیاں دور کرنا

پہلا خطبہ

اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو مٹی سے پیدا کیا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کو سب کا باپ بنایا ہے۔ اِس لحاظ سے سب کی بنیاد تو ایک ہے لیکن وہ کئی اعتبارات سے ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہ شکل وصورت کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں اور کم ہی کوئی شخص دوسرے سے ملتا جلتا ہے۔ کوئی سفید گورے رنگ کا اور کوئی کالے سیاہ رنگ کا، کوئی چھوٹے قد والا اور کوئی بڑے قد والا ......اسی طرح وہ سب اپنے معاشی حالات کے اعتبار سے بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ کوئی مالدار اور کوئی غریب، کوئی بخیل اور کوئی سخی، کوئی ہر حال میں شکر گذار اور کوئی ہر حال میں حریص ولالچی ...... اسی طرح وہ ایمان وعمل کے اعتبار سے بھی الگ الگ نظریات کے حامل ہوتے ہیں۔ کوئی مومن اور کوئی کافر، کوئی نیک وپارسا اور کوئی فاسق وفاجر، کوئی باکردار اور بااخلاق اور کوئی بدکردار اور بداخلاق ......لیکن یہ سب کے سب اپنے احوال میں ایک دوسرے سے مختلف ہونے کے باوجود ایک بات پر متفق نظر آتے ہیں اور وہ ہے خوشحال زندگی کی تمنا اور آرزو۔ چنانچہ زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے تمام لوگ اس بات کے متمنی نظر آتے ہیں کہ انہیں دنیا میں خوشگوار زندگی نصیب ہو جائے اور سب کے سب لوگ ایک باوقار اور پرسکون زندگی کے حصول کیلئے دن رات جد وجہد کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، گویا سب کا ہدف تو ایک ہی ہے البتہ وسائل واسباب مختلف ہیں۔

☆ ایک تاجر جو دن بھر اپنے کاروبار کو وسیع کرنے اور زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کیلئے اپنی پوری صلاحیتیں

اور توانائیاں کھپا دیتا ہے وہ اور اسی طرح وہ مزدور جو صبح سے لیکر شام تک پسینے میں شرابور ہو کر محنت ومزدوری کرتا ہے، دونوں خوشحال اور خوشگوار زندگی کے حصول کیلئے کوشاں ہوتے ہیں۔

☆ ایک عبادت گذار جو اللہ تعالیٰ کے فرائض وواجبات کو پابندی سے ادا کرتا ہے اور نوافل میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے وہ اور اسی طرح وہ فاسق وفاجر انسان جو دن رات اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے دونوں ہی ایسی زندگی کے متمنی ہوتے ہیں جس میں کوئی پریشانی اور کوئی دکھ نہ ہو۔

☆اسی طرح تمام لوگ سعادتمندی اور خوشحالی کو حاصل کرنے کی تمنا لئے تگ ودو میں مصروف رہتے ہیں۔ کوئی کسی طرح اور کوئی کسی طرح ......لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ سعادتمندی ہر ایک کو مل جاتی ہے؟ اور کیا خوشحالی ہر ایک کو نصیب ہو جاتی ہے؟ اور آخر وہ کونسا راستہ ہے جس پر چل کر ہم سب خوشحال وخوشگوار زندگی تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں؟

برادران اسلام! ہم یہی سوال ایک دوسرے انداز سے بھی کر سکتے ہیں اور وہ اس طرح کہ اس دور میں تقریباً ہر انسان پریشان حال اور سرگرداں نظر آتا ہے۔ کسی کو روزگار کی پریشانی، کسی کو مالی وکاروباری مشکلات کا سامنا، کسی پر قرضوں کا بوجھ، کسی کو جسمانی بیماریاں چین اور سکھ سے سونے نہیں دیتیں، کسی کو خاندانی لڑائی جھگڑے بے قرار کئے ہوئے ہیں، کسی کو بیوی بچوں کی نافرمانی کا صدمہ، کسی کو دشمن کا خوف اور کسی کو احباء واقرباء کی جدائی کا دکھ ......الغرض یہ کہ تقریباً ہر شخص کسی نہ کسی پریشانی میں مبتلا نظر آتا ہے اور ظاہر ہے کہ ہر شخص ان دکھوں، صدموں اور پریشانیوں سے نجات بھی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تو وہ حقیقی وسائل واسباب کون سے ہیں جنھیں اختیار کرنے سے دنیا کی مختلف آزمائشوں سے نجات مل سکتی ہے؟

آپ میں سے ہر شخص یقیناً یہ چاہتا ہوگا کہ اسے ان دونوں سوالوں کے جوابات معلوم ہو جائیں تاکہ وہ ایک خوشحال وباوقار زندگی حاصل کر سکے اور دنیا کی پریشانیوں سے چھٹکارا پا سکے۔ تو آیئے ہم سب قرآن وسنت کی روشنی میں ان سوالوں کے جوابات معلوم کرتے ہیں۔

آج کے خطبۂ جمعہ میں ہم ایک کامیاب اور خوشحال زندگی کے حصول اور پریشانیوں وآزمائشوں سے نجات حاصل کرنے کے چند اصول ذکر کریں گے اور مجھے یقین کامل ہے اگر ہم ان پر عمل کریں گے تو ضرور بالضرور اپنے مقصود تک پہنچ جائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ تو لیجئے وہ اصول سماعت فرمایئے۔

پہلا اصول: ایمان وعمل

خوشگوار زندگی کا پہلا اصول ''ایمان وعمل '' ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ ①

''جو شخص نیک عمل کرے، مرد ہو یا عورت بشرطیکہ ایمان والا ہو تو اسے ہم یقیناً بہت ہی اچھی زندگی عطا کریں گے اور ان کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی انہیں ضرور دیں گے۔''

اور فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوْبىٰ لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ﴾ ②

''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ان کیلئے خوشحالی بھی ہے اور عمدہ ٹھکانا بھی۔''

ان آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ہر ایسے شخص کو بہت ہی خوشگوار وکامیاب زندگی اور خوشحالی عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے جس میں دو شرطیں پائی جاتی ہوں۔ایک یہ کہ وہ مومن ہو اور دوسری یہ کہ وہ عمل صالح کرنے والا، باکردار اور بااخلاق ہو۔اور اگر ہم ان دونوں شرطوں کو پورا کردیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمیں خوشگوار زندگی نصیب نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے میں سچا ہے اور وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ارشاد باری ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴾ ③

''یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔''

ہمیں یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ تمام انسانوں کی خیر وبھلائی ایمان اور عمل صالح میں ہی ہے۔اگر انسان سچا مومن ہو اور ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے والا ہو اور ساتھ ساتھ باعمل، باکردار اور بااخلاق بھی ہو، اللہ کے فرائض کو پورا کرتا ہو، پانچوں نمازوں کا پابند ہو، زکاۃ ادا کرتا ہو، رمضان کے فرض روزے بلا عذر شرعی نہ چھوڑتا ہو، والدین اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتا ہو، لین دین میں سچا اور وعدوں کو پورا کرتا ہو۔بددیانتی، دھوکہ اور فراڈ سے اجتناب کرتا ہو، حلال ذرائع سے کماتا ہو تو اللہ تعالیٰ دنیا میں اسے ہر قسم کی خیر وبھلائی عطا کرتا ہے اور آخرت میں جنت کی نعمتیں اور اجر وثواب الگ ہے۔

اِس کے برعکس اگر کوئی انسان فاسق وفاجر، بدکردار اور بداخلاق ہو۔نہ نمازوں کی پروا کرتا ہو اور نہ زکاۃ دیتا ہو، رمضان کے روزے مرضی کے مطابق رکھتا ہو اور طاقت ہونے کے باوجود حج بیت اللہ کا فریضہ ادا کرنے کیلئے تیار نہ ہو، والدین اور قرابت داروں سے بدسلوکی کرتا ہو، اللہ کے بندوں کے حقوق مارتا ہو، لین دین میں

① النحل16:97 ② الرعد13:29 ③ آل عمران3:9

جھوٹ بولتا ہو، دھوکہ دہی اور بد دیانتی سے کام لیتا ہو اور حرام ذرائع سے کماتا ہو تو ایسے انسان کے متعلق ہمیں یقین کر لینا چاہیے کہ اسے لاکھ کوشش کے باوجود خوشگوار زندگی نصیب نہیں ہو سکتی۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَإِنَّ لَهُ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمٰى ☆ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْ أَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ☆ قَالَ كَذٰلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴾ ①

''اور جو شخص میرے ذکر سے روگردانی کرے گا وہ دنیا میں یقیناً تنگ حال رہے گا اور روزِ قیامت ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا ہے؟ دنیا میں تو میں خوب دیکھنے والا تھا۔ اللہ کہے گا: اسی طرح تمھارے پاس میری آیتیں آئی تھیں تو تم نے انہیں بھلا دیا تھا اور اسی طرح آج تم بھی بھلا دئے جاؤ گے۔''

ان آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے خبردار کیا ہے کہ جو شخص میرے دین سے منہ موڑے گا اور میرے احکامات کی پروانہیں کرے گا میں دنیا میں اس کی زندگی تنگ حال بنا دوں گا اور اسے خوشحال زندگی سے محروم کر دونگا۔ اس کے علاوہ قیامت کے دن میں اسے اندھا کر کے اٹھاؤں گا۔ وہ مجھ سے اس کی وجہ پوچھے گا تو میں کہوں گا: جیسا تم نے کیا آج ویسا ہی بدلہ تمھیں دیا جا رہا ہے۔ تمھارے پاس میرے احکام آئے، اہلِ علم نے تمھیں میری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائیں اور میرے نبی (ﷺ) کی صحیح احادیث کو تمھارے سامنے رکھا لیکن تم نے ان سب کو پسِ پشت ڈال کر من مانی کی اور جو تمھارے جی میں آیا تم نے وہی کیا۔ اسی طرح آج مجھے بھی تمھاری کوئی پروانہیں۔

اگر ہم واقعتاً یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں ہمیں ایک باوقار اور خوشحال زندگی نصیب ہو تو ہمیں دینِ الٰہی کو مضبوطی سے تھامنا ہوگا اور من مانی کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنا ہوگا ...... اور اللہ کا سب سے بڑا حکم یہ ہے کہ ہم صرف اسی کی عبادت کریں اور اس میں کسی کو شریک نہ بنائیں۔ صرف اسی کو پکاریں، صرف اسی کو نفع ونقصان کا مالک سمجھیں، صرف اسی کو داتا، مددگار، حاجت روا، مشکل کشا اور غوث اعظم تصور کریں۔ اگر ہم خالصتاً اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے تو وہ یقیناً ہمیں پاکیزہ اور خوشگوار زندگی نصیب کرے گا۔ ورنہ وہ لوگ جو اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کے در پر جبینِ نیاز جھکاتے اور غیر اللہ کیلئے نذر و نیاز پیش کرتے ہیں، غیر اللہ کو داتا، حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہیں اور انہی کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں تو انہیں در در کی ٹھوکریں ہی نصیب ہوتی ہیں اور ذلت وخواری کے سوا اور کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

---

① طٰہٰ 20:124-126

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴾ ①

''اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بناتا ہے وہ ایسے ہے جیسے آسمان سے گرا ہو، پھر پرندے اسے فضا میں ہی اچک لیں یا تیز ہوا اسے کسی دور دراز جگہ پر پھینک دے۔''

یعنی مشرک کا انجام سوائے تباہی وبربادی کے اور کچھ نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا دوسرا بڑا حکم یہ ہے کہ ہم اس کے محبوب حضرت محمد ﷺ کی اتباع کریں اور آپ کی نافرمانی سے بچیں۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ راضی ہو گا تو یقیناً وہ ہمیں خوشحال اور باوقار زندگی نصیب کرے گا۔ اور اگر ہم رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کریں گے اور آپ ﷺ کی سنت سے منہ موڑ کر دین میں ایجاد کردہ نئے امور (بدعات) پر عمل کریں گے تو دنیا میں (نعوذ باللہ) ہم پر آزمائشیں ٹوٹ پڑیں گی اور قیامت کے روز ہمیں نبی کریم ﷺ کے ہاتھوں حوض کوثر کا پانی نصیب نہیں ہو گا اور آپ ﷺ کی شفاعت سے محرومی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ والعیاذ باللہ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ②

''لہٰذا جو لوگ اس (رسول ﷺ) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ کہیں وہ کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آ جائے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے احکامات کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سخت تنبیہ کی ہے کہ وہ اپنے اس فعل سے باز آ جائیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی وجہ سے ان پر کوئی آزمائش یا اللہ کا دردناک عذاب آ جائے۔

برادران اسلام! کامیاب وخوشگوار زندگی کا جو پہلا اصول ہم نے ذکر کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایمان اور عمل صالح کی بناء پر ہی ہمیں ایک کامیاب زندگی نصیب ہو سکتی ہے۔ اور ایمان باللہ کا سب سے بڑا تقاضا یہ ہے کہ ہم عقیدۂ توحید پر قائم رہیں۔ اور ایمان بالرسل کا ایک لازمی تقاضا یہ ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائیں اور آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں زندگی بسر کریں۔ اس طرح

① الحج22:31 ② النور24:63

ہمیں دنیا کے دکھوں اور صدموں سے چھٹکارا ملے گا اور ہماری زندگی کامیابی کی راہ پر گامزن ہو جائے گی۔

دوسرا اصول: نماز

کامیاب اور خوشحال زندگی کا دوسرا اصول ''نماز'' ہے جو اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشادگرامی ہے:

«أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ فَأَكْثِرُوا الدُّعَاءَ»①

''بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدے کی حالت میں ہوتا ہے۔لہٰذا تم (سجدے کی حالت میں) زیادہ دعا کیا کرو۔''

جب بندہ اپنے رب کے قریب ہو جاتا ہے تب وہ جو چاہے اس سے طلب کر سکتا ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے نماز کے ذریعے مدد طلب کرنے کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴾②

''اے ایمان والو! (جب کوئی مشکل درپیش ہو تو) صبر اور نماز کے ذریعے مدد طلب کرو۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو مخاطب کرتے ہوئے حکم دیا ہے کہ وہ ہر قسم کی مشکل اور پریشانی کے ازالے کیلئے صبر اور نماز کے ذریعے اس سے مدد طلب کریں۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والے اور نماز پڑھنے والے بندۂ مومن کی مدد فرماتا ہے اور اسے تمام مشکلات سے نجات دیتا ہے۔ گویا نماز دکھوں اور صدموں کا مداوا ہے، نماز ادا کرنے سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے اور غموں کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے۔

اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«...... وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ» یعنی ''میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔''③

① صحيح مسلم:482
② البقرة2:153
③ أحمد ، نسائي - صحيح الجامع للألباني:3124

ایک عبرتناک قصہ

حافظ ابن عساکرؒ نے تاریخ دمشق میں ذکر کیا ہے کہ ایک فقیر آدمی اپنے خچر پر لوگوں کو سوار کر کے دمشق سے زیدانی پہنچاتا اور اس پر کرایہ وصول کرتا تھا۔ اس نے اپنا ایک قصہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ میرے ساتھ ایک شخص سوار ہوا اور وہ راستے میں مجھ سے کہنے لگا: یہ راستہ چھوڑ دو اور اُس راستے سے چلو کیونکہ اس سے ہم اپنی منزل مقصود تک جلدی پہنچ جائیں گے۔ میں نے کہا: نہیں میں وہ راستہ نہیں جانتا اور یہی راستہ زیادہ قریب ہے۔ اس نے کہا: وہ زیادہ قریب ہے اور تمھیں اسی سے جانا ہوگا۔ چنانچہ ہم اسی راستے پر چل پڑے۔ آگے جا کر ایک دشوار گذار راستہ آ گیا جو ایک گہری وادی میں تھا اور وہاں بہت ساری لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ اس نے کہا: یہاں رک جاؤ۔ میں رک گیا۔ وہ نیچے اترا اور اترتے ہی چھری سے مجھ پر حملہ آور ہوا۔ میں بھاگ کھڑا ہوا۔ میں آگے آگے اور وہ میرے پیچھے پیچھے۔ آخر کار میں نے اسے اللہ کی قسم دے کر کہا: خچر اور اس پر لدا ہوا میرا سامان تم لے لو اور میری جان بخش دو۔ اس نے کہا: وہ تو میرا ہے ہی، میں تمھیں قتل کر کے ہی دم لوں گا۔ میں نے اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرایا اور قتل کی سزا یاد دلائی لیکن اس نے میری ایک بھی نہ سنی۔ چنانچہ میں نے اس کے سامنے رک کر کہا: مجھے صرف دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت دے دو۔ اس نے کہا: ٹھیک ہے جلدی پڑھ لو۔ میں نے قبلہ رخ ہو کر نماز شروع کر دی لیکن میں اس قدر خوفزدہ تھا کہ میری زبان پر قرآن مجید کا ایک حرف بھی نہیں آ رہا تھا اور اُدھر وہ بار بار کہہ رہا تھا: اپنی نماز جلدی ختم کرو۔ میں انتہائی حیران و پریشان تھا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے میری زبان پر قرآن مجید کی یہ آیت جاری کر دی:

﴿ أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ ﴾ ''بھلا کون ہے جو لاچار کی فریاد رسی کرتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور اس کی تکلیف کو دور کر دیتا ہے؟''

پھر میں نے اچانک دیکھا کہ ایک گھوڑ سوار ہاتھ میں نیزہ لئے وادی کے منہ سے نمودار ہو رہا ہے۔ اس نے آتے ہی وہ نیزہ اس شخص کو مارا جو مجھے قتل کرنے کے درپے تھا۔ نیزہ اس کے دل میں پیوست ہو گیا اور وہ مر گیا۔ میں نے گھوڑ سوار کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا:

''مجھے اس نے بھیجا ہے جو لاچار کی فریاد رسی کرتا ہے اور اس کی تکلیف کو دور کر دیتا ہے۔''

پھر میں نے اپنا خچر پکڑا اور اپنا ساز و سامان اٹھا کر سلامتی سے واپس لوٹ آیا۔

یہ قصہ اس بات کی دلیل ہے کہ بندۂ مومن جب نماز کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتا ہے تو وہ اس کی مدد ضرور کرتا ہے اور مشکل کے وقت اسے بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا ......

یاد رہے کہ نمازوں میں سب سے پہلے فرض نماز کا اہتمام کرنا ضروری ہے جو کہ دین کا ستون ہے۔اس کے بعد سنت اور نفل نماز، خصوصا فرائض سے ماقبل اور مابعد سنتیں اور پھر تہجد کی نماز ......نماز تہجد کے دیگر فوائد کے علاوہ اس کا ایک عظیم فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تہجد گذار کو جسمانی بیماریوں سے شفا نصیب کرتا ہے۔لہٰذا وہ لوگ جو علاج کر کر کے تھک چکے ہوں انہیں یہ نبوی علاج ضرور کرنا چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ، فَإِنَّهُ دَأْبُ الصَّالِحِيْنَ قَبْلَكُمْ، وَهُوَ قُرْبَةٌ إِلَى رَبِّكُمْ، وَمُكَفِّرٌ لِلسَّيِّئَاتِ، وَمَنْهَاةٌ لِلْآثَامِ، وَمَطْرَدَةٌ لِلدَّاءِ عَنِ الْجَسَدِ»①

”تم رات کا قیام ضرور کیا کرو کیونکہ یہ تم سے پہلے صلحاء کی عادت تھی۔اور رات کا قیام اللہ کے قریب کرتا ہے، گناہوں کو مٹاتا ہے، برائیوں سے روکتا ہے اور جسمانی بیماری کو دور کرتا ہے۔“

خلاصہ یہ ہے کہ جب آپ کی طبیعت میں پریشانیوں، دکھوں اور صدموں کی وجہ سے تکدر آجائے اور آپ سخت بے چین ہوں تو وضو کر کے بارگاہِ الٰہی میں آجائیں اور ہاتھ باندھ کر اس سے مناجات شروع کر دیں۔ پھر بادشاہوں کے بادشاہ اور رحمان ورحیم ذات کے سامنے جھک کر اپنے گناہوں پر ندامت وشرمندگی کا اظہار کریں، اس کے بعد اس سے مشکلات کے ازالے کا سوال کریں۔ یقیناً آپ کی بے چینی ختم ہو جائے گی، سکون واطمینان نصیب ہوگا اور اللہ تعالیٰ آپ کو خوشحال بنا دے گا۔

تیسرا اصول: تقوی

تقوی دنیا کے دکھوں، تکلیفوں اور پریشانیوں سے نجات پانے کیلئے اور خصوصا ان لوگوں کیلئے ایک نسخۂ کیمیا ہے جو بے روزگاری، غربت اور قرضوں کی وجہ سے انتہائی پریشان حال اور سرگرداں رہتے ہوں۔تقوی سے مراد ہے اللہ تعالیٰ سے ایسا خوف کھانا جو بندے کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور حرام کام سے روک دے۔اور جب کسی انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ایسا ڈر اور خوف پیدا ہو جاتا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ پرہیز گار بن جاتا ہے اور تمام حرام کاموں سے اجتناب کرنے لگ جاتا ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ

﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا ☆ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾②

”اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ اس کیلئے مشکلات سے نکلنے کی کوئی نہ کوئی راہ پیدا کر دیتا ہے۔اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔“

---

① أحمد والترمذی :صحیح الجامع للألبانی:4079

② الطلاق65 :2-3

اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ أَمْرِهٖ يُسْرًا ﴾ ①

''اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ اس کیلئے اس کے کام میں آسانی پیدا کر دیتا ہے۔''

نیز فرمایا: ﴿ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرٰى آمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ ﴾ ②

''اور اگر یہ بستیوں والے ایمان لاتے اور اللہ کی نافرمانی سے بچتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکات (کے دروازے) کھول دیتے۔''

ان تمام آیات میں خوشحالی اور کامیاب زندگی کے حصول کیلئے ایک عظیم اصول متعین کر دیا گیا ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اس کی نافرمانی سے اجتناب کرنا کیونکہ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ بندۂ مومن کیلئے ہر قسم کی پریشانی سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے، اس کے ہر ہر کام کو آسان کر دیتا ہے اور اوپر نیچے سے اس کیلئے رزق کے دروازے کھول دیتا ہے۔

اب آیئے ذرا اس اصول کی روشنی میں ہم اپنی حالت کا جائزہ لے لیں ...... ایک طرف تو ہم خوشحال اور کامیاب زندگی کی تمنا رکھتے ہیں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں بھی کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً نمازوں میں سستی اور غفلت، جھوٹ، غیبت، چغل خوری، سودی لین دین، والدین اور قرابت داروں سے بدسلوکی، فلم بینی اور گانے سننا وغیرہ... بھلا بتلایئے کیا ایسی حالت میں خوشحالی وسعادتمندی نصیب ہو سکتی ہے؟ اور کیا اس طرح پریشانیوں کا ازالہ ہو سکتا ہے؟

ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ نافرمانیوں کی موجودگی میں خوشحالی کا نصیب ہونا تو دور کی بات ہے موجودہ نعمتوں کے چھن جانے کا بھی خطرہ ہوتا ہے۔ اِس کی واضح دلیل حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی حضرت حواء علیہا السلام کا قصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو جنت کی ہر نعمت وآسائش سے لطف اندوز ہونے کی اجازت دی، محض ایک چیز سے منع کر دیا کہ تمھیں اس درخت کے قریب نہیں جانا ہے۔ لیکن شیطان کے ورغلانے پر جب انہوں نے اس درخت کو چکھا تو اللہ تعالیٰ نے جنت کی ساری نعمتوں سے محروم کر کے انہیں زمین پر اتار دیا اور ان کی ایک غلطی جنت کی ساری نعمتوں سے محرومی کا سبب بن گئی۔ تو آج جبکہ ہم گناہ پر گناہ کئے جا رہے ہیں اور پھر بھی خوشحالی کے متمنی ہوتے ہیں! یہ یقینی طور پر ہماری خام خیالی اور غلط فہمی ہے۔ اگر ہم واقعتاً ایک خوشحال زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے قطعی اجتناب کرنا ہوگا۔

اسی طرح ابلیس کا قصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ ریز ہونے کا حکم دیا لیکن

① الطلاق 65:4 ② الأعراف 7: 96

اس نے تکبر کرتے ہوئے سجدہ ریز ہونے سے انکار کر دیا۔ پھر نتیجہ کیا نکلا؟ اللہ تعالیٰ نے اسے ہمیشہ کیلئے ملعون قرار دے دیا۔ یہ صرف ایک سجدہ چھوڑنے کی سزا تھی اور آج بہت سارے مسلمان کئی سجدے چھوڑ دیتے ہیں، پانچ وقت کی فرض نمازوں میں من مانی کرتے ہیں۔تو کیا اس طرح ان کی زندگی کامرانیوں سے ہمکنار ہو سکے گی؟ ایں خیال است ومحال است

بلکہ ستم بالائے ستم یہ ہے کہ آج بہت سارے لوگ کئی برائیوں کو برائی ہی تصور نہیں کرتے اور بلا خوف وتردد ان کا ارتکاب کرتے ہیں جبکہ برائی کو برائی تسلیم نہ کرنا اللہ کی شریعت سے انکار کے مترادف ہے اور یہ 'کفر' ہے۔ لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سنجیدگی سے اپنا جائزہ لیں اور اپنی اصلاح کرنے کی کوشش کریں۔ جب ہم خود اپنی اصلاح کریں گے اور اپنا دامن اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچائیں گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ بھی ہماری حالت پہ رحم فرمائے گا اور ہمیں خوشحال زندگی نصیب کرے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ تابعین کو مخاطب کر کے کہا کرتے تھے:

(إِنَّكُمْ لَتَعْمَلُوْنَ أَعْمَالًا هِيَ أَدَقُّ فِيْ أَعْيُنِكُمْ مِنَ الشَّعْرِ ، إِنْ كُنَّا لَنَعُدُّهَا عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الْمُوْبِقَاتِ)[1]

''آج تم ایسے ایسے عمل کرتے ہو جو تمھاری نگاہوں میں بال سے زیادہ باریک (بہت چھوٹے) ہیں جبکہ ہم انہیں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہلاک کرنے والے گناہوں میں شمار کرتے تھے۔''

یہ تابعین کے دور کی بات ہے جو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور کے بعد بہترین دور تھا۔ اور آج ہمارے دور میں اللہ جانے کیا کچھ ہوتا ہے، بس اللہ کی پناہ!

چوتھا اصول: توبہ واستغفار

انسان پر جو مصیبت آتی ہے چاہے جسمانی بیماری کی صورت میں ہو یا ذہنی اور روحانی اذیت کی شکل میں، چاہے کاروباری پریشانی ہو یا خاندانی لڑائی جھگڑوں کا دکھ اور صدمہ ہو...... ہر قسم کی مصیبت اس کے اپنے گناہوں کی وجہ سے آتی ہے۔ اس لئے اسے ان سے نجات پانے کیلئے فوراً سچی توبہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور ان کی پریشانیوں اور مصیبتوں کا ازالہ کر کے انھیں خوشحال بنا دیتا ہے۔

---

[1] صحیح البخاری، الرقاق باب ما یتقی من محقرات الذنوب:6492

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ ﴾ ①

''اور تمھیں جو مصیبت بھی آتی ہے تمھارے اپنے کرتوتوں کے سبب سے آتی ہے۔ اور وہ تمھارے بہت سارے گناہوں سے درگذر بھی کر جاتا ہے۔''

توبہ واستغفار کے فوائد بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ☆ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا ☆ وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَارًا﴾ ②

''پس میں (نوح علیہ السلام) نے کہا: تم سب اپنے رب سے معافی مانگ لو۔ بلا شبہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا، مال اور بیٹوں سے تمھاری مدد کرے گا، تمھارے لئے باغات پیدا کرے گا اور نہریں جاری کر دے گا۔''

ان آیات میں استغفار کے جو فوائد ذکر کئے گئے ہیں (موسلا دھار بارشیں، مال واولاد سے مدد، باغات اورنہریں) یہ سب دراصل انسانوں کی خوشحالی وسعادتمندی کی علامت ہیں اور یہ استغفار سے ہی نصیب ہوتے ہیں۔

پانچواں اصول: دعا

کامیاب اور خوشحال زندگی کے حصول کا پانچواں اصول ''دعا'' ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے خوشحالی کا اور مشکلات، غموں اور صدموں سے نجات پانے کا سوال کرنا۔ کیونکہ خوشحالی کے تمام خزانوں کی چابیاں اللہ رب العزت ہی کے پاس ہیں اور مصائب وآلام سے نجات دینے والا اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ اور بندۂ مومن جب اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو شرم آتی ہے کہ وہ انہیں خالی لوٹا دے۔ جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ حَيِيٌّ كَرِيمٌ يَسْتَحْيِي إِذَا رَفَعَ الرَّجُلُ إِلَيْهِ يَدَيْهِ أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا خَائِبَتَيْنِ» ③

---

① الشوریٰ42:30 ② نوح71:10-12

③ سنن الترمذی:3556، ابو داؤد :1488، سنن ابن ماجہ :3865۔ وصححہ الألبانی

''بے شک اللہ تعالیٰ حیا کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔ اور کوئی آدمی جب اس کی طرف ہاتھ بلند کرتا ہے تو اسے حیا آتی ہے کہ وہ انہیں خالی اور نا کام واپس لوٹا دے۔''

دعا کرنے سے تین فوائد میں سے ایک فائدہ ضرور ملتا ہے۔ یا تو اللہ تعالیٰ دعا کرنے والے کا سوال پورا کر دیتا ہے۔ یا اس کی دعا کو اس کیلئے ذخیرۂ آخرت بنا دیتا ہے۔ یا اس دعا کے سبب آنے والی کسی مصیبت کو ٹال دیتا ہے۔ یہ بات بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«مَا عَلَى الْأَرْضِ مُسْلِمٌ يَدْعُوْ اللّٰهَ تَعَالىٰ بِدَعْوَةٍ إِلَّا آتَاهُ اللّٰهُ إِيَّاهَا، أَوْ صَرَفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهَا، مَا لَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ أَوْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ» فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: إِذًا نُكْثِرُ؟ قَالَ: (اَللّٰهُ أَكْثَرُ)①

''خطۂ زمین پر پایا جانے والا کوئی مسلمان جب اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی طلب کی ہوئی چیز دے دیتا ہے یا اس جیسی کوئی مصیبت اس سے ٹال دیتا ہے بشرطیکہ وہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے'' یہ سن کر لوگوں میں سے ایک شخص کہنے لگا: تب تو ہم اور زیادہ دعا کریں گے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ اور زیادہ عطا کرے گا۔''

اور حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَدْعُوْلَيْسَ بِإِثْمٍ وَلَا بِقَطِيْعَةِ رَحِمٍ إِلَّا أَعْطَاهُ إِحْدىٰ ثَلَاثٍ: إِمَّا أَنْ يُعَجِّلَ لَهُ دَعْوَتَهُ وَإِمَّا أَنْ يَدَّخِرَهَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ وَإِمَّا أَنْ يَدْفَعَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهَا» قَالَ: إِذًا نُكْثِرُ؟ قَالَ: (اَللّٰهُ أَكْثَرُ)②

''کوئی مسلمان جب کوئی ایسی دعا کرتا ہے جس میں گناہ یا قطع رحمی نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ اسے تین میں سے ایک چیز ضرور عطا کرتا ہے۔ یا اس کی دعا جلدی قبول کر لیتا ہے۔ یا اسے ذخیرۂ آخرت بنا دیتا ہے۔ یا اس جیسی کوئی مصیبت اس سے دور کر دیتا ہے۔'' ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا: تب تو ہم زیادہ دعا کریں گے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ اور زیادہ عطا کرے گا۔''

اس لئے دعا ضرور کرنی چاہئے اور کسی شخصیت کا واسطہ ڈھونڈے بغیر براہِ راست اللہ سے کرنی چاہئے کیونکہ

---

① سنن الترمذی:3573- وصححه الألبانی

② صحیح الأدب المفرد للألبانی:ص547:264

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾①

''اور جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں (ان کے) قریب ہی ہوں۔ کوئی دعا کرنے والا جب مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔''

اس لئے جو قریب ہے، پکار کو سن سکتا ہے، سن کر قبول بھی کرتا ہے اور پھر مدد کرنے پر بھی قادر ہے صرف اسی کو پکارنا چاہئے اور اسے چھوڑ کر کسی اور کو نہیں پکارنا چاہئے۔

دعا خصوصا قبولیت کے اوقات میں کرنی چاہئے۔ مثلا سجدے کی حالت میں، اذان اور اقامت کے درمیان، یومِ جمعہ کو عصر کے بعد مغرب تک اور خاص طور پر رات کے آخری حصے میں جبکہ اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر تشریف لا کر کہتا ہے:

«مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ؟ مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ؟ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ»②

''کیا کوئی ہے جو مجھ سے دعا مانگے تو میں اس کی دعا قبول کروں؟ اور کیا کوئی ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اس کا سوال پورا کروں؟ اور کوئی ہے جو اپنے گناہوں پر مجھ سے معافی مانگے تو میں اسے معاف کر دوں؟''

اور دعا میں دنیا وآخرت دونوں کی خیر وبھلائی کا سوال کرنا چاہئے۔ خصوصا یہ دعا:

« اَللّٰهُمَّ أَصْلِحْ لِيْ دِيْنِي الَّذِيْ هُوَ عِصْمَةُ أَمْرِيْ، وَأَصْلِحْ لِيْ دُنْيَايَ الَّتِيْ فِيْهَا مَعَاشِيْ، وَأَصْلِحْ لِيْ آخِرَتِي الَّتِيْ فِيْهَا مَعَادِيْ، وَاجْعَلِ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِّيْ فِيْ كُلِّ خَيْرٍ، وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِّيْ مِنْ كُلِّ شَرٍّ»③

''اے اللہ! تو میرا دین میرے لئے سنوار دے جو کہ میرے معاملاتِ زندگی کے تحفظ کا ذریعہ ہے۔ اور میرے لئے میری دنیا کو بھی ٹھیک کر دے جس میں میری گذران ہے۔ اور میرے لئے میری آخرت کو بھی بہتر بنا دے جس میں مجھے لوٹ کر جانا ہے۔ اور میری زندگی کو میرے لئے ہر خیر میں اضافے کا باعث بنا اور میری موت کو میرے لئے ہر شر سے راحت بنا۔''

برادران اسلام! اب وہ دعائیں پیش کی جاتی ہیں جنھیں خاص طور پر پریشانی کے عالم میں بار بار پڑھنا چاہئے اور جن کا پڑھنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔

① البقرۃ2:186 ② صحیح مسلم:758 ③ صحیح مسلم:2720

پریشانی اور صدمے کے وقت کی دعائیں

① حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ نے پریشانی کے وقت یہ دعا پڑھنے کی تلقین کی: «اَللّٰهُ رَبِّي لَا أُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا»[1]

"اللہ ہی میرا رب ہے، میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا۔"

② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پریشانی کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے: « لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ»[2]

"اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، وہ عظمت والا اور بردبار ہے، اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، وہ عرشِ عظیم کا رب ہے، اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، وہ آسمانوں کا رب اور زمین کا رب اور عرشِ عظیم کا رب ہے۔"

③ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے پریشانی کے وقت یہ دعا پڑھنے کی تلقین کی:

«لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ»[3]

"اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، وہ بردبار اور کریم ہے۔ اللہ پاک ہے اور بابرکت ہے وہ اللہ جو عرشِ عظیم کا رب ہے۔ اور تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔"

④ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"پریشان حال کو یہ دعا پڑھنی چاہئے:

«اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُو فَلَا تَكِلْنِيْ إِلٰى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ وَأَصْلِحْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهُ»[4]

"اے اللہ! میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں۔ لہٰذا تو مجھے پل بھر کیلئے بھی میرے نفس کے حوالے نہ کر اور میرا ہر کام میرے لئے ٹھیک کر دے۔"

⑤ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پریشانی کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے: «يَا حَيُّ يَا

---

① سنن أبي داؤد:1525، وصححه الألباني في صحيح سنن ابي داؤد:284/1

② صحيح البخاري، الدعوات باب الدعاء عند الكرب، الفتح:123/11، مسلم:2730

③ مسند أحمد:91/1 وصححه الشيخ احمد شاكر:87/2

④ سنن أبي داؤد:5090، وحسنه الألباني في صحيح الكلم الطيب:121

قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ»①

''اے زندہ، اے قیوم! میں تیری رحمت کے ساتھ مدد کا طلبگار ہوں۔''

⑥ دعائے یونس علیہ السلام: «لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ»

''تیرے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، تو پاک ہے۔ بے شک میں ہی ظلم کرنے والوں میں سے تھا۔''

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّهُ لَمْ يَدْعُ بِهَا مُسْلِمٌ فِيْ شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا اسْتَجَابَ اللّٰهُ لَهُ بِهَا»

''جو مسلمان ان کلمات کے ساتھ کوئی بھی دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے یقیناً قبول کرتا ہے۔''②

⑦ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص کو حزن وملال پہنچے، پھر وہ یہ دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے حزن وملال کو ختم کر دیتا ہے اور اس کی پریشانی کو دور کر دیتا ہے۔

«اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ أَمَتِكَ نَاصِيَتِيْ بِيَدِكَ ، مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ ، عَدْلٌ فِيَّ قَضَاؤُكَ ، أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ ، أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِيْ كِتَابِكَ ، أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِيْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِيْعَ قَلْبِيْ ، وَنُوْرَ صَدْرِيْ ، وَجَلَاءَ حُزْنِيْ وَذَهَابَ هَمِّيْ»③

''اے اللہ! بے شک میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندے اور تیری بندی کا بیٹا ہوں۔ میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے۔ میرے بارے میں تیرا حکم جاری ہے۔ میرے بارے میں تیرا فیصلہ مبنی برعدل ہے۔ میں تجھ سے تیرے ہر اس نام کے ساتھ سوال کرتا ہوں جو تو نے اپنے لئے منتخب کیا ہے، یا تو نے اسے اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھلایا یا اسے اپنی کسی کتاب میں اتارا، یا تو نے اسے اپنے پاس علمِ غیب میں خاص رکھا کہ تو قرآن مجید کو میرے دل کی بہار اور میرے سینے کا نور اور میرے غم کو دور کرنے والا اور میری پریشانی کو ختم کرنے والا بنا دے۔''

① سنن الترمذی:3524۔ وصححه الألبانی فی السلسلة الصحيحة :3182

② صححه الحاكم فی المستدرك:505/1 ووافقه الذهبی

③ أحمد:3712 وصححه الشيخ احمد شاكر:266/2، والألبانی فی الصحيحة:199

چھٹا اصول: ذکر الٰہی

جو لوگ دنیاوی تکالیف ومصائب کی وجہ سے ہر وقت غمگین رہتے ہوں اور غموں اور صدموں نے ان کی خوشیاں چھین لی ہوں ان کی طبیعت کو سکون پہنچانے اور اطمینانِ قلب کیلئے چھٹا اصول ''ذکر الٰہی'' ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾

''جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ یاد رکھو! دل اللہ کے ذکر سے ہی مطمئن ہوتے ہیں۔''[1]

سب سے افضل ذکر (لا إله إلا الله) ہے۔اسی طرح قرآن مجید کی تلاوت کہ جس کے ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں۔ پھر (سبحان الله ، الحمد لله ، الله اكبر) کہ جنھیں جنت کے پودے قرار دیا گیا ہے۔اور پھر (لا حول ولا قوة إلا بالله) کہ جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ پھر (سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم) کہ جو اللہ تعالیٰ کو بے حد محبوب اور میزان میں بڑے وزنی ہیں۔

قرآن مجید کی اس آیت کی روشنی میں ہمیں بحیثیت مومن اس بات پر یقین کامل ہونا چاہئے کہ ذکر الٰہی سے ہی دلوں کو تازگی ملتی ہے، حقیقی سکون نصیب ہوتا ہے اور پریشانیوں اور غموں کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ آج کل بہت سارے مسلمان اپنے غموں کا بوجھ ہلکا کرنے اور دل بہلانے کیلئے گانے سنتے اور فلمیں دیکھتے ہیں حالانکہ اس سے غم ہلکا ہونے کی بجائے اور زیادہ ہوتا ہے کیونکہ گانے سننا اور فلمیں دیکھنا حرام ہے اور حرام کام سے سوائے غم اور پریشانی کے اور کچھ نہیں ملتا۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«لَیَکُوْنَنَّ مِنْ أُمَّتِیْ أَقْوَامٌ یَسْتَحِلُّوْنَ الْحِرَ ، وَالْحَرِیْرَ ، وَالْخَمْرَ ، وَالْمَعَازِفَ»[2]

''میری امت میں ایسے لوگ ضرور آئیں گے جو زنا کاری، ریشم کا لباس، شراب نوشی اور موسیقی کو حلال سمجھ لیں گے۔''

ان چار چیزوں کو حلال سمجھنے سے مراد یہ ہے کہ حقیقت میں یہ حرام ہیں لیکن لوگ انہیں حلال تصور کر لیں گے

---

① الرعد 28:13 ② صحیح البخاری :5590

گویا یہ حرام نہیں ! موسیقی کس قدر بری چیز ہے اس کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے اسے زنا کاری اور شراب نوشی جیسے بڑے ہی بھیانک گناہوں کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

اور جو لوگ فلم بنی کرتے ہیں انھیں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ذہن میں رکھنا چاہیے :

﴿قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ﴾ ①

’’مسلمان مردوں کو حکم دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہی ان کیلئے پاکیزگی ہے۔ اور وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے۔‘‘

ذکر الٰہی کے فوائد بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق اس سے سلوک کرتا ہوں اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اگر وہ مجھے دل میں یاد کرے تو میں بھی اسے دل میں یاد کرتا ہوں۔ اگر وہ کسی مجمع میں مجھے یاد کرے تو میں اس کا ذکر ایسی جماعت میں کرتا ہوں جو اس کی جماعت سے بہتر ہے۔ اور اگر وہ ایک بالشت میرے نزدیک ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے نزدیک ہوتا ہوں۔ اور اگر وہ ایک ہاتھ میرے نزدیک ہوتا ہے تو میں ایک کلا (دونوں ہاتھ پھیلانے کی مقدار) اس کے قریب ہوتا ہوں۔ اور اگر وہ چلتا ہوا میرے پاس آئے تو میں دوڑ کر اس کی طرف جاتا ہوں۔‘‘ ②

ساتواں اصول: شکر

کامیاب وخوشحال زندگی کے حصول اور پریشانیوں سے نجات کا ساتواں اصول ہے اللہ تعالیٰ کی بے شمار وان گنت نعمتوں پر شکر گذار ہونا کیونکہ جب ہم اس کی نعمتوں پر شکر بجا لائیں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں اور زیادہ نعمتوں سے نوازے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾ ③

’’اور یاد رکھو! تمھارے رب نے خبردار کر دیا تھا کہ اگر شکر گذار بنو گے تو میں تمھیں اور زیادہ نوازوں گا۔ اور

---

① النور 30:24

② صحیح البخاری، التوحید باب قول اللہ ویحذرکم اللہ نفسہ :7405

③ إبراهيم 7:14

اگر ناشکری کرو گے تو پھر میری سزا بھی بہت سخت ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے شکر گذار بندوں کو اور زیادہ نعمتوں سے نوازنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر موجودہ نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا جائے اور انہیں اس کی اطاعت میں کھپایا جائے تو نہ صرف وہ نعمتیں بحال رہتی ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ مزید نعمتیں عطا کرتا ہے اور اپنے شکر گذار بندوں کی زندگی کو خوشحال بنا دیتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ناشکری کرنے والوں کو سخت تنبیہ بھی کی ہے کہ وہ ان کی ناشکری کی بناء پر ان سے موجودہ نعمتوں کو چھین کر انہیں مصائب وآفات میں بھی مبتلا کر سکتا ہے۔ والعیاذ باللہ

اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيمًا﴾ ①

''اگر تم لوگ (اللہ کا) شکر ادا کرو اور (خلوص نیت سے) ایمان لے آؤ تو اللہ کو کیا پڑی ہے کہ وہ تمھیں عذاب دے؟ جبکہ اللہ تو بڑا قدر دان اور سب کچھ جاننے والا ہے۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بندہ اگر سچا مومن اور اللہ تعالیٰ کا شکر گذار ہو تو اللہ تعالیٰ خواہ مخواہ اسے آزمائش میں مبتلا نہیں کرتا۔ بلکہ وہ تو قدر دان ہے اور اپنے بندوں کے جذباتِ تشکر کو دیکھ کر انہیں اور زیادہ عطا کرتا ہے۔

یاد رہے کہ شکر دل اور زبان سے ادا کرنے کے ساتھ ساتھ عملی طور پر بھی بجا لانا ضروری ہے۔ اور سچا شاکر وہ ہوتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ احسانات کرتا ہے تو وہ اس کی اور زیادہ اطاعت وفرمانبرداری کرتا ہے۔ اور وہ جتنا اسے اپنے فضل سے نوازتا ہے اتنا ہی اس کے جذباتِ محبت واطاعت اور جوش میں آتے ہیں اور وہ ہر طرح سے ان کے شکر کا اظہار کرنے لگتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ رات کو اتنا لمبا قیام کرتے کہ آپ کے پاؤں پر ورم آجاتا۔ اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کی تو اللہ تعالیٰ نے اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما دی ہیں، پھر آپ اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَفَلَا أُحِبُّ أَنْ أَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا» ②

''کیا میں یہ پسند نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر گذار بندہ بنوں؟''

آٹھواں اصول: صبر

دنیا میں سعادتمندی اور خوشحالی کے حصول کا آٹھواں اصول ہے: صبر۔ یعنی کسی بندۂ مومن کو جب کوئی

① النساء4: 147 ② صحیح البخاری: 4837، صحیح مسلم: 2820

پریشانی یا تکلیف پہنچے تو وہ اسے برداشت کرے، اس پر صبر وتحمل کا مظاہرہ کرے، اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر اپنی رضامندی کا اظہار کرے اور اس پر اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کا طالب ہو۔ یوں اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوگا اور اس کے گناہوں کو مٹا کر اسے اطمینانِ قلب نصیب کرے گا۔

دنیا میں ہر مومن کے مقدر میں اللہ تعالیٰ نے کوئی نہ کوئی آزمائش لکھ رکھی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ ☆ الَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ☆ أُولٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴾ ①

''اور ہم تمھیں ضرور آزمائیں گے کچھ خوف وہراس اور بھوک سے اور مال وجان اور پھلوں میں کمی سے اور آپ (اے محمد ﷺ!) صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجیے جنھیں جب کوئی مصیبت لاحق ہوتی ہے تو وہ کہتے ہیں: ہم یقیناً اللہ ہی کے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ایسے ہی لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی نوازشیں اور رحمت ہوتی ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آزمائشوں میں صبر کرنے والوں کو خوشخبری دی ہے کہ ان پر اس کی نوازشیں ہوتی ہیں اور وہ رحمتِ الٰہی کے مستحق ہوتے ہیں۔ گویا صبر وہ چیز ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ صبر کرنے والے کی زندگی کو خوشحال بنا دیتا ہے اور اسے اپنے فضل وکرم سے نوازتا ہے۔

آزمائش کوئی بھی ہو، چھوٹی ہو یا بڑی، جسمانی ہو یا ذہنی، ہر قسم کی آزمائش مومن کیلئے باعثِ خیر ہی ہوتی ہے۔ جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«مَا يُصِيْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَّلَا وَصَبٍ وَّلَا هَمٍّ وَّلَا حَزَنٍ وَّلَا أَذًى وَّلَا غَمٍّ، حَتّٰى الشَّوْكَةُ الَّتِي يُشَاكُهَا إِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ» ②

''مسلمان کو جب تھکاوٹ یا بیماری لاحق ہوتی ہے، یا وہ حزن وملال اور تکلیف سے دوچار ہوتا ہے حتی کہ اگر ایک کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اسکے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔''

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيْبُهُ أَذًى إِلَّا حَاتَّ اللّٰهُ عَنْهُ خَطَايَاهُ كَمَا تَحَاتُّ وَرَقُ الشَّجَرِ» ③

① البقرۃ 2:155-157 ② صحیح البخاری: 5642، صحیح مسلم: 2573

③ صحیح البخاری: 5647، صحیح مسلم: 2571

''جب کسی مسلمان کو کوئی اذیت (تکلیف) پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو اس طرح گرا دیتا ہے جس طرح درخت کے پتے گرتے ہیں۔''

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی تکلیف اور ادنی ترین آزمائش پر حتی کہ ایک کانٹا چبھنے پر بھی اللہ تعالیٰ بندۂ مومن کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ بشرطیکہ وہ صبر وتحمل کا دامن نہ چھوڑے اور ہر آزمائش میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی ہو جائے۔

کسی بندۂ مومن میں جب یہ دونوں صفات (صبر وشکر) جمع ہو جائیں تو وہ یقین کر لے کہ اسے خیر کثیر نصیب ہو گئی۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«عَجبًا لِأمْرِ الْمُؤْمِنِ، إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيرٌ، وَلَيْسَ ذَلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ: إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيرًا لَّهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيرًا لَّهُ»[1]

''مومن کا معاملہ بڑا عجیب ہے اور اس کا ہر معاملہ یقیناً اس کیلئے خیر کا باعث ہوتا ہے۔ یہ خوبی سوائے مومن کے اور کسی کو نصیب نہیں ہوتی۔ اگر اسے کوئی خوشی پہنچے تو وہ شکر ادا کرتا ہے، اس طرح وہ اس کیلئے خیر کا باعث بن جاتی ہے۔ اور اگر اسے کوئی غمی پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے اور یوں وہ بھی اس کیلئے باعثِ خیر بن جاتی ہے۔''

نواں اصول: توکل

وہ لوگ جن پر دشمن کی شرارتوں، سازشوں اور ان کے ہتھکنڈوں کا خوف طاری رہتا ہو اور اس کی وجہ سے وہ سخت بے چین رہتے ہوں ان کی خوشحالی کیلئے خصوصاً اور باقی تمام لوگوں کیلئے عموماً نواں اصول یہ ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ پر توکل (بھروسہ) کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ہر شر سے بچانے والا ہے اور اس کے حکم کے بغیر بڑے سے بڑا طاقت ور بھی کسی کو کوئی نقصان پہنچانے پر قادر نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ لَّنْ يُّصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾[2]

''آپ کہہ دیجئے کہ ہم پر کوئی مصیبت نہیں آ سکتی سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقدر کر رکھی ہے۔ وہی ہمارا سرپرست ہے اور مومنوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے۔''

اور فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ إِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ أَمْرِهِ﴾[3]

---

① صحیح مسلم:2999 ② التوبۃ9:51 ③ الطلاق65:3

''اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کر لے تو وہ اسے کافی ہے۔ اللہ اپنا کام کر کے رہتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کا اللہ تعالیٰ پر توکل

رسول اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ پر کامل توکل کرتے تھے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نجد کی جانب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنگ کیلئے نکلے، پھر آپ ﷺ سے ہماری ملاقات اُس مقام پر ہوئی جہاں کانٹے دار درخت بہت زیادہ تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ ایک درخت کے نیچے اپنی سواری سے اترے اور اپنی تلوار اس کی ایک ٹہنی سے لٹکا کر سو گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اِدھر اُدھر بکھر گئے اور جہاں جس کو سایہ ملا وہ وہیں آرام کرنے لگا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بیان فرمایا کہ

«إِنَّ رَجُلاً أَتَانِيْ وَأَنَا نَائِمٌ ، فَأَخَذَ السَّيْفَ ، فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ قَائِمٌ عَلٰى رَأْسِيْ ، فَلَمْ أَشْعُرْ إِلَّا وَالسَّيْفُ صَلْتًا فِيْ يَدِهِ ، فَقَالَ لِيْ:مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ؟ قُلْتُ:اللّٰهُ ، ثُمَّ قَالَ فِي الثَّانِيَةِ:مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ؟ قُلْتُ:اللّٰهُ ، قَالَ:فَشَامَ السَّيْفَ ، فَهَا هُوَ ذَا جَالِسٌ» ثُمَّ لَمْ يَعْرِضْ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ.

''میں جب سویا ہوا تھا تو ایک آدمی میرے پاس آیا۔ اس نے میری تلوار اٹھائی تو میں بیدار ہو گیا۔ میں اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ننگی تلوار سونتے ہوئے میرے سر پر کھڑا ہے۔ اس نے مجھ سے کہا:

«مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ ؟» یعنی آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟

میں نے کہا: اللہ تعالیٰ بچائے گا۔

اس نے پھر کہا: «مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ ؟» یعنی آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟

میں نے پھر بھی یہی کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ ہی بچائے گا۔ پھر اس نے تلوار نیام میں کر لی۔ اور دیکھو! یہ ہے وہ شخص جو بیٹھا ہوا ہے۔'' حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے اسے کچھ بھی نہ کہا۔ ①

اس واقعہ سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کتنے مضبوط ایمان کے مالک تھے اور آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ پر کس قدر اعتماد اور بھروسہ تھا کہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد اچانک آپ ﷺ نے جب ایک دشمن کو تلوار بے نیام کئے ہوئے اپنے سر پر کھڑا دیکھا تو آپ ﷺ مکمل طور پر مطمئن رہے اور کسی خوف کا اظہار نہیں فرمایا۔ اور جب اس نے پوچھا کہ آپ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے تو آپ ﷺ نے انتہائی اعتماد کے ساتھ جواب

---

① صحیح البخاری :2910، 2913، 4139۔ صحیح مسلم :843 واللفظ لہ

دیا کہ مجھے صرف اللہ تعالیٰ ہی بچا سکتا ہے۔

اسی طرح وہ لوگ جو بے روزگار ہوں یا مالی وکاروباری مشکلات سے دوچار ہوں، انہیں بھی اللہ ہی پر توکل کر کے رزق حلال کے حصول کیلئے جدو جہد کرنی چاہیے۔اس طرح اللہ تعالیٰ ان کیلئے رزقِ وافر کے دروازے کھول دے گا اور مالیاتی پریشانیوں سے نکال کر انہیں خوشحال بنا دے گا۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:« لَوْ أَنَّكُمْ تَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ، تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا»[①]

''اگر تم اللہ پر اس طرح بھروسہ کرو جس طرح بھروسہ کرنے کا حق ہے تو وہ تمھیں ایسے ہی رزق دے گا جیسے وہ پرندوں کو رزق دیتا ہے جو صبح کے وقت خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کے وقت پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔''

دسواں اصول: قناعت

کامیاب وخوشگوار زندگی کا دسواں اصول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کسی کو جتنا رزق عطا کیا ہو وہ اس پر قناعت کرے اور ہر حال میں اس کا شکر ادا کرتا رہے۔ اور بڑے بڑے مالداروں کو حسرت سے دیکھنے کے بجائے اپنے سے کم مال والے لوگوں کو اپنے مدنظر رکھے۔اس طرح اللہ تعالیٰ اسے حقیقی چین وسکون نصیب کرے گا۔اور اگر وہ کسی جسمانی بیماری کی وجہ سے پریشان رہتا ہو تو بھی اسے ان لوگوں کی طرف دیکھنا چاہیے جو اس سے زیادہ مہلک اور موذی مرض میں مبتلا ہو کر ہسپتالوں میں زیرِ علاج ہوں یا اپنے گھروں میں صاحبِ فراش ہوں۔ جب وہ اپنے سے کم مال والے لوگوں کی حالت اور اسی طرح اپنے سے بڑے مریضوں کی حالت کو دیکھے گا تو یقیناً وہ اپنی حالت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا۔اس طرح اللہ تعالیٰ اسے سکونِ قلب جیسی عظیم دولت سے نوازے گا۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«اُنْظُرُوْا إِلٰى مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْكُمْ، وَلاَ تَنْظُرُوْا إِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ، فَإِنَّهُ أَجْدَرُ أَن لَّا تَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ»[②]

---

① أحمد والترمذی وابن ماجه ـ بحواله صحيح الجامع للألبانی:5254

② صحيح مسلم ـ الزهد والرقائق:2963

''تم اس شخص کی طرف دیکھو جو (دنیاوی اعتبار سے) تم سے کم تر ہو۔ اور اس شخص کی طرف مت دیکھو جو (دنیاوی اعتبار سے) تم سے بڑا ہو کیونکہ اس طرح تم اللہ کی نعمتوں کو حقیر نہیں سمجھو گے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی نسبت کم تر انسان کی طرف دیکھنے سے انسان اللہ کی ان نعمتوں کو حقیر نہیں سمجھے گا جو اس نے اسے عطا کر رکھی ہیں۔ اور ان میں تین نعمتیں ایسی ہیں جو کسی کے پاس موجود ہوں تو اسے یہ سمجھنا چاہئے کہ گویا اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے پوری دنیا جمع کر دی ہے اور وہ ہیں: صحت، امن اور ایک دن کی خوراک۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ مُعَافىً فِيْ جَسَدِهٖ، آمِنًا فِيْ سِرْبِهٖ، عِنْدَهُ قُوْتُ يَوْمِهٖ فَكَأَنَّمَا حِيْزَتْ لَهُ الدُّنْيَا»[1]

''جو شخص اس حالت میں صبح کرے کہ وہ تندرست ہو، اپنے آپ میں پر امن ہو اور اس کے پاس ایک دن کی خوراک موجود ہو تو گویا اس کیلئے پوری دنیا کو جمع کر دیا گیا۔''

دوسرا خطبہ

گیارہواں اصول: فارغ اوقات میں علومِ نافعہ کا مطالعہ

ناخوشگوار اور دکھ بھری زندگی کے اسباب میں سے ایک اہم سبب زندگی کے فارغ اوقات کو بے مقصد بلکہ نقصان دہ چیزوں میں ضائع کرنا ہے۔ مثلاً ڈائجسٹوں میں عشق ومحبت کی جھوٹی داستانوں یا جاسوسی کی من گھڑت کہانیوں کے پڑھنے، تاش اور شطرنج وغیرہ کھیلنے اور دن بھر میچ دیکھتے رہنے اور اس طرح کی دیگر فضولیات میں وقت ضائع کرنے سے یقینی طور پر دل مردہ ہوتا ہے اور ناخوشگواری میں اور اضافہ ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی بجائے مفید کتابوں مثلاً تفسیر قرآن، کتبِ حدیث، کتبِ سیرت نبویہ وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے اور جھوٹی کہانیوں کی بجائے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین عظام رحمہم اللہ کی سوانح حیات کے سچے واقعات کو پڑھا جائے۔ اور قرآن مجید کی تلاوت اور فائدہ مند تقاریر ولیکچرز کی کیسٹیں سنی جائیں تو اس سے یقیناً اللہ تعالیٰ بندۂ مومن کی زندگی کو بابرکت بنا دیتا ہے اور اسے پریشانیوں سے نجات دیتا ہے۔

فارغ وقت اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے جس کی قدر ومنزلت سے بہت سارے لوگ غافل رہتے ہیں۔ جیسا

---

[1] سنن الترمذي :2346، سنن ابن ماجه : 4141 ، وحسنه الألباني

کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ : اَلصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ»①

''دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں بہت سارے لوگ گھاٹے میں رہتے ہیں: تندرستی اور فارغ وقت۔''

یعنی جو لوگ فارغ اوقات کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں نہیں کھپاتے وہ یقیناً گھاٹے میں رہتے ہیں۔ اس لئے فارغ اوقات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انسان کو زیادہ سے زیادہ نیکیاں کمانی چاہئیں۔ ورنہ یہ بات یاد رہے کہ قیامت کے دن فارغ اوقات کے بارے میں بھی باز پرس ہوگی کہ انہیں اللہ کی اطاعت میں لگایا تھا یا اس کی نافرمانی میں ضائع کر دیا تھا؟ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«لَا تَزَالُ قَدَمَا عَبْدٍ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ أَرْبَعٍ : عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَ أَفْنَاهُ ؟وَعَنْ عِلْمِهٖ مَا فَعَلَ فِيْهِ؟ وَعَنْ مَّالِهٖ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيْمَ أَنْفَقَهُ ؟وَعَنْ جِسْمِهٖ فِيْمَ أَبْلَاهُ » ②

''کسی بندے کے قدم اس وقت تک نہیں ہل سکیں گے جب تک اس سے چار سوالات نہیں کر لئے جائیں گے: اس نے اپنی عمر کو کس چیز میں ختم کیا؟ اپنے علم پر کہاں تک عمل کیا؟ اور اس نے اپنا مال کہاں سے کمایا اور کس چیز میں خرچ کیا؟ اور اس نے اپنے جسم کو کس چیز میں بوسیدہ کیا؟''

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو تمام آزمائشوں سے نجات دے کر ہمیں خوشگوار زندگی نصیب فرمائے۔

بارھواں اصول: مسلمانوں کی پریشانیاں دور کرنا

دنیا میں دکھوں اور پریشانیوں سے نجات پانے کیلئے بارھواں اصول یہ ہے کہ آپ اپنے مسلمان بھائیوں کی پریشانیاں دور کرنے میں ان کی مدد کریں، اللہ تعالیٰ آپ کی پریشانیاں دور کرے گا اور آپ کو خوشحالی وسعادتمندی نصیب کرے گا۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«مَنْ أَرَادَ أَنْ تُسْتَجَابَ دَعْوَتُهُ وَأَنْ تُكْشَفَ عَنْهُ كُرْبَتُهُ ، فَلْيُفَرِّجْ عَنْ مُعْسِرٍ» ③

''جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی دعا قبول کی جائے اور اس کی پریشانی دور کی جائے تو وہ تنگ دست کی پریشانی

---

① صحيح البخاري، الرقاق باب الصحة والفراغ: 6412

② سنن الترمذي ـ بحواله صحيح الجامع للألباني:7300

③ أحمد:23/2، وذكره الهيثمي في مجمع الزوائد:133/4وقال:رواه أحمد وأبو يعلى ورجال أحمد ثقات

کو دور کرے۔''

یعنی ایک تنگ حال کی تنگی و پریشانی دور کرنے سے اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبولیت سے نوازتا ہے اور اس کی پریشانیاں دور کر دیتا ہے۔

برادران اسلام! ہم نے خطبہ کے آغاز میں دو سوال ذکر کئے تھے، ایک یہ کہ خوشگوار زندگی کا حصول کیسے ممکن ہے اور کامیاب زندگی کے اصول کونسے ہیں؟ اور دوسرا یہ کہ دنیا میں پریشانیوں، دکھوں اور مصائب وآلام سے نجات پانے کے اصول کیا ہیں؟ ہمیں امید ہے کہ ان دونوں سوالوں کے جوابات کافی حد تک دیئے جا چکے ہیں۔ اگرچہ ان اصولوں میں سے بعض میں مزید تفصیل کی جا سکتی تھی لیکن اختصار کے پیش نظر فی الحال اسی پر اکتفاء کرتے ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہم سب کو خوشگوار زندگی نصیب کرے، ایمان وعمل کی سلامتی دے اور ہمیں تمام پریشانیوں، دکھوں اور صدموں سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین
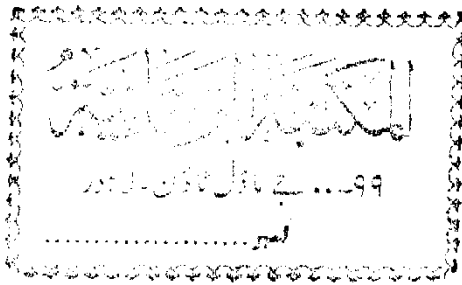
زادُ الخطیب کے بارے میں علماء کرام کے تاثرات

شیخ الحدیث حافظ عبدالستار حماد حفظہ اللہ

''ہمیں دورانِ مطالعہ ان خطبات میں درج ذیل خصوصیات دیکھنے کو ملی ہیں: ① ہر خطبے کے آغاز میں معین موضوع کے متعلق تمہیدی کلمات اور اس کے اہم عناصر کا ذکر ہے، پھر ہر عنصر کے لیے کتاب وسنت سے مواد فراہم کیا گیا ہے۔ ② صرف صحیح احادیث کا انتخاب کیا گیا ہے ③ ان خطبات میں دوسرے خطبے میں بھی اختصار اور جامعیت سے کام لیتے ہوئے وعظ ونصیحت کا اہتمام کیا گیا ہے جو کہ مسنون ہے۔ ④ ان خطبات میں علمی ثقاہت اور جلالتِ بیان کی جھلک نمایاں ہے، کیونکہ ہر بات حوالے سے مزین اور ہر دعویٰ دلیل سے مبرہن ہے۔ ⑤ شعر گوئی اور قافیہ بندی سے گریز کرتے ہوئے اندازِ بیان سادہ مگر انتہائی پر مغز، اسلوب تحریر میں پانی کی سی روانی، آسان محاورات اور سہل عبارات سے اپنا مدعا بیان کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے تاکہ دل سے نکلنے والی بات دل میں جاگزیں ہو جائے۔ الغرض یہ ''خطباتِ جمعہ'' نہ صرف خطباء اور واعظین کے لیے مفید ہیں بلکہ ہمارے نزدیک ہر لائبریری اور ہر گھر کی بھی ضرورت ہیں، ان سے ہر ممکن استفادہ کرنا چاہیے۔''

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

''عرصۂ دراز سے اس بات کی شدید ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ: ① ایک تو خطباء حضرات کے لیے خطبات کا ایک ایسا مجموعہ مرتب ہو جس میں خالص اسلام کی صحیح تعبیر وتشریح ہو۔ ② دوسرے نمبر پر ایسے بدعی اعمال پر تنبیہ ہو جنھوں نے دین اسلام کو مسخ کر دیا ہے۔ ③ تیسرے، ہر موضوع کی تفصیلات صرف صحیح روایات پر مشتمل ہوں، ضعیف اور بے سروپا روایات کا سہارا نہ لیا گیا ہو۔ یہ مجموعۂ خطبات، علماء وخطباء کے لیے بلاشبہ ایک نعمت غیر مترقبہ، ایک ارمغانِ علمی، علوم ومعارف کا ایک گنجینہ اور آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کا ایک خزینہ ہے۔''

پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمہ اللہ

''مجھے ان خطبات کو پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ میرے نزدیک یہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے کہ ائمہ کرام اور خطیبانِ عظام کو کتاب وسنت کی روشنی میں موضوعاتی خطبے ملیں۔ ان خطبات کی زبان سادہ وسلیس ہے، انداز نگارش شگفتہ اور متین ہے، حوالے مستند اور کامل ہیں۔ اپنے موضوع پر جو موازنہ اور معلومات فراہم کی گئی ہیں وہ لائق داد ہیں۔ اللہ تعالیٰ مصنف مذکور کی اس کاوش کو قبول ومنظور فرمائے اور اس سے خطباء کو استفادے کی توفیق بخشے۔'' آمین یارب العالمین۔

ناشر مرکز الفلاح الخیری۔ لاہور